بشاراتِ سماویہ

یعنی

مخلصین جماعت احمدیہ کو ملنے والی آسمانی اخبار

(رؤیاہائے صالحہ، کشوف اور الہامات کی صورت میں)

جس کا دوسرا نام

درویشان احمدیت

جلد پنجم (حصہ دوم)

ہے

(باب اوّل تا باب پنجم)

از قلم

فضل الٰہی انوری

بشاراتِ سماویہ

یعنی

مخلصین جماعت احمدیہ کو ملنے والی آسمانی اخبار

(رؤیاہائے صالحہ، کشوف اور الہامات کی صورت میں)

جس کا دوسرا نام

درویشان احمدیت

جلد پنجم (حصہ دوم)

ہے

(باب اوّل تا باب پنجم)

مؤلفہ

فضل الٰہی انوری

نام کتاب: "درویشان احمدیت"۔جلد پنجم،حصہ دوم
مؤلفہ: فضل الٰہی انوری
طبع اول: سال ۲۰۱۰ء
تعداد: ایک ہزار
طابع : Gutenberg Druckerei GmbH Weimar
Weimar, Germany

اس وقت تک طبع ہونے والی جلدیں:

درویشان احمدیت ،جلد اول: (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہام: "یَنصُرُکَ رِجَالٌ نُوحِی اِلَیھِم مِنَ السَّمَاءِ" کے رُوح پرور نظارے)

درویشان احمدیت ،جلد دوم: (حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی پیشگوئی: "میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے علم اور معرفت کے رو سے سب کا منہ بند کر دینگے" کی عملی تعبیر میں ہونے والے ایمان افروز واقعات)

درویشان احمدیت ،جلد سوم: (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور آپ کے متبعین کے حق میں ظاہر ہونے والے حفاظت سماویہ کے اعجازی نمونے)

درویشان احمدیت ،جلد پنجم،حصہ اول ، (اخبار سماویہ،یعنی حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو ملنے والی آسمانی اخبار و بشارات)

زیر تالیف سلسلہ کتب ھٰذا:

درویشان احمدیت ،جلد چہارم (نصرت غیبیہ،یعنی افراد جماعت کے حق میں رونما ہونے والے مالی نصرت و دیگر تائیدات الٰہیہ کے اعجازی نمونے)

درویشان احمدیت،جلد ششم (قبولیت دعا کے اعجازی نمونے)

درویشان احمدیت،جلد ھفتم (غیرت الٰہی کے عبرتناک نمونے)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مقدمۃ الکتاب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلَا ئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنتُمْ تُوْعَدُوْنَ.......الخ

(سورۃ حٰم سَجْدَہ:۳۱تا۳۲)

’’جولوگ اللہ کو اپنا رب مانتے ہیں اور پھر اپنے اس اِدّعا میں پورا استقلال دکھاتے ہیں، ان پر (اسی دنیا میں) فرشتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے جو انہیں کہتے ہیں کہ تم ڈرو نہیں اور نہ کسی پچھلی غلطی کا غم کرو۔ اور اُس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا‘‘

اس حقیقت کو ماموز زمانہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے:

’’سو ملائکہ اور روح القدس کا تنزل یعنی آسمان سے اترنا اُسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعتِ نبوت پہن کر اور کلام الٰہی سے شرف پاکر زمین پر نزول فرماتا ہے۔ روح القدس خاص طور پر اس خلیفہ کو ملتی ہے اور جو اس کے ساتھ ملائکہ ہیں وہ تمام دنیا کے مستعد دلوں پر نازل کئے جاتے ہیں۔ تب دنیا میں جہاں جہاں جوہر قابل پائے جاتے ہیں سب پر اس نور کا پر تو پڑتا ہے اور تمام عالم میں ایک روحانیت پھیل جاتی ہے‘‘

(’’فتح اسلام‘‘، روحانی خزائن، جلد۳۔ صفحہ۱۲)

ایک اَور مقام پر اس طور پر نازل ہونے والا انوار الٰہیہ کو انتشارِ روحانیت اور نورانیت کے نام سے موسوم فرما کر آپ اس کے نتیجے میں دنیا میں رونما ہونے والے روحانی اور علمی تغیر کی مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ اس طرح پر:

’’نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر و غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جس کو عبادات کی طرف رغبت ہو، اس کو تعبد اور پرستش میں لذت عطا کی جاتی ہے‘‘

(’’ضرورۃ الامام‘‘، روحانی خزائن، جلد۱۳۔ صفحہ ۴۷۴۔۵)

اس طور پر رونما ہونے والا وہ انتشار روحانیت جو انسان کامل یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پاک پیغمبر، حضرت محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں ہوا، وہ ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جسے دیکھ کر انسانی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ یہ روحانیت کی ایک ایسی تجلی تھی جس کی بدولت عرب کے ریگزاروں میں رہنے والے صدیوں کے مردے زندہ ہو گئے اور وہ جو اخلاق کے نام سے بھی نا آشنا تھے، دنیا کے معلم الاخلاق بن گئے اور وہ جو بت پرستی کے عمیق گڑھوں میں پڑے ہوئے تھے، آسمانِ روحانیت کی رفعتوں میں پرواز کرنے لگے۔ چنانچہ صلحاء امت کے اندر رؤیا ہائے صالحہ، کشوف اور الہامات کی صورت میں جاری ہونے والا سلسلہ بھی اسی انتشار روحانیت کی ایک تجلی ہے جو گزشتہ چودہ سو سال سے دنیا میں جاری وساری چلا آرہا ہے۔

انوار الٰہیہ کے نزول کا یہ سلسلہ دنیا میں جاری رہا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق وہ موعود مصلحِ ربانی پیدا ہو گیا جس کے ہاتھ پر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ظہور مقدر تھا۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے وجود میں ظاہر ہونے والے اس امام الزمان کے دَور میں ملائکہ کا یہ نزول ایک بار پھر بڑے زور سے شروع ہو گیا اور بشری قوتیں ایکبار پھر مکانی اور زمانی حدود کو پھلانگ کر عالم ملکوت کے پردوں کو چھونے اور خلّاقِ کون ومکاں کی قدرتِ مصوّرہ کا مشاہدہ کرنے لگیں۔ اس طرح پر جو انتشار روحانیت ہوا اور اسکے نتیجے میں نشانات اور خوارق کی جو بارش ہوئی، اس نے اگر ایک طرف اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام ﷺ کی صداقت کو چار چاند لگا دئے تو دوسری طرف اس نے معبود حقیقی کا مادہ پرستی اور الحاد کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپا ہوا حسین وجمیل چہرہ دوبارہ روشن کر کے دکھا دیا۔

وہ انتشار روحانیت جو اِس دَور میں ظہور میں آیا، اس کی حضرت مصلح ربّانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے اپنے وجود میں عمل میں آنے والی مثالیں اس سے قبل جلد پنجم، **حصہ اوّل** میں بیان ہو چکی ہیں۔ اب موجودہ جلد یعنی ''درویشان احمدیت'' جلد پنجم، **حصہ دوم** میں آپؑ کے افاضہ روحانیت کی برکت سے ہونے والے اُس انتشار روحانیت کی بعض مثالیں پیش کی جارہی ہیں جو آپ کے غلاموں کے وجودوں میں ظاہر ہوا اور اب تک ہو رہا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆ ☆ ☆

باب اوّل

صحابہ اور السابقون الاولون کو ملنے والی بشارات سماویہ

اب قبل اس کے کہ حضرت امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے متبعین کے وجودوں میں ظاہر ہونے والے انتشار روحانیت کی بعض مثالیں پیش کی جائیں ایک اَور نکتۂ معرفت کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ روحانی دولت کسی کو اُس وقت تک نصیب نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے نفس کو دنیوی آلائشوں سے پاک کر کے اپنے تقویٰ وطہارت اور عبادات میں ایک خاص انہماک پیدا نہ کرے اور اپنے آپ کو اس مقام تک نہ پہنچا دیوے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے دائمی وعدہ کے موافق اس پر ملائکہ کا نزول شروع کر دیتا ہے۔ اس نکتہ معرفت کو حضرت امام الزمان علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''خدا نے انسان کی ایسی فطرت رکھی ہے کہ وہ ایک ایسے ظرف کی طرح ہے جو کسی قسم کی محبت سے خالی نہیں رہ سکتا اور خلا یعنی خالی رہنا اس میں محال ہے۔ پس جب کوئی ایسا دل ہو جاتا ہے کہ نفس کی محبت اور اس کی آرزوؤں اور دنیا کی محبت اور اس کی تمناؤں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور سفلی محبتوں کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے تو ایسے دل کو جو غیر کی محبت سے خالی ہو چکا ہے خدا تعالیٰ تجلیاتِ حسن و جمال کے ساتھ اپنی محبت سے پُر کر دیتا ہے''

(''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن جلد ۲۲۔ صفحہ ۵۶)

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان خوش نصیب افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کی نیک صحبت اور پاک تربیت سے براہ راست مستفیض ہو کر فی الواقعہ وہ مقام حاصل کر لیا جہاں انہیں خدا تعالیٰ رؤیا ہائے صالحہ، کشوف اور الہامات کی صورت میں اپنی تجلیات حسن و جمال سے منور کرنے لگا جس کے نتیجہ میں وہ اس پاک ذات اور اس کی صفات کے زندہ گواہ بن گئے۔

چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ

سب سے پہلے آسمانِ احمدیت کے اُس درخشاں ستارے کا ذکر کیا جاتا ہے جو افق عالم پر نمودار ہو کر ایسا چمکا کہ اس کی چمک دمک کو دیکھ کر دنیا کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ آپ نہ صرف خود صحابی (یعنی حضرت بانئ سلسلہؑ کے رفقاء میں سے) تھے بلکہ صحابی والد اور صحابیہ والدہ کی اولاد تھے۔ اور پھر اپنے ان نیک والدین کی نیک تربیت میں پروان چڑھتے ہوئے علم وحکمت کے میدانوں میں اس قدر ترقی کی کہ آسمانِ روحانیت اور آسمانِ سیاست کے ستارے بن گئے۔ میری مراد سیالکوٹ کے ایک متمول زمیندار چودھری نصر اللہ خان کے سب سے بڑے فرزند چودھری سر محمد ظفر اللہ خان سے ہے۔ جیسا کہ اس مضمون کے آخر پر دئے گئے آپ کے تعارفی نوٹ سے پتہ چلتا ہے آپ کو اندازاً گیارہ سال کی عمر میں حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حضرت اقدس علیہ السلام ۱۹۰۴ء میں اپنے تاریخی سفر پر سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے اور وہاں ایک لیکچر دیا تھا جو ''لیکچر سیالکوٹ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ بھی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ حضور کا لیکچر سننے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپکی بزرگ والدہ نے اپنی بعض رؤیاء کی بنا پر حضورؑ کے اسی عرصہ قیام کے دوران حضورؑ کی بیعت کر لی تھی۔ اب ذیل میں آپ کو ملنے والی بعض اُن آسمانی اخبار کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کو رؤیاہائے صالحہ اور کشوف وغیرہ کی صورت میں اپنے رب کی طرف سے ملیں اور جنہیں آپ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات ''تحدیث نعمت'' اور دیگر کتب میں بیان فرمایا ہے۔

پہلی خبر

''کیا آپ کا بیٹا ٹھیک ہے؟''

ایک دوست کے بیٹے کے بارے میں ملنے والی خبر

آپ کو ملنے والی آسمانی اخبار میں سے سب سے پہلے ایک ایسی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا تعلق آپ کے ایک غیر از جماعت دوست سے ہے۔ آپ نے اپنے اس دوست کا نام تو نہیں بتایا البتہ اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی آپ کی طرح ایک اچھے سیاسی عہدے پر فائز تھے اور ان کی آپ سے

اچھی خاصی بے تکلفی تھی۔ یہ خبر جو آپ کو ان کے بیٹے کے بارے میں ملی، کس طرح چند ہفتوں کے اندر اندر پوری ہو کر خود آپ کے اس دوست کیلئے حیرت اور دلچسپی کا موجب بنی، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''میرے ایک دوست جو کئی سال تک لاہور میں ہائی کورٹ کے جج رہ چکے تھے، صوبہ سندھ کے گورنر تھے۔ ایک سوشل تقریب میں میری ان سے باتیں ہو رہی تھیں کہ مَیں نے ان سے پوچھا، آپ کے بیٹے کی کیا خبر ہے۔ کیا وہ ٹھیک ٹھاک تو ہے نا؟۔ وہ کہنے لگے، ہاں ٹھیک ہی ہے۔ اُس وقت ان کے وہ صاحبزادے انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اپنے اگلے خط میں اسے لکھ دیں کہ وہ ذرا محتاط رہے''

فرماتے ہیں، مَیں نے ان کے بیٹے کے بارے میں ایک خواب دیکھا تھا، حالانکہ میں اسے جانتا تک نہ تھا۔ چنانچہ مَیں نے انہیں کسی قدر خواب کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اس خواب کا مطلب کچھ بھی ہوسکتا ہے مگر میرے ذہن پر اس نے جو اثر چھوڑا ہے اس کے پیش نظر مَیں آپ سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ امید ہے سب کچھ ٹھیک ہی رہے گا۔ میری بات سن کر وہ دوست کہنے لگے کہ مَیں اگلے خط میں ہی اپنے بیٹے کو لکھ دوں گا۔ آگے فرماتے ہیں:

''دو تین ہفتوں کے بعد ہم پھر ایک اَور سوشل تقریب میں ملے تو وہ مجھ سے کہنے لگے، چودھری صاحب! عجیب بات ہوئی ہے۔ میرے بیٹے کا خط آیا ہے۔ اس میں اس نے بالکل اسی قسم کی بات لکھی ہے جیسی کہ آپ نے مجھے بتائی تھی۔ مَیں اس سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ اگر ایک بات درمیان میں حائل نہ ہوتی تو مَیں آپ کی بیعت کر لیتا''

فرماتے ہیں، ان کا یہ مطلب تو ہرگز نہ تھا کہ وہ احمدی ہو جاتے۔ یہ ایک عام محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کو اپنا راہنما یا قائد تسلیم کر لینا۔ تاہم آپ کے دل میں یہ کرید ضرور پیدا ہوئی کہ اپنے اُس دوست سے پوچھیں کہ وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کو یہ اعزازی مقام دینے کے لئے تیار ہیں جس کے آپ اپنے آپ کو بالکل مستحق نہیں سمجھتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''مَیں نے ان سے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے جو راہ میں حائل ہے تو وہ کہنے لگے، یہی کہ آپ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس پر مَیں نے ان سے کہا کہ عجیب بات ہے

کہ آپکے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ عین ممکن ہے میرے احمدی ہونے کی وجہ ہی سے اتنی بڑی چیز آپ نے مجھ میں دیکھی ہے کہ آپ میری بیعت کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں''

(''سر ظفر اللہ خان کی یادداشتیں''۔ صفحہ ۱۰۶)

☆ ☆ ☆

دوسری خبر

''ظفر اللہ سے بھی مل لینا چاہئے''

اپنے حالات میں بہتر تبدیلی کے بارے میں ملنے والی خبر

اب آپ کو ملنے والی ایک ایسی آسمانی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جو خود آپ کی ذات سے تعلق رکھتی تھی اور جو دراصل تین مختلف وقتوں میں آپ کو تین خوابوں کی شکل میں ملی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ وائسرائے ہند کی کونسل کے ممبر بالفاظ دیگر برٹش انڈین گورنمنٹ میں مرکزی وزیر تھے۔ ان دنوں (یہ مارچ ۱۹۴۱ء کی بات ہے) انڈین فیڈرل کورٹ کے ایک مسلمان جج سر شاہ سلیمان کے فوت ہو جانے پر کورٹ کے چیف جسٹس سر ماریس گوائر [۱] نے وائسرائے سے کہا کہ وہ آپ کو (یعنی چودھری صاحب موصوف کو) مسلمان جج کے طور پر لینا چاہتے ہیں۔ جب اس کا ذکر وائسرائے نے آپ سے کِیا تو فرماتے ہیں:

''وائسرائے نے انہیں بتایا کہ وہ مجھے کونسل سے فارغ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم جنگ کے

---

[۱] حضرت چودھری صاحب موصوف، سر ماریس گوائر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک آزاد خیال اور نسلی تعصب سے پاک انسان تھے۔ فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس ہونے کے علاوہ انہوں نے بعض اور ذمہ واریاں بھی سنبھال رکھی تھیں۔ مثلاً وہ مرکزی تعلیمی بورڈ کے بھی صدر تھے۔ ایک بار قادیان بھی گئے تھے اور وہاں کے جماعتی تعلیمی اداروں سے بہت متأثر ہو کر آئے۔ پھر عدالتی منصب کے ساتھ ساتھ دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے فرائض بھی ادا کر رہے تھے جنہیں وہ اپنے مستقل عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد بھی جب تک صحت نے اجازت دی، نبھاتے رہے۔ غرض گوناگوں صفات کی مالک وہ ایک ایسی شخصیت تھے جس پر پورا اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

عین درمیان میں ہیں اور مَیں وار سپلائی اور قانون کے محکموں کا وزیر ہوں.....مَیں سینئر ہندوستانی وزیر ہونے کی وجہ سے اسمبلی کا قائدِایوان بھی تھا۔اسلئے وائسرائے نے چیف جسٹس سے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ میرا وجود کابینہ کے لئے ناگزیر ہے لہٰذا وہ مجھے کسی صورت میں فارغ نہیں کر سکتے‘‘

آخر فیصلہ یہ ہوا کہ آپ ہی سے پوچھ لیا جائے اور جس ذمہ واری پر آپ رہنا پسند کریں وہی آپ کے سپرد کر دی جائے۔مگر آپ کو ابھی وائسرائے اور چیف جسٹس کے درمیان ہونے والی اس گفتگو کا علم نہیں ہوا تھا کہ اس دوران آپ کو تین خوابیں آئیں۔ان خوابوں کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’۱۶ جون سوموار کی بات ہے مَیں نے متواتر تین خوابیں ایک دو دنوں کے وقفہ سے دیکھیں۔پہلی خواب میں مَیں نے اپنے ایک پھوپھی زاد بھائی چودھری عنایت اللہ صاحب بہلول پوری کو دیکھا کہ وہ آئے ہیں۔مَیں اپنے دفتر کے کمرہ میں بیٹھا ہوں۔وہ بہت خوش نظر آتے ہیں بلکہ قریباً ہنس رہے ہیں......اس کے ایک یا دو دن بعد میرے ایک مرحوم دوست سید انعام اللہ شاہ جو چھ سال قبل انتقال فرما چکے تھے خواب میں آئے وہ بھی اسی طرح خوش تھے۔انعام کا مطلب ہوتا ہے کسی کام کی مقبولیت کے نتیجے میں ملنے والا صلہ اور اللہ کا مطلب ہے خدا۔مَیں نے سوچا کہ مَیں نے دو اچھی خوابیں تواتر سے دیکھی ہیں جن میں سے دوسری پہلی سے بڑھ کر ہے۔اس لئے شاید کوئی بشارت ملنے والی ہے‘‘

آگے تیسری خواب کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’ایک دو روز بعد ایک اَور خواب دیکھا کہ میں لائلپور (پاکستان کا وہ شہر جس کا موجودہ نام فیصل آباد ہے۔ناقل) گیا ہوں اور وہاں کسی دوست سردار محمد نامی سے ملا ہوں۔جب مَیں اپنے اُس دوست سے مل چکا تو خیال آیا کہ ظفر اللہ بھی تو یہیں ہے، مجھے اس سے بھی مل لینا چاہیئے۔یہ میرے ایک ہمنام اور کالج کے زمانے کے ایک دوست تھے جو بیرسٹر بن کر وہاں پریکٹس کر رہے تھے۔چنانچہ (خواب میں ہی) مَیں ان سے بھی ملا۔یہ بھی ایک اچھا اشارہ تھا کیونکہ محمدؐ، رسول پاک ﷺ کا اسم گرامی ہے اور سردار کا

مطلب ہے سربراہ۔ پھر ظفر اللہ کا مطلب ہے ’اللہ کی طرف سے آنے والی فتح‘ یا ’اللہ کی طرف سے ملنے والی کامیابی‘ ‘‘

فرماتے ہیں ان خوابوں کے یوں تسلسل کے ساتھ آنے کا میرے ذہن پر اتنا اثر تھا کہ جب میرے ایک کزن (شیخ اعجاز احمد صاحب) اوران کے ایک دوست (چودھری بشیر احمد صاحب) کچھ دن رہنے کے لئے میرے پاس آئے تو مَیں نے ان سے کہہ دیا کہ شاید میرے حالات میں کوئی تبدیلی آنے والی ہے۔اس پر دونوں نے یک زبان ہو کر پوچھا، کیا کوئی خواب آئی ہے؟ اِس پر آپ نے انہیں اپنی مذکورہ بالا تینوں خوابیں سنا دیں۔آگے فرماتے ہیں:

’’اگلے روز ہی جب مَیں وائسرائے سے ملنے گیا تو انہوں نے اس معاملہ کا ذکر کیا (یعنی اس گفتگو کا جو اُن کے اور چیف جسٹس کے درمیان ہوئی تھی)۔تو ان کی بات سننے کے بعد میرا پہلا تأثر یہ تھا کہ یہ میری ان خوابوں کی تعبیر ہے۔چنانچہ جب وائسرائے صاحب نے میری رائے دریافت کی تو مَیں نے انہیں دوٹوک بتا دیا کہ ’مَیں عدالت میں جانا چاہوں گا‘ ‘‘

چنانچہ جیسا کہ وائسرائے صاحب اور چیف جسٹس کے درمیان طے پایا تھا، آپ ہی کے فیصلہ کے مطابق عمل ہوا اور آپ وائسرائے کی کونسل کو چھوڑ کر سپریم کورٹ کے جج بنا دئے گئے۔فرماتے ہیں، اُس وقت سپریم کورٹ کا دائرہ ’کار بہت محدود تھا اور صرف وہی معاملات زیرِ سماعت آتے تھے جو یا دو صوبوں کے درمیان ہوں یا کسی صوبے اور مرکزی حکومت کے درمیان ہوں۔ظاہر ہے کہ اس طرح دماغی کام کے بوجھ سے آپ کو بہت حد تک نجات مل گئی۔دوسری طرف عزت اور مرتبہ کے لحاظ سے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ وقار حاصل ہو گیا۔چنانچہ آپ ستمبر ۱۹۴۱ء تا جون ۱۹۴۷ء قریباً چھ سال تک فیڈرل کورٹ کے جج رہے۔اس عرصہ میں کوئی بھی ابتدائی تنازعہ فیڈرل کورٹ میں پیش نہ ہوا۔اس سے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سہولت ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بعض ایسے اعزازی کاموں کی سرانجام دہی کیلئے منتخب کئے جاتے رہے جن کی بدولت آپ کو بین الاقوامی سطح پر عزت اور شہرت حاصل ہو گئی۔گویا کچھ عرصہ پہلے آپ کو تین رؤیاء ہائے صالحہ کی شکل میں جو آسمانی خبر ملی تھی وہ اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ پوری ہو کر ایک عالم الغیب اور قادر مطلق خدا کی زندہ ہستی کی گواہ بن گئی۔ذیل میں ان اعزازی کاموں کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے جو اِس دوران آپ کے سپرد ہوئے اور جو آپ کی قدرو

منزلت میں خاطر خواہ اضافہ کا موجب بنے:

۱۔آپ کو کچھ عرصہ کے لئے چین میں بطور ایجنٹ جنرل (سفیر) مقرر کیا گیا۔

۲۔آپ پیسفک ریلیشنز ایسوسی ایشن (Pacific Relations Association) کے کینیڈا میں ہونیوالے ایک اجلاس میں حکومت ہند کے نمائندے کی حیثیت سے شامل ہوئے

۳۔کینیڈا سے واپسی کے سفر پر آپ برطانیہ کے شہنشاہ، شاہ جارج ششم، کی والدہ محترمہ ملکہ میریؔ (Queen Mary) کی دعوت پر ان کے ہاں قصر بیڈمنٹن میں ایک پورا دن شاہی مہمان رہے۔

۴۔ہندوستان کو آزادی دئے جانے کے سلسلے میں آپ کی وائسرائے کو دی جانے والی ایک تجویز پر آپ کو لندن بلایا گیا جس دوران آپ کی ملاقات اُس وقت کے برطانوی وزیر اعظم مسٹر چرچل سے ہوئی۔اس ملاقات کے دوران آپ کی مسٹر چرچل سے جو گفتگو ہوئی اس کا موضوع یہ تھا کہ موجودہ وائسرائے (لارڈ لنلتھگو) کا جانشین کون ہونا چاہیئے۔

یہ مضمون ختم کرنے سے قبل آپ کے انڈین فیڈرل کورٹ کے جج کے تقرر کے ضمن میں آپ کی اسلام پسندی اور خداترسی کی ایک چھوٹی سی جھلک پیش کرنا آپ کے بہت سے ہم پیشہ لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوگا۔وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی خودنوشت داستانِ حیات ”تحدیث نعمت“ میں کسی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ مَیں نے عدالت کا رُکن بنتے ہی اپنی عدالتی نوٹ بک کے پہلے صفحہ پر سورۃ المائدہ کی وہ آیت کریمہ لکھ لی جس میں مومنوں کو انصاف پر قائم رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔اور وہ یہ ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا. اِعْدِلُوْا. هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[۱]

(سورۃ المائدۃ : ۹)

(”سر ظفر اللہ خان کی یادداشتیں“۔صفحہ ۱۲۸تا۱۳۴۔خلاصہ)

☆ ☆ ☆

[۱]اس آیت کریمہ کے معنی ہیں:”اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔بلکہ ہر صورت میں انصاف کرو۔یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے“

تیسری خبر

’’چودھری شمشاد علی ۱۶ تاریخ کو چل بسے‘‘

اپنے خسر کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی خبر

تیسرے نمبر پر آپ کو ملنے والی ایک ایسی آسمانی خبر کا حال بیان کیا جاتا ہے جو آپ کے ہونے والے خسر چودھری شمشاد علی خان صاحب کی وفات کے بارے میں تھی۔ چودھری صاحب موصوف کے ساتھ ان کے گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانۂ طالبعلمی سے ہی آپ کو ایک خاص انس ہو گیا تھا۔ خود آپ کی والدہ بھی انہیں اپنے بیٹوں کی طرح پیار کرتی تھیں۔ ابھی جب آپ کا چودھری صاحب موصوف کے ہاں رشتہ قائم نہیں ہوا تھا اور آپ ابھی انگلستان میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے تو فرماتے ہیں:

’’شروع جنوری ۱۹۱۲ء میں مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ کسی نے مجھے کاغذ کا ایک پرزہ دیا ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

’شمشاد علی خان جس کی ذات کے ساتھ اتنی امیدیں وابستہ تھیں، ۱۶/ ماہِ حال کو چل بسا، اسے نوٹ کر لیں۔ اس میں بہت سے نشان ہیں‘ ‘‘

فرماتے ہیں، مَیں نے یہ خواب ایک نوٹ بک میں درج کر لیا۔ چودھری صاحب موصوف کا خط مجھے ہر دوسرے ہفتے باقاعدہ آیا کرتا تھا۔ اب کچھ پریشانی کے ساتھ ان کے خط کا انتظار رہنے لگا۔ جب ان کا ۱۶/ جنوری کے بعد کا لکھا ہوا خط مل گیا (فرماتے ہیں، ان دنوں لاہور سے ڈاک ۱۶/ ۱۷ دن میں پہنچتی تھی) تو کچھ اطمینان ہوا۔

اب منذر نوعیت کی اِس خبر کے ملنے پر سالہا سال گذرتے چلے گئے اور یہ آسمانی راز وقت کے دبیز پردوں میں چھپا رہا۔ یہاں تک کہ بالآخر (اس کے بیس سال بعد) وہ مقدر وقت آن پہنچا جو عالم الغیب خدا کے نزدیک اس کے عالم وجود میں آنے کیلئے مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ جن دنوں چودھری شمشاد علی خان صاحب چھپرہ (صوبہ بہار) کے حاکم ضلع تھے (یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے) تو ایک روز شکار کرتے ہوئے اچانک ایک گولی لگنے سے ان کی وفات ہو گئی۔ یہ واقعہ ٹھیک ۱۶/ جنوری کو رونما ہوا۔ اور یہ وہی تاریخ تھی جو ۲۰ سال قبل صاحب رؤیاء کو رؤیاء کے اندر بتلائی گئی تھی۔ اب وہ کون سا بڑا نشان

تھایا نشان تھے جو اس آسمانی خبر سے وابستہ تھے اور وہ کونسی مصلحت تھی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خبر میں مضمر تھی، اس پر بھی حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے روشنی ڈالی ہے۔ نیچے تعارفی نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ چودھری شمشاد علی صاحب ایم۔ ایس، سی کرنے اور کچھ عرصہ فوج میں کام کرنے کے بعد انڈین سول سروس کا امتحان پاس کر کے صوبہ بہار میں بطور ڈپٹی کمشنر متعین کر دئے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں ان کی بڑی صاحبزادی بدر النسا، آپ کی زوجیت میں آگئیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”۱۹۲۶ء میں جب وہ پنجاب تشریف لائے تو مجھ سے ذکر کیا کہ وہ انڈین سول سروس کے فیملی فنڈ میں شامل ہیں۔ اس فنڈ کو اب انگلستان منتقل کرنے کی تجویز ہے۔ جو ہندوستانی افسر اس فنڈ میں شامل ہیں، انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں تو اپنی ادا کردہ رقم مع منافع واپس لے لیں اور چاہیں تو فنڈ کے انگلستان منتقل ہو جانے پر بھی بدستور فنڈ میں شامل رہیں۔ فرمایا، مجھے اس فنڈ سے اِس وقت سولہ سترہ ہزار روپے کی رقم واپس مل سکتی ہے اور مَیں نے لکھ دیا ہے کہ میری رقم واپس کر دی جائے۔ مَیں نے بڑے اصرار سے کہا کہ آپ رقم واپس نہ لیں اور فنڈ میں شامل رہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی چٹھی واپس لے لی اور فنڈ میں شامل رہے“

اب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا انہیں دیا ہوا یہ مشورہ جو یقیناً آپ کی ان کے بارے میں دیکھی جانے والی مذکورہ بالا رؤیاء کے نتیجے میں تھا، کس طرح ان کے بیوی بچوں کیلئے ایک بہت بڑی مالی منفعت کا موجب بنا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

”ان کی وفات کے وقت اُن کے نو (۹) بچے تھے۔ ان میں سے صرف بڑی صاحبزادی شادی شدہ تھیں۔ باقی سب بچے اور ان کی بیگم فنڈ سے پنشن پانے کے حقدار تھے۔ ان سب کی پنشن چودھری صاحب کی وفات کے وقت بیس ہزار روپے سالانہ کے قریب بنتی تھی جو ادا ہونی شروع ہو گئی۔ پھر جیسے جیسے بچوں کی شادیاں ہوتی گئیں، ان کے حصے کی پنشن ختم ہوتی گئی۔ سب سے چھوٹا بچہ تو چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔ منجھلا بیٹا ۱۹۴۶ء میں فوت ہو گیا۔ دوسرے دونوں بیٹوں کی پنشن اکیس سال کی عمر ہونے پر ختم ہو گئی۔

.......چودھری صاحب کی بیگم صاحبہ محترمہ کی پنشن اب تک جاری ہے“

(''تحدیث نعمت''۔صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۲)

حضرت چودھری صاحب موصوف کی اس رؤیاء کا ذکر سلسلہ کے ایک اَور بزرگ دوست، جناب چودھری انور احمد کاہلوں صاحب، نے بھی اپنی ایک کتاب (بزبان انگریزی) میں کیا ہے جس میں انہوں نے اسکے مضمرات پر اپنے نقطۂ نگاہ سے روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ وہ محولہ بالا فیملی فنڈ کے انگلستان منتقلی کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''چودھری شمشاد علی خان صاحب اور انڈین سول سروس میں کام کرنے والے تمام دیگر ہندوستانی افسران کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ چاہیں تو اس فنڈ میں اپنی شراکت واپس لے لیں۔ چودھری صاحب موصوف نے اپنی اور اپنی والدہ کی بعض رؤیاء کی بنا پر انہیں پُر زور مشورہ دیا کہ وہ فنڈ میں بدستور شامل رہیں۔ اسکے صرف چھ سال بعد وہ شکار کرتے ہوئے گولی لگ جانے سے فوت ہو گئے۔ پسماندگان میں انہوں نے ایک بیوہ اور حضرت چودھری صاحبؓ کے ساتھ بیاہی ہوئی اپنی سب سے بڑی بیٹی کے علاوہ چار غیر شادی شدہ بچیاں اور چار بچے چھوڑے۔ چونکہ فنڈ کی مقدار متوفی کے بچوں کی تعداد پر موقوف تھی لھذا ان سب کو اس میں سے ایک زرِّ کثیر وظیفہ ملتا رہا جس کے ان کے فنڈ سے علیحدہ ہو جانے کی صورت میں وہ ہرگز حقدار نہ ہوتے''

("ZAFRULLAH KHAN - MY MENTOR" - p.7)

........☆........

تعارف چودھری شمشاد علی خان صاحب: آپ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ایس،سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد پہلے کچھ عرصہ ایک جنگی فوجی کمپنی میں ملازم رہے۔ پھر آئی۔سی۔ایس (انڈین سول سروس) کا امتحان پاس کرنے پر بھاگلپور (صوبہ بہار) میں بطور آفیسر ضلع (ڈپٹی کمشنر) مقرر کیے گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر قریباً ۳۷ سال تھی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے چودھری نصر اللہ خان صاحب فوج میں لیفٹیننٹ کرنل بن کر ریٹائر ہوئے۔ ان کے چھوٹے بھائی چودھری سعید اللہ خان صاحب فضائیہ میں ائر کموڈور رہے اور پھر ڈپٹی کمانڈر۔ اِن۔ چیف کے عہدہ پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے۔

☆ ☆ ☆

چوتھی خبر

’’مَیں نے حضورؓ کی خدمت میں چھڑی پیش کی ہے‘‘

آسمانی رہنمائی بسلسلہ خدمت دین

جیسا کہ آخر پر دئے گئے آپ کے تعارفی نوٹ میں بتایا گیا ہے، آپ دو مرتبہ عالمی عدالت انصاف کے جج رہ چکے تھے۔ جب ۵ فروری ۱۹۷۱ء کو آپ کی رکنیت کی دوسری میعاد ختم ہونے والی تھی تو حکومت پاکستان نے تیسری بار آپ کا نام تجویز کر کے بھیج دیا۔ مگر آپ فرماتے ہیں:

’’ستمبر ۱۹۷۲ء میں مجھے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں نے اپنی چھڑی حضور اقدس کی خدمت عالیہ میں پیش کی اور حضورؓ نے از راہِ شفقت اسے تبسم فرما کر قبول فرمایا۔ مَیں اس خواب کی تعبیر کا مفہوم یہ سمجھا کہ مجھے اب کلی طور پر خدمت دین کیلئے وقف کر دینا چاہیئے‘‘

آپ کی عمر اُس وقت اسّی سال کو پہنچ رہی تھی۔ پھر آپ کو اپنی دینی علم کی کم مائیگی کا بھی احساس تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’میرا دینی علم نہایت محدود تھا۔ اکیس سال کی عمر میں مَیں نے بیرسٹری کی سند حاصل کی تھی۔ اکیس سال کا عرصہ مَیں نے وکالت میں صرف کیا۔ قریب سات سال کا عرصہ مَیں حکومت ہند میں وزیر رہا اور اسی قدر عرصہ پاکستان کے وزیر خارجہ کے فرائض ادا کئے۔ چھ سال ہندوستان کی سب سے اعلیٰ عدالت کا رکن رہا۔ پندرہ سال سے زائد عرصہ عالمی عدالت کی رکنیت میں گذرا۔ تین سال امم متحدہ میں پاکستان کی سفارت سر انجام دی۔ محض اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی سے یہ مواقع میسر آئے اور اسی کی تائید و نصرت سے ان کے فرائض کی ادائیگی کی توفیق ملی‘‘

یہ درست ہے کہ آپ کو باقاعدہ کسی دینی ادارے میں داخل ہو کر دینی علوم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت سلطان القلم علیہ السلام کا غلام ہونے کی برکت نیز اپنی صالحہ اور مستجاب الدعوات والدہ کی دعاؤں کے طفیل آپ وسیع دینی علم اور اعلیٰ درجہ کی ذہنی

صلاحیتوں کے مالک تھے۔اس کے ساتھ آپ بلا کا حافظہ رکھتے تھے۔پھر انگریزی زبان پر آپ کو ایسا عبور حاصل تھا کہ تحریر و تقریر کے میدان میں اِس وقت کی دنیا میں آپ کا ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔لہٰذا آپ نے دین کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنے کا فیصلہ کرلیا۔اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:

''چونکہ خواب واضح تھا مَیں نے یہ اقدام تو فوراً کیا کہ حکومت پاکستان کی وزارت خارجہ کو لکھ دیا کہ میرا نام عالمی عدالت کی رکنیت کی امیدواری سے واپس لے لیں اور یہ تہیہ کر لیا کہ جس پہلو سے مجھے خدمت دین کا موقع میسر آئے مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم اور اس کی تائید و نصرت پر انحصار کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ''

دوسری طرف جیسا کہ آپ فرماتے ہیں،عالمی عدالت انصاف سے علیحدہ ہونے پر جس قدر پنشن کے آپ حقدار تھے وہ آپ کی ضروریات سے بہت بڑھ کر تھی۔سو اس پہلو سے بھی آپ کو کوئی پریشانی نہیں تھی۔لہٰذا اس آسمانی اشارہ کی تعمیل میں آپ اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے کلیۃً وقف سمجھتے ہوئے لندن تشریف لے آئے اور وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت مسجد فضل لندن سے ملحقہ عمارت کے ایک حصہ میں آپ نے رہائش اختیار کرلی۔پھر جس لگن،وقف کی روح اور محنت کے ساتھ آپ نے دینی کتب کی تصانیف اور تراجم کا کام سرانجام دیا اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک سرانجام دیتے رہے وہ آپ کی زندگی کا بہترین کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک آپ کا نام روشن کرتا رہے گا۔آپ اس کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

''لندن میں مستقل طور پر سال کا ایک حصہ قیام میسر آنے سے بفضل اللہ اتنی توفیق ملتی رہی ہے کہ ہر سال کچھ نہ کچھ خدمت دین بصورت ترجمہ یا تصنیف ہوسکی۔گو یہ سلسلہ سردیوں میں پاکستان کے عرصہ قیام میں بھی بفضل اللہ جاری رہتا ہے لیکن انگریزی طباعت کا تمام کام لندن میں سرانجام پاتا ہے،خواہ اس کی تیاری لندن میں کی گئی ہو یا پاکستان میں''

اب تک آپ کی ترجمہ شدہ یا تالیف کردہ مندرجہ ذیل کتب اور رسائل بزبان انگریزی طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں:

۱۔ترجمہ شمائل ترمذی	01.Prophet at Home
۲۔۹۰۰ سے زائد احادیث کا ترجمہ	02.Wisdom of the Holy Prophet
۳۔''ریاض الصالحین'' کا ترجمہ	03.Gardens of the Righteous
۴۔رسول اللہ ﷺ کی مختصر سیرت	04.Excellent Exemplar
۵۔نماز، روزہ اور زکوۃ کے احکام	05.Islamic Worship
۶۔عمرہ اور حج بیت اللہ	06.Pilgrimage to the House of Allah
۷۔اسلام اور حقوق انسانی	07.Islam and Human Rights
۸۔بنگلہ دیش کی پاکستان سے علیحدگی	08.Agony of Pakistan
۹۔حضرت مسیح کی صلیب سے نجات	09.Deliverance from the Cross
۱۰۔''تذکرۃ'' کا ترجمہ	10.Tadhkirah
۱۱۔احمدیت۔احیاء اسلام	11.Ahmadiyyat,The Renaissance of Islam
۱۲-۱۳۔''مرزا غلام احمد قادیانی'' مرتبہ	12.Essence of Islam -Vol. I
سید داؤد احمد صاحب مرحوم کا ترجمہ	13.Essence of Islam - Vol. II
۱۴۔اسلام میں ارتداد کی سزا	14.Punishment of Apostacy in Islam
۱۵۔سیرۃ حضرت مولوی نورالدینؓ	15.Hazrat Maulvi Noor-ud-Din,KhalifatulMassih I
۱۶۔سیرۃ حضرت خاتم النبیینؐ	16.Muhammad - Seal of the Prophets

(''تحدیث نعمت'' صفحہ ۷۵۱)

..........☆..........

تعارف چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ:

آپ برصغیر کے نامور سیاستدان اور چوٹی کے قانون دان تھے۔آپ وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں دوبار عالمی عدالت انصاف کا جج ہونے کا شرف حاصل ہوا۔دوسری بار آپ اسی عالمی عدالت کے صدر بھی رہے۔آپ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ تھے۔آپ نے بڑی لمبی عمر پائی اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے علاوہ چار خلفاء احمدیت کا زمانہ دیکھنے کے بعد یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کو ۹۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔آپ نے ۱۹۰۴ء میں جبکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں تشریف لائے ہوئے تھے، پہلی بار حضورؑ کی زیارت کی۔تاہم دستی بیعت کا شرف آپ نے ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو حاصل کیا۔

☆ ☆ ☆

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ، موضع راجیکی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے باشندے اور اپنے علاقہ کی ایک معزز قوم جاٹ وڑائچ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا خاندان پشتہا پشت سے ولیوں کا خاندان سمجھا جاتا تھا۔آپ کی پیدائش ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے بین بین ہوئی۔آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک رؤیاء میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر جگمگا اٹھا ہے۔آپ موضع گولیکی ضلع گجرات کے ایک بزرگ جو آپ کے استاد بھی تھے یعنی حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ (والد ماجد قاضی ظہور الدین صاحب اکملؓ) کے ہمراہ اندازاً 1899ء میں قادیان تشریف لے گئے اور حضورؑ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''جب مَیں اور مولوی امام الدین صاحبؓ قادیان مقدس پہنچے اور مسجد مبارک پر جانے کے لئے اس کے اندرونی زینہ پر چڑھنے لگے تو مَیں وہیں کھڑے کھڑے حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے کچھ نذرانہ کی رقم نکالنے لگ گیا اور مولوی صاحبؓ اتنی دیر میں مسجد کے اوپر بارگاہ نبوت میں جا پہنچے۔حضور اقدسؑ نے مولوی صاحب کو مصافحہ کا شرف بخشتے ہی فرمایا:

'وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آرہا تھا، اُس کو بلاؤ'

چنانچہ مولوی صاحب واپس لوٹے اور زینہ پر آکر کہنے لگے،میاں غلام رسول! آپ کو حضرت صاحب یاد فرما رہے ہیں۔مَیں یہ سنتے ہی حضور کی خدمت عالیہ میں جا پہنچا اور جب مصافحہ اور دیدارِ مسیح سے مشرف ہوا تو اُس وقت مجھ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مَیں بے ساختہ حضورؑ کے قدموں پر گر گیا اور روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔حضور انور اُس وقت نہایت شفقت سے میرے سر اور میری پیٹھ پر دست مسیحائی پھیرتے جاتے تھے اور مجھے دلاسہ دیتے جاتے تھے۔جب میری طبیعت کچھ سَنبھلی تو مَیں نے اپنے سر نیاز کو حضورؑ کے پائے عالی سے اٹھایا اور مولوی امام الدین صاحب اور بعض دیگر اصحاب کی معیت میں حضورؑ کے دست بیعت سے شادکام ہوا''

فرماتے ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے مجھے دیکھے بغیر ہی یہ ارشاد فرمادیا کہ مولوی صاحب، وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آرہا تھا اُس کو بلاؤ۔ یقیناً یہ بات حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق لِاَنَّهٗ یَریٰ بِنُوْرِ اللّٰہِ کی ایک دلیل ہے اور میرے لئے ایک نشان تھا۔

(''حیاتِ قدسی''، جلد اول۔ صفحہ ۱۹ تا ۲۰)

اس مختصر تعارفی نوٹ کے بعد اب ذیل میں آپ کو ملنے والی آسمانی اخبار میں سے بعض وہ اخبار درج کی جاتی ہیں جو نصف النہار کی طرح پوری ہو کر ایک عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی پر گواہ بن گئیں:

پہلی آسمانی خبر

''کون ہے جو تجھے میرے مہدی کا پیغام پہنچانے سے روک سکے؟''

آپ کو ملنے والا پہلا آسمانی پیغام

جب آپ عین جوانی میں یعنی اٹھارہ، انیس سال کی عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو کر واپس اپنے وطن تشریف لائے تو لوگ آپ کو اپنے خاندان کے لئے باعث ننگ خیال کرنے لگے۔ دوسری طرف آپ کے اندر حضرت مامور زمانہ علیہ السلام کی ایک ہی صحبت نے تبلیغ احمدیت کا کچھ اس قسم کا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا کہ آپ فرماتے ہیں:

''مَیں شب و روز دیوانہ وار اپنوں اور بیگانوں میں جاتا اور سلام و تسلیم کے بعد امام الزمان علیہ السلام کے آنے کی مبارکباد عرض کرتے ہوئے تبلیغ احمدیت شروع کر دیتا۔ جب گرد و نواح کے دیہات میں میری تبلیغ اور احمدی ہونے کا چرچا ہوا تو اکثر لوگ جو ہمارے خاندان کو پشتہا پشت سے ولیوں کا خاندان سمجھتے تھے مجھے اپنے خاندان کیلئے باعث ننگ خیال کرنے لگے''

مگر فرماتے ہیں، مَیں نے ان لوگوں کی کچھ پرواہ نہ کی اور تبلیغ جاری رکھی۔ آپ کے اسی تبلیغی جنون اور اسی ایمانی جرأت کا نتیجہ تھا کہ آپ ایک دن ایک قریبی گاؤں موضع گڈھو میں تشریف لے گئے اور وہاں بعض آدمیوں کو حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کا پیغام پہنچانے کے بعد اُس موضع کی مسجد کے برآمدہ میں اپنی ایک پنجابی نظم جو حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارے میں تھی کے کچھ

اشعار لکھ دیئے۔فرماتے ہیں:

''اتفاق کی بات ہے کہ اس موضع کا نمبردار چوہدری اللہ بخش اُس وقت کہیں مسجد میں طہارت کر رہا تھا۔اس نے مجھے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ادھر راستہ میں یہاں کے امام مسجد مولوی کلیم اللہ نے بھی مجھے دیکھا۔جب یہ دونوں آپس میں ملے تو انہوں نے میرے جنونِ احمدیت کا تذکرہ کرتے ہوئے مسجد کے برآمدہ میں ان اشعار کو پڑھا اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب ہماری مسجد اس مرزائی نے پلید کردی ہے، یہ تجویز کِیا کہ سات مضبوط جوانوں کو میرے پیچھے دوڑایا جائے جو میری مشکیں باندھ کر مجھے ان کے پاس لے آئیں اور پھر میرے ہاتھوں سے ہی میرے لکھے ہوئے اشعار کو مٹوا کر مجھے قتل کردیا جائے''

مگر آپ ان جوانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گاؤں واپس پہنچ چکے تھے۔لٰہذا وہ لوگ خائب و خاسر ہوکر واپس لوٹ گئے۔تاہم فرماتے ہیں:

''دوسرے دن اسی گاؤں کا ایک باشندہ جو والد صاحب کا مرید تھا اور ان لوگوں کے بد ارادوں سے واقف تھا،صبح ہوتے ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔والد صاحب نے ان کی باتیں سنتے ہی مجھے فرمایا کہ جب ان لوگوں کے تیرے متعلق ایسے ارادے ہیں تو احتیاط کرنی چاہئے''

اب خدا کا یہ بندہ جس کے رگ و ریشہ میں احمدیت کی صداقت سما چکی تھی کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔چنانچہ اس کے نتیجہ میں آپ کے اندر جو جوش پیدا ہوا اور جس رنگ میں آپنے اپنے ازلی ابدی خدا کے سامنے فریاد کی،اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مَیں نے جب یہ واقعہ اور محترم والد صاحب کا فرمان سنا تو وضو کر کے نماز شروع کردی اور اپنے مولا کریم کے حضور عرض کِیا کہ اے میرے مولا ! کیا یہ لوگ مجھے تیرے پیارے مسیح کی تبلیغ سے روک دیں گے اور کیا مَیں اس طرح تبلیغ کرنے سے محروم رہوں گا؟ یہ دعا مَیں بڑے اضطراب اور قلق سے مانگ رہا تھا کہ مجھے جائے نماز پر ہی غنودگی سی محسوس ہوئی اور مَیں سو گیا۔سونے کے ساتھ ہی میرا غریب نواز خدا مجھ سے ہمکلام

ہوا اور نہایت رأفت اور رحمت سے فرمانے لگا:

’وہ کون ہے جو تجھے تبلیغ سے روکنے والا ہے۔ اللہ بخش نمبر دار کو مَیں آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈال دوں گا‘‘

یہ آسمانی پیغام جو آپ کو ملا اتنا واضح، غیر مبہم اور جلالی تھا کہ آپ اسے اللہ بخش نمبر دار تک پہنچانے کے لئے فوراً ہی روانہ ہو پڑے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’صبح مَیں ناشتہ کرتے ہی موضع گڈھو پہنچا اور جاتے ہی اللہ بخش نمبر دار کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا، کیا بات ہے۔ مَیں نے کہا، اس کے لئے مَیں ایک الٰہی پیغام لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ بخش آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈالا جائے گا۔ کہنے لگے، وہ تو موضع لالہ چک جو گجرات سے مشرق کی طرف چند کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے، وہاں چلا گیا ہے۔ مَیں نے کہا کہ پھر تم لوگ گواہ رہو کہ وہ گیارہویں دن قبر میں ڈال دیا جائے گا اور کوئی نہیں جو اس خدائی تقدیر کو ٹال سکے‘‘

فرماتے ہیں، میرا یہ پیغام سنتے ہی اہل محفل پر ایک سناٹا چھا گیا۔ اب وہ الٰہی تقدیر اس طرح ظہور میں آئی کہ چودھری اللہ بخش لالہ چک جاتے ہی ذات الجنب اور خونی اسہالوں سے بیمار ہو گیا۔ یہ مرض چند دنوں میں ہی اتنا بڑھا کہ اس کے رشتہ دار اسے اٹھا کر گجرات کے ہسپتال میں لے گئے۔ وہاں وہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ٹھیک گیارہویں دن قبر میں جا پڑا۔ اور یوں خدائے قہار کی بتائی ہوئی یہ تقدیر پوری ہو کر اس کی ہستی اور اس کی قدرت اور جلال کا نشان بن گئی۔ فاعتبروا!

(’’حیات قدسی‘‘، جلد اول۔ صفحہ ۲۳ تا ۲۵)

☆ ☆ ☆

دوسری خبر
''اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا'
احمدیت کی فتح کا ایک اَور نشان

انہی ایام میں آپ کو احمدیت کی فتح ونصرت کے بارے میں ایک اَور آسمانی خبر ملی جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ موضع راجیکی میں ہمارے مکان کی چھت پر اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ کے تمثل میں جلوہ فرما ہے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

'اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا ''

اب اس الٰہی بشارت کا ظہور کیسے ہوا، یہ ایک دلچسپ مگر دشمنان احمدیت کیلئے ایک عبرتناک داستان ہے جس کا ایک ایک ورق جہاں خدا کی قدرت اور جلال کا آئینہ دار ہے وہاں احمدیت کی صداقت پر ایک ایسا چمکتا ہوا نشان مہیا کرتا ہے کہ اسے دیکھ کر خدا ترس انسان کا دل کانپنے لگ جاتا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ زمانے کے مامور کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ دردناک انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل جیسا کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے بیان فرمائی ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

''اس بشارت الٰہی کے بعد موضع پادشہانی ضلع جہلم کا مولوی احمد دین جو احمدیوں کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلانے میں حد درجہ زبان شرّ رکھتا تھا، موضع خوجیانوالی جو ہمارے گاؤں سے تقریباً چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، میں آیا اور آتے ہی اپنی تقریروں میں کہنے لگا کہ جن دیہات میں مرزائی پائے جاتے ہیں وہ اس کنوئیں کی طرح ہیں جس میں خنزیر پڑا ہوا ہو۔ پس اگر گاؤں والے گاؤں کو اور اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتے ہیں تو ان مرزائیوں کو باہر نکال دیں''

اس مولوی کی اس قسم کی تقریروں سے احمدیوں کے خلاف عداوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور جمعہ کے روز تو گردونواح کے لوگوں کا ہزارہا کا مجمع ہو گیا اور احمدی احباب جو چند ایک کی تعداد میں اس موضع میں موجود تھے بہت خائف ہو گئے۔ آپ ان دنوں تبلیغ کی غرض سے موضع رجوعہ اور موضع ہیلاں

تحصیل پھالیہ، میں گئے ہوئے تھے۔ اِدھر مولوی احمد دین نے احمدیوں کو چیلنج پر چیلنج دینے شروع کئے کہ کوئی ہے جو اس کے مقابل پر آئے۔ جب مقامی احمدیوں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے آپ کو بلا لانے کیلئے قاصد بھیجا تا کہ اس مولوی کی شر انگیز باتوں اور اعتراضوں کا جواب دیا جا سکے۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں:

"مَیں اطلاع پاتے ہی گھوڑی پر سوار ہو کر موضع خوجیانوالی پہنچ گیا اور آتے ہی ایک عربی خط لکھ کر مولوی احمد دین کے پاس بھیجا جسے وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے پڑھنے سے قاصر رہا۔ اور اسے جیب میں ڈالتے ہوئے میری طرف پیغام بھیجا کہ یہاں آ کر منبر پر چڑھ کر تقریر کریں"

آپ یہ پیغام پا کر فوراً ہی اپنے احباب کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے اور اس مولوی سے کہا کہ وہ منبر پر سے اترے تا کہ آپ تقریر کریں۔ اب اس مولوی کی اخلاقی حالت ملاحظہ ہو کہ خود ہی تقریر کی دعوت دی اور جب آپ تقریر کرنے کیلئے پہنچے تو کہنے لگا، رسول کے منبر پر مَیں کسی کافر کو تقریر نہیں کرنے دوں گا۔ اور ساتھ ہی اپنی خفت چھپانے کے لئے آپ کو ایک تھپڑ دے مارا۔ یہ تھپڑ آپ کے منہ پر لگنے کی بجائے آپ کے عمامہ پر لگا اور وہ آپ کے سر سے کچھ سرک گیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"اس بدتمیزی کو دیکھ کر حاضرین میں سے چوہدری جان محمد نمبر دار وڑائچ اور چوہدری ہست خان مانگٹ اٹھے اور اس مولوی کو بہت ہی ڈانٹا اور ملامت کی اور جتنا مجمع تھا منتشر ہو گیا۔ اس موقع پر خدا تعالیٰ کے فضل سے چند منٹوں میں ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام ہزارہا لوگوں تک پہنچ گیا۔ اور اس کے ساتھ اس مولوی کی بے علمی اور بدتمیزی بھی لوگوں پر واضح ہوگئی"

دوسرا فتح کا نشان اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت مولوی صاحب کو جب معلوم ہوا کہ مولوی احمد دین ابھی اسی گاؤں میں ہے تو آپ نے چوہدری جان محمد نمبردار کو کہا کہ دیکھیں، مَیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو قرآن مجید اور احادیث کے رو سے سچا سمجھتے ہوئے ایمان لایا ہوں اور اسی وجہ سے اپنی قوم اور آپ لوگوں سے علیحدہ ہوا ہوں۔ آپ مولوی احمد دین کو بلا کر اس کی میرے ساتھ گفتگو کرائیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سچائی کس کے پاس ہے۔ چودھری جان محمد نے آپ کی اس معقول تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے مولوی احمد دین کو پیغام بھجوایا کہ وہ آ کر یوں آپ کے ساتھ

گفتگو کرے۔مگر فرماتے ہیں کہ مولوی احمد دین نے یہ پیغام سنتے ہی گھوڑی منگائی اور بھاگ کر موضع گڈ ہو چلا گیا۔ وہاں آپ نے سنا کہ اسے جاتے ہی آتشک ہوگئی ہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے اپنے وطن ضلع جہلم چلا گیا اور اس بیماری کا شکار رہ کر جلد ہی اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔

۳۔ احمدیت کے حق میں فتح ونصرت کا تیسرا نشان اس سے بھی زیادہ جلالی شان کے ساتھ ظاہر ہوا اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''جب مولوی احمد دین کی اس شکست فاش کو دیکھ کر بھی موضع خوجیانوالی کے لوگوں کی آنکھیں نہ کھلیں تو.........مَیں نے رات خواب میں دیکھا کہ اس گاؤں پر طاعون نے ایسا حملہ کیا ہے کہ گھروں کے گھر ویران ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ابھی کچھ دن ہی گذرے ہونگے کہ اس خواب کی تعبیر وقوع میں آگئی اور یہاں کے تقریباً گیارہ سو آدمی طاعون کا شکار ہو گئے۔لوگوں نے جب دیکھا کہ گردونواح کے دیہات میں امن ہے اور یہاں ایک قیامت برپا ہے تو ان میں سراسیمگی پیدا ہوئی اور آپس میں کہنے لگے کہ آخر اس عذاب کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔اُس وقت ایک آدمی نے بتایا کہ مَیں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ لوگ اس تباہی کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے ہیں تو ایک بزرگ انسان یا فرشتہ ظاہر ہوا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس تباہی کا موجب وہ تھپڑ ہے جو خدا کے ایک بندے کو خدا کا حکم سناتے ہوئے اس گاؤں میں مارا گیا تھا۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

(''حیات قدسی''، حصہ اول۔صفحہ ۳۱ تا ۳۴)

☆ ☆ ☆

تیسری خبر

’’آپ تو حکیم ہیں‘‘

علم اور حکمت عطا کئے جانے کے بارے میں الٰہی بشارت

آپ کے بارے میں ابتدائی تعارفی بیان میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے اپنے خاندان کے اکثر افراد احمدیت کی نعمت سے محروم رہے بلکہ عموماً مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ان میں پیش پیش آپ کے دو چچا زاد بھائی، حافظ غلام حسین صاحب اور حافظ فضل حسین صاحب تھے۔چنانچہ انہی ابتدائی ایام میں آپ نے ایک ایسی رؤیاء دیکھی جس سے آپ کو بہت ڈھارس ہوئی۔اس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’جب اللہ تعالیٰ نے میری تبلیغ کے ذریعہ سے میری برادری کے عام لوگوں پر اور گردو نواح کے دیہات پر اتمام حجت فرما دی تو ایک رات مَیں نے خواب دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گاؤں تشریف لائے ہیں اور میرے چچازاد بھائیوں حافظ غلام حسین صاحب اور فضل حسین صاحب کی ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر ان کو احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے زجر و توبیخ فرما رہے ہیں۔اور میری طرف متوجہ ہو کر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’آپ تو حکیم ہیں‘‘

اس رؤیاء کی تعبیر میں فرماتے ہیں کہ حکیم کے لفظ سے مجھے معلوم ہوا کہ:

’’خدا تعالیٰ مجھے مَن یُؤتَی الْحِکمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً کے مطابق قرآن مجید کے اسرار اور حکمت کی باتوں سے نوازے گا اور اس خیر کثیر سے بہرہ ور فرمائے گا۔ چنانچہ واقعی اس رؤیائے صادقہ کے ماتحت جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے حقائق قرآن سے آگاہ فرمایا، وہاں حکیم کے لفظ کے معروف معنوں کے رو سے مجھے علم طب کی نعمت سے بھی متمتع فرما دیا‘‘

(’’حیات قدسی‘‘، جلد دوم۔صفحہ ۸۲)

آپ کی اس عبارت کی تصدیق میں وہ تمام واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں جو آپ نے دلائل کے میدان میں علمی فتح پانے کے بیان میں فرمائے ہیں اور جن میں سے بعض کا تذکرہ اس عاجز کی تصنیف ''درویشان احمدیت'' کی جلد دوم میں بھی کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ آپ کے مقابل پر آنے والے خواہ عیسائی پادری تھے جن کے نام سے بھی غیر احمدی علما کے چھکے چھوٹ جاتے تھے اور خواہ وہ غیر از جماعت علماء اسلام تھے، آپ کے دلائل علمیہ وعقلیہ کے سامنے ایسے لاجواب بلکہ شرمسار ہوئے کہ انہیں آئندہ آپ کے سامنے آنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی۔ یہ سب اس آسمانی بشارت کی عملی تعبیر میں ہوا جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''آپ تو حکیم ہیں'' کے الفاظ میں مل چکی تھی۔ جہاں تک ''حکیم'' کے ظاہری اور معروف معنوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں بھی آپ نے متعدد واقعات بیان فرمائے ہیں جن میں بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ پر کسی لاعلاج مرض کا عین موقع پر تیر بہدف نسخہ القاء ہوا اور وہ مریض لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے تندرست ہو گیا حالانکہ اس کے علاج کے سلسلے میں دیگر سارے حکماء اور اطباء ناکام ہو چکے تھے۔ مثال کے طور پر یہاں آپ کے بیان کردہ تین واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا واقعہ

''مجھے خدا تعالیٰ کی صفت شافی کے فیوض پانی کے اوپر برستے نظر آئے''

چودھری اللہ داد کی معجزانہ صحتیابی

آپ اس واقعہ کے بیان سے پہلے بطور تمہید بیان فرماتے ہیں:

''فیضان ایزدی نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ کے طفیل اور تبلیغ احمدیت کی برکت سے میرے اندر ایک ایسی روحانی کیفیت پیدا کر دی تھی کہ بعض اوقات جو کلمہ بھی مَیں منہ سے نکالتا تھا اور مریضوں اور حاجت مندوں کیلئے دعا کرتا تھا، مولیٰ کریم اسی وقت میرے معروضات کو شرفِ قبولیت بخش کر لوگوں کی مشکل کشائی کر دیتا تھا''

پھر اصل واقعہ کی طرف آتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مَیں جب ایک دفعہ موضع سعد اللہ پور گیا تو

مَیں نے چودھری اللہ داد صاحب کو مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ دمہ کے شدید دورے میں مبتلا تھے اور تکلیف کی وجہ سے سخت نڈھال ہو رہے تھے۔ فرماتے ہیں:

''مَیں نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے پچیس سال سے پرانا دمہ ہے جس کی وجہ سے زندگی دوبھر ہوگئی ہے۔ مَیں نے علاج معالجہ کی نسبت پوچھا تو کہنے لگے، دُور دُور کے قابل طبیبوں اور ڈاکٹروں سے علاج کروا چکا ہوں مگر انہوں نے اس بیماری کو موروثی اور مزمن ہونے کی وجہ سے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ مَیں نے کہا، ہمارا خدا تو فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ لَا تَايْئَسُوْا مِن رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ [ا] یعنی یاس اور کفر تو اکٹھے ہو سکتے ہیں لیکن ایمان اور یاس اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ ناامید نہ ہوں اور ابھی پیالہ میں تھوڑا سا پانی منگائیں، مَیں آپ کو دم کر دیتا ہوں''

چنانچہ فرماتے ہیں، انہوں نے اُسی وقت پانی منگایا اور مَیں نے خدا تعالیٰ کی صفت شافی سے استفادہ کرتے ہوئے اتنی توجہ سے اس پانی پر دم کیا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی اس صفت کے فیوض سورج کی کرنوں کی طرح اس پانی پر برستے ہوئے نظر آئے۔ اُس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ پانی افضال ایزدی اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی برکت سے مجسم شفا بن چکا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''جب مَیں نے یہ پانی چودھری اللہ داد صاحب کو پلایا تو آن کی آن میں دمہ کا دَورہ رُک گیا اور پھر اس کے بعد کبھی انہیں یہ عارضہ نہیں ہوا، حالانکہ اس واقعہ کے بعد چودھری اللہ داد تقریباً پندرہ سولہ سال زندہ رہے''

(''حیات قدسی''، حصہ اول۔ صفحہ ۴۹ تا ۵۰)

فرماتے ہیں، اس قسم کے نشانات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب موصوف کو احمدیت نصیب فرمائی۔ پھر آپ خدا کے فضل سے نہ صرف خود مخلص اور مبلغ احمدی بنے بلکہ اپنے گاؤں کے بہت سے دیگر احباب کی بھی ہدایت کا موجب بن گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

[ا] یہ سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۸۸ ہے۔ اس کے معنی ہیں: ''اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے سوائے کافر لوگوں کے کوئی مایوس نہیں ہوتا''

دوسرا واقعہ

''اُس وقت ایک غیبی طاقت مَیں نے اپنے اندر محسوس کی''

ایک آدمی کی دوسال پرانی ہچکی دفعۃً دُور ہوگئی

موضع مکھنا نوالی کے ایک تبلیغی جلسہ کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہاں میری بھی تقریر ہوئی۔اور مَیں نے قرآن اور حدیث سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت کے بارے میں دلائل پیش کرنے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات اور نشانوں کا بھی ذکر کِیا۔فرماتے ہیں:

''اس جلسہ کے برخاست ہونے کے بعد جب ہم سب دوست نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں آئے تو دوماچھی (سقہ) قوم کے فرد بھی آگئے۔اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ مہدی اور مسیح کا دعویٰ تو بہت کِیا جاتا ہے مگر یمن اتنا بھی نہیں کہ کوئی کرامت دکھا سکیں۔مَیں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا کہ تمہاری اس سے کیا مراد ہے۔ تب ان میں سے ایک نے کہا، میرا بھائی قریباً ڈیڑھ سال سے ہچکی کے مرض میں مبتلا ہے۔طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج سے بھی اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔مَیں نے کہا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ اگر آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کراتے اور اس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اعتراض بھی تھا۔اب ہم پر کیا اعتراض ہے؟ اس نے کہا تو پھر آپ ہی کچھ احمدیت کا اثر دکھائیں تا کہ ہم بھی دیکھ لیں کہ احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے''

اب یہاں ایک طرف احمدیت کی غیرت کا سوال تھا۔دوسری طرف آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بشارت الٰہی ''آپ تو حکیم ہیں'' کے امتحان کا وقت تھا۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''مَیں نے اس آدمی کی بات سن کر کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو لاؤ، کہاں ہے تمہارا مریض؟ اس نے اسی وقت اپنے بھائی کو جو پاس ہی بیٹھا کراہ رہا تھا، لا کر میرے سامنے کھڑا کر دیا۔خدا کی حکمت ہے کہ اس مریض کا میرے سامنے آنا ہی تھا کہ مَیں نے ایک غیبی

طاقت اور روحانی اقتدار اپنے اندر محسوس کیا اور مجھے یوں معلوم ہونے لگا کہ مَیں اس مرض کے ازالہ کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعجاز نما قدرت رکھتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت مَیں نے اس مریض کو کہا کہ تم میرے سامنے ایک پہلو پر لیٹ جاؤ اور تین چار منٹ تک جلد جلد سانس لینا شروع کر دو (یہ بات مَیں نے ایک الہامی تحریک سے اسے کہی تھی) چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد مَیں نے اسے اٹھنے کیلئے کہا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی ہچکی بالکل نہ تھی''

فرماتے ہیں، اس کرامت کو جب تمام حاضرین نے دیکھا تو حیرت زدہ ہو گئے۔ اور وہ دونوں بھائی بلند آواز سے کہنے لگے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب واقعی سچے ہیں اور ان کی برکت کے نشان واقعی نرالے ہیں''

(''حیات قدسی''، حصہ دوم۔ صفحہ ۵۷ تا ۵۸)

☆ ☆ ☆

تیسرا واقعہ

''مریضہ کی قے معجزانہ طور پر رُک گئی''

آپ کو ملنے والی بشارت سماوی کہ ''آپ تو حکیم ہیں'' کے سلسلے میں اب ایک تیسرا اعجازی واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس میں ایک اجنبی شہر میں جہاں آپ مرکز کے حکم سے تشریف لے گئے تھے، ایک قریب المرگ مریضہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نشان دکھایا کہ جہاں لوگ آپ کا کھڑا ہونا بھی گوارا نہیں کر رہے تھے، آپ کے لئے ایک مقدس فریضہ کی ادائیگی کے سامان پیدا ہو گئے۔ یہ وہ ایام تھے جب ہندوستان میں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو مختلف قسم کے لالچ دے کر اسلام سے برگشتہ کیا جا رہا تھا۔ اُس وقت جہاں جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے امام، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ، نے مختلف ذرائع کو بروئے کار لا کر ہندو آریوں کی طرف سے اٹھنے والی اس خطرناک تحریک کا سد باب فرمایا، وہاں جماعت کے ذی علم افراد کو مختلف علاقہ جات میں اس غرض سے بھجوایا کہ تا وہ مسلمانوں کو اپنی اقتصادی حالت بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائیں۔ چنانچہ

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ میں خاکسار کو ضلع جھنگ میں متعین کیا گیا۔ جب مَیں شہر جھنگ میں پہنچا تو مَیں نے حالات کے پیش نظر مقامی احمدی احباب کے پاس جانا پسند نہ کیا اور شہر میں دریافت کیا کہ جھنگ میں زیادہ با اثر اور معزز رئیس جو شریف طبع اور با اخلاق ہو کون ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میاں شمس الدین صاحب میونسپل کمشنر اِن اوصاف کے مالک ہیں ۔ چنانچہ مَیں ان کی رہائش گاہ کا پتہ لے کر وہاں پہنچا۔ میاں شمس الدین صاحب اپنے گھر کے بڑے صحن میں اپنے حلقۂ احباب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس میں تقریباً ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ بعض کے آگے بڑے قیمتی حقے رکھے ہوئے تھے اور خود میاں شمس الدین صاحب بھی حقہ پی رہے تھے جس پر چاندی کی گلکاری کی ہوئی تھی''

آگے فرماتے ہیں:

''مجلس کے قریب پہنچتے ہی مَیں نے اونچی آواز سے السلام علیکم کہا۔ علیک سلیک کے بعد میاں صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ مَیں نے کہا، قادیان مقدس سے آیا ہوں اور احمدی ہوں۔ انہوں نے مقصد دریافت کیا تو مَیں نے مختصر طور پر آریوں کی تحریک شدھی، مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس کے تدارک کے متعلق ضروری اسکیم کا ذکر کیا''

فرماتے ہیں، میرا یہ کہنا تھا کہ میاں شمس الدین صاحب بولے، مقاصد تو اچھے ہیں مگر کسی قادیانی کا یہاں بیٹھنا تو درکنار، اسے کھڑا ہونے کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ابھی ان کی یہ بے التفاتی جاری تھی کہ مجلس میں سے کوئی شخص جو طبیب لگتا تھا کسی بات سے کہنے لگا کہ علم طب ایک یقینی علم ہے۔ آپ نے اس طبیب کی بات سن کر صرف اتنا فرمایا کہ افلاطون کا مشہور مقولہ اطباء اسلام نے بھی نقل کیا ہے جو یہ کہ اَلْمُعَالَجَةُ كَرَمْيِ السَّهْمِ قَدْ يُخْطِي وَ قَدْ يُصِيبُ ۔ یعنی علاج معالجہ اندھیرے میں تیر پھینکنے کی طرح ہوتا ہے جو کبھی نشانہ پر بیٹھتا ہے اور کبھی خطا جاتا ہے اور پھر السلام علیکم کہہ کر آپ دروازے سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ فرماتے ہیں:

''ابھی مَیں نے ایک دو قدم ہی باہر کی طرف اٹھائے تھے کہ میاں شمس الدین صاحب کو

گھر سے اطلاع ملی کہ ان کی لڑکی جسے آٹھواں مہینہ حمل کا تھا بوجہ قے قریب المرگ ہے۔اس پر انہوں نے مجھے ٹھہرنے کو کہا اور پوچھنے لگے ،اگر آپ کو طبابت سے واقفیت ہو تو اس مرض کے لئے کوئی نسخہ بتا جائیں۔مَیں نے کہا ،حاملہ کی قے کے لئے آپ سات پتے پیپل کے جو خود ریختہ ہوں لیں اور ان کو جلا کر راکھ کو کسی چینی کے پیالہ میں ڈالیں اور اس میں آدھ پاؤ یا تین چھٹانک پانی ڈال کر اس میں گھولیں۔جب راکھ نیچے بیٹھ جائے تو پھر گھول لیں اور اس طرح سات مرتبہ کر کے راکھ کو تہ نشین کر لیں اور وہ مقطر پانی مریضہ کو پلائیں''

فرماتے ہیں ،میرے کہنے کے مطابق میاں صاحب موصوف نے یہ عمل کیا۔خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں کہ مریضہ کی قے وہ پانی پیتے ہی رُک گئی اور طبیعت سنبھل گئی۔جب انہوں نے یہ کرشمہ قدرت دیکھا تو آپ کی طرف آدمی دوڑایا۔آپ اِس دَوران گھر سے نکل کر کچھ دور جا چکے تھے مگر آدمی کے آنے پر رُک گئے۔فرماتے ہیں:

''تھوڑی دیر میں وہ بھی آ پہنچے۔اور علاج کی بے حد تعریف کرنے کے بعد درخواست کرنے لگے کہ مَیں ان کے ہاں مہمان ٹھہروں ،وہ ہر طرح سے میرے آرام وسہولت کا خیال کریں گے اور مہمانداری کا حق ادا کریں گے۔مَیں نے کہا میری دعوت کو تو آپ نے رد فرما دیا ہے جو قومی فائدہ کیلئے تھی اور اپنی طرف سے مجھے دعوت دے رہے ہیں''

اب صورت حال بدل چکی تھی۔فرماتے ہیں ،میاں صاحب معذرت کرنے لگے کہ جو کچھ ہوا ناواقفیت کی وجہ سے ہوا۔اب وہ وعدہ کرتے ہیں کہ ڈھنڈھوری پٹوا کر شہر کے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام کریں گے اور آپ جس نیک مقصد کو لے کر آئے ہیں اسے پورا کرنے میں آپ کی پوری مدد کریں گے۔اور فی الواقعہ انہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا۔چنانچہ پورے دو ہفتہ تک ان کی صدارت میں روزانہ جلسے ہونے لگے۔ان کے اثر ورسوخ اور وقار کی وجہ سے لوگ جوق در جوق آتے اور میری تقریریں سنتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے اندر اپنی اقتصادی حالت کو سنوارنے کے لئے خوب بیداری پیدا ہو گئی اور جہاں شہر میں مسلمانوں کی چند دوکانیں تھیں وہاں اسی (۸۰) کے قریب نئی دوکانیں کھل گئیں۔

(''حیات قدسی''،حصہ سوم۔صفحہ ۲۱ تا ۲۴)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ بھی ان بزرگان سلسلہ میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اخبار سماویہ کی دولت سے وافر حصہ عطا فرمایا۔ آپ ۱۸۷۵ء میں چک چٹھہ (ضلع گوجرانوالہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ایک تایا جو ولی اللہ تھے آپ کی والدہ کو کہا کرتے تھے کہ ابراہیم تمہارے گھر میں ایک نور لائے گا جسے تم وقت پر پہچان لوگی۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ اپنے خاندان کے پہلے احمدی تھے۔ آپ کے احمدی ہوجانے پر علاقہ میں شور مچ گیا اور شدید مخالفت ہونے لگی۔ خود آپ کے ماموں جو آپ کے خسر بھی تھے، اس قدر جز بز ہوئے کہ انہوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا جس پر آپ ایک قریبی قصبہ بقاپور میں چلے گئے۔ اسی نسبت سے آپ بقاپوری مشہور ہوئے۔ آپ سلسلہ کے ایک نڈر واعظ، صاحب رؤیاء وکشوف بزرگ اور بڑے کامیاب داعی الی اللہ تھے۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مباحثات اور مناظرات میں گذرا۔ آپ نے اپنے قبولیت دعا کے بہت سے واقعات، اسی طرح دیگر بہت سے اعجازی نشانات اپنی خودنوشت داستان ''حیات بقاپوری'' میں درج فرمائے ہیں۔ ان میں سے زیر بحث مضمون سے تعلق رکھنے والے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

پہلا واقعہ

''اگر محمود نہیں آسکتا تو.....''

پہلے نمبر پر آپ کی بیان کردہ ایک ایسی رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں آپ کی خلیفۂ وقت سے محبت اور خلوص پر مبنی ایک نیک خواہش کے پورا نہ ہونے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان کی بشارت بہم پہنچائی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جن دنوں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ولایت جلسہ اعظم مذاہب کی تقریب میں شمولیت کیلئے تشریف لے جانے والے تھے، ان دنوں میرا مکان واقع محلّہ دارالفضل مکمل ہو چکا تھا۔ مَیں نے حضور سے مکان پر تشریف لے جانے اور دعا کرنے کیلئے عرض کیا۔ فرمایا، مَیں تو کل جارہا ہوں، مجھے فرصت کہاں؟ مَیں نے عرض

کِیا کہ میری بیوی سے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ فرما چکی ہیں کہ جب مولوی صاحب دعا کیلئے کہیں گے حضور دعا کر دیں گے۔ حضور فرمانے لگے، مجھے تو بالکل فرصت نہیں ہے۔ آپ حضرت ام المؤمنین سے ہی دعا کرالیں''

فرماتے ہیں، مَیں بہت ملول خاطر تھا کہ حضور تو اب تین چار ماہ کے بعد ہی تشریف لائیں گے اور اتنا عرصہ انتظار کرنا مشکل ہے۔ فرماتے ہیں:

''مَیں نے رؤیاء میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرما رہے ہیں، 'اگر محمود نہیں آسکتا تو تُو مجھے اپنے مکان میں لے آ'۔ صبح اٹھ کر مَیں نے اس رؤیاء کی تعبیر اور تعمیل اس طرح کی کہ مَیں حضرت اقدس کے ایک مخلص خادم اور عاشق کو جو حدیث نبوی رُبَّ اَشعَث اَغبَرَ لَو اَقسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ [ا] کا مصداق تھا، اپنے گھر لے آیا اور اسے کچھ کھانا بھی کھلایا اور پھر اس سے اپنے نئے مکان کے افتتاح کی دعا کروائی''

(''حیات بقاپوری''، حصہ دوم۔ صفحہ ۱۵۵)

☆ ☆ ☆

دوسرا واقعہ

''نہ گھبرا، مَیں رب تیرا غفور رحیم ہوں''

تیسرے نمبر پر آپ کی ایک اَور بیماری کے دوران خود آپ کو ملنے والی ایک آسمانی خبر کی روئیداد پیش کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''۹ جنوری ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے کہ مَیں انفلوئنزا میں مبتلا تھا کہ کچھ گھبراہٹ کے کلمات میرے منہ سے نکل گئے۔ گو مَیں خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے لئے تیار تھا۔ اتنے میں اونگھ آ گئی۔ اس غنودگی کی حالت میں مجھے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

[ا] اس حدیث کا مطلب ہے کہ بعض بظاہر پراگندہ حال لوگ ہوتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ ہوتا ہے۔ اگر وہ اس کا نام لے کر کوئی بات کہہ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے۔ گویا اللہ کو غربا میں تلاش کرنا چاہئے ۔

اور وہ اس طرح کہ جیسے پہاڑ میں سرنگیں ہوتی ہیں مجھے اس قسم کی ایک سرنگ نظر آتی ہے۔ مَیں اس سرنگ کے باہر کے سرے پر ہوں اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ جل شأنہ سفید شاہانہ لباس میں ملبوس ایک نورانی منبر پر جلوہ افروز ہیں اور میرے گھبراہٹ کے کلمات سن کر فرماتے ہیں:

'نہ گھبرا، مَیں رب تیرا غفور رحیم ہوں'

فرماتے ہیں، یہ سن کر میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ میری گھبراہٹ دور ہوگئی ہے اور طبیعت میں بشاشت پیدا ہوگئی ہے۔

(''حیات بقاپوری''، حصہ پنجم۔صفحہ ۱۴۴)

☆ ☆ ☆

تیسرا واقعہ

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے بچالیا''

ایک اَور بیماری کے وقت آپ کو ملنے والی آسمانی خوشخبری

قرآن کریم کی سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیت ۳۱ میں آتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی خاطر استقامت اختیار کرتے ہیں، انہیں فرشتے خوشخبریاں دیتے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک شدید بیماری کے دوران اسی طرح کا فرشتوں کے ذریعے خوشخبری پانے کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ایک بار ۱۹۱۱ء میں مَیں چک نمبر ۹۹ شمالی سرگودہا میں تھا کہ وہاں سخت طاعون پھوٹ پڑی۔ خود مجھے بھی طاعون ہوگئی جس سے مَیں دو دن تک بیہوش پڑا رہا۔ جب میرے طاعون سے بیمار ہونے کی خبر وہاں کے غیر احمدی لوگوں کو ہوئی تو وہ اپنی مسجدوں میں میری مَوت کی دعائیں کرنے لگے۔ اس سے جماعت کے ممبران کو بہت صدمہ ہوا''

فرماتے ہیں، دوستوں کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کی عیادت کو آتے اور آپ کا حال دریافت کرتے تو آپ بیہوشی میں ہی کہہ دیتے:

'اللہ کا فضل ہے، اچھا ہوں'

آپ دو دن تک بیہوش رہے۔ تیسرے دن جب ہوش آنے لگی تو فرماتے ہیں، اس سے ذرا پہلے مَیں نے مندرجہ ذیل خواب دیکھا:

''دیکھتا ہوں کہ میری مَوت کا وقت آ گیا ہے اور ملک الموت آتا ہوا دکھائی دیا۔ مگر میری حالت یہ تھی کہ مَیں مرنے پر راضی نہیں تھا۔ تب میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ میرے ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن روح قبض کرنے والے فرشتوں کو دیکھتا ہے تو وہ مرنے پر راضی ہو جاتا ہے۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال آیا تو مَیں نے دیکھا کہ باہر ایک فرشتہ متمثل ہو کر میرے سامنے آیا ہے۔ وہ آتے ہی بتاتا ہے کہ میرا نام کرم الٰہی ہے۔ پھر وہ میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے کہ آؤ مَیں تمہیں وہ زمین دکھلاؤں جہاں پہنچ کر مومن مرنے کے لئے راضی ہوتا ہے۔ پھر وہ چل پڑا اور مَیں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا''

آگے فرماتے ہیں کہ پہلے سخت اندھیرا تھا۔ پھر روشنی نمودار ہوگئی۔ پھر جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے وہ روشنی تیز ہوتی گئی یہاں تک کہ ایسی تیز ہوگئی کہ جیسا کہ آئینہ پر سورج کی تیز شعائیں پڑتی ہیں۔ وہاں پہنچ کر فرماتے ہیں:

''فرشتے نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچنے پر مومن مرنے کے لئے راضی ہو جاتا ہے۔ اُس وقت جب مَیں نے اپنے دل کی طرف دیکھا تو اسے مَیں نے مَوت کے لئے راضی پایا اور مَیں نے چاہا کہ اسی وقت میری وفات ہو جائے تو بہتر ہے کیونکہ طاعون کی مَوت مومن کے لئے شہادت ہوتی ہے''

آگے فرماتے ہیں، مَیں اِس حالت میں مَوت کی انتظار میں تھا کہ وہی فرشتہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندھیرے میں لے آیا۔ تب مَیں ہوش میں آ گیا۔ مَیں نے ہوش میں آتے ہی اپنے پاس والوں کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس بیماری سے بچا لیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد مَیں تندرست ہو گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

(''حیات بقاپوری''، حصہ پنجم۔ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۷)

چوتھا واقعہ

''انہوں نے مجھے ایک چھوٹا سا پختہ آم دیا ہے''

فرماتے ہیں ۵۵۔۴۔۱۱ کو دیکھا کہ

''مولوی نورالدین صاحب منیر نے مجھے ایک چھوٹا سا آم دیا ہے جسے مَیں نے بہت پسند کیا۔ پاس ہی مولوی سیف الرحمٰن صاحب بھی کھڑے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس آم سے ان کا بھی تعلق ہے۔ اس کی تعبیر یوں نکلی کہ مولوی نورالدین صاحب منیر کی طرف سے کچھ روپے مولوی سیف الرحمٰن صاحب کی معرفت مجھے پہنچ گئے''

(''حیات بقاپوری''، حصہ پنجم۔صفحہ ۹۲)

(نوٹ:۱) آم کی تعبیر عموماً بیٹے سے کی جاتی ہے۔ مگر اس کی تعبیر روپوں پیسوں سے بھی ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ مثلاً باب سوم میں ساتویں رؤیاء کے تحت ایک دوست مکرم ڈاکٹر سید سعید خالد صاحب کراچی کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ دیکھا کہ کوئی انہیں چار آم دے رہا ہے۔ چنانچہ دوسرے یا تیسرے روز جب آپ اس شخص کے پاس اتفاقاً گئے تو اس نے پچاس پچاس روپے کے چار نوٹ آپ کو پکڑا دئے۔

۲) مکرم مولوی نورالدین صاحب منیر سلسلہ کے ایک دیرینہ خادم اور جناب ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ کے ہم زلف تھے۔ انہوں نے کچھ ماہ پیشتر حضرت مولانا بقاپوری صاحبؓ سے اپنے ایک مقدمہ میں کامیابی کی دعا کروائی تھی۔ آپ کو بشارت ملی کہ وہ اس مقدمہ میں بری ہو جائیں گے۔ غالباً اسی کامیابی پر شکرانہ کے طور پر انہوں نے آپ کو کچھ رقم بھجوائی ہوگی۔ واللہ اعلم بالثواب)

☆ ☆ ☆

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب موضع گھنڈی، ضلع مظفر آباد میں ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد، سید محمد حسن شاہ صاحب، حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔آپ لاہور، پشاور، سہارنپور اور دیوبند وغیرہ میں تحصیل علوم عربیہ و دینیہ کے بعد ایک زبردست عالم کے طور پر مشہور ہوئے۔آپ ایک متبحر عالم اور صاحب رؤیا اور کشوف بزرگ تھے۔آپ کا تبحر علمی اس قدر بلند تھا کہ ہمعصر علماء آپ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے۔ذیل میں آپ کو ملنے والی بعض آسمانی اخبار کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

پہلی آسمانی خبر

''کیا یہ تمہاری میز ہے''

تحصیل علوم دینیہ کے دوران ملنے والی آسمانی خبر

جب ابھی آپ تعلیمی دَور میں سے گذر رہے تھے اور دیوبند میں اپنا آخری امتحان دینے والے تھے کہ آپ کو اپنے اُس امتحان میں کامیابی کی آسمانی بشارت ملی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''امتحان کی پہلی رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک باغ میں گیا ہوں۔اس کے کنارے پر ایک سادہ سی قبر ہے۔اس قبر میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ قبر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، بانیٔ مدرسہ دیوبند، کی ہے۔[۱] جونہی مَیں قبر کے پاس جا کر کھڑا ہوتا ہوں، مولانا موصوف اس سوراخ میں سے برآمد ہوتے ہیں......انہوں نے کوئی بات نہیں کی اور قبر سے نکلتے ہی شہر دیوبند کی طرف چل پڑتے

[۱] مولنا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، دَورِ حاضر کے اُن چند علماء میں سے تھے جو اس بات کے قائل تھے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں اگر کوئی ایسا نبی آجائے جو آپؐ کے تابع اور شریعت اسلامیہ کا پابند ہو تو خاتمیت نبوت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔یہی مسلک حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا تھا۔آپ کی وفات حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٔ ماموریت سے پہلے ہو چکی تھی۔

ہیں۔آگے ایک عالیشان محل میں داخل ہوتے ہیں جس کے اندر چھوٹی میزیں کئی قطاروں میں پڑی ہیں۔ ہر میز کے اوپر قلم دوات اور کاغذوں کا ایک دستہ پڑا ہے۔ پاس ایک کرسی رکھی ہے۔آپ درمیانی قطار کے عین وسط میں پڑی ایک میز پر پہنچ کر اور میری طرف دیکھ کر فرماتے ہیں: ’کیا یہ تمہاری میز ہے‘؟ میرے ہاں کہنے پر آپ نے قلم لے کر دوات میں سے سیاہی لی اور کاغذوں کے دستہ کے آخری ورق پر ’پاس‘ لکھ کر واپس چلے گئے‘‘

اس قدر نظارہ دیکھنے کے بعد آپ بیدار ہو گئے۔صبح امتحان شروع ہونا تھا۔فرماتے ہیں وہاں کا دستور تھا کہ بخاری شریف کے امتحان میں جو اوّل آئے ،اسے اوّل قرار دیا جاتا تھا۔ پہلے ہی دن بخاری شریف کا پرچہ تھا۔آپ نے جب پرچہ سوالات پڑھا تو پڑھتے ہی آپ کو گہری نیند آ گئی اور پرچہ آپ کے ہاتھ سے گر پڑا۔آپ نے اپنے نگران سے کہا کہ اگر اجازت دیں تو میں یہیں پندرہ منٹ تک سو لوں۔اس نے اجازت دے دی۔جب آپ سو کر اٹھے اور پرچہ دوبارہ پڑھا تو آپ کو وہ بالکل آسان معلوم ہوا۔چنانچہ آپ اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہو گئے۔

(بحوالہ’’اصحاب احمد‘‘،جلد پنجم ،حصہ اول۔صفحہ ۳۴ تا ۳۵)

☆ ☆ ☆

دوسری آسمانی خبر

’’مولوی ڈر کر بھاگ جائیں گے‘‘

آپ کو اپنے ہمعصر علماء پر علمی فضیلت کی آسمانی بشارت

آپ کے زمانۂ طالبعلمی کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ جب ایک بار ہری پور (ضلع ہزارہ) میں اپنے پھوپھی زاد بھائی کے علاج کے سلسلہ میں مقیم تھے تو آپ کو خواب کے اندر ایک عجیب وغریب نظارہ دکھائی دیا۔آپ نے دیکھا کہ

’’آپ اپنی جائے رہائش سے جامع مسجد کی طرف تشریف لا رہے ہیں کہ دیکھتے ہیں کہ

پاگل کتوں کے کاٹنے (کے ڈر) سے جانور، پرندے وغیرہ بے تحاشا بھاگتے جا رہے ہیں۔لیکن جب یہی کتے آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے ڈر کر بھاگ اٹھتے ہیں اور آپ بغیر کسی گزند کے مسجد میں پہنچ جاتے ہیں"

عجیب وغریب بشارت پر مشتمل یہ منظر چند دنوں کے اندر اندر کس طرح حقیقت بن کر آپ کے سامنے آ گیا، ایک دلچسپ کہانی ہے جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"ابھی مَیں ہری پور میں ہی مقیم تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ کوٹ نجیب اللہ کے ایک مولوی منہاج الدین جو اپنے آپ کو رئیس المناظر کہتے تھے، میرے ساتھ مباحثہ کے لئے آئے ہیں (اُس وقت تک اگرچہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا اعلان نہیں نہیں کِیا تھا تاہم لوگوں پر آپ کے بارے میں تأثر یہی تھا کہ آپ احمدی ہو گئے ہیں۔ناقل) اور اگلے روز دس بجے ان کا آپ سے مباحثہ ہوگا"

آپ فرماتے ہیں، مَیں وقت مقررہ پر مقام مباحثہ پر پہنچ گیا۔مگر باوجود کافی انتظار کے وہاں کوئی شخص مباحثہ کیلئے نہ آیا۔چنانچہ فرماتے ہیں:

"مَیں ہری پور بازار کی طرف چل دیا۔ابھی مَیں بازار کے وسط میں ہی پہنچا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ مولوی منہاج الدین اور ان کے ساتھی سامنے سے آرہے ہیں۔لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ...... وہ اور ان کے ساتھی مجھے دیکھتے ہی واپس مڑے اور بھاگنا شروع کر دیا۔مَیں بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑا۔میرا خیال تھا کہ وہ جامع مسجد پہنچے ہونگے۔لیکن وہاں جا کر پتہ چلا کہ وہ ادھر نہیں آئے۔مَیں دوسری طرف گیا تو دیکھا کہ وہ مولوی اور اس کے ساتھی ایک کیچڑ والے نالے سے گذر کر دوسری جانب ایک باغ کی طرف جا رہے ہیں"

آپ حیران ہوئے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، انہوں نے خود ہی تو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا اور اب مجھے دیکھتے ہی بھاگ پڑے ہیں۔آپ نے قریب ہی ایک پہلوان کو دیکھا کہ وہ کھڑا اتنے زور سے ہنس رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں سے آنسو نکلنے لگ گئے۔فرماتے ہیں:

"مَیں نے اس پہلوان سے اس کے یوں ہنسنے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ مولوی

منہاج الدین کل فلاں مولوی کے پاس سکندر پور گیا تھا۔اس نے جب اسے بتایا کہ وہ آپ سے مباحثہ کرنا چاہتا ہے تو اس نے اسے کہا کہ مولوی سرور شاہ تو سارے ضلع کو آگے لگانے والے ہیں، ان سے مباحثہ کا نتیجہ بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہوگا اور آپ لوگوں کی مٹی پلید ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ آج مولوی آپ سے مباحثہ کیلئے نہیں آئے اور آپ کو دیکھتے ہی بھاگ نکلے ہیں''

(اصحاب احمد، جلد پنجم۔صفحہ ۵۴تا۵۵)

☆ ☆ ☆

تیسری آسمانی خبر

''وہاں سرخ داڑھی والا ننگے سر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے''

قادیان آنے سے قبل قادیان کا منظر دیکھا

یہ اُس وقت کی خواب ہے جب آپ ابھی ایبٹ آباد میں زیر تعلیم تھے اور احمدیت کا مطالعہ کر رہے تھے۔قادیان ابھی آپ نے نہیں دیکھا تھا تاہم آپ نے خواب میں دیکھا کہ:

''آپ قادیان میں آئے ہیں اور مسجد مبارک والا چوک، مسجد مبارک اور دارالمسیح کا وہ حصہ جو مسجد سے ملحق ہے، دیکھا اور مسجد سے دارالمسیح میں جس دروازہ سے داخل ہوتے ہیں، اس میں ایک نالی دیکھی جسے حسی نالی کہتے ہیں۔یہ نالی دیوار کے اندر جاتی اور وہاں سے گذر کر نیچے ایک اور نالی میں گرتی ہوئی نظر آئی۔پھر مرزا گل محمد والے مکان کے صحن میں ایک چارپائی پر ایک سرخ داڑھی والا شخص ننگے سر بیٹھا دیکھا۔چارپائی کے پائے کے ساتھ ایک کتّا بندھا تھا اور بسراواں کے قریب ایک چھوٹا سا منارہ اور ریلوے اسٹیشن قادیان دیکھا''

یہ عجیب بات ہے کہ قادیان کے بارے میں آپ کی یہ خواب اُس وقت حرف بحرف پوری ہوئی جب آپ پہلی بار قادیان آئے۔آپ نے مسجد مبارک اور مسجد والا چوک بالکل اسی شکل میں دیکھا جیسا

آپ کو خواب میں نظر آیا تھا۔چوک کے مغربی جانب صحن میں آپ نے جو سرخ داڑھی والا ننگے سر بیٹھا ہوا شخص دیکھا تھا،وہ مرزا امام الدین صاحب تھے اور اس وقت ان کی چارپائی کے ساتھ انکا کتا بھی بندھا ہوا تھا۔پھر مسجد میں داخل ہو کر آپ نے وہ نالی بھی دیکھنے کی کوشش کی جو آپ کو خواب میں نظر آئی تھی۔پہلے تو آپ کو کوئی نالی دکھائی نہ دی کیونکہ اوپر ایک تختہ بچھا ہوا تھا لیکن جب آپ تختے کے اگلے سرے پر پہنچے تو وہ نالی نظر آنے لگ گئی اور یہ بھی کہ وہ دیوار میں داخل ہو کر نیچے گلی والی نالی میں گر رہی ہے۔اسی طرح موضع بسراواں کے قریب ایک چھوٹا سا شکستہ منارہ بھی موجود تھا۔مگر سٹیشن نہیں تھا کیونکہ ابھی قادیان میں ریل گاڑی نہیں آئی تھی۔تاہم یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ جب ۱۹۲۸ء میں قادیان میں ریل آئی تو ریلوے سٹیشن عین اسی جگہ تعمیر ہوا جہاں آپ کئی سال قبل اسے خواب میں دیکھ چکے تھے۔

(بحوالہ اصحاب احمد جلد پنجم۔سیرت سرور)

.........☆.........

آپ کے بارے میں دیگر تعارفی امور

آپ نے اپنی متعدد رؤیا ہائے صالحہ کی بنا پر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ہاتھ پر احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔(ان سب کا ذکر ''**درویشان احمدیت**'' جلد اوّل میں آ چکا ہے۔احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کچھ عرصہ پشاور میں ایک انگریز پادری کو عربی پڑھاتے رہے۔وہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر قادیان آ گئے۔آپ کے احمدی ہو جانے کے بعد آپ کے مخالف علماء نے ایک رئیس سے مل کر آپ کو قتل کرنے کا کیا منصوبہ بنایا، پھر وہ رئیس اس کی پاداش میں خدائی گرفت میں آ کر کس طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا،اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل ''درویشان احمدیت'' کی تیسری جلد بعنوان ''حفاظت غیبیہ'' میں بیان کی گئی ہے۔سید مبارک احمد شاہ صاحب ،مقیم جرمنی ،آپ کے صاحبزادے اور سید کمال یوسف صاحب مبلغ سلسلہ برائے اسکنڈے نیویا آپ کے نواسے ہیں۔

☆ ☆ ☆

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب خود بھی صحابی تھے اور حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک نامور صحابی حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار صاحبؓ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ ذیل میں آپ کی دو رؤیاء بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جانے والے بعض ایسے مناظر کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے علیم اور خبیر ہونے پر ناقابل تردید شہادات مہیا کرتی ہیں۔ پہلی رؤیاء میں آپ کو اپنے ایک دُور سفر پر گئے ہوئے بھائیؓ کے بارے میں ایک نظارہ دکھایا گیا جس سے انہیں اس سفر کے دوران پیش آنے والے حالات کا سارا نقشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ دوسری رؤیاء میں آپ پر ایک ایسے کثیر المناظر مکاشفہ کا انکشاف ہوا جس کی تفصیلات آئندہ گیارہ سالوں تک ممتد ہونے والی تھیں۔ جیسا کہ ان تفصیلات سے ظاہر ہوگا آپ کی یہ رؤیاء کسی اعتبار سے بھی آپ کے دماغی خیالات کا نتیجہ نہیں تھی کیونکہ جو آپ نے اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا اس کے بارے میں اس سے قبل آپ کو کوئی ادنیٰ سا تصور بھی نہ تھا۔ چنانچہ ذیل میں ان ہر دو رؤیاہائے صالحہ کی روئیداد بیان کی جاتی ہے:

پہلی رؤیاء

''خوبصورت بطیں تیرتی ہوئیں نظر آئیں''

آپ کے بھائی سید محمود اللہ شاہ صاحب، آئی۔سی۔ایس (انڈین سول سروس) کا امتحان پاس کرنے کے بعد محکمہ ریلوے میں ایک انٹرویو کی غرض سے چٹاگانگ (برما کا صدر مقام۔ برما اُس وقت انگریزوں کی عملداری میں ہندوستان کے ایک صوبہ کے طور پر شمار ہوتا تھا مگر اب وہ ایک آزاد ملک ہے) گئے ہوئے تھے۔ آپ خود اُس وقت قادیان کے محلّہ دارالرحمت میں سکونت رکھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''موسم سرما کی ایک رات مَیں نیم شبی کی حالت میں اِس انتظار میں تھا کہ میری ہمشیرہ سیدہ زینب صاحبہ مجھے تہجد کیلئے جگائیں اور گرم پانی لا کر دیں کہ مجھے

'چار قوی ہیکل اشخاص فوجی لباس میں رُعب آفریں خاموشی سے کمرہ میں داخل ہوتے نظر آئے۔ ان کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی حکم نافذ کرنے آئے

ہیں۔....وہ مجھ سے کہنے لگے کہ اس کمرہ سے باہر نکلو۔مَیں بجائے خوفزدہ ہونے کے دل کومضبوط کر کے ان کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔اورمَیں نے ان سے کہا کہ تم کون ہو جو اس طرح بغیر اجازت اندر آ گئے ہو۔....مَیں نے انہیں مرعوب کرنا چاہا مگران پر مطلق اثر نہ ہوا اور وہ خاموشی سے میری طرف بڑھے، مجھے اٹھایا اور پوری قوت سے باہر بلندی کی طرف پھینک دیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ مَیں کہاں گیا‘‘

آگے اسی کشفی نظارہ کے تسلسل میں فرماتے ہیں:

’’پھر مَیں نے دیکھا کہ بجائے محلّہ دارالرحمت کے مَیں مدرسہ احمدیہ قادیان کے اندرونی چھوٹے صحن میں کھڑا ہوں۔....میرے بھائی عزیز سید محمود اللہ شاہ صاحب بھی کھڑے ہیں۔وہ اُن دنوں انگلستان سے ریلوے کی ملازمت کی غرض سے A.T.S. کا امتحان پاس کر کے آئے تھے اور بامید ملازمت چٹاگانگ انٹرویو کیلئے گئے تھے۔ہم سب ان کی کامیابی کیلئے دعائیں کر رہے تھے۔مَیں نے دیکھا کہ وہ انگریزی لباس میں نہیں جو اُن دنوں عام طور پر ان کا لباس ہوا کرتا تھا بلکہ پنجابی لباس شلوار اور قمیص پہنے ہوئے ہیں جو بھدی اور کچھ میلی سی لگ رہی تھی‘‘

آگے کچھ مزید تفصیلات بیان کرنے کے بعد آپ اپنے بھائی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اُن دنوں وہ داڑھی نہیں رکھا کرتے تھے مگر اس نظارہ میں ان کی داڑھی بھی تھی۔ چہرہ بھی افسردہ اور غبار آلود تھا۔رنگ سیاہی مائل اور رخسار پُرشکن نظر آ رہے تھے۔فرماتے ہیں، یہ نظارہ مجھے اتنا ناگوار محسوس ہوا کہ مَیں نے وہاں سے ہٹ جانے کا ارادہ کیا اور مدرسہ احمدیہ کے صحن سے جو راستہ دوسرے بڑے صحن کو جاتا ہے اُس سے جانا چاہا۔اس اثنا میں وہ نظارہ بدل گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’اب مجھے وہاں کے مکان وغیرہ نظر نہیں آتے بلکہ دُور ایک پہاڑی علاقہ نظر آتا ہے اور ایک شہر معلوم ہوتا ہے جس کے مکانات سامنے نظر آتے ہیں اور وہاں ایک تالاب بھی دکھائی دیتا ہے جس میں خوبصورت بطیں تیر رہی ہوتی ہیں۔.....ایک آباد شہر سامنے ہے۔ دن کا وقت ہے.....سامنے ایک عمارت نظر آئی جس پر جلی قلم سے لکھا ہوا تھا ’’ریلوے بورڈ‘‘۔اور ایک کمرہ کے برآمدہ میں بند دروازے کے

سامنے عزیزم سید محمود اللہ شاہ صاحب کو کھڑے دیکھا۔....مَیں پوچھتا ہوں، انٹرویو کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟ تو وہ انگریزی میں جواب دیتے ہیں:

Brother, they have not let me come to even their threshold

(یعنی، بھائی، مجھے تو انہوں نے اپنی دہلیز تک بھی آنے نہیں دیا')

مَیں نے ان سے پوچھا why (کیوں؟)۔تو وہ جواب میں کہتے ہیں:

Because I am a religious man

(یعنی، 'اس لئے کہ مَیں ایک مذہبی آدمی ہوں')

ان الفاظ پر مَیں نے اپنے آپ کو بیدار پایا"

فرماتے ہیں، جب اس واقعہ کا ذکر مَیں نے اپنے والد صاحب (حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ۔ناقل) اور دیگر اہل بیت سے کِیا تو سب نے یہی نتیجہ نکالا کہ سید محمود اللہ شاہ صاحب انٹرویو میں کامیاب نہ ہونگے۔اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب وہ چٹا گانگ سے واپس آئے تو ایک بات تو انہوں نے یہ بتائی کہ جس مکان میں وہ وہاں ٹھہرئے ہوئے تھے وہ ایک تالاب کے کنارے واقع تھا جس میں بطخیں تیر رہی ہوتی تھیں۔صبح جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے تالاب میں تیرتی ہوئی ان بطخوں کو دیکھتے تو بہت محظوظ ہوتے۔انٹرویو کے بارے میں بتایا کہ ٹیکنیکل قسم کے سوالات میں تو مَیں کامیاب ہو گیا۔مگر جب انٹرویو کے دوران انہوں نے کہا کہ آپ انگلستان میں رہ کر آئے ہیں، یورپین طرز معاشرت سے واقف ہونگے۔امید ہے باہمی میل جول میں پردہ حائل نہ ہوگا تو مَیں نے کہا کہ ابھی تو بی بی ہی نہیں۔وہ کہنے لگے، آخر شادی تو کرو گے ہی۔مَیں نے کہا، 'ہاں، کسی مسلمان عورت سے ہی کروں گا جو پردہ کی پابند ہوگی'۔اس پر بورڈ کا ایک ممبر کہنے لگا:

How do you expect to mix with our wives and daughters when you propose to keep your wife in seclusion?

(یعنی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اپنی بیوی کو تو الگ تھلگ رکھو اور ہماری بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ آزادانہ ملو)

تو آپ نے جواباً کہا کہ

Well, I have come to serve and not to exchange wives

(یعنی، جناب! مَیں ملازمت کرنے آیا ہوں، بیویوں کے تبادلے کرنے نہیں آیا)

کہنے لگے،بس یہی بات میرے ملازمت میں لئے جانے میں روک بن گئی۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کو دکھائی دینے والے یہ جملہ کشفی مناظران واقعات کی تصویر تھے جو مکانی اورزمانی حدود سے بے نیاز ہو کر خدا کے ایک بندے کی آنکھوں کے سامنے آگئے بالکل اسی طرح جیسے ٹیلیویژن کے ذریعہ ایک دُور دراز ملک میں ہونے والا نظارہ دوسرے مقام پر بیٹھے لوگوں کو دکھائی دینے لگتا ہے۔کیا یہ ایک ایسے زندہ خدا کی ہستی کی دلیل نہیں جو بغیر مادی اسباب کے انسان کے قلب پر ایسے نقوش پیدا کرنے پر قادر ہے جو ظاہری اور معنوی اعتبار سے واقعات کی ایک سچی تصویر ہوتے ہیں؟ کیا انسان اپنی طاقت سے اور مادی وسائل کے بغیر ایسا کرنے پر قادر ہے؟ ہرگز نہیں!

بعض دیگر جزوی مناظر کی تعبیر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''بھائی کا داڑھی کے ساتھ نظر آنا ان کے متدین ہونے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

پھران کے چہرے کی افسردگی اور غبار اُن کی ملازمت میں ناکامی کا تمثیلی نقشہ تھا''

(''حیات آخرت''، مصنفہ سیدزین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔صفحہ ۵۰تا۵۴)

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

''مَیں اپنے تئیں جیل کی کوٹھڑی میں دیکھتا ہوں''

آپ کی دوسری رؤیاء ان دنوں کی ہے جب جنگ عظیم دوم ختم ہو چکی تھی اور برصغیر جو برطانوی حکومت کے ماتحت تھا، برطانوی تسلط سے آزاد ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔فرماتے ہیں،ان ایام میں مجھے ایک عجیب وغریب مکاشفہ کا مشاہدہ ہوا۔مَیں نے دیکھا کہ

''(۱) پنجاب میدان کارزار بنا ہوا ہے۔(۲) سکھوں کی یلغار ہے۔(۳) ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔(۴) مَیں کار میں ہوں۔(۵) میری اہلیہ حکمت میرے ساتھ ہے۔(۶) سکھ میرا پاسپورٹ چھیننا چاہتے ہیں۔(۷) مَیں ایک رقعہ پر طرح دے کر

ان کے ہاتھ سے نکل جاتا ہوں (۸) اس کے معاً بعد مَیں رات ایک کمرہ میں گزارتا ہوں۔(۹) باہر بارش ہورہی ہے۔(۱۰) اوراسی اثنا میں مَیں اپنے تئیں جیل کی کوٹھڑی میں دیکھتا ہوں........(۱۹) اتنے میں جیل کی کوٹھڑی کا دروازہ خود بخود کھلتا ہے۔(۲۰) وہاں سے نکل کر مَیں نے دوڑنا شروع کر دیا (۲۱) دُور ایک شہر نظر آتا ہے۔(۲۲) اس شہر کے رہنے والے جیسے مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔(۲۳) اور مجھے بھی ان سے محبت ہے۔(۲۴) وہ میری انتظار میں ہیں کہ مَیں کب آتا ہوں۔(۲۵) دوڑتے دَوڑتے کیا دیکھتا ہوں کہ مَیں فضا میں پرواز کر رہا ہوں۔(۲۶) اوراس شہر میں اترتا ہوں۔(۲۷) جونہی میرے قدم زمین کو چھوتے ہیں تو اپنے سامنے استقبال کرنے والوں کو پاتا ہوں۔(۲۸) اور میری زبان پر یہ الفاظ ہیں: جِئْتُکُمْ لِاُبَلِّغَ، جِئْتُکُمْ لِاُبَلِّغَ، جِئْتُکُمْ لِاُبَلِّغَ (یعنی مَیں آپ کو خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے آیا ہوں)''

فرماتے ہیں، یہ نظارہ میں نے سحری کے آخری وقت میں اُس دن دیکھا جب جنگ عظیم کے ختم ہونے کی خوشی میں ہم قادیان کی مسجد اقصیٰ میں ایک جلسہ کر رہے تھے۔ میں حیران تھا کہ یہ سارا ماجرا کیا ہے کیونکہ جنگ عظیم ابھی ختم ہوئی تھی اور کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا کوئی امکان نہ تھا۔لیکن دوسال کے اندر اندر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ یہ سارے واقعات ایک ایک کر کے حقیقت کا روپ دھارنے لگے۔ پنجاب کی تقسیم ہوگئی اور پنجاب میں ہنگامے اُٹھ کھڑے ہوئے۔اس طرح سارا پنجاب ایک میدان کارزار بن گیا۔گویا وہ سارے مناظر جو آپ دوسال قبل دیکھ چکے تھے،ایک ایک کر کے آپ کی آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ان حالات میں جو آپ پر گزری،اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''۱۳رستمبر ۱۹۴۷ء کو جب قادیان کی پولیس نے مجھے گرفتار کرنا چاہا تو مجھے رات کو صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب (پسر حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہٗ) کے کمرے میں سونے کا مشورہ دیا گیا اور مَیں وہیں سویا۔اُس رات بارش ہو رہی تھی اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب امیر جماعت قادیان بعض دوستوں سے یہ مشورہ کر رہے تھے کہ کہ میرے متعلق کیا تدبیر اختیار کی جائے.....''

(''سوانح حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب''،مرتبہ احمد طاہر مرزا۔صفحہ۳۱تا۳۲)

جن لوگوں نے ۱۹۴۷ء میں برصغیر ہندو پاکستان کے بٹوارے کے نتیجے میں عمل میں آنے والی ہندو اور مسلم آبادی کی باہمی نقل وحرکت کا دلخراش منظر دیکھا ہے یا پڑھا ہے وہ جان سکتے ہیں کہ وہ وقت کتنا نازک تھا۔ ہزار ہا معصوم جانیں درندہ صفت انسانوں کی نذر ہوگئیں۔ ہزار ہا عصمتیں لوٹ لی گئیں اور ہزار ہا رستے بستے گھرانے ہمیشہ کی نیند سلادئے گئے۔ ابھی جب ہجرت کا عمل شروع نہیں ہوا تھا تو حکومت مشرقی پنجاب کی طرف سے دو معزز افراد جماعت یعنی چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی گرفتاریوں کے احکام جاری ہو گئے۔ جس دن ان اصحاب کی گرفتاری عمل میں آنی تھی، قادیان کی پولیس نے چاروں طرف سے دفاتر صدر انجمن احمدیہ کا گھیراؤ کرلیا۔ مکرم چوہدری فتح محمد سیال صاحب ایم۔اے کو تو اسی وقت حراست میں لے لیا گیا۔ مکرم سید ولی اللہ شاہ صاحب چونکہ اپنے دفتر میں موجود نہ تھے، اس لئے وہ اس وقت تو گرفتاری سے بچ رہے تاہم ان کے بارے میں فیصلہ یہی ہوا کہ وہ اگلی صبح خود اپنے تئیں پولیس کے حوالے کر دیں۔

ان ہر دو معزز صاحبان کو اسی دن یعنی ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء کی شام کو گورداسپور جیل میں پہنچا کر نظر بند کر دیا گیا۔ اور اس طرح پر آپ کے بارے میں مکاشفہ کا وہ حصہ کہ وہ اپنے تئیں جیل کی کوٹھڑی میں دیکھتے ہیں، پورا ہو گیا۔

ناز و نعمت سے پروردہ ان ہر دو عمر رسیدہ بزرگان پر کیا گذری، وہ کس حال میں لے جائے گئے اور انہیں جیل کے اندر کس قسم کی صعوبات کا سامنا کرنا پڑا، یہ ایک دردناک حقیقت ہے جس کی کسی قدر تفصیل ''درویشان احمدیت'' کی جلد سوم کے باب سوم میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے مکاشفہ کا وہ حصہ جس میں آپ نے ایک ایسا شہر دیکھا جس کے رہنے والے آپ سے محبت رکھتے تھے اور آپ کو ان سے محبت تھی اور وہ اس انتظار میں تھے کہ آپ کب ان کے پاس آتے ہیں اور پھر آپ فضا میں پرواز کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے، کیونکر پورا ہوا۔

جیسا کہ آپ کے بارے میں نیچے دئے گئے تعارفی امور میں بتایا گیا ہے، آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں تحصیل علم کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے مصر میں چلے گئے تھے۔ وہاں تعلیم ادیان کے حصول کے بعد آپ صلاح الدین ایوبیہ کالج (کلیہ صلاح الدین ایوبی) میں تاریخ ادیان کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اسی عرصہ میں آپ نے وہاں کے ایک عرب خاندان میں شادی کر لی۔ پھر جنگ عظیم اول کے بعد آپ اپنے وطن واپس لوٹے۔ چونکہ اس سارے عرصہ میں آپ دوبارہ بلاد عربیہ میں نہیں جا سکے

تھے، آپ اپنے سسرال سے ملنے اور اپنی بیگم کو اپنے بھائیوں سے ملوانے کی غرض سے ۱۹۵۶ء میں دمشق میں تشریف لے گئے۔ چونکہ اس دوران دمشق میں عرب احمدیوں پر مشتمل ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہو چکی تھی اس لئے آپ کی دمشق میں آمد کے موقع پر جماعت کے دوست آپ کے استقبال کے لئے ائرپورٹ پر موجود تھے۔ خود خاکسار راقم الحروف کو بھی جو اِن ایام میں دمشق میں موجود تھا ان استقبال کرنے والوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس طرح پر اس شہر (دمشق) کے رہنے والوں کی آپ سے اور آپ کی ان سے محبت والا حصہ بھی پورا ہو گیا۔ یہ کہ مکاشفہ میں اُس شہر کے لوگوں سے ملتے وقت آپ کی زبان پر جاری ہونے والے الفاظ جِئتُکُمْ لِاُبَلِّغَ، جِئتکمْ لِابلّغ، جِئتُکُمْ لِاُبَلِّغَ کیونکر پورے ہوئے، تو اس کی روئیداد یہ ہے کہ آپ وہاں پورے تین ماہ رہ کر اپنوں اور پرایوں کو پیغام حق پہنچاتے رہے۔ خواب میں الفاظ کا عربی زبان میں ہونا اس امر پر بھی دلالت کر رہا تھا کہ وہ شہر جس میں آپ کو جانا نصیب ہوگا وہ عربوں کی بستی ہوگی جیسا کہ عملاً ہوا۔

........☆........

بعض مزید تعارفی امور: حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ ۱۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے مگر پھر جلد ہی آپ قادیان آگئے۔ جنگ عظیم اول سے پہلے آپ تحصیل علوم کے لئے بلاد عربیہ (شام و عراق و فلسطین) میں چلے گئے۔ حصول تعلیم کے بعد پہلے آپ وہیں کلیہ صلاح الدین ایوبی میں تاریخ ادیان کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ آپ سلطانیہ کالج ترکی میں آگئے اور وہاں علم النفس اور علم الادیان کے مضامین پڑھاتے رہے۔ جنگ کے بعد آپ ہندوستان واپس لوٹے اور پھر ایک لمبا عرصہ قادیان اور ربوہ میں مختلف مرکزی اداروں میں خدمات بجالانے کے بعد ۱۵ر مئی ۱۹۶۷ء کو فوت ہوئے۔ آپ کی اہم علمی مساعی میں سلسلہ کی بعض اہم کتب کا عربی ترجمہ اور شرح صحیح بخاری قابل ذکر ہیں۔

☆ ☆ ☆

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے اندازاً ۱۸۸۹ء میں حضورؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے قدیمی دوست اور صحابی حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ آپ کے سگے چچا تھے۔حضرت اقدسؑ اپنے دعویٰ سے قبل جب پہلی بار سنور (ریاست پٹیالہ) تشریف لے گئے تو آپ کی عمر اُس وقت دو سال کی تھی۔آپ کے چچا بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے تمہیں اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا۔چنانچہ جب حضورؑ کی بگھی وہاں پہنچی اور دوستوں سے مصافحہ کرنے کیلئے حضورؑ نے کھڑکی میں سے ہاتھ باہر نکالا تو تم نے یہ سمجھا کہ مجھے لینے کیلئے ہاتھ پھیلائے ہیں اور تم حضور کی طرف جھکے جس پر حضور نے یہ فرماتے ہوئے کہ آؤ میاں، پہلے تم سے ہی مصافحہ کرلیں، تم سے مصافحہ کیا۔آپ صاحب رؤیاء وکشوف بزرگ تھے۔ذیل میں آپ کی بعض ایسی رؤیاہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ کو اپنی اہلی زندگی کے بارے میں مختلف قسم کے آسمانی پیغامات ملے۔

﴿۱﴾

’’میرے دل کی حالت بالکل بدل گئی‘‘

اپنے خسر کے روحانی مقام کے بارے میں ملنے والا ایک آسمانی اشارہ

جیسا کہ آپ کے نام کے لاحقہ سے ظاہر ہے، آپ قصبہ سنور، ریاست پٹیالہ، کے رہنے والے تھے۔آپ کی پہلی بیوی کے فوت ہو جانے پر آپ کی شادی آپ کے چچا حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کی تجویز پر حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک مخلص صحابی مکرم چودھری کریم بخش صاحبؓ موضع رائے پور، ریاست نابھہ، کی بیٹی مسماۃ رحیمن سے ہوئی۔چونکہ وہ اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں، ان کی والدہ کی اور خود آپ کی بیوی کی بھی خواہش تھی کہ وہ جلدی جلدی اپنے والدین سے ملتی رہا کریں۔اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں کبھی ہفتہ، کبھی دو ہفتہ بعد انہیں وہاں لے جاتا۔بار بار جانے کی تکلیف کی وجہ سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مکرم عبداللہ صاحب مرحوم نے کہاں گاؤں میں میرا

رشتہ کردیا ہے۔کسی شہر میں ہوتا تو بہتر ہوتا اور اس طرح روز روز کی تکلیف سے بچ جاتا''

جب آپ کو اس خیال کے بار بار آنے سے تکلیف ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا نظارہ دکھایا جس کے دیکھنے کے بعد آپ کی ساری دلی کوفت دُور ہوگئی۔فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان شریف میں گیا ہوں۔یکوں کے اڈے پر اترا ہی ہوں کہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موجود پایا۔مَیں نے سلام عرض کر کے مصافحہ کیلئے ہاتھ آگے بڑھائے تو حضورؑ نے معانقہ کیلئے ہاتھ بڑھا کر مجھے چھاتی سے لگا لیا۔اور اپنے دونوں ہاتھ میری پشت پر باندھ دئے۔اِدھر مَیں نے بھی اسی طرح کیا یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو حضورؑ کی پشت پر باندھ لیا۔جب ہاتھ چھوڑے تو مَیں نے دیکھا کہ حضورؑ کی بجائے میرے خسر چودھری کریم بخش صاحب کھڑے ہیں''

فرماتے ہیں، جب مَیں خواب سے بیدار ہوا تو وہ جو میرے دل میں اپنے سسرال کے بارے میں کوفت کا خیال پیدا ہوا تھا وہ سارے کا سارا رفع ہو چکا تھا اور مَیں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جس بزرگ شخصیت کے ساتھ مَیں رشتہ صِہریت میں منسلک ہوا ہوں، وہ کتنی روحانی قدرومنزلت کے مالک بلکہ خود فرستادہ خدا کے رنگ میں رنگین ہیں۔

.........☆.........

تعارف چودھری کریم بخش صاحب: آپ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔موصی تھے۔آپ کا نمبر وصیت ۱۹ تھا۔آپ بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ صحابہ خاص میں دفن ہوئے۔

(''سیرت احمد''، مصنفہ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوریؓ۔صفحہ ۲۳۶)

☆ ☆ ☆

﴿ ۲ ﴾

’’دیکھو میاں، اپنی بیوی سے سختی سے پیش نہ آیا کرو‘‘

بیوی سے حسن سلوک کے بارے میں ملنے والی آسمانی تنبیہ

پھر میاں بیوی کے درمیان تلخیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ آپ بھی اپنی بیوی کے ساتھ ایک دو بار ناراض ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی تادیب فرمائی کہ اس کے بعد آپ کا گھر جنت نظیر بن گیا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’میری دوسری شادی کے بعد ایک سال بھی نہ گذرا ہوگا اور مَیں تحصیل سرہند میں اپنے ہیڈ کوارٹر میں تھا کہ کسی معاملے کے متعلق مَیں اپنی بیوی سے ناراض ہو گیا اور دو تین دن تک ہماری بحث ہوتی رہی۔ تیسرے دن مجھے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ حضورؑ نے مجھے فرمایا، دیکھو میاں! اپنی بیوی سے سختی سے پیش نہ آیا کرو، یہ ہماری بیٹی ہے‘

(’’سیرت احمد‘‘، مصنفہ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوریؓ۔ صفحہ ۲۳۷)

یہ دوسرا نظارہ تھا جو آپ نے اپنی اہلی زندگی کے بارے میں دیکھا اور جس نے آپ کے گھر کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ فرماتے ہیں، اُس وقت سے آج تک مَیں ان کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اور کبھی اگر بھول کر ان سے ناراض ہو بھی جاؤں تو اس خواب کے یاد آتے ہی فوراً استغفار کرتا ہوں۔ اب آپ تو خدا کی طرف سے آنے والی اس تادیبی مگر پیار بھری نصیحت کے بعد اپنی بیوی کا احترام کرنے لگ گئے مگر لطیفہ یہ ہوا کہ فرماتے ہیں:

’’ہمارے رشتہ داروں میں عام طور پر یہ مشہور ہو گیا کہ مولوی صاحب اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں۔ حتّٰی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی کئی بار لوگوں سے فرمایا کہ یہ اپنی بیوی سے خوب ڈرتے ہیں‘‘

(’’سیرت احمد‘‘، مصنفہ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوریؓ۔ صفحہ ۲۳۶)

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

”رؤیاء کے اندر وہ رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا“

گم شدہ رومال مل جانے کی بشارت

آپ ہی کا بیان کردہ اعلام سماوی کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو ہے تو معمولی مگر اس سے عالم الغیب خدا کی ہستی پر ایک زبردست دلیل قائم ہوتی ہے۔اس واقعہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک بار جب آپ کا ایک رومال گم ہو گیا تو کس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ مل جائے گا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ جب خاکسار انصار اللہ کے سالانہ اجتماع پر ربوہ آیا ہوا تھا، میری بیٹی بھی ساتھ تھی اور میرا قیام دفتر انصار اللہ کے سامنے اپنے ایک عزیز، حافظ فیض اللہ صاحب، کے مکان پر تھا اور حافظ فیض اللہ صاحب کی بیٹی جو میرے سب سے چھوٹے بیٹے کی بیوی ہے، بھی وہاں موجود تھی تو مَیں نے اسے کہا کہ میرا کوٹ کمرے میں پڑا ہے، اس میں سے میرا رومال جس میں نقدی اور چابیاں ہیں نکال، کر مجھے لا دیں۔وہ گئیں مگر آ کر کہنے لگیں کہ کوٹ میں رومال نہیں ہے۔مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی۔چنانچہ گھر میں جتنی مستورات اور مرد تھے، ان سب سے پوچھا گیا مگر کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔چونکہ مَیں اس سے قبل دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں جا چکا تھا، اسی طرح حضورؓ کے حرم چہارم کے ہاں دعا کی تحریک کرنے کی غرض سے بھی گیا تھا، ان دونوں جگہوں پر بھی پتہ کروایا گیا مگر کہیں بھی اس رومال کا سراغ نہ ملا“

پھر کس طرح علام الغیوب خدا نے خود اپنے ذریعہ ابلاغ سے آپ کو اپنا رومال مل جانے کی خبر بہم پہنچائی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

”رات جب مَیں تہجد کی نماز کیلئے اٹھا تو مَیں نے کشفاً دیکھا کہ وہ رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔چنانچہ جب مَیں نماز فجر پڑھانے کیلئے دفتر انصار اللہ میں جانے لگا تو مَیں نے اپنی بیٹی کو بتایا کہ وہ رومال مل گیا ہے۔اس نے پوچھا، وہ کہاں ہے؟ تو مَیں نے بتایا، وہ رؤیاء میں مجھے دیا گیا ہے۔اب جب نماز پڑھانے اور ذکر حبیب پر تقریر

کرنے کے بعد میں گھر واپس آیا تو میری بیٹی وہی رومال جس کے اندر نقدی اور چابیاں تھیں، ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی۔ میرے پوچھنے پر بتانے لگی کہ صبح جب مَیں بیت الخلا کی طرف جا رہی تھی تو دیوار کے ساتھ پڑی پتھر کی سلوں کے اوپر مجھے کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی۔ جب مَیں نے اسے اٹھایا تو وہ رومال کے ساتھ بندھی ہوئی چابیاں تھیں اور رومال پتھر کے پیچھے پھنسا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ گھر میں کتے کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، وہ چارپائی کے اوپر پڑے ہوئے کوٹ میں سے رومال نکال کر جا رہا تھا کہ پتھر کے نیچے چابیاں اٹک گئیں اور وہ رومال کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اس پر دو راتیں اور ایک دن پورا گذر گیا مگر کسی کی نگاہ اس طرف نہ گئی“

فرماتے ہیں، اس میں سینتالیس روپے اور کچھ پیسے بندھے ہوئے تھے۔ مَیں نے شکرانہ کے طور پر ان میں سے دس روپے اپنی بیٹی کو اور دس روپے اپنی بہو کو دے دئے“

(”برہان ہدایت“۔ صفحہ ۲۸۶)

﴿۴﴾

”آج ہم پناہ گزیں ہو گئے ہیں“

اپنے بیٹے کے بارے میں ملنے والی ایک انذاری خبر

۱۹۵۳ء کی بات ہے جن ایام میں آپ صوبہ سندھ میں ناصر آباد سٹیٹ کی زمینوں پر بطور مینیجر کام کر رہے تھے اور آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے، مکرم مسعود احمد صاحب خورشید، لاہور میں کاروبار کرتے تھے کہ آپ کو اپنے اس بیٹے کے بارے میں ایک ایسی انذاری خبر ملی جس کے حقیقت بننے میں ابھی کچھ عرصہ باقی تھا۔ پھر حالات نے کس طرح پلٹا کھایا اور وہ آسمانی خبر کس طرح حقیقت کا جامہ پہن کر سامنے آ گئی، یہ خدائے ارض وسماء کی بے انتہا قدرتوں کا ایک ادنیٰ سا مگر روشن جلوہ ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب احمدیت کی مخالف سیاسی اور نیم مذہبی جماعتوں کے گٹھ جوڑ سے معرض وجود میں آنے والا ”متحدہ محاذ“ اسلام دشمن طاقتوں کا آلہ کار بن کر اس نوزائدہ اسلامی مملکت کو نقصان پہنچانے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا اور نام نہاد ”تحفظ ختم نبوت“ کی آڑ میں ایک منظم تحریک چلا کر پاکستان

کے اندر رہنے والے احمدیوں کو ختم کرنے کا ایک خوفناک منصوبہ تیار کر چکا تھا اور حکومت کو نوٹس دے چکا تھا کہ اگر ان کے مطالبات فلاں تاریخ تک منظور نہ کئے گئے تو ''ڈائریکٹ ایکشن'' یعنی احمدیوں کا قتل عام شروع کر دیا جائے گا۔اِدھر جوں جوں متحدہ محاذ کے ''ڈائریکٹ ایکشن'' کی تاریخ قریب آرہی تھی ملک بھر میں فساد کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا۔انہی ایام کی بات ہے کہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ فرماتے ہیں:

'مَیں نے خواب میں مسعود احمد کو دیکھا کہ وہ نہایت پریشان ہے اور کہتا ہے،' ابا جان! آج ہم مہاجر بن گئے ہیں۔اُس وقت انکی دوکان اکبری منڈی میں تھی اور انکے بیوی بچے آسٹریلیا بلڈنگ کے ایک حصہ میں بطور کرایہ دار رہے تھے۔دوکان کا دو لاکھ کا قرضہ بازار کے ذمہ تھا۔علاوہ ازیں گودام میں جو مکان کے ساتھ تھا اس میں ان کا ستر ہزار کا مال پڑا ہوا تھا۔اس نے کہا، آج ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہا اور آج ہم مہاجر ہو گئے ہیں''

فرماتے ہیں، اس خواب سے مجھے پریشانی ہوگئی۔مَیں نے صدقہ تو دے دیا اور دعا بھی کرنے لگا اور ساتھ مسعود احمد کو لکھا کہ تمہارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہونے کی امید تو نہیں ہے؟ مطلب یہ تھا کہ اگر پیدا ہونے والی لڑکی ہو تو چونکہ وہ جہیز میں کچھ لے جاتی ہے، اس لئے سمجھا جائے گا کہ خواب پوری ہوگئی ہے۔مگر مسعود نے جواب دیا کہ گھر میں ایسی کوئی امیدواری نہیں ہے۔پھر آپ کی وہ رؤیاء کیونکر پوری ہوئی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''جب فسادات شروع ہو گئے تو مَیں نے ان کو سندھ بلانا چاہا۔لیکن انہوں نے جواب دیا کہ راستے خراب ہو گئے ہیں اس لئے میں نہیں آسکتا۔اب مسعود احمد نے آسٹریلیا بلڈنگ کے مالک خواجہ امیر بخش صاحب جو اسی مکان میں رہتے تھے کی بیوی کے پاس اپنی اہلیہ کو بھیجا کہ وہ خواجہ صاحب سے کہے کہ وہ مہربانی فرما کر انہیں اپنی موٹر میں بٹھا کر پولیس لائن میں پہنچا دیں، ہم اپنا ستر ہزار کا سارا مال جو ان کے مکان میں پڑا ہے ان کے سپرد کرتے ہیں۔کیونکہ ہماری وجہ سے انہیں بھی خطرہ ہے اور وہ کئی دفعہ کہہ بھی چکے ہیں کہ ہمارا مکان خالی کر دیں''

فرماتے ہیں، جب خواجہ صاحب کی بیوی نے اپنے میاں سے یہ بات کی تو ان کا جواب یہ تھا کہ

آپ لوگوں کے قتل کی تو ایک تاریخ مقرر کر دی گئی ہے، میں اپنی بیس ہزار کی موٹر کیوں تڑوالوں؟ اس سے ان دنوں کے حالات کی سنگینی کی پتہ چلتا ہے[۱]۔اس پر ایک رات اَور گذری تھی کہ فرماتے ہیں:

''صبح کو قریشی محمد اقبال صاحب (ایک احمدی پولیس افسر۔ناقل) پولیس لائن سے موٹر لے کر وہاں پہنچ گئے۔ان کی موٹر کے آگے پیچھے مشین گنوں سے آراستہ دو موٹریں اَور تھیں۔انہوں نے آکر مسعود احمد سے کہا کہ فوراً جلدی جلدی چلے آؤ،مکان کو اسی طرح رہنے دو۔چنانچہ انہوں نے سامان، زیور وغیرہ کچھ نہ لیا اور صرف چار جوڑے کپڑوں کے لے کر اور اپنا مکان اور گودام مقفل کر کے ان کے ساتھ پولیس لائن میں چلے گئے۔

اور وہاں پہنچ کر مجھے لکھا کہ

'آج ہم پناہ گزین ہو گئے ہیں' ''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بعینہٖ وہی الفاظ تھے جو آپ کو ان کے بارے میں خواب میں بتائے گئے تھے۔گویا وہ آسمانی خبر جو خدائے ذوالعرش نے آپ کو کچھ عرصہ قبل دی تھی،لفظاً لفظاً پوری ہو کر اس کی عالم الغیب ہستی کی گواہ بن گئی۔

....

[۱] ملکی سطح پر بھڑکائے گئے ان فسادات کے پیچھے احمدیت کی دو مخالف پارٹیاں، مجلس احرار اور جماعت اسلامی، خاص طور پر کام کر رہی تھیں۔دراصل یہ دونوں پارٹیاں وہ تھیں جو سرے سے پاکستان کی تخلیق کے ہی خلاف تھیں۔ پھر پاکستان بن جانے کے بعد انہوں نے دوسری پارٹیوں کو ساتھ ملا کر ایک متحدہ محاذ بنایا اور حکومت کو الٹی میٹم دیا کہ اگر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ ''راست اقدام'' کریں گے۔اِس صورتِ حال میں حکومت کی کمزوری کا پتہ اُس وقت کے وزیر خارجہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے مندرجہ ذیل بیان سے چلتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''اِس تحریک کا سب سے زیادہ جوش کراچی اور لاہور میں تھا۔راست اقدام کی صورت میں اِس امر کا بہت امکان تھا کہ مظاہرین اور پولیس کا تصادم ہو جائے یا امن عامہ میں خلل واقع ہو۔اس صورت حال پر قابو پانے کے متعلق کابینہ میں اختلاف تھا۔کثرت رائے اس طرف مائل تھی کہ پیش آمدہ حالات اور ان خطرات کے پیش نظر جو صاف دکھائی دے رہے تھے، محاذ کے لیڈران کو حراست میں لے لیا جائے لیکن خود وزیر اعظم صاحب اور ان کے بعض رفقاء اس اقدام کے اس بنا پر مخالف تھے کہ لیڈران محاذ میں بعض علماء بھی شامل تھے جن کا وزیر اعظم بہت احترام کرتے تھے''

(بحوالہ ''تحدیث نعمت'' ۔صفحہ ۵۹۹)

آگے اللہ تعالیٰ نے اس احمدی گھرانے اور پاکستان میں رہنے والے دیگر سب احمدیوں کی جانیں کیسے محفوظ رکھیں، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے ان کو پولیس لائن میں گئے دو دن ہی ہوئے تھے کہ مارشل لا کا نفاذ ہو گیا اور فوج نے سارے شہر پر قبضہ کر لیا۔خطرہ کے دُور ہوتے ہی مسعود احمد صاحب واپس اپنے گھر چلے گئے۔سارا سامان بدستور پڑا تھا۔چار پانچ روز کے بعد بازار میں بھی امن ہو گیا۔[۱]

(ملخص از ''برہان ہدایت''۔صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۸)

☆.........

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ کے والد اور دادا کا تعارف

آپ کے والد کا نام محمد موسیٰ اور دادا کا نام محمد عیسیٰ تھا۔آپ کی تبلیغ سے آپ کے والد اور دادا بھی بیعت کر کے صحابہ حضرت مسیح موعودؑ میں شامل ہو گئے۔آپ کے دادا صاحب کی بیعت کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے اس شدت سے قائل تھے کہ جب آپ نے انہیں بیعت کرنے کو کہا تو فرمانے لگے، اچھا، میری بیعت کا خط لکھ دو مگر میری طرف سے یہ شرط پیش کرنا کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان سے آگئے تو مَیں بیعت توڑ کے ان کی بیعت میں شامل ہو جاؤں گا۔اس کے جواب میں حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ ان کی مشروط بیعت منظور ہے۔مگر فرمایا کہ اگر مسیح علیہ السلام نازل ہو گئے تو سب سے پہلے مَیں خود ان کی بیعت کروں گا۔فرمایا، یہ عقیدہ ہی غلط ہے۔نہ کوئی آسمان پر گیا ہے اور نہ آسمان سے کوئی اترے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بنا کر مبعوث کیا ہے۔

آپ تکمیل تعلیم کے بعد پہلے کچھ عرصہ سرکاری ملازمت میں رہے۔پھر ایک لمبا عرصہ حضرت مصلح موعودؓ کی سندھ کی زمینوں پر بطور مینیجر کام کیا۔آپ نے ۱۹۶۸ء میں ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(ملخص از سیرت احمد۔باب ''میری مختصر سوانح حیات'')

☆ ☆ ☆

---

[۱] اس مارشل لا کے نتیجہ میں فساد میں عملاً حصہ لینے والوں کے ساتھ بڑی سختی سے نمٹا گیا۔بعد میں ان فسادات کی حکومتی سطح پر تحقیق کرائی گئی جس کیلئے جسٹس منیر اور جسٹس کیانی پر ایک تحقیقی کمشن مقرر کیا گیا۔کمشن نے ان سب پارٹیوں، بالخصوص احرار پارٹی اور جماعت اسلامی پارٹی، کے بارے میں بڑے سخت ریمارکس دیئے۔

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ، ریاست کپورتھلہ کی ایک ممتاز شخصیت تھے۔آپ ریاست کے ریوینیومنسٹر حاجی ولی اللہ صاحب کپورتھلوی جو بعد میں ترقی پاکرڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریاست کے سیشن جج اور پھر چیف کورٹ کے جج بھی رہے کے، صاحبزادے تھے[۱]۔آپ کپورتھلہ کے ان ابتدائی احمدیوں میں سے تھے جنہیں حضرت بانی ٔسلسلہ علیہ السلام کے دعویٔ ماموریت کے بالکل ابتدائی دَور میں احمدیت قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔آپ کا نام حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ضمیمہ انجام آتھم'' میں ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں ۲۳ نمبر پر درج فرمایا۔احمدیت نے آپ کی دینی اور روحانی صلاحیتوں میں جو خوشگوار تغیر پیدا کیا، اس کا پتہ آپ کی ان رؤیاہائے صالحہ سے چلتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور جن میں سے بعض کا ذکر عنوان زیر بحث کی مناسبت سے ذیل میں کیا جاتا ہے۔

---

[۱] آپ دراصل حاجی محمد ولی اللہ صاحب ریوینیو کمشنر پنجاب کے بھتیجے تھے۔چونکہ حاجی صاحب کی اپنی اولاد نہ تھی اس لئے انہوں نے حضرت منشی صاحب کو اپنا متبنّیٰ بنایا ہوا تھا۔حاجی ولی اللہ صاحب نے جب ۱۸۷۵ء سے لے کر ۱۸۷۶ء تک ضلع جالندھر کا بندوبست مال کا کام ختم کیا تو مہاراجہ کپورتھلہ راجہ کھڑک سنگھ نے انہیں اپنی ریاست میں بندوبست کا کام سرانجام دینے کے لئے اپنے پاس بلا لیا۔حاجی ولی اللہ صاحب حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعویٔ ماموریت سے پہلے ہی وفات پاچکے تھے۔تاہم جب حضورؑ نے اپنی معرکۃ الآراتصنیف ''براہین احمدیہ'' تالیف فرمائی تو آپ نے قادیان خط لکھ کر اس کا ایک نسخہ منگوالیا۔اس طرح پر آپ کی حضورؑ کے ساتھ خط وکتابت شروع ہوگئی جو ۹/۸ سال تک جاری رہی۔چونکہ ریاست کپورتھلہ میں بھی آپ نے مثالی خدمات سرانجام دیں، اس لئے ان کی حسن کارکردگی کی بنا پر راجہ صاحب کپورتھلہ کی طرف سے انہیں پھگواڑہ میں ساڑھے آٹھ ایکڑ کے قریب زمین بھی ملی جہاں آپ نے ''حاجی پورہ'' کے نام سے ایک گاؤں آباد کیا جو اَب تک موجود ہے۔اس کے علاوہ آپ نے کپورتھلہ میں اپنے رہائشی مکان سے ملحقہ دو کنال کے قطعہ کے اوپر ایک مسجد بھی تعمیر کی۔متن میں جس مسجد کے غیر احمدیوں کے ساتھ جھگڑے کی روئیداد بیان کی گئی ہے، اس سے مراد یہی مسجد ہے۔

(بمطابق مکتوب نمبر ۶۳، بنام خاکسار منجانب شیخ عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ۔مورخہ ۱۵-۶-۷۸)

☆ ☆ ☆

پہلی رؤیاء

''اس مسجد کا فیصلہ کوئی اَور جج کرے گا''

مسجد کپورتھلہ کے بارے میں آپ کو ملنے والی آسمانی خوشخبری

کپورتھلہ میں آپ کے والد محترم کی تعمیر شدہ ایک مسجد تھی۔اس کا جھگڑا وہاں کے غیر احمدیوں کے ساتھ ایک طویل مدت تک چلتا رہا۔اس سلسلہ میں آپ کو ملنے والی ایک عجیب وغریب آسمانی خبر کا دلچسپ اور ایمان افروز قصہ درج کیا جاتا ہے۔چنانچہ آپ کے صاحبزادے حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ فرماتے ہیں[ا]:

''جب ۱۸۸۹ء میں بیعت کا آغاز ہوا تو والد صاحب اور دیگر بہت سے لوگ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔اسوقت دادا صاحب وفات پا چکے تھے۔اب شروع شروع میں تو احمدی اور غیر احمدی اکٹھے نمازیں پڑھتے رہے۔مگر پھر الگ الگ پڑھی جانے لگیں۔چونکہ مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی اکثریت غیر احمدیوں کی تھی لہٰذا انہوں نے دیوانی عدالت کے ذریعے احمدیوں کو مسجد سے بے دخل کر دیا۔جس کے بعد احمدی والد صاحب کی بیٹھک میں نمازیں پڑھنے لگے۔تاہم مسجد واگذار کرانے کیلئے انہوں نے ریاست کی فوجی عدالت عالیہ میں باقاعدہ مقدمہ دائر کر دیا''

[ا] یہ قصہ دراصل خاکسار راقم الحروف کو حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ (والد مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب امیر جماعت اسلام آباد) نے اُس وقت سنایا جب یہ عاجز اسلام آباد (پاکستان) میں بطور مربی سلسلہ مقیم تھا۔انہوں نے بتایا کہ یہ مسجد ان کے دادا حاجی محمد ولی اللہ صاحب نے اپنے ذاتی مصارف سے تعمیر کی تھی۔بعد میں ریاست نے اپنی طرف سے مسجد کے نام پر سات آٹھ ایکڑ اراضی بھی لگا دی جہاں جیسا کہ پچھلے فٹ نوٹ میں بتایا گیا ہے، حاجی ولی اللہ صاحب نے حاجی پورہ کے نام سے ایک گاؤں بسایا جو اَب تک قائم ودائم ہے۔نیز آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹے منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کو اس مسجد کا متولّی بنا دیا۔یہ سب کچھ کاغذات میں موجود تھا۔اس کے باوجود غیر احمدیوں نے ریاست میں اپنی اکثریت اور اپنے اثر ورسوخ کے بل بوتے پر مسجد سے احمدیوں کی بیدخلی کا مقدمہ درج کرا دیا اور مقامی عدالت سے مسجد انہیں مل بھی گئی۔مگر منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ نے اس فیصلے کے خلاف ریاست کی دیوانی عدالت میں دعوی دائر کر دیا۔ (بحوالہ مکتوب نمبر ۵۳،مورخہ ۱۵رجون ۱۹۷۸ء)

یہ جھگڑا ایک طویل مدت تک چلتا رہا۔ پہلے ریاست کی ہائی کورٹ میں چلا۔ پھر سپریم کورٹ میں چلا گیا۔اس کا تفصیلی تذکرہ تو ''درویشان احمدیت'' کی چوتھی جلد بعنوان ''نصرت الٰہیہ'' میں کیا جا چکا ہے، یہاں مضمون زیر بحث کی مناسبت سے یہ بتانا کافی ہوگا کہ عدالت عالیہ کے مسلمان جج میاں عزیز بخش کی احمدیت دشمنی کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف عدالتی فضا اس قدر خراب ہوگئی کہ کپورتھلہ کی ساری جماعت جو گنتی کے چند افراد پر مشتمل تھی، مجسم دعا بن گئی۔اور پھران ناموافق حالات اور جج کے واضح مخالفانہ رویہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جس رنگ میں جماعت کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا وہ ایک طرف صداقت احمدیت کا ایک زندہ نشان اور دوسری طرف ایک عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی کا ایک واضح ثبوت ہے۔اس کی مختصر روئیداد بیان کرتے ہوئے حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی ؓ فرماتے ہیں:

''جج میاں عزیز بخش میرے والد صاحب کا دوست ہونے کے باوجود ان سے اس قدر عناد رکھنے لگ گیا تھا کہ وہ اکثر کہا کرتا کہ سارا کپورتھلہ مرزائی ہو جاتا تو مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا جتنا کہ حبیب الرحمٰن کے احمدی ہو جانے سے ہوا ہے۔ پھر وہ اپنے اس بغض وعناد کا مظاہرہ مختلف سماعتوں کے دوران بھی کرتا رہا۔ مثلاً ایک باراس نے احمدی احباب سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم لوگوں نے الگ دین بنالیا ہے، تم اپنی مسجد بھی الگ بناؤ۔ چونکہ وہ ریاست کے اندر بھی بڑی وجاہت کا مالک تھا جس کی وجہ سے نہ صرف وہاں کے عوام پر بلکہ عدالتوں کے ججوں پر بھی اس کا کافی اثر تھا۔لٰهذا دوطرفہ اچھی خاصی رقابت پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ جب اگلی پیشی کا دن آیا تو اس نے میرے والد صاحب (حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ) پر اپنے جوش تعصب میں آکر یونہی جماعت کے اعتقادات کے بارے میں سوال کرنے شروع کر دئے۔ پھر غصے میں آکر کہنے لگا، ''اچھا، اگلی پیشی پر بتاؤں گا''۔ والد صاحب بھی اس کی اس بات پر مؤمنانہ طیش میں آگئے اور انہوں نے اسے اسی جوش اور جذبے سے جواب دیا کہ 'میاں صاحب! اگلی پیشی پر کیا بتانا ہے۔ جو بتانا ہے آج ہی بتا دیں۔ ممکن ہے اگلی تاریخ پر میں نہ ہوں یا آپ نہ ہوں' ''

اس تلخ کلامی کے بعد فیصلے کی تاریخ دو دن بعد مقرر ہو کر عدالت برخاست کر دی گئی اور بستہ

حسب دستور جج صاحب کے گھر پہنچا دیا گیا۔ آگے کیا ہوا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اسی رات یا اگلے روز والد صاحبؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں بتا رہا ہے کہ یہ حاکم ہماری مسجد کا فیصلہ کرنے والا نہیں، کوئی اَور حاکم ہے جو فیصلہ کرے گا''

اب ایک عاجز بندے کو آسمان سے ملنے والی یہ خبر کس عجیب وغریب رنگ میں پوری ہو کر جماعت کے ایمانوں میں ترقی پیدا کرنے کا موجب بنی، یہ خدائے ذوالجلال کی عظمتوں کی ایک عظیم داستان اور اس کے حسن واحسان کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جس کے بارے میں راوی موصوف فرماتے ہیں:

''والد صاحب نے یہ خواب سب دوستوں کو بتا دی اور اسے دوسرے لوگوں میں بھی مشتہر کر دیا۔ اب جب آخری پیشی کا دن چڑھا تو جج موصوف میاں عزیز بخش نے عدالت میں جانے سے پہلے فیصلہ لکھنے کیلئے اپنے خدمتگار کو کہہ کر مثل منگائی۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ وہ ابھی فیصلے کی ایک سطر بھی نہ لکھنے پایا تھا کہ اس کو اُچھو آیا اور طبیعت خراب ہونے لگ گئی۔ اسی وقت دو ملازم اس کی بغلوں کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے کمرے میں لے گئے اور جا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ بس اس کی آخری گھڑیاں آن پہنچی تھیں۔ چنانچہ اس کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کی حرکت قلب بند ہوگئی اور وہ فیصلہ لکھنے سے پہلے ہی احکم الحاکمین خدا کے دربار میں حاضر ہو گیا''

انہی دنوں کپورتھلہ کے ایک اَور احمدی دوست منشی عبدالسمیع صاحبؓ نے بھی رؤیا میں دیکھا کہ ایک شخص انہیں کہہ رہا ہے کہ وہ حاکم جو تمہاری مثل پر فیصلہ لکھنے والا تھا فوت ہو گیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہوئی کہ جس دن میاں عزیز بخش فوت ہوئے اسی دن منشی عبدالسمیع صاحبؓ کو وہی شخص جسے انہوں نے رؤیاء میں دیکھا تھا راستے میں ملا اور اس نے انہیں جج موصوف کے فوت ہونے کی خبر دی۔

اب کئی سالوں پر پھیلا ہوا یہ جھگڑا کس طرح ختم ہوا اور آسمان سے ملنے والی خبر کا دوسرا حصہ کہ اس مسجد کا فیصلہ کوئی اَور جج کرے گا کیونکر پورا ہوا، اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ اس حاکم کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی جگہ ایک ایسا آریہ جج مقرر ہوا جس نے دو دوسرے ججوں کی اتفاق رائے سے فیصلہ دینا تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ ان دو دیگر ججوں کی رائے میں اختلاف ہو گیا۔ ایک کی رائے یہ تھی کہ مسجد غیر احمدیوں کو دے دی جائے جبکہ دوسرا جج اسے احمدیوں کو دینے کے حق میں تھا۔ اس پر تینوں ججوں نے

باہم فیصلہ کیا کہ یہ کیس انگریزی گورنمنٹ کے کسی بیرسٹر کے سپرد کر دیا جائے۔ جو وہ فیصلہ کرے اس کو ناطق قرار دے کر نافذ کر دیا جائے۔ چنانچہ ساری مثل جالندھر کے ایک ہندو بیرسٹر کو جو اتفاق سے آریہ جج کا برادر زادہ بھی تھا بھجوادی گئی اور اس کی فیس پچاس روپے مقرر کر کے دونوں فریقوں سے نصف نصف وصول کر لی گئی۔

بیرسٹر مذکور نے جملہ متنازعہ امور کو پڑھنے کے بعد جو رپورٹ چیف کورٹ کو بھجوائی اس میں اس نے احمدیوں کے حق میں زبردست دلائل دیتے ہوئے مسجد ان کو دے دینے کی سفارش کی۔ یہ بھی ایک الٰہی تصرف تھا ورنہ جہاں تک ظاہری حالات کا تعلق تھا تو یہاں بھی فریق مخالف کا پلڑا بھاری تھا کیونکہ وہ ہندو بیرسٹر فریق مخالف کے سرغنہ، حکیم جعفر علی، کا کسی زمانے میں شاگرد رہا تھا اور وہ اسے اس مقدمہ کے سلسلے میں مل بھی چکے تھے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کپورتھلہ کے دوست جہاں خود خدا کے حضور اپنی کامیابی کیلئے گریہ و زاری کر رہے تھے وہاں اپنے آقا حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی خدمت میں بھی دعاؤں کیلئے لکھ رہے تھے چنانچہ ایک بار حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ

"اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد احمدیوں کے پاس ہی رہے گی"[۱]

پھر باوجود انتہائی ناموافق حالات کے جس طرح حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے وہ الفاظ پورے ہو کر جماعت کپورتھلہ کے ایمانوں کی تازگی کا باعث بنے یہ ایک ایمان افروز داستان ہے۔

........☆........

مسجد کپورتھلہ کے بارے میں ملنے والی

ایک اَور خبر

کپورتھلہ کی مسجد کے بارے میں ایک اَور احمدی دوست میاں فیاض علی صاحبؓ نے بھی ایک رؤیاء دیکھی تھی۔ وہ رؤیاء انہوں نے آریہ بیرسٹر کے فیصلے سے قبل دیکھی۔ انہوں نے دیکھا کہ "آسمان

....

[۱] یہ روایت بھی حضرت منشی عبدالرحمن صاحب کپورتھلویؓ کی ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کپورتھلہ کے احمدی دوستوں کے دعائیہ خطوط کے جواب میں ایک بار یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے۔

(بمطابق تحریر حضرت منشی عبدالرحمن صاحب کپورتھلویؓ بنام خاکسار، مورخہ ۱۵۔۶۔۷۸، بحوالہ مکتوب نمبر ۶۳)

پر ہماری مثل پیش ہوئی ہے اور ہمارے حق میں فیصلہ ہوا ہے"۔اب لطیفہ یہ ہوا کہ انہوں نے یہ خواب اپنے وکیل کو بھی بتادی، وکیل یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ خواب کہاں تک سچی ہے عدالت میں گیا۔تو وہ یہ معلوم کر کے حیران ہوا کہ ابھی مثل بیرسٹر مذکور کو بھجوائی ہی نہیں گئی۔چنانچہ وہ واپس آ کر منشی صاحب موصوف سے کہنے لگا کہ تمہاری خواب عجیب ہے کہ فیصلہ ہو گیا ہے حالانکہ ابھی مثل بیرسٹر کے پاس گئی ہی نہیں۔منشی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے جواب میں کہا کہ

"دراصل ایک سب سے بڑا حاکم بھی ہے۔پہلے فیصلہ وہاں ہوتا ہے۔دنیا کی عدالتیں اس کے خلاف جا ہی نہیں سکتیں"

(ملخص از اصحاب احمد جلد دہم، نیز مکتوب نمبر ۶۳، مورخہ ۷۸۔۶۔۱۵)

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیا

"تیرے پنڈ وچ طاعون نہیں ہووے گی"

اپنے گاؤں حاجی پورہ کے طاعون سے محفوظ رہنے کی آسمانی خبر

آپ کو ملنے والی یہ دوسری آسمانی خبر بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور عظمتوں کی ایک دلربا داستان ہے۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب پنجاب میں طاعون کا بہت زور تھا اور گاؤں کے گاؤں اس کی زد میں آ کر ویران ہو رہے تھے۔آپ اُس وقت کپورتھلہ میں اپنے والد بزرگوار حاجی ولی اللہ صاحب مرحوم کے بسائے ہوئے اور انہی کے نام سے موسوم گاؤں، حاجی پورہ، میں رہتے تھے۔فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ جب پلیگ کا بہت زور ہو گیا تو سرکار کی طرف سے یہ انتظام ہوا کہ جہاں طاعون ہو، وہاں کوئی شخص نہ جائے اور نہ وہاں سے کوئی دوسری جگہ پر جائے۔چنانچہ جہاں طاعون ہوتی، لوگوں کو آبادی سے باہر کر دیا جاتا اور طاعون زدہ جگہ کو چھوڑ دیا جاتا۔غالباً ۱۹۰۲ء تھا کہ پھگواڑہ میں طاعون کی شدت ہونے لگی۔یہ دیکھ کر باشندگان شہر آبادی سے باہر آ گئے۔اور باہر آنے والے لوگ حاجی پورہ کی سرحد تک پھیلنے لگے۔

مَیں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ حاجی پورہ سے نہ کوئی شخص اُدھر جائے اور نہ ادھر سے حاجی پورہ میں آئے۔تاہم شروع شروع میں بعض لوگوں کی خواہش پر تحصیل کے ملازم منشی وغیرہ کو مَیں نے حاجی پورہ میں آنے کی اجازت دے دی اور ان کی رہائش اور آرام کا بھی انتظام کر دیا تھا۔لیکن جب مَیں نے دیکھا کہ اَور بھی بہت سے لوگ آنے کی خواہش کر رہے ہیں تو مَیں نے ایک تاریخ مقرر کر دی کہ اس کے بعد کوئی نہ آ سکے گا''

یہ لوگ رات کو آپ کے پاس آ کر جمع ہو جاتے اور آپ انہیں سلسلہ کی باتیں سناتے رہتے۔اس طرح ان لوگوں میں جن میں بعض ہندو بھی تھے تبلیغ کا راستہ کھل گیا۔مگر فرماتے ہیں، میری طبیعت میں بہت وہم تھا اور مَیں بہت خوفزدہ رہتا تھا۔چنانچہ مَیں نے حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی خدمت میں دعا کیلئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گاؤں کو طاعون سے محفوظ رکھے۔اس کا جواب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا آیا کہ حضرت صاحب نے آپ کیلئے دعا کی ہے۔فرماتے ہیں:

''اس پر میرا قلب مطمئن نہ ہوا۔مَیں نے پھر حضور کی خدمت بابرکت میں عریضہ لکھا کہ حضور کے ہاتھ کا لکھا ہوا (جواب) ہو تو اطمینان ہو۔یہ خط حضرت مولوی صاحبؓ نے حضورؑ کے سامنے پیش کر دیا۔اب حضورؑ نے اپنے دست مبارک سے حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے:

''مَیں نے اطلاع پانے کے بعد آپ کیلئے مع عزیزان کے دعا کر دی ہے۔خدا تعالیٰ قبول فرمائے''

یہ خط پانے کے بعد اگرچہ آپ کو مکمل اطمینان ہو گیا مگر خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں کے ساتھ ایک بہت ہی مشفق اور مہربان دوست کا سا تعلق رکھتا ہے اس نے آپ کے مزید اطمینان کی خاطر ایک ایسا کرشمہ دکھایا کہ آپ اسے دیکھ کر اس کی قدرتوں پر حیران رہ گئے اور آپ کی روح اس پروردگار کے آگے سجدہ ریز ہو کر اس کی مدح کے گیت گانے لگی۔وہ کرشمہ کیا تھا اور کس طرح ظاہر ہوا، اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ایک رات میری رعایا میں سے ایک مسمی روڈا ولد الٰہیا ارائیں سکنہ حاجی پورہ، عمر قریباً

پینسٹھ سال، اپنے کھیت میں پلنگ پر سویا ہوا تھا۔اس کا سر مغرب کی طرف تھا۔اور وہ تنہا تھا۔ چاند کی چاندنی تھی۔ اس نے دیکھا کہ رات کو قریباً تین بجے کوئی شخص سرہانہ کی طرف سے اسے آواز دے کر کہتا ہے:۔

فرشتہ: ’او بزرگا! کیا تو سوتا ہے یا جاگتا ہے؟‘

روڈا: ’مَیں جاگتا ہوں‘

فرشتہ: (دوبارہ آواز دے کر): ’کیا تو سوتا ہے یا جاگتا ہے؟

روڈا: ’جاگتا ہوں‘

فرشتہ: ’اچھی طرح سے سُن!‘

روڈا: ’اچھا جی‘

فرشتہ: ’میاں حبیب سے کہہ دینا کہ زیادہ اندیشہ نہ کرے، تیرے پنڈ وچ پلیگ نہیں ہوگی‘۔

روڈا: ’اچھا جی‘

فرشتہ: ’سُن لیا ہے؟ یاد کر کے کہہ دینا!‘

روڈا: ’اچھا جی‘

فرماتے ہیں، اس شخص روڈا ولد الٰہیا نے صبح ہونے پر کسی دوسرے آدمی کی زبانی حضرت منشی صاحب کو یہ پیغام بھجوادیا یہ کہکر کہ اسے خود شرم آتی ہے۔ جب آپ کو یہ پیغام ملا تو آپ بہت متعجب ہوئے۔اب دو ایسی عجیب باتیں آپ کو نظر آئیں کہ انہیں دیکھ کر آپ اس یقین سے بھر گئے کہ یہ سب کچھ خدائے رحمٰن ورحیم کی ذات بابرکات کا کرشمہ ہے جو اس نے آپ کے خوف کو اطمینان کی صورت میں بدلنے کیلئے آپ کو دکھایا ہے۔ پہلی بات کے بارے میں فرماتے ہیں:

’روڈا مذکوران پڑھ، سادہ مزاج اور خاموش طبع تھا۔وہ مزارعین کی شرارتوں کے وقت اُن سے الگ رہتا اور انہیں سمجھاتا رہتا۔جب مجھے وہ پیغام ملا تو مَیں نے اسے بلا کر یہ سارا متذکرہ بالا واقعہ اس سے سنا۔ اس پر مَیں نے اسے بہت سی تصاویر دکھائیں اور پوچھا کہ کیا تو پہچان سکتا ہے کہ وہ رات کو آنے والا شخص کون تھا؟ وہ ہر تصویر کو دیکھ کر کہتا، ایسی شکل نہیں تھی۔ مگر جونہی اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو کہنے لگا، ہاں بالکل یہی تھے‘

دوسری بات آپ کو یہ معلوم ہوئی کہ حضورؑ کا مذکورہ بالا خط ملنے کے بعد جب آپ نے اس واقعہ اور خط کی تاریخ تحریر کا مقابلہ کیا تو آپ حیران رہ گئے کہ دونوں تاریخیں ایک ہیں۔یعنی ۷/اپریل ۱۹۰۲ء کو دن کے وقت حضورؑ نے وہ خط تحریر فرمایا تھا اور دعا کی تھی اور پھر اسی رات روڈا ولد الٰہیا والا واقعہ رونما ہوا۔اس سارے واقعہ پر منشی صاحب موصوف مندرجہ ذیل دلچسپ تبصرہ فرماتے ہیں:

”یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی کو خط لکھا جائے اور اس خیال سے کہ خط دیر میں پہنچے گا تار بھی دے دیا جائے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربّ العزت نے حضور کی دعا قبول فرمائی۔وہ خط میرے پاس موجود ہے“

پھر آپ حضور علیہ السلام کی اس دعا کے معجزانہ اثر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حاجی پورہ کے ہر چہار طرف کی ملحقہ آبادیوں میں اس شدت سے طاعون نمودار ہوئی کہ الاماں! روزانہ بیشمار اموات ہوتیں۔کئی گھر بالکل خالی ہو گئے۔اتنی موتیں ہوئیں کہ قبرستانوں اور مرگھٹوں میں تدفین اور جلانے کیلئے کوئی جگہ باقی نہ رہی۔اس لئے نئے قبرستان اور مرگھٹ قائم کئے گئے جو حاجی پورہ کے ہر چہار حدود سے ملحق تھے۔دن رات رونے پیٹنے اور جزع فزع کی دل شگاف آوازیں مضطرب کرتی تھیں۔کثرتِ اموات کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چھ چھ لاشوں پر یکجائی طور پر نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی“

(خلاصہ ”اصحاب احمد جلد دہم“۔صفحہ ۱۶۶ تا ۱۶۹)

.........☆.........

حضرت منشی صاحب کا خاندانی تعارف

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹوں، شیخ محبّ الرحمٰن صاحب، شیخ کظیم الرحمٰن صاحب، شیخ مسعود الرحمٰن صاحب (والد شیخ عقیل الرحمٰن صاحب مقیم جرمنی)، شیخ عبدالرحمٰن صاحب (والد شیخ عبدالوہاب صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد) شیخ فیض الرحمٰن صاحب، شیخ خلیل الرحمٰن صاحب (سابق سیکرٹری ضیافت جماعت احمدیہ کراچی) اور شیخ عباد الرحمٰن صاحب، نیز دو بیٹیوں امۃ الرحمٰن صاحبہ اور امۃ الرشید صاحبہ، سے نوازا اور ان سب کو صحابہ حضرت مسیح موعودؑ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔اسی طرح آپ کی اولاد در اولاد کا ایک لمبا سلسلہ چلا جو سب کے سب اِس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں اپنی اپنی ملازمتوں کے ساتھ خدمت دین کا فریضہ بھی بجالا رہے ہیں۔

چودھری غلام محمد صاحبؓ

چودھری غلام محمد صاحبؓ موضع ڈھپئی متصل کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ، کے ایک بہت بڑے زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔آپ نے ۱۹۰۱ء میں میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔۱۹۰۳ء میں ایف۔اے کرنے کے بعد آپ نے جے۔اے۔وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور بطور ٹیچر ڈگری حاصل کر کے خوشاب، شاہ پور اور ڈسکہ میں بطور ٹیچر ملازم رہے۔پھر استعفیٰ دے کر آپ پہلے علی گڑھ میں داخل ہوئے اور پھر ۱۹۰۸ء میں الہ آباد یونیورسٹی میں بی۔اے کا امتحان دے کر آپ قادیان آگئے اور صدر انجمن احمدیہ میں ملازمت اختیار کرلی۔

ذیل میں آپ کی مضمون زیر بحث سے متعلق چند رؤیا ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

﴿۱﴾

”غلام محمد گریجویٹ“

آپ کو بی۔اے کے امتحان میں ملنے والی کامیابی کی خبر

”مَیں الہ آباد (انڈیا) یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان دینے کے بعد مستقل طور پر قادیان آ گیا۔میرا انگریزی کا پارٹ ’سی‘ کا پرچہ اچھا نہیں ہوا تھا۔لہٰذا مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے دعا کرانے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جمعہ کے روز سات دعائیہ خطوط لکھ کر رکھ چھوڑتا اور پھر روزانہ صبح کی نماز کے بعد ایک خط آپ کی خدمت میں بھیج دیتا۔جب میرے اس طریق درخواست دعا پر چند ہفتے گذر گئے تو حضور خلیفۃ المسیح الاول نے ایک دن فرمایا کہ اب تمہیں دعائیہ درخواست بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تم ہر دعا کے وقت یاد آ جاتے ہو“

آگے فرماتے ہیں کہ جب نتیجہ نکلنے میں چند روز باقی رہ گئے تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

”مَیں اور میرا ایک دوست، چودھری برکت علی، الہ آباد کے تقسیم اسناد کے ہال میں

بیٹھے ہوئے ہیں۔اور لاٹ صاحب طلباء کو ڈگریاں تقسیم کر رہے ہیں۔جب میری باری آئی تو لاٹ صاحب نے بجائے مطبوعہ سند دینے کے ایک سفید کاغذ پر خوشخط یہ الفاظ لکھ دیئے:

''غلام محمد گریجوئیٹ''

اور کاغذ مجھے دے دیا۔مَیں خواب میں ہی اپنے دوست سے کہتا ہوں کہ اسناد تو مطبوعہ ہوتی ہیں مگر اُس نے مجھے دستی لکھ کر دی ہے۔وہ کہتا ہے کہ اکثر مطبوعہ ہی ہوتی ہیں لیکن اگر کوئی غلطی سے رہ گئی ہو تو اس کو یہاں بھی لکھ کر دے دیتے ہیں''

فرماتے ہیں، مَیں اس خواب سے سمجھا کہ مَیں حضور کی دعاؤں سے کامیاب ہو گیا ہوں۔اور فی الواقعہ مَیں کامیاب ہو گیا۔

﴿۲﴾

''چودھری حاکم دین صاحب آئے ہیں''

آپ کو ملنے والی ایک دلچسپ آسمانی اطلاع

''مَیں اپنے وطن میں تھا کہ خواب میں دیکھا کہ چودھری حاکم دین صاحب جو اُس وقت قادیان کے بورڈنگ میں ملازم تھے آئے ہیں۔چونکہ خواب سچی تھی اس لئے مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور آج آئیں گے اور اہلیہ سے کہا کہ چینی وغیرہ منگا کر رکھیں، ایک مہمان نے آنا ہے۔دریافت کرنے پر کہ کیا کوئی خط آیا ہے مَیں نے اپنا خواب سنایا۔چونکہ وہ میری کئی خوابیں پوری ہوتی دیکھ چکی تھیں اس لئے انہوں نے کھانا تیار کر چھوڑا۔مَیں باہر کنوئیں پر چلا گیا۔تین بجے بعد دوپہر مجھے خیال آیا کہ چودھری صاحب ضرور آ گئے ہونگے۔چنانچہ گھر واپس لوٹا اور اہلیہ سے دریافت کیا۔وہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں، چودھری صاحب آئے تھے اور کھانا کھا کر نماز ادا کرنے مسجد میں گئے ہیں''

(''اصحاب احمد''، جلد ہشتم۔صفحہ ۶۷)

﴿۳﴾

’’میری الجبرا کی کتاب مل گئی ہے‘‘

گمشدہ کتاب کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

’’ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میری الجبرا کی کتاب گم ہوگئی۔اور چونکہ مَیں ابھی نیا مدرس تھا، بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھا سکتا تھا اس لئے مجھے بہت تکلیف محسوس ہوئی۔رات خواب میں دیکھا کہ مَیں نے اپنی کتابوں میں اس کی تلاش شروع کی ہے۔جب مَیں نے پہلی کتاب اٹھائی ہے تو مجھے الجبرا کی کتاب مل گئی ہے۔اب صبح کی نماز ادا کر کے مَیں لحاف اوڑھ کر بیٹھا ہوا تھا کہ خواب یاد آ گئی تو مَیں نے حافظ عبدالرحیم کپورتھلوی سے کہا کہ میری کتاب مل گئی ہے۔انہوں نے کہا، کہاں سے۔مَیں نے انہیں اپنا خواب سنایا۔اس پر میرا چھوٹے بھائی لال دین کہنے لگا،مَیں دیکھتا ہوں؟مَیں نے کہا دیکھو۔چنانچہ عزیز نے جب پہلی کتاب اٹھائی تو نیچے مطلوبہ کتاب پڑی تھی۔حالانکہ ان کتابوں کو مَیں کئی دفعہ پہلے دیکھ چکا تھا‘‘

(’’اصحاب احمد‘‘،جلد ہشتم۔صفحہ ۶۶)

﴿۴﴾

’’میری بیوی فی الحال تو اچھی ہے‘‘

امام مسجد کی بیوی کے بیمار ہو جانے کی خبر

آپ کو مسجد کے امام کی بیوی کے بارے میں ایک منذر خواب آئی۔یہ خواب کس طرح عجیب و غریب رنگ میں پوری ہوئی،اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’مَیں ڈسکہ کے مڈل سکول میں ملازم تھا۔اور وہاں سے ہر اتوار اپنے گاؤں میں آ جاتا تھا۔ایک دفعہ شدت گرما کے باعث مَیں نے گھر میں کہہ دیا کہ مَیں آئندہ اتوار نہیں

آ ؤ نگا۔ہمارے گاؤں میں ایک میاں امام الدین حکیم امام مسجد اور میرے دوست تھے۔ہفتہ کی صبح مَیں نے خواب میں دیکھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔اورمَیں خواب میں جب کسی کو مردہ یا بیمار دیکھوں تو مراد اس کی بیوی کی تکلیف ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں، مجھے یقین تھا کہ میری خواب سچی ہے۔چنانچہ مَیں شام کو گاؤں چلا گیا۔آگے کیا ہوا اس کی دلچسپ روئیداد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَیں نے گھر پہنچ کر اپنی مرحومہ بیوی کو بتایا کہ مجھے خواب میں اہلیہ میاں امام الدین کی علالت کا علم ہوا ہے،اس لئے بیمار پرسی کو آ گیا ہوں۔انہوں نے ہنس کر کہا کہ وہ تو بالکل اچھی بھلی ہے۔مسجد میں نماز مغرب میں جب میاں صاحب موصوف سے ملاقات ہوئی تو ان کے پوچھنے پر بھی مَیں نے انہیں اپنے آنے کی یہی وجہ بتائی۔وہ کہنے لگے کہ میری بیوی فی الحال تو اچھی ہے۔پھر جب بوقتِ عشاء وہ میرے گھر آئے تو مَیں نے دوبارہ ان سے کہا کہ آپ کی بیوی گاؤں ہی میں ہے یا اپنے والدین کے پاس گئی ہوئی ہے تو میاں صاحب مسکرا کر کہنے لگے، ہے تو یہیں اگر تم رہنے دو گے''

فرماتے ہیں،اب جب ہم مسجد میں پہنچے اور موصوف نماز پڑھانے لگے تو ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا کہ بھابی کو غش پڑ گیا ہے اور دندن پڑ گئی ہے۔چنانچہ انہیں نماز توڑ کر جانا پڑا۔مَیں بھی نماز پڑھ کر وہاں پہنچا تو یہ حالت دیکھ کر مَیں نے دو نفل ادا کئے اور دعا کی کہ اے مولا کریم! تو اپنے فضل سے اسے آرام دے۔میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس کے گلے پر تیل ملنا چاہئے۔چنانچہ ایسا کرنے پر اسے آرام آ گیا''

(''اصحاب احمد''، جلد ہشتم۔صفحہ ۶۵)

﴿ ۵ ﴾

''ایک بچہ ہاتھ رینگتا ہوا میری طرف آ رہا ہے''

اپنے بیٹے کی پیدائش کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

فرماتے ہیں،مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میری بہن کی شادی میری چچا زاد بہن کے خاوند سے

ہو رہی ہے۔اور ساتھ ہی دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ ہاتھ پاؤں کے بل رینگتا ہوا میری طرف آ رہا ہے اور مَیں نے اسے گود میں اٹھالیا ہے۔یہ بھی رؤیا صادقہ تھی اور مَیں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکا عطا کرے گا۔لیکن شادی والے حصہ کی تعبیر سمجھ میں نہ آئی۔فرماتے ہیں:

''میری اہلیہ اُس وقت اپنے وطن میں رہتی تھیں کیونکہ قادیان میں مکان نہیں ملتے تھے۔گاؤں آنے پر معلوم ہوا کہ میری بیوی حاملہ ہے۔مَیں نے خواب سنا کر خوشخبری دی کہ ہمیں اللہ تعالیٰ لڑکا عطا کرے گا۔مَیں موسم بہار کی تعطیلات میں گھر آیا تو وضع حمل کے دن قریب تھے۔مَیں نے میاں امام الدین مذکور سے کہا کہ مجھے دو بکرے خرید دے۔وہ حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ لڑکا پیدا ہوگا۔مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسی خوشخبریاں دیتا ہے۔دوسروں کو نہیں دیتا اور یہی ہم میں اور آپ میں فرق ہے۔اگلے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں بچہ عطا کیا جس کا نام حضرت خلیفہ اوّلؓ نے عبدالرحمٰن رکھا'' [ا]

اب شادی والا حصہ جس کی تعبیر ہمیشہ منذر ہوا کرتی ہے، وہ اس طرح پورا ہوا کہ فرماتے ہیں،مَیں نے اپنی بہن کو صدقہ اور خیرات کرنے کے لئے کہا اور خود بھی ایسا ہی کیا۔چنانچہ جس چچیری بہن کے خاوند کے ساتھ مَیں نے اپنی بہن کی شادی دیکھی تھی وہ کچھ دنوں کے بعد طاعون سے فوت ہوگئی۔اگلے سال انہی دنوں میں میری بہن اور اس کی ایک لڑکی بھی طاعون سے بیمار ہوگئیں۔پھر ہمشیرہ تو خدا کے فضل سے جانبر ہوگئیں مگر اس کی لڑکی فوت ہوگئی۔اور اس طرح اس کی شادی والا حصہ دونوں خواتین کے حق میں غم کی تعبیر بن کر پورا ہوگیا۔

(''اصحاب احمد''، جلد ہشتم۔صفحہ ۶۸)

☆ ☆ ☆

[ا] یہ وہی چودھری عبدالرحمٰن ہیں، جو بی۔اے۔بی۔ٹی کرنے کے بعد یوگنڈا (مشرقی افریقہ) چلے گئے اور وہاں بطور ٹیچر تعینات ہوگئے۔

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کا نام حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے خادم خاص کے طور پر تاریخِ احمدیت کے اوراق پر ہمیشہ زندہ وتابندہ رہے گا۔آپ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی خدمت میں آپ کے دعویٰ ماموریت سے بہت قبل آکر رہنے لگ گئے تھے۔پھر حضورؑ کی پاک صحبت کے نتیجہ میں اسی وقت سے ہی آپ پر رؤیاء وکشوف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔چنانچہ ذیل میں آپ کو خدا کی طرف سے ملنے والی ایک ایسی آسمانی خبر کا حال درج کیا جاتا ہے جو اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ آپ کی پوری زندگی پر حاوی ہو کر آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے صحابہ کے اندر ایک ممتاز مقام کا حامل قرار دے گئی۔[ا]

....

[ا] آپ قادیان کے ایک قریبی گاؤں تھہ غلام نبی کے رہنے والے اور ایک غریب زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ پہلی بار ۱۸۷۸ء یا ۱۸۷۹ء میں قادیان آئے۔آپ اُس وقت اپنے گاؤں کے ایک حافظ قرآن حافظ محمد جمیل صاحب سے قرآن حفظ کر رہے تھے۔چنانچہ جب حافظ موصوف کو حضرت اقدسؑ نے مسجد اقصیٰ میں قرآن سنانے کیلئے بلایا تو یہ بھی اپنے استاد کے ساتھ قادیان آگئے۔اُس وقت ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ دعویٰ ماموریت فرمایا تھا اور نہ آپ کو اس بات کا ادنیٰ سا علم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کس عظیم روحانی مقام پر کھڑا کرنے والا ہے۔

دوسری بار آپ کا آنا اس کے کئی سال بعد اپنی ایک بیماری کے سلسلے میں ہوا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''مجھے خطرناک قسم کی پیچش لگ گئی جو بالآخر سنگرہنی (پیچش کی ایک مہلک صورت۔ناقل) کی صورت اختیار کر گئی۔جب ایک سفر کے دوران حضرت اقدسؑ سے اتفاقاً میری ملاقات ہوئی تو حضورؑ نے فرمایا،تم قادیان آ جاؤ،مَیں تمہارا علاج کروں گا۔چنانچہ مَیں والد صاحب سے اجازت لے کر قادیان آ گیا اور حضور میرا علاج کرنے لگے۔بفضلہٖ تعالیٰ ایک ہی ہفتے میں میری حالت بدل گئی۔اس پر مَیں نے گھر جانے کی اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا،یہاں ایک مہینہ اَور قیام کرو۔اس عرصہ میں حضرت اقدسؑ کی شفقت اور ہمدردی نے مجھے حضور کا گرویدہ بنا دیا''

دوسری طرف حضورؑ نے بھی آپ کے چہرہ پر رشد وہدایت کے آثار دیکھے اور فرمایا،حامد علی،کیا ہی اچھا ہو،تم میرے پاس رہ جاؤ۔چنانچہ آپ اپنے والد صاحب کی اجازت سے قادیان آکر حضور کی خدمت میں ہی رہنے اور ایک خادم کی حیثیت سے خدمات بجا لانے لگے۔حضورؑ نے آپ کی تنخواہ ایک روپیہ مقرر کی۔مگر جلد ہی آپ کی خادمانہ صلاحیتیں ایک عام خادم خانہ کے دائرہ سے نکل کر حضور کی اہلی اور مجلسی زندگی تک وسیع ہو کر اپنے جوہر دکھانے لگیں۔

(''اصحاب احمد'' جلد ۱۳۔صفحہ ۶)

آپ کی ایک مبارک رؤیاء صالحہ
اوراس کی حسین تعبیر

’’ہمارے گاؤں میں حضرت عیسیٰ ؑ آئے ہیں‘‘

آپ فرماتے ہیں کہ جب مَیں حضورؑ کی خدمت میں رہنے لگ گیا تو حضورؑ روزانہ مجھ سے پوچھتے کوئی خواب دیکھی ہے؟ جب حضور نے بار بار یہ سوال کیا تو مَیں نے مکرم عبداللہ سنوری صاحب[ا] سے پوچھا، اچھی خواب کیسے آتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اچھی خواب تب آتی ہے جب درود شریف اور الحمد شریف کو بار بار پڑھا جائے۔ چنانچہ مَیں ایسا ہی کرنے لگا۔ ایک دو روز بعد مَیں نے دیکھا کہ

’’مَیں قادیان سے اپنے گاؤں گیا ہوں۔ ایک شخص امیر بخش مجھے ملا ہے اور کہتا ہے، حامد علی! ہمارے گاؤں میں حضرت عیسیٰؑ آئے ہیں اور مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس پر مَیں اپنے گھر نہیں جاتا بلکہ مسجد میں چلا جاتا ہوں اور جا کر السلام علیکم کہتا ہوں۔ ان کی عمر بیس، تیس سال معلوم ہوتی ہے۔ مَیں نے چند باتیں کیں .....پھر انہیں اپنے گھر آنے اور کھانے کی دعوت دی جسے انہوں نے منظور فرمالیا‘‘

آگے خواب کے ہی تسلسل میں فرماتے ہیں:

’’مَیں گھر جا کر اپنی والدہ سے کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ آئے ہیں، ان کی دعوت (کرنی) ہے، عمدہ کھانا پکانا۔ سو میٹھے چاول، مرغ وغیرہ پکائے گئے۔ مَیں نے والدہ اور بیوی کو کہا، مَیں حضرت کو کھانا کھلانے گھر لے آؤں گا، تم زیارت کر لینا۔ چنانچہ مَیں حضرت عیسیٰ کو گھر لے آیا۔.....(آپ نے) کھانا کھایا اور باہر چلے گئے۔ گھر سے نکلتے ہی مسجد تھی۔ مَیں نے دریافت کیا کہ دو ہزار سال آپ آسمان پر کیا کرتے رہے؟ اُس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی بغل میں ایک کتاب تھی، نیلی چولی تھی۔ فرمایا، یہ کتاب بناتا رہا‘‘

[ا] حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ حضورؑ کے دعویٰ سے قبل کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے اور آپ کے پاس اکثر آیا کرتے اور آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ حضرت نے آپ کا ذکر اپنی اُن ایام کی سرخ چھینٹوں والی رؤیاء کے واحد گواہ کے طور پر اکثر اپنی کتب میں فرمایا ہے۔ احضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کی رؤیاء بھی اسی زمانے کی ہے۔

فرماتے ہیں، جب حضور اقدسؑ نے ایک دن پھر یہی سوال کیا تو مَیں نے اپنی مذکورہ بالا خواب بیان کر دی۔ حضور نے سن کر پہلے حلیہ دریافت فرمایا۔ مَیں نے کہا کہ گھنگر والے بال تھے، شکل حکیم محمد دین ساکن گوجرانوالہ کی سی تھی، عمر تیس سال، قد درمیانہ اور پیشانی فراخ تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''خواب درست ہے۔ مَیں نے بھی حضرت عیسیٰ کو اسی رنگ میں دیکھا ہے اور بال گھنگر والے تھے۔ تعبیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ہم مرتبہ کوئی آدمی ہوگا جس کی تم خدمت کرو گے اور تمہارا خاندان کرے گا''

(خلاصہ از ''سیرت احمد''۔ صفحہ ۵۴ تا ۵۸)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ خواب کی تعبیر کے عین مطابق حالات کا دھارا ایسے طور پر بدلتا چلا گیا کہ اِدھر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صحف سابقہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق امت میں آنے والے مسیح کے رنگ میں ظاہر فرمایا، دوسری جانب حضرت (شیخ) حافظ حامد علی صاحب کی خواب کی تعبیر ایسے رنگ میں ظاہر ہوئی کہ وہ ان کی ساری زندگی پر پھیل کر مصوّرِ کائنات کی شان مصوری کا ایک حسین شاہکار بن گئی۔ یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا اور کس طرح ایک معمولی سی عقل رکھنے والا انسان خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ایک زبردست نشان بن گیا، یہ ایک دلربا کرشمۂ قدرت ہے جس کے پیچھے ایک زندہ اور قدرتوں والے خدا کی زبردست تجلی کام کر رہی ہے۔ آئیں دیکھتے ہیں، یہ عجوبہ رُوزگار کس طرح ظاہر ہوا۔

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ شیخ حامد علی صاحب اپنے والد صاحب کی اجازت سے قادیان آکر حضور کی خدمت میں ہی رہنے لگے تھے۔ آپ نہ صرف ایک مستعد اور ہمہ وقت خادم ثابت ہوئے بلکہ آپ کا وجود ایک مخلص دوست اور ایک اچھے مشیر سے بڑھ کر ایک عمدہ اور قابل اعتماد رفیق سفر کے طور پر بھی اپنے جوہر دکھانے لگا۔ چنانچہ شاید ہی حضور علیہ السلام کا کوئی ایسا سفر ہو جس میں حضرت حامد علی بطور خادم خاص ساتھ نہ ہوں۔ [۱]

---

[۱] آپ کی تنخواہ ابتداءً ایک روپیہ ہی مقرر کی گئی تھی جو بموجب حالات آہستہ آہستہ بڑھتی چلی گئی۔ حضورؑ کے دعویٰ کے بعد تو آپ کے اہل خانہ بھی آکر حضورؑ کی خدمت میں رہنے لگ گئے۔ آگے انہوں نے کیا خدمات سرانجام دیں، اس کا ذکر اگلے صفحات میں آرہا ہے۔

۱۸۸۲ء میں حضور کے دعویٰ ماموریت کے بعد جب حضور کی مصروفیات بڑھ گئیں تو لازماً حضرت شیخ حامد علی صاحب کی خدمات میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ زیارت کیلئے آنیوالے دوستوں کے استقبال، قیام وطعام اور حضور سے ان کی ملاقات کے جملہ انتظامات آپ کے سپرد ہو گئے۔ گویا آپ کی ذمہ واریاں گھر کے ایک ملازم کی حیثیت سے بڑھ کر افسر استقبال اور اُس وقت کے مختصر سے لنگر خانہ کے افسر ضیافت تک پہنچ گئیں۔ اس طرح پر ایک ہی وقت میں آپ حضور کے نجی ملازم بھی تھے، منتظم لنگر خانہ بھی تھے، امین بھی تھے اور پرائیویٹ سیکرٹری بھی۔ اوران تمام اہم ذمہ داریوں کے باوجود آپ کے اندر افسرانہ شان کے نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ اس کے برعکس مسیح پاک کے مہمانوں کے لئے خدمت اور محبت کا جذبہ آپ کی ہر حرکت اور سکون میں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو بتاتی ہے کہ آپ کے اندر حضرت کے مہمانوں کی بے لوث خدمت کا جذبہ کس حد تک کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ جب وہ (حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ) پہلی بار بٹالہ سے قادیان آتے ہوئے راستہ بھول گئے اور ساری رات پیدل سفر کرتے رہنے کے بعد کہیں سحری سے کچھ پہلے قادیان پہنچے تو فرماتے ہیں:

”جب مَیں پہلی بار ۱۸۹۳ء میں قادیان آیا تو قریباً ۳ بجے رات کے وقت پہنچا۔ حامد علی میرے استقبال کو موجود تھا۔ جب حضورؑ کو اطلاع ہوئی تو اسی وقت حضورؑ نے مجھے گول کمرے میں بلا لیا اور تھوڑی دیر بعد ایک پر تکلف کھانا میرے سامنے موجود تھا۔ حضور تو اندر سے بستر لا کر واپس تشریف لے گئے اور حامد علی کو فرما گئے کہ انہیں اچھی طرح سے کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے محبت سے کھانا کھلایا اور بستر بچھا دیا۔ مَیں لیٹ گیا تو مرحوم حامد علی نے میری چاپی کرنا چاہی۔ مَیں نے بہت ہی عذر کیا تو وہ کہنے لگے، حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ ذرا دبا بھی دینا، بہت تھکے ہونگے۔ ان کی یہ بات سن کر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے“

حضرت حامد علی صاحب کا محبت اور شفقت بھرا یہ سلوک کسی ایک مہمان سے مخصوص نہ تھا بلکہ حضور کے ہر مہمان کے لئے یہی جذبہ کارفرما تھا یعنی وہ چاہتے تھے کہ حضرت کے ہر مہمان کو زیادہ سے زیادہ آرام اور خوشی پہنچائیں۔ جیسا کہ حضرت عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

”چونکہ لنگر خانہ اور مہمان خانہ کا انتظام عملاً حافظ صاحب کے ہی سپرد تھا، اس لئے

آپ کو مہمان نوازی کا بڑا موقع ملتا تھا۔ وہ بلا امتیاز ہر مہمان کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آتے اور اس کی کوفتِ سفر دُور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور آرام پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے۔ اور اپنے طرز عمل اور بے تکلفی اور سادگی سے اسے یقین دلاتے کہ وہ محسوس کرے کہ وہ مسافر نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہے"

وقت کے ساتھ ساتھ حضورؑ کی زیارت اور بیعت کی غرض سے آنیوالے مہمانوں کا یہ سلسلہ روز بروز ترقی کرتا جارہا تھا اور ایک ایسی جماعت معرض وجود میں آرہی تھی جو دنیا سے نرالی اور اپنے کردار اور گفتار میں ایک ممتاز حیثیت کی حامل تھی۔ اِدھر آپ کے اس خادم خاص کا بھی آپ سے تعلق، محبت اور عشق کا رنگ اختیار کرتا جارہا تھا۔ اور یہی رنگ وہ آپ کے مہمانوں کے اندر پیدا کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں جو کردار آپ نے ادا کیا وہ اس لائق ہے کہ اسے علی رؤس الاشہاد نمایاں کر کے پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ فرماتے ہیں:

"ایک بات جو مَیں نے ہمیشہ آپ میں دیکھی وہ یہ تھی کہ آپ مہمانوں کے مقصدِ سفر کو پورا کرنے کی طرف بھی پوری توجہ رکھتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور زندگی کے واقعات ایسے رنگ میں بیان کرتے رہتے جو ایمان کو بڑھانے والے ہوتے۔ چونکہ حضرت کے بیشمار نشانات کے آپ خود گواہ تھے اور ایک عینی شاہد کی حیثیت آپ کو حاصل تھی اس لئے آپ ایسے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے حضور کے اخلاق فاضلہ کے بیان سے دلوں کو جلا دیا کرتے تھے"

گویا مامور زمانہ کے لئے آسمانوں پر طے شدہ پروگرام کے مطابق جب آپ کے ساتھ روحانی تعلق رکھنے والوں کی ایک جماعت معرض وجود میں آنی شروع ہوگئی تو جو خادم آپ کو ملا اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر بھی وہ سارے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ ودیعت فرمادئے جن کی اُس وقت کہ جب ایک الٰہی سلسلہ کی بنیاد رکھی جارہی تھی، ضرورت تھی۔

ایک اَور خوبی جس کا ایک خدمتگار میں پایا جانا ضروری ہے وہ اس کا لین دین اور اخراجات کے معاملات میں دیانتدار ہونا ہے۔ اس لحاظ سے بھی حضرت حافظ علی صاحبؓ ایک قابل رشک مقام رکھتے تھے۔ حضورؑ کو بھی اپنے اس خادم پر اتنا اعتماد تھا کہ جب بھی اور جتنی رقم بھی اخراجات کیلئے وہ

طلب کرتے آپ بلا تکلف اور بلا حساب انہیں دے دیتے۔اس سلسلہ میں بھی حضرت عرفانی صاحبؓ کی بیان کردہ ایک روایت کا بیان خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔آپ فرماتے ہیں کہ

”(حضورؑ کو) ان پر انتہا درجہ کا اعتماد تھا۔گھر کی ضروریات، لنگر کے انتظام کیلئے ان کو علی الحساب روپیہ دے دیا جاتا تھا۔اور کبھی حضرت اقدس ان سے دریافت نہ فرماتے کہ کہاں اور کس قدر خرچ ہوا ہے۔اور یہ بھی اکثر ہوتا کہ حضور بغیر کسی شمار کے روپیہ انہیں دے دیتے“

اسی طرح ایک اَور صحابی، حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ ساکن تلونڈی جھنگلاں (ضلع گورداسپور) کی روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں:

”مَیں ایک بار حضورؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حافظ صاحب آئے اور کہا کہ آٹے کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔فرمایا، کتنا چاہئے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضور سَو روپیہ کافی ہوگا۔اس پر حضور اندر سے دو بڑی مٹھیاں بھر کر لائے اور فرمایا، سَو ہی ہوگا۔حافظ صاحب نے لے کر شمار کر کے زائد بیس روپے واپس کر دئے“

مالی معاملات اس قدر نازک ہوتے ہیں کہ ذرا سی غفلت سے فساد پیدا ہو سکتا ہے۔اب سہو و نسیان ہر انسان کا فطری خاصہ ہے۔کوئی فرد بشر اس سے مستثنےٰ نہیں۔مگر حضرت حافظ حامد علی کے اندر البتہ یہ عارضہ اپنی تمام دوسری خوبیوں کے باوجود کچھ زیادہ ہی پایا جاتا تھا۔تاہم حضورؑ کی چشم پوشی ملاحظہ ہو۔آپ کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ حضور نے بھائی حامد علی کو پچاس یا ساٹھ روپے دئے۔مگر وضو کرتے وقت انہوں نے روپیہ کمر سے کھول کر رکھ دیا اور نماز پڑھ کے چلے آئے۔جب حضور کے پاس پہنچے تو حضور نے کسی چیز کے بازار سے لانے کو فرمایا۔حافظ صاحب نے کمر ٹٹولی تو روپیہ نہیں تھا۔مسجد کو دوڑے لیکن نہ ملا۔حضور نے فرمایا، میاں حامد علی، کیا وہ چیز لائے ہو؟ عرض کیا کہ روپیہ گم ہو گیا ہے۔حضور نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر فرمایا کہ اچھا یہ چابی لو اور کچھ اَور روپیہ نکال لو“

(رجسٹر روایات صحابہ، جلد یازدہم۔صفحہ ۷۱ تا ۷۲)

پھر آپ کی اپنے آقا کیلئے بطور ایک رفیق سفر سرانجام دینے والی خدمات بھی اس قابل ہیں کہ ان کا خصوصی تذکرہ کیا جائے۔حضور نے اپنے زمانۂ ماموریت سے پہلے اور بعد کم وبیش سترہ (۱۷) ایسے سفر کیئے جن میں حضور کو حضرت حافظ حامد علی صاحب کی ہمراہی حاصل تھی۔ان سفروں کا سارا انتظام و انصرام آپ ہی کے سپرد ہوتا تھا۔سفروں میں رفاقت کا یہ اعزاز جس کثرت سے اور جس رنگ میں حضرت حافظ حامد علی صاحب کو حاصل ہوا،اس پر بعض بڑے بڑے صحابہ رشک کیا کرتے تھے۔چنانچہ آپ کے بھانجے حضرت مولوی عبدالرحمٰن جٹؓ فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب سنایا کرتے تھے:

”جب حضور ریلوے میں سیکنڈ کلاس میں سفر فرماتے تو انتظام کرنے والوں کو فرما دیتے کہ میرا اور حافظ حامد علی صاحب کا ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا لیا جائے۔دیگر ساتھی جہاں چاہیں بیٹھیں۔اس بات پر خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ رشک کرتے تھے کہ حضور حافظ صاحب کو اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہیں اور ہمیں نہیں“

حضور علیہ السلام کے حق میں سرانجام دی جانے والی آپ کی ایک اَور خدمت جس نے آپ کو ایک اَور امتیازی شان بخش دی وہ آپ کا حضورؑ کو مہندی لگانا تھا۔اگرچہ یہ اپنی ذات میں ایک معمولی سی خدمت تھی مگر یہ جہاں حافظ صاحب موصوف کے اخلاص و وفا کی ایک نمایاں جھلک پیش کرتی ہے وہاں آپ کے اُس اونچے روحانی مقام کا بھی پتہ دیتی ہے جو عنداللہ آپ کو حضور کے قریب رہنے کی بدولت حاصل تھا۔چنانچہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی ہی روایت ہے کہ

”حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات کوئی ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ حضرت احدیت کی طرف سے اسکے متعلق انکشاف میں دیر ہوتی ہے اور ہر چند دعا بھی کی جاتی ہے لیکن اس میں توقف ہوتا ہے۔لیکن جب حافظ حامد علی مہندی لگاتے ہیں تو اسکے بعد ایک خاص سلسلہ الہامات کا ایسا جاری ہوتا ہے کہ وہ معضلات کھُل جاتے ہیں“

پھر حضرت حامد علی صاحبؓ کو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی صحبت کی بدولت ایک بہت بڑی سعادت یہ نصیب ہوئی کہ آپ حضورؑ کے بہت سے ان نشانوں کے زندہ گواہ بن گئے جو آپ کے مامور من اللہ ہونے کی حیثیت سے آپ کی صداقت اور دین اسلام کی حقانیت کے ثبوت میں بڑی کثرت سے ظاہر ہو رہے تھے۔نشانات کا یہ سلسلہ جو الہامات، کشوف اور رؤیا ہائے صالحہ کی شکل میں آپ کے دعویٰ ماموریت سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور جو آپ کی ساری مامورانہ زندگی پر پھیلا ہوا ہے، دیگر تمام

مذاہب باطلہ کے مقابل پر اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت میں ایک ایسا انمول خزانہ ہے جس کی نظیر الٰہی سلسلوں کے سوا اور کہیں نہیں ملتی۔ اور حضرت حامد علی صاحب بوجہ اس کے کہ آپ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعویٔ ماموریت سے بہت پہلے آپ کی خدمت میں آچکے تھے اور بسبب اس کے کہ آپ کو کم وبیش ۲۸ سال تک سفر وحضر میں آپؑ کی رفاقت میں رہنے کا موقع میسر آیا حضرت کے بیشمار نشانوں کے عینی گواہ ہیں۔ بلکہ بہت سے نشانات ایسے بھی ہیں جن کے واحد عینی گواہ ہونے کی حیثیت آپ کو حاصل ہے۔ آپ کی اسی امتیازی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

''شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں۔ اور چونکہ وہ سفر وحضر میں میرے ساتھ رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کیلئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا کہ کیونکر خدا تعالیٰ کی عنایتیں اِس طرف رجوع کر رہی ہیں اور کیونکر دعاؤں کے قبول ہونے سے خارق عادت نشان ظہور میں آئے..... اور سچ تو یہ کہ جس قدر اس کو نشان دکھائے گئے وہ ایک طالب حق کا ایمان مضبوط کرنے کیلئے ایسے کافی ہیں کہ اِس سے بڑھ کر حاجت نہیں''

(بحوالہ الحکم، مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۴ء و ۷/ اپریل ۱۹۳۴)

یہ جملہ اعزازات جو یقیناً اسی نظارہ کی عملی تعبیر کے طور پر آپ کے حصہ میں آئے جو آپ نے اپنے قادیان آنے کے بالکل ابتدائی زمانہ میں دیکھا تھا آپ کیلئے کتنی برکات کا موجب بنے، یہ ایک دلربا حقیقت ہے۔ چنانچہ آپ جماعت کے ہر فرد کیلئے ایک قابل رشک وجود بن گئے۔ خود حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے بھی کئی بار اور مختلف رنگوں میں آپ کا خصوصی ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً ایک موقع پر حضور نے آپ کی انہی خدماتِ خاصہ کے حوالے سے فرمایا:

''حامد علی جیسا کہ اب میرے ساتھ ہے، اسی طرح بہشت میں میرے ساتھ ہوگا''

(خلاصہ از اصحاب احمد جلد ۱۳، حالات حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ)

کیا ہی اعلیٰ درجہ کا خراج تحسین ہے جو ایک خادم کو اپنے آقا کی طرف سے مل سکتا ہے اور ملا۔ بلکہ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔

رؤیاء کا دوسرا پہلو

آپ کے اہل خانہ کا حضورؑ کی خدمت میں آنا

حضرت حافظ صاحب موصوف کی جس رؤیاء کا یہاں ذکر ہو رہا ہے، اس میں آپ نے اپنے علاوہ اپنے اہل خانہ کو بھی دیکھا تھا کہ انہوں نے حضورؑ کو کھانا کھلایا جس کی تعبیر حضورؑ نے یہ فرمائی تھی کہ آپ کے اہل خانہ کو بھی اس مسیحی نفس شخص کی خدمت کرنے کا موقع ملے گا۔رؤیاء کے اس حصہ کی تعبیر بھی جس رنگ میں اور جس شان سے ظاہر ہوئی، وہ بھی اس رؤیاء کے آسمانی سرچشمۂ صافی سے نکلے ہوئے ہونے پر ایک عظیم شہادت ہے۔ چنانچہ رؤیاء کے اس حصے کا بیان بھی روحانی لذت سے خالی نہ ہوگا۔

پچھلے صفحات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شیخ حامد علی صاحب کے والد، حضرت شیخ فتح محمد صاحب اور والدہ مکرمہ امیر بی بی صاحبہ، بھی احمدی ہو گئے تھے۔تاہم حضرت حافظ موصوف کی وجہ سے اس خاندان کے ساتھ حضورؑ کے تعلقات حضور کے دعویٰ سے قبل ہی استوار ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپکے بھائی، حضرت شیخ زین العابدین صاحبؓ کی روایت ہے کہ ایک بار قبل از دعویٰ حضرت صاحب موضع تھہ غلام نبی تشریف لے گئے۔ہم نے آپ کیلئے بہت سے کھانے تیار کئے مگر آپ نے صرف سرسوں کے ساگ کے ساتھ روٹی کھائی جس کی بعد میں بھی آپ بہت تعریف فرماتے رہے۔اس واقعہ کی تصدیق حضرت حافظ نور محمد صاحب، ساکن فیض اللہ چک، کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔وہ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ مَیں نے عرض کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں بھی کبھی بطور سیر تشریف لائیں۔آپ نے فرمایا، ہاں۔اس زمانہ میں ڈپٹی فتح علی شاہ کنجراں کی کوٹھی میں رہتے تھے۔آپ انہیں ملنے کیلئے قادیان سے پالکی میں سوار ہو کر تشریف لے گئے۔جب وہاں پہنچے تو وہ وہاں موجود نہ تھے۔اس لئے واپس تشریف لے آئے [۱]۔۔۔۔۔۔اُس وقت منشی سعد اللہ مرحوم نے درخواست کی کہ آپ ہمارے ہاں کھانا تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، ہماری دعوت تھہ غلام نبی میں ہے۔اور پھر منشی سعد اللہ کی گھوڑی پر سوار ہو کر تھہ غلام نبی تشریف لے گئے“

....

[۱] ڈپٹی (سید) فتح علی شاہ لاہور کے باشندے تھے اور نہر باری دوآب پر ڈپٹی کلکٹر تھے۔حضرت اقدسؑ سے انہیں محبت تھی۔آغاز دعویٰ مسیح موعود میں انہوں نے حضرت کی کتابوں کی اشاعت میں بھی حصہ لیا مگر غالباً بیعت نہیں کی۔

اس طرح پر حضرت شیخ صاحب موصوف کی رؤیاء کا وہ حصہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، اگر چہ کسی حد تک پورا ہو گیا تاہم اس کی مکمل تعبیر اُس وقت ظاہر ہوئی جب آپ کی اہلیہ صاحبہ مکرمہ رسول بی بی اور آپ کی بچیاں قادیان آگئیں اور حضورؑ کے گھر ہی میں رہنے اور گھریلو کام کاج میں حضرت اماں جان کا ہاتھ بٹانے لگیں۔ اس کی تفصیل جیسا کہ مکرمہ رسول بی بی صاحبہ نے بتائی اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی اہلیہ مراد خاتون صاحبہ کو لکھوائی، ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

ا۔ مَیں حضور کے لئے مرغ کی یخنی پکایا کرتی تھی۔ (ایک دن) مَیں یخنی لے کر بیٹھی تھی کہ (شیخ) محمد نصیب صاحب کی بیوی کھانا کھا کر غرارہ کرنے لگی۔ مَیں نے کہا کہ اس طرف پانی نہ پھینکنا۔ اس نے کچھ پروا نہ کی (اور) غرارہ کر دیا۔ یخنی پر چھینٹے پڑ گئے تو میں رونے لگ گئی۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ تُو کیوں روتی ہے۔ اصغری کی اماں نے (اشارہ کر کے) کہا کہ حضور، اس نے کُرلی کر دی ہے۔ یخنی پر چھینٹے پڑ گئے ہیں، اس لئے روتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں پی لوں گا، تم رؤو نہیں۔ یہ بچہ کی خاطر ہے، یہ بچے کو دودھ پلاتی ہے[ا]

۲۔ ہمارا تمام خرچ روٹی کپڑا حضور ہی دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور نے ایک کپڑے کی واسکٹ اپنے لئے اور ایک حافظ صاحب کے واسطے بنائی تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ مَیں نے حافظ صاحب کو کہا کہ مَیں صبح جب نماز تہجد کیلئے اٹھتی ہوں اور سحری پکاتی ہوں تو مجھے سردی لگتی ہے۔ حافظ صاحب نے وہ گرم صدری جو حضور نے ان کو بنا دی تھی مجھے دے دی۔ اور جب مَیں اس کو پہن کر گئی اور انگیٹھی میں آگ جلا رہی تھی تو حضور نے (ایک ہی کپڑے کی اپنی صدری جیسی ہونے کی وجہ سے) مزاحاً پوچھا کہ رسول بی بی! کیا میری واسکٹ چرا لی ہے؟ مَیں نے عرض کیا، حضور، سب کچھ آپ کا ہی ہے۔ آپ کا ہی کھاتے ہیں۔ آپ کا ہی پہنتے ہیں۔ حضور اس پر خوب ہنسے اور فرمایا کہ خوب کھاؤ پیئو۔

....

[ا] یہاں مؤلف کتاب نے اس امر کی وضاحت میں کہ حضورؑ کے اس جملے کا کہ "یہ بچے کو دودھ پلاتی ہے" کیا مطلب تھا، بتایا ہے کہ چونکہ محترمہ رسول بی بی صاحبہ حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ کو دودھ پلایا کرتی تھیں اور غم کا اثر دودھ پینے والے بچہ پر بھی پڑتا ہے، اس لئے حضور نے اس کی دلداری فرمائی۔

۳۔حضور کو گڑ کے میٹھے چاول بہت پسند تھے۔حضور مسجد میں کھانا کھا رہے تھے۔مَیں نے میٹھے چاول بھیج دیئے۔حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو پوچھا کہ یہ چاول کس نے پکائے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھے معلوم نہیں۔حضور نے فرمایا، حامد علی کی بیوی نے پکا کر بھیجے ہیں۔بہت اچھے پکائے ہیں،ان کے واسطے دعا کریں"

۴۔آپ کی اہلیہ کے علاوہ آپ کی بچیوں کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں حضور اور حضور کے اہل خانہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ چنانچہ مؤلف اصحاب احمد بیان فرماتے ہیں کہ حضور جب کھانا تناول فرمانے لگتے تو اَور بچوں اور بچیوں کو باہر بھجوا دیتے مگر شیخ حامد علی صاحب کی بچیوں کے بارے میں فرماتے، یہ یہاں بیٹھی رہیں۔یہ ہمیں پانی پلا دیں گی۔

۵۔روایات سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کی اہلیہ علاوہ خانہ داری کے سیر کے وقت بھی حضرت ام المؤمنینؓ کے ساتھ ہوتیں۔اس سلسلے میں وہ ایک ایسے واقعہ کی شاہد ہیں جو سیرت حضرت مسیح موعودؑ میں کئی بار اور کئی طرق سے بیان ہوا ہے مگر جس قسم کی تفصیل اہلیہ صاحبہ شیخ حامد علی صاحب نے بیان فرمائی ہے،اس کے اعتبار سے یہ سب سے زیادہ صحیح اور معتبر ہے۔وہ واقعہ حسب ذیل ہے۔آپ فرماتی ہیں:

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت میں حضرت اُمّ المؤمنین اور ہم بڑے باغ میں گئیں۔اُس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد چار پانچ سال کے ہونگے۔کچھ فاصلہ طے کر چکے تو صاحبزادہ صاحب کے رونے کی آواز آئی۔چونکہ وہ چاہتے تھے کہ کوئی انہیں اٹھائے اور کسی نے نہ اٹھایا تھا اس لئے وہ وہیں ٹھہر گئے تھے۔آواز سن کر حضورؑ چونکے اور انہیں بلایا۔اور جب نہ آئے تو فرمایا، آؤ، کچھ دیں۔صاحبزادہ صاحب آ گئے تو سنگترے کے ایک درخت پر ہاتھ مار کر حضور نے ایک تازہ سنگترہ انہیں دیا حالانکہ وہ موسم سنگترہ کا نہ تھا" [ا]

[ا] راویہ کے بیان کے مطابق سنگترے کے یہ درخت بہشتی مقبرہ کے اُس قطعہ کے شمال کی طرف تھے جہاں اِس وقت حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ اور دیگر کبار صحابہ کی قبریں ہیں۔اُس وقت بہشتی مقبرہ نہیں تھا۔بہشتی مقبرہ اس واقعہ کے کئی سال بعد اس جگہ پر تعمیر ہوا۔ (خلاصہ از اصحاب احمد، جلد ۱۳، صفحہ ۲تا۵۵)

حضرت ملک مولا بخش صاحب رضی اللہ عنہ

حضرت ملک مولا بخش صاحب امرتسری رضی اللہ عنہ، امرتسر کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جسے مذہب کے عملی پہلو سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ چنانچہ آپ کا بچپن ایسی حالت میں گذرا جس میں نماز، روزہ وغیرہ کا کوئی تصور نہ تھا۔ مگر چھوٹی عمر میں ہی آپ کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس نے آپ کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے قدموں میں لا کھڑا کر دیا۔ یہ کیسے ہوا، اس کی مکمل روئیداد تو "درویشان احمدیت"، جلد اول میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں موضوع زیر بحث کی مناسبت سے آپ کی چند رؤیاء ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے

پہلی رؤیاء

"مَیں نے بھی سرمہ لے کر اپنی آنکھوں میں لگالیا"

احمدیت نصیب ہونے کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

ابھی جب آپ صرف اٹھارہ برس کی عمر کے تھے آپ نے دیکھا کہ

'آپ امرتسر کے بڑے تالاب سنتو کھ سر نامی میں گر گئے ہیں۔ آپ تیرنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن جان بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کردئے اور تیرتے ہوئے تالاب کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص آنکھوں میں سرمہ لگا رہا تھا۔ آپ نے بھی اس سے سرمہ لے کر اپنی آنکھوں میں لگا یا۔ اور پھر اُسی طرح تالاب میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے واپس آگئے'

آپ کا تالاب میں پڑنا آپ کو بلغم کی قسم کی بیماری لاحق ہونے کی طرف ایک اشارہ تھا جو اس رنگ میں پورا ہوا کہ آپ کو سل کی بیماری لاحق ہوگئی اور پھر جیسا کہ "درویشان احمدیت" کی جلد اوّل میں بتایا گیا ہے، یہی بیماری آپ کے احمدیت قبول کرنے کا پیش خیمہ بنی۔ پھر آپ کا تیرنا نہ جاننے کے باوجود دوسرے کنارے پر پہنچ جانا اور سرمہ لگانے والے شخص سے سرمہ لے کر آنکھوں میں ڈالنا بھی آپ کے حق میں اس رنگ میں پورا ہوا کہ دینی ماحول اور دینی تعلیم سے بے بہرہ ہونے کے باوجود آپ کو وہ نور ہدایت نصیب ہوا جو بالآخر آپ اور آپ کی اولاد کی عاقبت سنوارنے کا موجب بن گیا۔

دوسری رؤیاء

’’مَیں نے زاروقطار رونا شروع کردیا‘‘

آپ کو حاصل ہونے والے ارفع روحانی مقام کے بارے میں

حضرت امام الزمان علیہ السلام کی غلامی میں آجانے کے بعد آپ کو ایک ایسی رؤیاء ہوئی جو آپ کو عنداللہ حاصل ہونے والے اعلیٰ وارفع مقام کی نشاندہی کررہی تھی۔ یہ رؤیاء اُس وقت کی ہے جب آپ پنشن پانے کے بعد مستقل طور پر ہجرت کرکے قادیان تشریف لاچکے تھے۔آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ ایک سفید ریش انسان کی شکل میں ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ان کو دو گروہوں میں تقسیم کردو۔مَیں نے دیکھا کہ جس گروہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے،مَیں اس میں شامل نہ تھا۔پھراللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،ان دونوں گروہوں کو بہشت کے مختلف مقامات میں لے جاؤ۔مَیں اُس وقت کہتا ہوں کہ جو مقام مجھے عطا ہوا ہے،میں تو اس قابل بھی نہیں تھا،ہر طرح موجب شکر ہے اور مَیں اس پر خوش ہوں مگر ایک بات میری جان کو کھاتی ہے۔مَیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا،اب علیحدگی ہوگی۔چنانچہ مَیں نے اس خیال سے زاروقطار رونا شروع کردیا۔اللہ تعالیٰ نے میری آہ وزاری کو دیکھ کر فرمایا،تم تو بہت روتے ہو۔اچھا سب کو ایک ہی جگہ پر لے جاؤ۔اس پر مجھے تسکین ہوگئی اور میں جاگ پڑا‘‘

☆☆☆

تیسری رؤیاء

”حضورؑ نے تین پھونکیں ماریں اور مخالف کا لٹو گر پڑا“

آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے اپنے مخالف علماء پر غالب آنے سے متعلق ملنے والی آسمانی خبر

تیسری رؤیاء آپ کی اُس وقت کی ہے جب آپ بیعت تو کر چکے تھے مگر ابھی آپ مستقل طور پر قادیان تشریف نہ لائے تھے۔اس میں آپ کو ایک ایسی خبر بتائی گئی جس میں مخالف علماء کے بظاہر فتحیاب ہونے اور انجام کار حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ان پر غالب آنے کی بشارت دی گئی تھی۔ چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ

”جب ۱۹۰۰ء میں مَیں نے بیعت کر لی تو اس کے تھوڑا عرصہ بعد مَیں نے ایک عجیب رؤیاء دیکھی۔مَیں نے دیکھا کہ مَیں دوسری بار قادیان گیا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ....ایک بڑا کھلا چوک ہے۔اور لوگوں کا ایک اجتماع ہے۔مَیں دریافت کرتا ہوں، یہاں کیا ہو رہا ہے۔تو ایک شخص بتاتا ہے کہ ایک غیر احمدی نے حضرت صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو میرے مقابلہ میں لٹو گھمائیں۔اگر آپ جیت گئے تو مَیں آپ کو سچا تسلیم کر لوں گا۔.... چنانچہ مَیں بھی بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تا کہ دیکھوں کہ کیا واقعی حضرت صاحب لٹو گھماتے ہیں“

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ غیر احمدی نے بھی اپنا لٹو گھمایا اور اس کے مقابل پر حضرت صاحب نے بھی اپنا لٹو چھوڑا تو جب دوسرا لٹو زور سے گھومنے لگا اور قریب تھا کہ حضرت صاحب کا لٹو لڑکھڑا کر گر پڑے تو حضرت صاحب اس کے لٹو پر جھکے اور اس کو تین پھونکیں ماریں جن سے وہ لٹو پہلے ہلکا ہوا اور پھر گر گیا جبکہ حضور کا لٹو ابھی چل رہا تھا۔ چنانچہ حضور نے دونوں لٹو اٹھا کر اپنی جیبوں میں ڈال لئے اور یوں بازی جیت لی۔

فرماتے ہیں، یہ رؤیاء دیکھ کر پہلے تو مجھے شرم آئی کہ یہ تو بچوں کی سی باتیں ہیں، حضورؑ سے ان کو کیا نسبت مگر جب بعض دوستوں کہ کہنے پر مَیں نے اپنی یہ رؤیاء حضرت اقدس کی خدمت میں لکھی تو حضورؑ کی طرف سے جواب آیا کہ

"آپ کی خواب رؤیاء صالحہ ہے۔لٹو سے مراد دنیا کے دَور ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ ابتداء میں مخالفوں کے دَور زوروں پر ہوں گے مگر انجام کار اللہ تعالیٰ ہم کو فتح دے گا"

آپ اپنی رؤیاء کی مزید تشریح میں فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ مسیح موعود کی پھونکوں سے کافر مریں گے۔اس سے مراد آپ کی دعائیں ہی تھیں۔اور خواب میں پھونک سے مراد بھی دعا ہی ہوتی ہے۔چنانچہ آخری سالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباحثات کا طریق بالکل بند کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اب ہم دعا سے کام لیں گے۔

("اصحاب احمد"، جلد اول۔صفحہ ۸۲تا۸۹ نیز ۹۔۱۳۸)

☆

حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ کی اولاد کا تعارف

حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ کا مکمل تعارف "درویشان احمدیت"، جلد اوّل میں ان کے قبول احمدیت کی داستان کے تحت کرایا جا چکا ہے۔آپ نے ۲۸/اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ نے اپنے پیچھے اولاد در اولاد کا ایک لمبا سلسلہ چھوڑا ہے۔آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے، ملک سعید احمد صاحب، جنہوں نے حال ہی میں (۱۹۹۹ء میں) شکاگو میں وفات پائی ہے، کی اولاد (چار بیٹے اور تین بیٹیاں) اس وقت امریکہ میں آباد ہو چکی ہے۔ ان کے دوسرے صاحبزادے ملک بشارت احمد صاحب جنہوں نے ۱۹۸۲ء میں پاکستان میں وفات پائی اور جو واقف زندگی تھے کے ہاں چار بیٹے، ملک منیر احمد، ملک طارق بشیر، ملک مبارک احمد اور ملک رفیع احمد اور ایک بیٹی، عزیزہ منصورہ صاحبہ، پیدا ہوئے۔ان میں سے ملک طارق بشیر آسٹریلیا میں جبکہ ملک مبارک احمد انگلستان میں ہوتے ہیں۔آپ کے تیسرے صاحبزادے، ملک سعادت احمد صاحب، ان کی بیگم نصرت جہان صاحبہ، بیٹا ملک انور احمد صاحب اور دو بیٹیاں، عزیزہ امینہ منصور صاحبہ اور ثمینہ منصور صاحبہ، جرمنی میں ہوتی ہیں۔ملک سعادت صاحب کا دوسرا بیٹا ملک منور احمد صاحب اور بیٹی عزیزہ مبارکہ صاحبہ انگلستان میں ہوتے ہیں۔

آپکی دو دختران میں سے مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ (اہلیہ چودھری کرامت اللہ صاحب) اور مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ (اہلیہ انور سعید انور ابن قریشی ابو سعید صاحب۔سابق امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ) کینیڈا میں ہوتی ہیں۔ان دونوں کی اولادیں آگے پاکستان کے علاوہ انگلستان، کینیڈا اور امریکہ میں بس رہی ہیں۔اس طرح پر گویا حضرت ملک صاحب مرحوم کی ساری اولاد در اولاد دنیا کے پانچوں براعظموں میں پھیل کر جہاں اپنے بزرگ باپ کا نام روشن کر رہی ہے، وہاں مختلف رنگوں میں خدمات دینیہ کی بھی توفیق پا رہی ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنے بزرگ دادا اور احمدیت کا نام روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹیؓ

حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹیؓ حضرت بانئ سلسلہؑ کے ایک مخلص مرید حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اور اسی وجہ سے اکثر قادیان آتے رہتے تھے۔ تاہم آپ نے باقاعدہ بیعت ۱۹۰۰ء میں کی۔ بیعت کرنے کے بعد آپ پر تقویٰ اور طہارت کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر بن گئے۔ ذیل میں آپ کو الہامات اور مکاشفات کی صورت میں نصیب ہونے والی روحانی دولت کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

﴿۱﴾

''حج پر نہ جانے کے باوجود حج کا منظر دیکھ لیا''

آپ حج پر نہیں گئے تھے مگر آپ نے حج کا منظر دیکھ لیا۔ اس بارے میں مؤلف اصحاب احمد نے ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ

''ایک دن سیالکوٹ کی مسجد میں ایک شخص آیا اور میر حامد علی شاہ صاحبؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ مَیں حج کرنے گیا تھا، وہاں سے کچھ کھجوریں اور ایک تسبیح مکرم شاہ صاحب کے لئے لایا ہوں۔ حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحبؓ وہاں موجود تھے۔ آپ نے اسے کہا، مَیں حج کے بارے میں چند باتیں تم سے دریافت کرنی چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ مَیں فلاں دروازے سے گذرنے لگا تھا مجھے کیوں گذرنے نہ دیا گیا۔ حاجی صاحب نے جواب دیا کہ وہ دروازہ بند رہتا ہے۔ وہاں سے کسی کو گذرنے نہیں دیا جاتا۔ پھر فرمایا، وہ جو بہت سے لوگ ٹوپیاں پہنے ستونوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وہ کون تھے۔ حاجی صاحب نے جواب دیا کہ اس دفعہ بخارا سے بہت سے لوگ آئے تھے اور یہ وہ لوگ تھے۔ اسی طرح حضرت منشی صاحب اس سے مختلف سوالات پوچھتے رہے اور وہ جواب دیتا رہا۔ گویا گھر بیٹھے بٹھائے آپ نے اس سال کا حج کا منظر دیکھ لیا''

(''اصحاب احمد'' جلد اول، حصہ دوم۔ صفحہ ۲۰۳)

﴿۲﴾

''مادہ حیات بہت باقی ہے''

آپ کو لمبی عمر پانے کے بارے میں ایک ایسی بشارت ملی جو آپ کے حق میں پوری ہو کر خدائے ذوالجلال کی ہستی کی گواہ بن گئی۔ چنانچہ اس بارے میں مؤلف اصحاب احمد نے حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ (مفسر قرآن، تفسیر القرآن انگریزی) کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت منشی صاحب نے ایک دفعہ خاکسار سے بیان کیا کہ ایک بار جوانی میں انہیں سل کی مرض لاحق ہوگئی۔ چنانچہ وہ قادیان آ گئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے انہیں دیکھا اور افسوس سے فرمایا کہ بات حد سے گذر گئی ہے لیکن ہم دعا بھی کریں گے اور علاج بھی کریں گے۔ منشی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بہت غم ہوا اور مَیں خود بھی دعا کرنے لگا۔ مجھے الہام ہوا کہ ابھی مادۂ حیات بہت باقی ہے''

(''اصحاب احمد'' جلد اول، حصہ دوم۔ صفحہ ۱۹۸)

اس الہام کی تفصیل مؤلف اصحاب احمد نے خود حضرت منشی صاحبؓ کے حوالے سے ایک اَور جگہ یوں بیان کی ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق حضرت منشی صاحب نے ایک بار فرمایا:

''مَیں مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک لڑکا میرے سامنے آیا اور کہنے لگا، کمزوری بہت ہوگئی ہے ورنہ مادۂ حیات تو ابھی بہت باقی ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا''

آپ کی یہ رؤیاء اس قدر مشہور ہوئی کہ مؤلف اصحاب احمد تحریر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے دس سال بعد جن دنوں آپ بورڈنگ ہائی سکول میں ملازم تھے آپ گر پڑے اور آپ کو بہت چوٹیں آئیں۔ اس پر بہت سے احباب سمجھنے لگے کہ آپ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ جب یہ خبر آپ کے وطن سیالکوٹ میں پہنچی تو ایک شخص جس نے آپ کی وہ رؤیاء سنی ہوئی تھی کہنے لگا، وہ ابھی نہیں مرتے۔ ابھی تو دس سال ہی گذرے ہیں۔ خدا کا مادۂ حیات اتنی جلدی ختم نہیں ہو جایا کرتا۔ چنانچہ حضرت منشی صاحب نے بہت لمبی عمر پائی۔ آپ اس واقعہ کے تیس سال بعد تک زندہ رہے۔ آپ نے ۱۹۵۰ء میں جبکہ آپ تقسیم ملک کے بعد سیالکوٹ میں آ چکے تھے ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(''اصحاب احمد'' جلد اول، حصہ دوم۔ صفحہ ۲۰۵)

﴿۳﴾

”کھاخصماں نوں!“

شیطان کی آپ کو بہکانے کی کوشش اور آپ کی استقامت

آخر پر آپ کا ایک ایسا کشفی نظارہ بیان کِیا جاتا ہے جس میں آپ نے شیطان کو ایک لمبے قد والے شخص کی شکل میں متمثل دیکھا۔ پھر آپ اور شیطان کے درمیان کیا مکالمہ ہوا، اس کی تفصیل آپ کے سوانح نگاریوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ ایک نجی محفل میں اپنے روحانی تجربات بیان فرما رہے تھے کہ مہمانوں میں سے ایک ہندو کے دریافت کرنے پر کہ کیا آپ نے کبھی شیطان کو بھی دیکھا ہے، آپ نے اسے اپنا مندرجہ ذیل واقعہ سنایا۔ فرمایا:

”مَیں ایک دفعہ سیالکوٹ کی مسجد میں نماز پڑھ کر نکلا اور بازار کا رُخ کِیا۔ مسجد ایسے موقع پر واقع ہے کہ وہاں سے گلی کے آخری سرے تک نظر پہنچتی ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ آخری سرے سے ایک نہایت خوبصورت عورت اعلیٰ درجہ کی پوشاک میں ملبوس آ رہی ہے۔ اس کے زیوروں کی جھنکار مجھ تک پہنچ رہی تھی۔ میرے دل میں تحریک ہوئی کہ مَیں اسے دیکھوں۔ مگر اسکے ساتھ ہی دل نے کہا کہ مَیں کیوں دیکھوں؟ اس پر محرک نے کہا کہ خدا کی خوبصورت چیزوں کو دیکھنا منع نہیں، صرف بدنظری سے دیکھنا منع ہے۔ میں نے پھر بھی انکار کیا اور کہا، مجھے دیکھنے کی حاجت نہیں۔ جب وہ عورت میرے پاس سے گزرنے لگی تو تحریک کرنے والے نے کہا کہ اب اتنا تو دیکھ لو کہ یہ عورت کون ہے، کس کی لڑکی یا بہن ہے؟ مَیں نے پھر کہا، مَیں کیوں دیکھوں، مجھے کیا ضرورت ہے“

فرماتے ہیں، اب تک محرک سامنے نہیں آیا تھا۔ اب وہ کھل کر سامنے آ گیا۔ اس کا قد لمبا تھا اور سر پر رنگین پگڑی تھی اور جیسے بچہ روتے ہوئے کرتا ہے اس نے اپنی ایک انگلی اپنی آنکھ پر رکھی اور سسکی لیتے ہوئے کہا: ’ہم تو پھر جیتے جی ہی مر گئے‘‘

فرماتے ہیں، مَیں نے کہا، ’مر گئے ہو، تو کھا خصماں نوں!‘۔ اس پر وہ غائب ہو گیا۔

(”اصحاب احمد“، جلد اوّل، حصہ دوم۔ صفحہ ۱۹۱)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مکالمہ جو آپ اور شیطان کے درمیان ہوا یہ اُس قرآنی بیان کی تفسیر ہے

جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان کس کس طریق سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا لیکن خدا کے مخلص بندوں پر اس کا کوئی حربہ کام نہیں کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ. قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ. اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِيْنَ

(سورۃ الحجر: ۴۰ تا ۴۲)

یعنی 'شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ ٹھہرایا ہے، مَیں بھی ان کیلئے دنیا میں گمراہی کو خوبصورت کر کے دکھاؤں گا اور اس طرح انہیں گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف آنے کی یہی سیدھی راہ ہے۔ پس جو میرے بندے ہیں ان پر تجھے کبھی تسلط حاصل نہیں ہوگا، سوائے ان کے جو تیرے پیچھے چل پڑیں۔ یعنی وہ خود گمراہ ہوں'

.........☆.........

تعارف حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی: آپ سیالکوٹ کے ایک عیسائی مشنری سکول میں بطور منشی ملازم تھے۔ اس ملازمت کے دوران آپ سکول کے عیسائی اساتذہ سے اکثر مذہبی مباحثات کرتے رہتے۔ اسی مذہبی بحث کے سلسلے میں ایک بار آپ نے سکول کے عیسائی مینیجر کو کیسے لاجواب بلکہ شرمسار کیا، اس کا ذکر ''درویشان احمدیت'' جلد دوم میں کیا گیا ہے۔

آپ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد بھی اس قدر باقاعدگی سے ادا کرتے تھے کہ آپ کے متعلق سلسلہ کے بلند علمی پایہ رکھنے والے ایک بزرگ حضرت ملک غلام فرید صاحب، ایم۔اے کا بیان ہے کہ 'حضرت منشی صاحب تہجد کی نماز ایسے ہی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے جیسے دوسری پانچ نمازیں۔ موسم کی کوئی حالت، ان کی بیماری حتیٰ کہ کوئی چیز ان کی نماز تہجد میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی تھی'۔

☆ ☆ ☆

ٹھیکیدار غلام رسول صاحبؓ

ٹھیکیدار غلام رسول صاحب ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۶ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو شروع ہی سے ایک درویش صفت صحابی حضرت بابو فضل دین صاحبؓ اوورسیئر کی دامادی کا شرف حاصل ہوگیا اور انہی کے ذریعے آپ کو احمدیت کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ تقویٰ اور طہارت میں تو پہلے ہی ایک بلند مقام رکھتے تھے، احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ پر ولایت کا ایک اور ہی رنگ چڑھا جس کی بدولت آپ کی ساری زندگی معجزات اور خوارق کا ایک حسین مرقع بن گئی۔ پیشہ کے لحاظ سے آپ اوورسیئر تھے۔ مگر ایک لمبا عرصہ بہاولپور میں رہ کر ٹھیکیداری کا کام کرتے رہے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ ربوہ میں آ کر آباد ہو گئے جہاں آپ نے اینٹوں کا بھٹہ تعمیر کیا۔ آپ کا بھٹہ ان دو ابتدائی بھٹوں میں سے ایک ہے جن کی تیار کردہ اینٹوں سے اس نئے مرکز احمدیت کی اکثر عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

ذیل میں موضوع زیر بحث کے متعلق آپ کو ملنے والی دو آسمانی خبروں کی دلچسپ تفصیل درج کی جارہی ہے۔

پہلا واقعہ

’’.....ابھی مجھ پر بارش بھی ہوگی‘‘

آپ کی ایک کثیر المناظر رؤیاء جو من وعن پوری ہوئی

سب سے پہلے آپ کی ایک ایسی کثیر المناظر رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں دکھائے جانے والے جملہ مناظر حیرت انگیز طور پر بعینہٖ اسی ترتیب اور انہی تفاصیل کے ساتھ عالم وجود میں حقیقت بنتے چلے گئے، جیسا کہ آپ نے دیکھے تھے۔ فرماتے ہیں، میں قادیان میں تھا کہ گورداسپور کے میاں علی محمد صاحب انجینئر ریٹائرڈ جن کے میرے ساتھ تعلقات بہاولپور میں قائم ہوئے تھے، نے مجھے قادیان سے بلوا کر ایک انجینئر کے نام چٹھی دی اور رامپور (یو۔ پی) جانے کیلئے کہا۔ فرماتے ہیں، جب میں وہ چٹھی لے آیا اور رامپور جانے کی تیاری کر رہا تھا تو اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ

’’میں سفر کر رہا ہوں اور پیدل چل رہا ہوں۔ ریلوے لائن کئی جگہ سے ٹوٹی ہوئی ہے۔

دریا کا پل بھی ٹوٹا پڑا ہے۔اسی طرح ایک ریلوے سٹیشن کو دیکھا کہ وہ پانی کے اندر غرق ہو چکا ہے۔ایک ریل کا انجن بھی دیکھا جو الٹا پڑا تھا اور بے شمار لوگ پیدل چل رہے تھے۔یہ بھی دیکھا کہ جھاڑیوں میں مردے پھنسے پڑے ہیں اور پرندے ان کے اوپر چکر لگا رہے ہیں''

پھر خواب کے اندر ہی آپ رامپور پہنچ جاتے ہیں۔وہاں سے آپ کو مناظر کا ایک نیا رخ نظر آتا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''رامپور شہر میں پہنچ کر میں ایک سرائے میں جاتا ہوں اور وہاں رات قیام کرتا ہوں۔پھر یہ دیکھتا ہوں کہ وہاں سرائے میں میرا ایک پولیس افسر سے جھگڑا ہو گیا ہے اور وہ مجھے پکڑ کر کوتوالی میں لے گیا ہے۔وہاں سے پھر اس نے مجھے سرائے میں پہنچا دیا ہے۔میں اس سرائے میں کوئی ڈیڑھ ہفتہ رہا ہوں۔اسکے بعد مجھے کسی اَور شہر میں جانا پڑا ہے جہاں پہنچ کر میں بیمار ہو گیا ہوں۔پھر میرے علاج کیلئے ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا ہے اور اس کے بعد مجھ پر بارش ہوئی ہے''

اب یہ رؤیاء کیونکر چند دنوں کے اندر ہی حقیقت بن کر آپ کے سامنے آگئی،اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا اور میں نے اپنی یہ خواب اپنے خسر بابو فضل الدین صاحب اوورسیئر کو سنائی تو اس سے اگلے روز پتہ چلا کہ سہارنپور کے علاقہ میں بہت بڑا سیلاب آیا ہے جس کی وجہ سے آمدورفت کے جملہ وسائل معطل ہو گئے ہیں۔اور چونکہ سہارنپور سے ہی گذر کر آپ نے رامپور جانا تھا آپ نے اپنے خسر صاحب سے سفر کے بارے میں مشورہ لیا۔انہوں نے فرمایا،سرکاری کام نہیں رکتے۔آپ چلے جائیں،اُس وقت تک ریلوے لائن بھی درست ہوگئی ہوگی۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''جب میں قادیان سے روانہ ہوا تو بٹالہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ صرف امرتسر تک کا ٹکٹ ملتا ہے،آگے کا نہیں مل رہا۔مَیں ٹکٹ لے کر امرتسر پہنچ گیا۔امرتسر سے آگے انبالہ تک کا تو ٹکٹ مل گیا مگر انبالہ جا کر دیکھا تو وہاں بیشمار مخلوقات پڑی ہوئی تھی۔آگے نہ کوئی گاڑی جا رہی تھی،نہ سواری۔پھر انبالہ سے صرف دو سٹیشن آگے جانے کا ٹکٹ ملا۔وہاں سے سہارنپور تک مجھے پیدل جانا پڑا۔اسی راستے میں مَیں نے دریا کا پل ٹوٹا ہوا دیکھا۔

ریلوے لائنیں بھی ٹوٹی ہوئی دیکھیں۔ جھاڑیوں میں بیشمار مردے پھنسے ہوئے تھے“

گویا یہ سب کچھ اس آسمانی خبر کے مطابق ہورہا تھا جس کا تصویری نقشہ آپ بذیعہ خواب پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔آگے فرماتے ہیں:

”سہارنپور سے آگے تین یا چار سٹیشنوں کا ٹکٹ ملا۔وہاں پہنچ کر پھر مجھے پیدل چلنا پڑا۔ اس کے بعد دریا آ گیا۔اس دریا کو جب پار کیا تو ایک اَور سٹیشن پر ایک انجن الٹا پڑا ہوا تھا۔سٹیشن بھی پانی میں غرق تھا۔اس کے بعد میں رامپور پہنچ گیا“

یہ منظر بھی بعینہٖ وہی تھا جو آپ اپنی خواب میں دیکھ چکے تھے۔آگے جو دیکھا تو وہ بھی آپ کی خواب کی تعبیر کے عین مطابق تھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

”رامپور شہر کا پھر وہی نقشہ تھا جیسا میں نے خواب میں دیکھا تھا۔میں وہاں رات ٹھیرنے کیلئے ایک سرائے میں گیا۔رات دس بجے ایک پولیس مین آ گیا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔میں نے کہا کہ میں قادیان سے آیا ہوں اور ایک انجینئر سے ملنا ہے۔جونہی میں نے قادیان کا نام لیا وہ پولیس مین آگ بگولا ہو گیا اور مجھے سخت سخت باتیں کہنے لگ گیا۔میں بھی اسی طرح ترکی بہ ترکی جواب دیتا گیا۔اس پر وہ مجھے پکڑ کر تھانے لے گیا اور کہنے لگا کہ یہ مرزائی ہے اور تبلیغ کر رہا تھا۔تھانیدار نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے جواب دیا کہ صاحب، میں مسافر ہوں۔آپ کے سپاہی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔میں نے قادیان کا نام لیا تو یہ سنتے ہی خفا ہو گئے اور مجھے آپ کے پاس لے آئے ہیں۔تھانیدار نے کہا جس انجینئر کے پاس آپ نے جانا ہے ہم آپ کو بحفاظت وہاں پہنچا دیتے ہیں۔میں نے کہا میں خود ہی ان کے پاس چلا جاؤں گا۔آپکی امداد اور حفاظت کا شکریہ“

آگے فرماتے ہیں:

”صبح ہونے پر میں اس انجینئر کی کوٹھی پر گیا اور یہ تمام واقعہ اسے سنایا۔اس نے کہا، آپ میری کوٹھی پر ہی آ جائیں اور سرائے میں نہ ٹھہریں۔میں نے کہا، جناب بات یہ ہے کہ جب تک میں کام پر نہیں لگتا مَیں سرائے ہی میں ٹھہرنا پسند کرونگا۔چنانچہ سرائے میں مَیں

چودہ (۱۴) دن ٹھہرا اور اس عرصہ میں خوب تبلیغ کرتا رہا‘‘

چودہ دن کے بعد اس انجینئر نے ایک دوسرے انجینئر کے نام بریلی جانے کیلئے آپکو چٹھی لکھ دی۔ وہ چٹھی لے کر آپ بریلی پہنچ گئے اور وہاں (ایک احمدی دوست) حاجی عبدالجبار صاحب کے ہاں ٹھیرے۔ یہاں وہ انذاری خبر بھی پوری ہوگئی جس کا نقشہ آپ اپنی خواب کے اندر دیکھ چکے تھے۔ یعنی آپ بیمار ہوگئے اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ میڈیکل آفیسر جو آپکا علاج کر رہا تھا (اس کا نام ڈاکٹر محمد عمر تھا) بہت مایوس ہوگیا۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں۔ میں تندرست ہو جاؤں گا اور اسکے بعد مجھ پر بارش بھی ہوگی۔ پھر میں نے انہیں اپنی خواب بتائی اور کہا کہ اس میں دیکھے ہوئے جملہ مناظر عین خواب کے مطابق پورے ہو رہے ہیں۔ اسکے بعد آپ بالکل تندرست ہوکر محکمہ انہار میں اوورسیئر کے عہدے پر مامور ہوگئے۔

☆ ☆ ☆

دوسرا واقعہ

حضرت صاحبزادہ میاں ناصر احمد صاحب (بعدہٗ خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کے ارفع مقام کے بارے میں ملنے والی آسمانی اطلاع

اوپر بیان کردہ تعارفی نوٹ میں بتایا گیا ہے کہ ٹھیکیدار غلام رسول صاحب اپنی آخری عمر میں ربوہ میں آکر آباد ہوگئے تھے اور وہاں اینٹوں کا بھٹہ تعمیر کیا۔ انہی ایام کا واقعہ ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:

’’۱۹۵۱/۵۲ء کی بات ہے۔ تعلیم الاسلام کالج کی عمارت تعمیر ہو رہی تھی۔ دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور دیگر کاروبار شروع ہو چکے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (جو کالج کے پرنسپل تھے۔ ناقل) نے دو تین آدمی بھٹے پر بھیج دئے کہ زبردستی اینٹ لائی جائے اور کسی دوسری طرف نہ جانے دی جائے۔ چنانچہ ان آدمیوں نے پہنچ کر لدے ہوئے جانور کالج کی زیر تعمیر عمارت کی طرف زبردستی بھیجنے شروع کر دئے‘‘

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ برصغیر کی پارٹیشن کے بعد تعلیم الاسلام کالج قادیان بھی اپنی شاندار

عمارت کو چھوڑ کر لاہور آچکا تھا۔ لاہور میں پہلے تو اسے کینال پارک میں نہر کے کنارے ایک چھوٹی سی متروکہ عمارت ملی اور اسی میں کالج شروع کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد کالج کو ڈی۔ اے۔ وی کالج کی متروکہ عمارت مل گئی۔ اس عمارت میں دیواروں اور چھتوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ لوگ دروازوں کی چوکھٹوں تک کو اکھیڑ کر لے گئے تھے۔ تاہم جب یہ عمارت زر کثیر خرچ کر کے کالج کے شایان شان بنادی گئی تو حکومت نے حکم دیا کہ یہ عمارت اسلامیہ کالج لاہور کو دی جارہی ہے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حکم دیا کہ فوری طور پر ربوہ میں عمارت تعمیر کر کے وہاں کالج کو منتقل کر دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ مرکز احمدیت میں ترجیحی بنیادوں پر کالج کی عمارت تعمیر ہونی شروع ہوگئی۔ حضرت پرنسپل صاحب بذات خود تعمیر کی نگرانی فرما رہے تھے۔ چنانچہ ٹھیکیدار صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''مَیں چونکہ ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اس لئے مَیں نہایت غم وغصہ کی حالت میں بھٹہ پر جو کمرہ بنایا ہوا تھا اس کے اندر چلا گیا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اونگھ آگئی۔ اس اونگھ میں مَیں کیا نظارہ دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک مکان کے اردگرد چاروں طرف مکانات بنے ہوئے ہیں۔ درمیان میں صحن خالی ہے اور وہاں پر ایک چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اسکے اوپر دو کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کھڑے ہوئے ہیں، لیکچر دیا ہے اور اس چبوترے پر آبیٹھے ہیں اور لوگ آپ سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد (حضرت) میاں ناصر احمد صاحب اس کرسی پر بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے بھی لیکچر دیا ہے اور اسی چبوترے پر آبیٹھے ہیں۔ پھر آپ سے بھی لوگوں نے اُسی طرح مصافحہ کیا ہے''

فرماتے ہیں، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور غم وغصہ کی حالت جاتی رہی۔ اسکے کئی سال بعد بعینہ اسی طرح ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تقریر فرمائی اور چبوترے پر آکر بیٹھ گئے اور لوگوں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اسکے بعد حضرت میاں ناصر احمد صاحب نے تقریر کی اور پھر آپ بھی وہیں آبیٹھے اور لوگوں نے آپ سے بھی مصافحہ کیا۔ اس کے بعد سے میرے دل میں حضرت میاں ناصر احمد صاحب کا بہت احترام رہنے لگ گیا۔

(مکتوب نمبر ۷۷۔ مورخہ ۹۔۳۔۱۴)

باب دوم
دیگر مخلصین جماعت کو ملنے والی اخبار سماویہ

صحابہ کرام اور السابقون الاوّلون کا شرف پانے والے اصحاب کے ذکر کے بعد اب ان مخلصین جماعت کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے اپنے رنگ میں تقرب الی اللہ کا شرف پا کر عنایات الٰہیہ کے مورد بنتے رہے اور اس طرح ایک عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی پر گواہ بنتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والوں کیلئے بہت ہی قابل تقلید نمونے چھوڑ گئے۔

چودھری محمد حسین صاحب

آپ ۲ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم کے دوران احمدیت قبول کی۔ آپ وہ بزرگ ہستی ہیں جنہیں عالمی شہرت پانے والے اور سائنس کے میدان میں علم کی بلندیوں تک رسائی حاصل کرنے والے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہے[۱]۔ پیشتر اس کے کہ آپ کو اپنے خدا کی طرف سے ملنے والی آسمانی اخبار کا ذکر کیا جائے، آپ کو آپ کے سوانح نگار (شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی) کی طرف سے ملنے والے خراج تحسین کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

'مجھے ان کو ان کے وطن میں کئی سال تک متواتر بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور مَیں نے انہیں ہمیشہ خلیق و ملنسار، شفیق و غمگسار اور خلوص و الفت اور امانت و دیانت کا

---

[۱] ڈاکٹر عبد السلام وہ پہلے مسلمان سائنسدان ہیں جنہیں ۱۹۷۹ء میں علم طبیعات میں ایک خاص قسم کی علمی دریافت کرنے پر عالمی نوعیت کے انعام (نوبل پرائز) کا حقدار قرار دیا گیا۔ انہیں حاصل ہونے والی علمی رفعتوں کے بارے میں ان کے بزرگ باپ کو ملنے والی آسمانی بشارات اور یہ کہ وہ کس کس رنگ میں ان کے اس ہونہار اور لائق صد افتخار بیٹے کے وجود میں پوری ہوئیں، ان کا ذکر اگلے صفحات میں آرہا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ نوبیل انعام پانے والے پہلے مسلمان سائنسدان ہیں۔

پیکر پایا۔ ان کی باتوں میں شیرینی اور ان کے کلام میں مٹھاس تھی۔ ان کی جبلّت میں خاکساری اور فروتنی اور ان کے دل میں ہر ایک لئے ہمدردی اور نرمی کے جذبات تھے۔ وہ نہایت پابندی سے احکام شریعہ کو بجالانے والے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادات ادا کرنے والے تھے‘

(خلاصہ بیان ’’سوانح محمد حسین‘‘۔صفحہ۷)

اب جس شخص کے اخلاقِ حسنہ اور اوصافِ حمیدہ کا یہ حال ہو، وہ بھلا خدا کے مامور سے کس طرح جدا رہ سکتا تھا۔ آئیں، پہلے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ کس طرح اس کے مامور کی غلامی میں آیا اور پھر کس کس رنگ میں وہ اپنے قادر مطلق اور ذرّہ نواز خدا کی نوازشات اور عنایات کا مورد بنتا رہا۔

پہلی رؤیاء

’’یہ وہ بزرگ ہیں جن کی آپ تلاش میں ہیں‘‘

چودھری محمد حسین صاحب کا قبول احمدیت

آپ کے سوانح نگار کے مطابق آپ کے احمدیت قبول کرنے کا موجب ایک مخالفِ احمدیت کا معاندانہ رویہ تھا۔ اس کی دلچسپ روئیداد یوں ہے کہ زمانہ طالب علمی کے دوران جب آپ اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے تھے تو فرماتے ہیں:

’’مَیں کالج بلڈنگ کے اوپر ایک ڈارمیٹری (ایک بڑا کمرہ جس میں طلبہ کی اکٹھی رہائش ہوتی ہے۔ناقل) میں رہتا تھا۔ ہم آٹھ طلبا تھے کہ ایک روز میاں پیر بخش پٹرنگ جو بھاٹی دروازہ لاہور کے رہنے والے ایک ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر تھے، اپنے تبلیغی دورے پر ہمارے پاس آئے اور آکر کہا کہ مَیں نے مرزائیوں کے خلاف ایک انجمن بنائی ہے جس کا نام ’انجمن تائید اسلام‘ ہے۔ آپ اس کے ممبر بن جائیں۔ اس کا ماہوار چندہ چار آنے ہے۔ ہم مرزا صاحب کا پاکھنڈ توڑ کر رکھ دیں گے‘‘

اب جسے خدا خود ہدایت دینا چاہے اسے کون روک سکتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے میاں

صاحب کو کہا کہ یہ بتائیں، اگر مرزا صاحب سچے ہوئے تو پھر ہم کدھر جائیں گے۔ میاں صاحب کہنے لگے، وہ سچے ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر میں نے کہا کہ دیکھو، اگر کسی نابکار شخص سے بھی ریلوے سٹیشن لاہور کا راستہ دریافت کیا جائے تو وہ بھی غلط نہ بتائے گا تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے رحیم و کریم خدا سے سیدھا راستہ طلب کریں اور وہ نہ بتائے؟

آپ کی معقولیت اور خدا ترسی پر مبنی اس گفتگو کا اُس مخالف احمدیت سے تو کوئی جواب بن نہ پڑا البتہ خود آپ کے حق میں اس کا یہ اثر نمودار ہوا کہ فرماتے ہیں:

''میں نے اسی دن سے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کا ورد شروع کر دیا۔ اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے میرا یہی ورد رہنے لگ گیا۔ اور یہ ورد مَیں نے پورے چالیس روز تک کیا۔ چالیسویں روز مَیں نے خواب میں دیکھا کہ 'جھنگ شہر میں ہمارے پرانے مکان میں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ عمویم حاجی اللہ داد خان انسپکٹر پولیس سامنے کھڑے ہیں اور مجھے بتاتے ہیں کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ چنانچہ مَیں نے ان بزرگ کی معیت میں کھانا کھایا۔ اسکے بعد وہ مگھیانہ کی طرف چل پڑے۔ جس راستہ سے وہ گئے ہیں وہ بعد میں وہاں تعمیر ہونے والی مسجد احمدیہ جھنگ سے گزرتا ہوا چوک کو جاتا تھا۔ ساتھ ہی مجھے اشارہ ہوا کہ یہ قادیان والے بزرگ ہیں' (خلاصہ)

فرماتے ہیں، اس کے بعد مَیں موقع پا کر قادیان چلا گیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام تو اُس وقت تک وفات پا چکے تھے اور آپ کی نیابت اور جانشینی میں حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب ''خلیفۃ المسیح'' کے لقب سے جماعت کے روحانی سربراہ مقرر ہو چکے تھے۔ اب آپ کو خواب میں ملنے والی یہ آسمانی خبر جس طرح حقیقت بنی، وہ ایک دلچسپ واقعہ اور عالم الغیب خدا کی معجزانہ قدرت کا ایک زندہ نشان ہے جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''سہ پہر کے وقت وہاں پہنچا۔ مجھے بتایا گیا کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول اپنے مطب میں تشریف لانے والے ہیں۔ چنانچہ مَیں بھی اس مکان کے اندر چلا گیا جہاں قریباً تیس (۳۰) اور دوست بھی آپ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ مجھے آخری جگہ پر بیٹھنے کا موقع ملا۔ مگر عجیب بات یہ ہوئی کہ جب حضور اندر سے مطب میں

تشریف لائے (آپ کو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور مرزا خدا بخش صاحبؓ نے سہارا دیا ہوا تھا) تو سیدھے میری طرف تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا، کیا آپ آ گئے ہیں؟ یہ بات آپ نے اس انداز میں کی جیسے آپ مجھے پہلے سے ہی جانتے ہوں۔ اِدھر خود مَیں نے بھی پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو خواب میں مجھے ملے تھے اور جن کی معیت میں مَیں نے کھانا کھایا تھا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا، 'کیا آپ بیعت کرنا چاہتے ہیں'؟ مَیں خاموش رہا۔ اس پر آپ خود ہی فرمانے لگے، 'اچھا میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھو اور جو مَیں کہتا جاؤں، تم بھی کہتے جاؤ۔ جس وقت کوئی لفظ طبیعت کے موافق نہ ہو تو ہاتھ اٹھالینا' ''

آپ فرماتے ہیں، اُس وقت سب حاضرین بھی میرے ساتھ بیعت کے الفاظ دہرانے میں شامل ہو گئے۔ اور یوں میری بیعت ختم ہوئی۔ فرماتے ہیں، جب میں نے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جلدی ملنا۔ جب میں لاہور آ گیا تو میرے دوستوں کی طرف سے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ مَیں بھی سب کچھ سچ سچ بتا تا رہا۔ آخر یہی مخالفین مجھے احمدیت پر مضبوطی کے ساتھ قائم کرنے کا موجب بن گئے۔ اس کے اٹھارہ روز بعد حضور خلیفۃ المسیح الاول وفات پا گئے۔

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

''ہاتھ لگانے سے دیوار میں دروازہ بن گیا''

مشکلات آنے اور دعاؤں سے ان کے رفع ہونے کے بارے میں

اوپر بتایا گیا ہے کہ چودھری محمد حسین صاحب وہ بزرگ ہستی ہیں جنہیں نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اب ذیل میں آپ کی ایک اَور رؤیاء کا ذکر کِیا جاتا ہے جس میں آپ کو ایک لطیف پیرائے میں آپ کے اس فرزند کے عظیم مستقبل کا نقشہ دکھایا گیا، جس میں تمثیلی رنگ میں آپ کو یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے حصول میں اسے کسی قدر دشواریوں کا

سامنا کرنا پڑے گا۔لطیف اشارات اور کنایات میں لپٹی ہوئی یہ رؤیاء آپ کو اُس وقت دکھائی گئی جب عزیز کے میٹرک کے امتحان کا نتیجہ نکلنے والا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں مسجد میاں الہ داد (جھنگ شہر) کے ساتھ والی سڑک پر جا رہا ہوں۔ میرا منہ جانب شرق ہے۔ایک بَیل زرد رنگ کا میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس کے سینگ کافی لمبے ہیں۔مَیں بھاگ رہا ہوں۔سڑک کے دونوں طرف پختہ دیواریں ہیں اور میرے لئے اِدھر اُدھر نکلنے کا رستہ نہیں۔سامنے دیکھا تو سڑک ایک دیوار سے بند تھی۔ گویا آگے بھی نہیں جا سکتا تھا۔ادھر بیل بھی پہنچ گیا۔مَیں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دیوار کو ہاتھ لگایا تو دیکھا کہ میرے لئے ایک چھوٹا سا دروازہ کھل گیا ہے۔مَیں پھلانگ کر باہر نکل جاتا ہوں اور بیل کا خطرہ نہیں رہا۔مَیں پھر تیز بھاگتا ہوں۔اتنے میں اہل حدیث کی مسجد کی لائبریری آجاتی ہے اور مَیں اس میں داخل ہو جاتا ہوں۔ وہاں شیخ محمد حسین لائبریرین کو دیکھتا ہوں۔وہ مجھے تھکا ہوا دیکھ کر ایک لبالب شربت کا پیالہ پیش کرتے ہیں جو مَیں پی لیتا ہوں۔مَیں نے اسے بہت لطیف پایا۔مجھے اس کی لذت اب بھی یاد آرہی ہے۔مَیں نے پوچھا کہ یہ شربت کس چیز کا ہے تو شیخ صاحب نے ایک شاخ نیم کے درخت کی دکھائی جس پر پتے، پھول اور پھل لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس میں لذت بھی ہے اور مٹھاس کے بد اثرات سے بچنے کیلئے کڑواہٹ بھی ہے۔مَیں بہت خوش ہوتا ہوں اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں''

فرماتے ہیں، چند دن بعد جب عزیز کا میٹرک کا نتیجہ نکلا تو اس خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی۔وہ نہ صرف صوبہ بھر میں اوّل آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ریکارڈ مات کرنے کی بھی توفیق بخشی۔فرماتے ہیں، اُس وقت معلوم ہوا کہ وہ پیالہ آسمان سے نازل ہونے والا وہ علم تھا جو میرے لختِ جگر کے لئے مقدر تھا اور اس میں موجود لذت کا یہ مطلب تھا کہ اس علم کی بدولت اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔الحمدللہ۔ اس کے بعد عزیز عبد السلام ہر امتحان میں نہ صرف اوّل آتا رہا بلکہ پہلے سارے ریکارڈ مات کرتا رہا۔ مثلاً جھنگ کالج سے ایف۔اے کے امتحان میں ۶۵۰ میں سے ۵۵۵ نمبر لے کر صوبہ بھر میں اوّل آیا۔ اس کے دو سال بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کے امتحان میں ۵۰۰ میں سے ۴۵۱ نمبر لے کر نہ

صرف صوبہ بھر میں اول آیا بلکہ نیا ریکارڈ قائم کیا۔ پھر اس کے دو سال بعد ایم۔ اے، ریاضی میں ۶۰۰ میں سے ۵۷۳ نمبر حاصل کر کے صوبہ بھر میں اول آیا۔ (خلاصہ)

یہاں ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ علم تعبیر الرؤیا میں کبھی بیٹے کے بارے میں ملنے والی اخبار باپ پر صادق آتی ہیں تو کبھی باپ کے بارے میں اخبار بیٹے یا کسی اور قریبی عزیز کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ جیسے مثلاً حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک مرید مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جب ڈاکٹری کا آخری امتحان دیا اور آپ اس کی کامیابی کیلئے دعا کر رہے تھے تو آپ کو الہام ہوا، 'تم پاس ہو گئے ہو'۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ مخلصوں کیلئے جو یگانگت کی حد تک پہنچتے ہیں ایسے فقرے آجاتے ہیں'۔ چنانچہ خواب مذکورہ بالا میں بھی چودھری صاحب موصوف نے جو نظارہ دیکھا وہ آپ کے فرزند، عبدالسلام، پر صادق آیا۔ مزید یہ بتانا بھی قارئین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ رؤیا محولہ بالا میں آپ (چودھری صاحب موصوف) لذیذ شربت پینے سے قبل جن مختلف کیفیات میں سے گذرے تو اس عاجز کی رائے میں یہ آپ کے لائق اور ہونہار بیٹے کے حصول علم کی راہ میں آنے والی مشکلات کا ایک تصویری خاکہ تھا جو آپ کو دکھایا گیا۔ مثلاً خطرناک سینگوں والے بیل کا آپ کے پیچھے پڑنا اور آپ کا اس کے ضرر سے بچنے کیلئے دوڑ پڑنا، یہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ عزیز عبدالسلام کو تعلیم کے دوران بعض خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر جس راستے پر آپ دوڑتے جا رہے تھے اس کے دونوں طرف پختہ دیوار کا ہونا اور سامنے پھر دیوار کا آجانا اور اس میں آپ کے ہاتھ لگانے سے دروازہ بن جانے کا یہ مطلب تھا کہ آپ کے عزیز بیٹے کی راہ میں کچھ روکیں بھی پیدا ہونگی مگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے اور آپکی دعاؤں کی برکت سے دور فرما دے گا۔ گویا آپ کو اپنے اس عزیز بیٹے کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کا سارا اجمالی نقشہ پہلے ہی دکھا دیا گیا تا کہ ایک تو آپ کا اپنے زندہ خدا پر یقین اور بھی مضبوط ہو، دوسرے آپ کو دعاؤں کی توفیق ملتی رہے۔

اب یہ سب کچھ عملی رنگ میں یوں ظہور پذیر ہوا کہ کالج کی تعلیم کے زمانے میں کئی بار ایسا ہوا کہ ہندو غیر مسلم طلبہ نے آپ کی غیر معمولی قابلیت کو دیکھ کر آپ کو مختلف حیلوں، بہانوں سے بہکانے کی کوششیں کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے نیز آپ کے بزرگ باپ کی دعاؤں کے طفیل ان کا کوئی حیلہ کامیاب نہ ہوا۔

جہاں تک ان روکوں اور مشکلات کا تعلق ہے جو آپ کے اس ہونہار بیٹے کی تعلیم کی راہ میں پیدا

ہوئیں اور پھر دُور ہوتی گئیں تو جس طریق پر وہ پیدا ہوئیں اور پھر دُور ہوتی چلی گئیں، اس کے دیکھنے سے جہاں زندہ خدا کی ہستی پر ایک نمایاں شہادت قائم ہوتی ہے وہاں وہ خدا کے اپنے اس بندہ سے زندہ تعلق کا بھی آئینہ دار ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کالج کی تعلیم کے دوران تو عزیز عبدالسلام اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہو کر نہ صرف یونیورسٹی بھر میں اوّل آتا رہا بلکہ پچھلے تمام ریکارڈ مات کر کے نئے ریکارڈ قائم کرتا چلا گیا اور اس طرح پر ہر مرحلہ پر وظیفہ کا حقدار ہونے کی وجہ سے آپ کے والدین پر کسی قسم کا مالی بوجھ نہ پڑا۔ لیکن پنجاب یونیورسٹی سے ریاضی میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جب اس کے بیرون ملک جا کر اعلیٰ تعلیم کے حصول کا سوال پیدا ہوا تو ظاہر ہے اس کیلئے اچھا خاصا سرمایہ درکار تھا۔ اِدھر اس کے والدین ایک معمولی زمیندار ہونے کی حیثیت سے اس کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ آپ کے والدین کی یہی کم مائیگی آپ کیلئے سرمایہ کی فراہمی کا موجب بن گئی۔ ہوا یہ کہ پنجاب کے ایک رئیس، ملک خضر حیات خان ٹوانہ، نے جنگ عظیم دوم میں سرکارِ انگریزی کی امداد کیلئے پندرہ (۱۵) لاکھ روپیہ اکٹھا کِیا تھا۔ جنگ ۱۹۴۵ء میں بند ہوگئی اور وہ اپنی اس خدمت کے عوض پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ بنا دئے گئے۔ اب انہوں نے اس جمع شدہ رقم کا یوں مصرف تلاش کِیا کہ انہوں نے اعلان کِیا کہ اِس رقم سے پنجاب کے ایسے چھوٹے زمینداروں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کیلئے وظائف دئے جائیں گے جو ۲۵ روپے سے کم مالیہ (لگان) ادا کرتے ہوں۔ چودھری صاحب موصوف نے جھٹ دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ اپنے بارے میں یہ شہادت مہیا کردی۔ چنانچہ عزیز عبدالسلام کو ایم۔اے کیمبرج کرنے کیلئے اس فنڈ سے ۵۵۰ روپے ماہوار کے حساب سے تین سال تک کیلئے وظیفہ کا حقدار قرار دے دیا گیا۔

اب عزیز کی قابلیت ملاحظہ ہو کہ اس نے ریاضی میں کیمبرج یونیورسٹی کا یہ تین سالہ کورس دو سال میں مکمل کرلیا۔ اس کے بعد جب اس نے وطن واپس آنا چاہا جس صورت میں ایک سال کے باقی ماندہ وظیفہ سے دستبرداری لازمی تھی تو حضرت امام جماعت احمدیہ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے بڑی سختی سے انہیں یہ پیغام بھجوایا کہ ابھی واپس نہیں آنا بلکہ انگلستان میں ہی رہ کر اپنے اس بقیہ وظیفہ کی رقم سے استفادہ کرو۔ چنانچہ درویش باپ کے اس فرمانبردار بیٹے نے کچھ سوچ کر علم طبیعات کے تین سالہ کورس میں داخلہ لے لیا۔ اب طبیعات کا مضمون ایک تو آپ کیلئے بالکل نیا تھا یعنی آپ نے صرف انٹرمیڈیٹ تک طبیعات پڑھی تھی۔ دوسرے، وظیفہ صرف ایک سال کا باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد

بزرگوار اور اپنے روحانی آقا اور امام (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کی خدمت میں بغرض دعا یہ لکھا کہ میں یہ کورس ایک سال میں مکمل کرنا چاہتا ہوں، دعا کریں کہ مَیں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں۔ انہی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ آپ نے یہ ٹرائی پوز کورس (بی۔اے آنرز۔ اِن۔فزکس) بھی اس قدر مختصر عرصہ میں امتیازی شان سے پاس کرلیا۔ اور جب آپ اپنے وطن واپس لوٹے تو آتے ہی گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر کے طور پر تعینات کر دئے گئے۔

اس کے بعد یہ ہونہار فرزندِ احمدیت اپنے پیارے امام کی، اپنے بزرگوار والد کی اور خود اپنی دعاؤں کے طفیل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق کہ

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانات کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے'

ترقیات کی منازل طے کرتا ہوا علم کی کیسی کیسی رفعتوں تک جا پہنچا کہ دنیا حیران رہ گئی، اس کا تفصیلی بیان اگلی آسمانی اخبار کے تحت آرہا ہے۔

☆ ☆ ☆

تیسری آسمانی خبر

''وہ بڑی تیزی سے درخت پر چڑھتا جارہا ہے''

بیٹے کے علمی منازل طے کرنے کے بارے میں

اب چودھری صاحب موصوف کی دو اَور رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ کو ایک اَور رنگ میں اپنے اس ہونہار بیٹے کے بارے میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک عظیم الشان مستقبل سے نوازنے والا ہے۔ تصویری زبان میں ملنے والی ان دونوں خوشخبریوں کے راوی جھنگ شہر کے ایک مخلص احمدی دوست میاں ناصر علی صاحب ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''عبد السلام ابھی بچہ ہی تھا کہ ایک روز بھائی صاحب (مراد چودھری صاحب موصوف۔ ناقل) غریب خانہ پر تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا، ایک پُر لطف خواب سنیئے۔ پھر

اپنی خواب بیان کی کہ رؤیاء میں مخدومنا جناب چودھری محمد ظفراللہ خان صاحب کو دیکھا کہ ایک دلفریب بیش قیمت خلعت کو نہایت چمکدار اور خوشنما نقرئی بٹن لگا رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبدالسلام کے لئے یہ خلعت تیار کیا جارہا ہے''

دوسری رؤیاء میں پہلے سے بھی زیادہ واضح طور پر آپ کو اپنے اس لخت جگر کے عظیم مستقبل کے بارے میں آپ کو خبر دی گئی۔ یعنی اس میں آپ کو بتایا گیا کہ آپ کا یہ لخت جگر ترقیات کی منزلیں اس تیزی سے طے کرے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ چنانچہ راوی موصوف بیان فرماتے ہیں:

''انہی ایام میں ایک روز چودھری صاحب جھنگ صدر میں اس عاجز سے ملنے تشریف لائے۔ اُس وقت مَیں اپنے ایک عزیز کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اَور بھی کئی دوست وہاں موجود تھے۔ بھائی صاحب وہیں ہمارے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے اپنی روحانی باتوں سے مجلس کو ذکر الٰہی کی مجلس بنا دیا۔ پھر اپنا ایک تازہ رؤیاء سنایا۔ فرمایا کہ رؤیاء میں ایک نہایت بلند درخت دکھایا گیا جس کی شاخیں فضا میں نہایت ارفع چلی گئی ہیں۔ عزیز عبدالسلام اس درخت پر چڑھ رہا ہے اور بڑی پھرتی سے چڑھتا جا رہا ہے۔ فرمایا، یہ دیکھ کر مَیں ڈرا کہ معصوم بچہ، گر نہ جائے اور اسے زور زور سے آوازیں دینے لگا کہ سلام! اب بس کرو اور نیچے اُتر آؤ۔ بچہ میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہتا ہے، ابا جان، فکر نہ کریں۔ یہ کہتے ہوئے وہ پھر اوپر ہی اوپر چڑھتا گیا اور اتنی بلندی پر چلا گیا کہ گویا نظروں سے اوجھل ہو گیا''

جس غیر معمولی سرعت کے ساتھ اور جس امتیازی شان کو برقرار رکھتے ہوئے جھنگ کے اِس درویش صفت احمدی کے بیٹے نے علمی میدان میں ترقیات پر ترقیات حاصل کیں، اس کا کسی قدر ابتدائی خاکہ گذشتہ رؤیاء میں پیش کیا جا چکا ہے۔ یہاں آپ کو حاصل ہونے والی مزید علمی رفعتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے تا کہ آپ کے بزرگ والد کو آپ کی علمی ترقیات کے بارے میں دکھائے جانے والے مناظر کی مکمل تعبیر سامنے آجائے۔

پچھلی رؤیاء کے تحت بتایا گیا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کیمبرج یونیورسٹی کا 'بی۔اے، آنرز۔اِن۔فزکس' کا تین سالہ کورس ایک ہی سال میں مکمل کر لینے کے بعد اپنے وطن پاکستان میں تشریف

لے گئے اور گورنمنٹ کالج میں بطور پروفیسر ریاضی تعینات کر دئے گئے۔ ابھی آپ نے اس حیثیت سے چند سال ہی کام کیا تھا کہ آپ کے دل میں فزکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اسکے لئے جب آپ نے اسی (سابقہ) فنڈ سے وظیفہ دئے جانے کی درخواست دی تو وہاں سے آپ کو مزید دوسال کے لئے ۶۰۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ کی منظوری مل گئی۔ کیمبرج یونیورسٹی کا یہ کورس بھی تین سال کا تھا۔ مگر دوسال پڑھنے کے بعد آپ کا وظیفہ ختم ہو گیا اور آپ واپس پاکستان آنے پر مجبور ہو گئے تاہم یونیورسٹی نے آپ کی غیر معمولی قابلیت کے پیش نظر آپ کو یہ رعایت دے دی کہ آپ تیسرا سال اپنے وطن میں جا کر مکمل کر لیں۔ اسی دوران آپنے اپنا تحقیقی مقالہ (Thesis) تیار کر کے کیمبرج بھیجا جس پر آپ کو اپنے ملک میں بیٹھے بٹھائے انگلستان کی اس مشہور زمانہ یونیورسٹی کی طرف سے فزکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کر دی گئی۔

آگے کیا ہوا، یہ بھی ایک عجیب تصرف الٰہی ہے جس کی بدولت آپ کیلئے ترقی کی مزید راہیں ہموار ہو گئیں اور پھر ایسی کھلیں کہ کھلتی ہی چلی گئیں۔ اس کی مختصر روئیداد یہ ہے کہ آپ پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن میں ہی گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ ریاضی کے 'ہیڈ۔ آف۔ دی۔ ڈیپارٹمنٹ' کے طور پر کام کرنے لگے کہ اس دوران آپ نے حکومت کو مشورہ دیا کہ سائنس کی ایک الگ وزارت قائم کر دی جائے تا کہ تیسری دنیا کے ممالک میں پاکستان کو ایک ممتاز مقام حاصل ہو سکے۔ مگر اس ملک کی بدقسمتی کہ وہ اپنے اس نوخیز اور مایہ ناز سائنسدان کی خداداد علمی صلاحیتوں سے اس کے شایانِ شان استفادہ نہ کر سکا۔ اس پر مستزاد یہ کہ کئی اطراف سے آپ کی مخالفت ہونے لگی جس کے نتیجے میں آپ کا دل ایسا کھٹا ہوا کہ آپ مستعفی ہو کر واپس انگلستان چلے گئے۔

انگلستان پہنچنے پر خدا تعالیٰ نے جس رنگ میں آپ کیلئے ترقیات کے دروازے کھولے اس سے اس عظیم خدا کی عظمتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہوا یہ کہ کیمبرج یونیوسٹی نے آپ کو مختلف کلاسز کی تدریس کیلئے بطور پروفیسر تعینات کر لیا۔ اب ان کلاسوں میں ایک مضمون ایسا تھا جسے دو مختلف پروفیسران پڑھاتے تھے اور طلبہ کو اختیار تھا کہ وہ جس پروفیسر کی کلاس میں چاہیں جا کر بیٹھ جائیں۔ عموماً آدھی کلاس ایک پروفیسر کے پاس اور آدھی دوسرے کے پاس جا کر پڑھتی تھی۔ اب ڈاکٹر سلام صاحب سے پڑھنے والے طلبہ آپ کے مسحور کن اندازِ تدریس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کا دو تہائی آپ کی کلاس میں بیٹھنے لگا۔

دوسرا فضل خداوندی آپ پر یہ ہوا کہ اس تین سالہ دورِ تدریس میں آپ کو دس (۱۰) ایسے تحقیقی مقالے لکھنے کی توفیق ملی جو آپ کی علمی صلاحیتوں کے آئینہ دار تھے اور جن کی بدولت آپ کو عالمی شہرت نصیب ہوگئی اور آپ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں میں شمار ہونے اور ان کی کانفرنسوں میں شریک ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو امپیریل کالج آف لندن میں فزکس کے پروفیسر کے طور پر تعینات کرلیا گیا۔ یہ شرف آپ کی عمر کے لحاظ سے اتنا بڑا تھا کہ اس سے پہلے اس چھوٹی عمر (۳۱ سال) میں کسی کو نصیب نہ ہوا تھا۔ بعد میں اسی کا ایک اَور خوش آئند اور آپ کی عزت کو چار چاند لگانے والا پہلو یہ سامنے آیا کہ دنیا کے سینتالیس (۴۷) ممالک کی طرف سے آپ کو ’ڈاکٹر آف سائنس‘ (D.Sc.) کی اعزازی ڈگریاں تفویض کی گئیں۔

اب اگرچہ آپ اپنے والد بزرگوار کو ملنے والی بشارت کے مطابق بڑی سرعت کیساتھ ترقی کی منازل طے کرتے چلے جارہے تھے تاہم اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کی مکمل تعبیر دنیا کے سامنے آجائے۔ لہٰذا جوں جوں آپ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہوکر ان مقدرہ رفعتوں کو حاصل کرتے گئے آپ کے بارے میں ملنے والی ان بشاراتِ سماویہ کا رنگ بھی شوخ سے شوخ تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر وہ مرحلہ آن پہنچا جب آپ عالمی شہرت کے حامل انعام یعنی ’’نوبیل انعام‘‘ (Nobel Prize) کے مستحق قرار دئے گئے۔

☆ ☆ ☆

چوتھی آسمانی خبر

’’اگلے سال جو وہ کام کریں گے، اس پر انہیں نوبیل انعام ملے گا‘‘

بیٹے کے بارے میں حضرت خلیفہ ثالثؒ کو ملنے والی ایک بشارت

اوپر بتایا جاچکا ہے کہ چودھری محمد حسین صاحب کے اس ہونہار فرزند ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو اپنے علمی اور تحقیقی کارناموں کی بنا پر بہترین انعام مل چکے تھے مگر طبعاً ان کی خواہش تھی کہ نوبل پرائز بھی ملے۔ چنانچہ ۱۹۷۸ء میں جب جماعت احمدیہ کے تیسرے امام اور خلیفہ، حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ، یورپ کے دورہ پر لندن تشریف لے گئے اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے آپؒ سے اپنی اس

خواہش کا اظہار کرتے ہوئے دعا کیلئے عرض کیا تو حضورؒ نے دعا کے وعدہ کے ساتھ آپ کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔اس دعا کے جواب میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی بشارت ملی جسے احمدیت کی صداقت کے زندہ اعلان اور ایک قدرتوں اور رحمتوں والے زندہ خدا کی حسین تجلی کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔اِس بشارت الٰہی کے الفاظ یہ تھے:

''سلام نے اب تک جو تحقیق کی ہے اس پر تو نوبیل انعام ملنا مشکل ہے۔البتہ اگلے سال جو وہ کام کریں گے، اس پر انہیں نوبیل انعام ملے گا''

(بحوالہ الفضل انٹر نیشنل ،لندن، مورخہ ۲رمئی ۱۹۹۷ء)

چنانچہ اتنی بڑی اور اتنے واضح الفاظ میں ملنے والی خوشخبری کے مطابق اگلے سال یعنی ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کائنات میں موجود چار بنیادی توانائیوں کے سلسلے میں ایک ایسا تحقیقی کام سرانجام دینے میں کامیاب ہوگئے جس کی بدولت آپ اس سال کیلئے نوبیل انعام کے مستحق قرار پائے[ا]۔اس انعام کے ملنے پر آپ دنیا میں بالعموم اور اسلامی ممالک میں بالخصوص بڑی قدرومنزلت کی نگاہوں سے دیکھے جانے لگے۔

آپ کے اس طور پر علمی میدان میں ترقی کی منازل طے کرنے کے پیچھے نہ صرف آپ کا اپنا بختِ بیدار کام کررہا تھا بلکہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی وہ پیشگوئی بھی اپنا اثر دکھلا رہی تھی جس کا ذکر چند صفحات پیچھے کیا جاچکا ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور اور دلائل اور نشانوں رو سے سب کا منہ بند کردیں گے''

اس امر کا احساس خود ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی تھا۔چنانچہ اسی سال جماعت احمدیہ عالمگیر کے جلسہ سالانہ منعقدہ ربوہ کے موقع پر آپ نے اپنی تقریر میں اس احسان خداوندی پر خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اپنے والد مرحوم کی ڈائری میں ان کے لکھے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ پڑھ کر سنائے:

[ا] یہ انعام جو ایک طلائی تمغہ، اور اسی (۸۰) ہزار پونڈ کے نقد انعام پر مشتمل ہے،سویڈن کے سائنسدان، الفریڈ نوبیل، کے سرمایہ سے قائم شدہ ادارہ کی طرف سے ہر سال ایسے سکالروں کو دیا جاتا ہے، جنہوں نے علم طبعیات، علم حیاتیات، علم کیمیا، علم ادب یا عالمی امن کے میدانوں میں کوئی نمایاں خدمت سرانجام دی ہو۔اس انعام کی تقسیم ہر سال سویڈن کے بادشاہ کے ہاتھوں ایک خاص تقریب میں کی جاتی ہے۔

'حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے، نے بندہ کو بمقام لندن ایک خط لکھا جس میں یہ درج تھا کہ مَیں آپ کے عزیز فرزند کے متعلق ڈوراُفق پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھتا ہوں'

آخر پر آپ کی علمی ترقیات کے بارے میں آپ کے مرحوم باپ کو ملنے والی آسمانی پیش خبریوں کی عظمت کا صحیح ادراک کرانے کی غرض سے پاکستان کی ایک ایسی علمی شخصیت کی طرف سے آپ کو دیا جانے والا خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے جو خود سائنسی میدان کا شاہسوار ہونے کے علاوہ ۱۳۴ تحقیقی مقالہ جات کا مصنف بھی ہے۔ ان کا نام پروفیسر غلام مرتضیٰ ہے اور ان کے یہ جملہ مقالات اعلیٰ سائنسی جرائد کی زینت بن چکے ہیں۔ پھر انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری ڈاکٹر عبدالسلام کی زیر سرپرستی رہ کر حاصل کی۔ وہ خراج تحسین انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا:

''ان کی ہمہ جہت شخصیت اتنی عظیم تھی کہ گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی تو کجا، انگلستان کی شہرہ آفاق کیمبرج یونیورسٹی بھی ان کیلئے چھوٹی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ امپیریل کالج جس کو اس بات پر ناز ہے کہ انکے ہاں نوبل انعام یافتہ ستاروں کا جھرمٹ رہتا ہے، وہ بھی انکے تخیل کی تسکین نہ کرسکا۔ چنانچہ وہ کالج کی چاردیواری سے نکل کر ایک انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس [۱] قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے، جو ایک معجزہ تھا......وہ آج ہم میں نہیں مگر ان کی باتیں نہ ختم ہونے والی ہیں اور انکے حیرت انگیز کارنامے سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں''

(یہ اظہار پروفیسر مذکور نے روزنامہ 'پاکستان' کو دئے جانے والے اپنے ایک انٹرویو میں کیا)

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۱ جولائی ۲۰۰۰ء)

---

[۱] اٹلی کے شہر (Trieste) میں قائم ہونے والے اس سنٹر کی بنیاد ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بین الاقوامی ادارہ برائے ایٹمی توانائی (IAEA) کے تعاون اور مدد سے ۱۹۶۴ء میں رکھی۔ جس کے لئے اس ادارہ نے ۵۵۰۰۰ ڈالر کی خطیر رقم بطور امداد پیش کی۔ پھر خود اٹلی کی حکومت نے اپنے پورے تعاون کے وعدہ کے ساتھ ۳۵۰۰۰ ڈالر سالانہ امداد دینے کا وعدہ کیا۔ بعد میں یونیسکو کا ادارہ اور یو۔ این۔ ڈی۔ پی مل کر چوتھائی ملین ڈالر سالانہ امداد دینے لگ گئے۔ آپ ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء کو اپنی وفات تک اسی ادارہ سے منسلک رہتے ہوئے انسانیت کی خدمت بجالاتے رہے۔

پانچویں آسمانی خبر

’’چوڑیوں میں سے فتح عظیم کی آواز سنائی دی‘‘

پوتی کی پیدائش کا مشکل مرحلہ اور آسمانی نصرت کا نزول

اب آپ کو اپنے خالق و مالک خدا کی طرف سے ملنے والی ایک ایسی خبر کا حال بیان کیا جاتا ہے جس میں آپ کو کچھ تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا۔لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کو اس تکلیف کے رفع ہونے اور اس کے نتیجہ میں ایک بہت بڑی بشارت ملنے کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا تھا۔استعارات میں لپٹی ہوئی اس آسمانی خبر کی تفصیل اور اس کے اندر نظر آنے والے تصویری مناظر کس طرح حقیقت بن کر سامنے آگئے ،اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں چوڑیاں ہیں۔(پھر) ایک مچھر نے ہاتھ کو کاٹا۔ مَیں نے ہاتھ کو جھٹکا دیا کہ مچھر اُڑ جائے تو چوڑیوں میں سے آواز سنتا ہوں: اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا عَظِیْمًا۔صبح اُٹھ کر قرآن کریم منگوایا اور سورۃ الفتح نکالنے کو کہا تو دیکھا کہ وہاں فَتحاً مُبِیْناً کے الفاظ ہیں نہ کہ فَتْحًا عَظِیْمًا کے‘‘

اس رؤیاء میں جہاں ایک بہت بڑی فتح کی بشارت موجود تھی وہاں اس کے ساتھ آپ کو کسی قدر تکلیف پہنچنے کا احتمال بھی پایا جاتا تھا۔آپ کے ہاتھ میں چوڑیوں کا ہونا البتہ تعبیر طلب تھا۔اب یہ رؤیاء اپنی مکمل تعبیر کیساتھ کیونکر پوری ہوئی ،اس بارے میں چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

’’چند دنوں بعد ہم شیخوپورہ میں اپنے بیٹے عبدالسمیع کے ہاں گئے۔عزیزہ مریم بشریٰ کی پیدائش کا وقت تھا۔تین دن اور رات عزیزہ خالدہ سلمہا اللہ تعالیٰ (آپ کی بہو۔ناقل) کی حالت خراب رہی۔دو لیڈی ڈاکٹروں اور ایک دایہ نے سارا زور لگایا لیکن بچہ پیدا نہ ہوا۔یہ اس سال آنے والے رمضان شریف کی پہلی رات تھی‘‘

فرماتے ہیں ،یہ صورت حال اس قدر نازک ہوگئی کہ بوقت دس بجے (رات) ڈاکٹروں نے ہار کر کہہ دیا کہ معاملہ خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا ہے ،کوئی اَور تدبیر کرلیں۔چنانچہ فرماتے ہیں:

’’برادرم ملک حبیب الرحمن ،ان کی بیگم، تین لڑکے اور ان کی بیویاں اور والدہ عزیز سمیع ،لاہور ڈاکٹر سمیع اللہ صاحب کے پاس جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ایک بڑی ٹیکسی کرایہ کی

منگوائی گئی ۔چونکہ حالت خراب تھی اور خطرہ بہت تھامَیں نے عزیز سمیع سلمہٗ سے دریافت کِیا کہ کچھ نقد رقم بھی پاس ہے۔لاہور بے وقت پہنچو گے،کہاں رہائش ہوگی۔ڈاکٹر صاحب کے بھی وہاں ہونے کا یقین نہیں۔پھر یہ بھی ہے کہ ہم نے مرد ڈاکٹر سے ایسا اوپریشن کبھی نہیں کرایا۔ان سب باتوں کا خیال رکھ کر چلیں"

ان جملہ مشکلات کا تصور کر کے پریشانیوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔پھر ان حالات میں خدائے ذوالرحمت کی مدد کیسے پہنچی اور کس طرح اس کی پہلے سی دی ہوئی الہامی بشارت کے مطابق اس نے اس مشکل کو عظیم کامیابی اور خوشی میں بدل دیا،اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"مَیں خود ساتھ نہیں جا سکتا تھا۔آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔چنانچہ مَیں نے نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔برادرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب بھی ساتھ نفلوں میں کھڑے ہو گئے۔بہت لجاجت سے دعائیں کیں کہ یکا یک آواز آئی:

'مبارک ہو،اللہ کریم نے مشکل آسان کر دی ہے اور لڑکی آ گئی ہے'

بس پھر کیا تھا۔دل جو مشکلات کا تصور کر کے تڑپ رہے تھے اور اپنے پیدا کرنے والے خدا کے حضور سجدہ ریز تھے شکر کے جذبات سے لبریز ہو گئے۔سب نے ہی خدا تعالیٰ کا بیحد شکر ادا کِیا۔ٹیکسی والے کو تو پانچ روپے دے کر رخصت کر دیا گیا۔اِدھر نومولودہ جو پیدائش کے وقت نیلی اور کالی ہو چکی تھی جلد ہی اس کا رنگ نکھر آیا۔اس کا نام مریم بشریٰ رکھا گیا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد مکرم چودھری صاحب فرماتے ہیں کہ والدہ عزیز سمیع سلمہٗ (یعنی آپ کی بیگم صاحبہ) نے اس رؤیاء کو خاص طور پر مجھ سے قلمبند کروایا۔ظاہر ہے کہ ایسے نازک مرحلہ پر جبکہ زچہ بچہ دونوں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے اور ہر جہت سے پریشانی کا عالم تھا،اچانک غم کا خوشی میں تبدیل ہو جانا یقیناً ایک بہت بڑا اعجازی نشان اور خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کا ثبوت تھا۔

.......☆.......

(نوٹ:آپ کے صاحبزادے مکرم چودھری عبدالماجد صاحب (حال مقیم آسٹریا) سے خاکسار کے رابطہ کرنے پر انہوں نے ایک ضروری اضافہ یہ فرمایا کہ بھائی عبدالسمیع کے ہاں شادی کے کافی عرصہ بعد تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔مریم بشریٰ کی پیدائش بھی بہت دعاؤں کے بعد ہوئی اور اسی وجہ سے زچگی میں بھی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا)۔

چھٹی رؤیاء

''میں ٹھوکر کھا رہا ہوں''

پوتی کے گر کر بیہوش ہونے کے بارے میں

اب اسی پوتی مریم بشریٰ جس کی معجزانہ پیدائش کا حال اوپر بیان کیا گیا ہے، کے متعلق آپ بتاتے ہیں کہ وہ ایک بار ایک اتفاقی حادثے کے نتیجے میں بیہوش ہوگئی۔ پھر کس طرح یہ خبر آسمانی ذرائع ابلاغ سے اس کے بزرگ دادا (یعنی چودھری صاحب موصوف) کو پہلے ہی پہنچ گئی اور پھر آپ کی دعاؤں اور صدقات کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی، ذیل میں آپ اللہ تعالیٰ کی معجزانہ قدرت کے اس نشان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خواب میں دیکھا کہ ٹھوکر کھا رہا ہوں۔ ڈر کر اٹھا، بائیں جانب تین بار تھوکا اور صبح کچھ صدقہ دے دیا۔ چند دنوں کے بعد عزیز عبدالسمیع سلمہ' کا خط آیا کہ عزیزہ مریم بشریٰ میز پر سے سر کے بل گر کر بیہوش ہوگئی تھی۔ دو روز اسے بخار رہا۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہے''

فرماتے ہیں، ان دنوں جب یہ حادثہ ہوا تھا، عزیز عبدالسمیع دورے پر تھا اور بچی کی ماں گھر میں اکیلی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ نتیجہ بخیریت ہوا۔

........☆........

(نوٹ: یہ کہ ہمارا ارحم الراحمین خدا کس طرح ایک انذاری خبر دے کر ہمیں آنے والے خطرہ سے قبل از وقت آگاہ فرما دیتا ہے تا کہ مسنون طریق کے مطابق دعاؤں، خیرات اور صدقات کے ذریعے اس کے امکانی ضرر سے بچنے کیلئے تدابیر کر لی جائیں، اس قسم کے بہت سے واقعات خاکسار کی تصنیف ''درویشان احمدیت'' ''جلد سوم'' میں زیر عنوان ''منذر اخبار سماویہ'' درج کئے گئے ہیں)

☆ ☆ ☆

ساتویں رؤیاء

''ظفراللہ خان تشریف لا رہے ہیں''

بیٹے عزیز عبدالماجد کی ملازمت میں ترقی کے بارے میں

اب آپ کی ایک اَور ایسی رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کے بیٹے چودھری عبدالماجد کے بارے میں ایک خوشخبری پر مشتمل تھی۔ یعنی تصویری زبان میں اس کی کسی امر میں فتح و کامیابی کی بشارت دے رہی تھی۔ چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۲۱ جولائی ۱۹۶۵ء کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے، ظفراللہ خان ملاقات کے لئے آرہے ہیں، انتظار کرو۔ دوسرے روز عزیز محمد عبدالماجد کو ڈبل ترقی ملنے کی اطلاع آگئی''

......☆......

(نوٹ: اس بارے میں خاکسار راقم الحروف نے جب آپ کے اسی صاحبزادے برادرم چودھری عبدالماجد صاحب (سابق مینیجر گلیکسو کمپنی کراچی) حال مقیم وی آنا، آسٹریا) سے اس کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ ابا جان کو ملنے والی یہ آسمانی خبر اس طرح پوری ہوئی کہ جب وہ کراچی میں گلیکسو کمپنی میں نئے نئے ملازم ہوئے تھے (انہیں یکم مئی ۱۹۶۵ء پر کام پر لگایا گیا تھا) تو دو ماہ بعد ہی یعنی جولائی میں بالکل غیر متوقع طور پر ان کی پروموشن فیکٹری مینیجر کے طور پر ہوگئی اور ساتھ ہی دو ترقیاں بھی مل گئیں۔ پھر کمپنی کی طرف سے مکان کی سہولت بھی میسر آگئی جبکہ اس سے قبل آپ کرائے کے مکان میں رہ رہے تھے۔ یہ پروموشن اور یہ ترقیاں اِس اعتبار سے غیر معمولی اور غیر متوقع تھیں کہ کمپنی میں تین اَور افسران خاکسار سے تعلیم کے لحاظ سے زیادہ سینئر اور ترقی کے زیادہ حقدار تھے۔ لیکن والد صاحب جو اُس وقت خاکسار کے ہاں ہی مقیم تھے، کی دعاؤں کی برکت سے یہ اعزاز خاکسار ہی کے حصہ میں آیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک)۔

☆ ☆ ☆

آٹھویں آسمانی خبر

’’آنکھ کی بینائی واپس لوٹ آئی‘‘

آنکھوں کی بصارت بحال ہونے سے متعلق

آپ کی آنکھوں میں ذیابیطس کی وجہ سے موتیا اُتر آیا تھا۔آپ کے بیٹے ڈاکٹر عبدالسلام آپ کو لندن لے گئے تاکہ وہاں کے ماہرین چشم امراض سے مل کر آپ کا علاج کرائیں۔ جب اس بارے میں مور فیلڈ ہسپتال کے ماہر خصوصی ڈاکٹر لی (Dr. Lee) سے مشورہ کیا گیا تو وہ کہنے لگے، آپریشن تو مَیں کر دیتا ہوں لیکن آنکھوں میں بینائی کا واپس لانا میرے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں آپ کی ایک آنکھ کا اپریشن کر دیا گیا تاہم پڑھنے کی صلاحیت پیدا نہ ہوئی۔مگر پھر اس کے باوجود کس طرح خدا تعالیٰ نے آپ کی بینائی واپس لوٹا دی بلکہ پہلے سے دی ہوئی بشارات کے مطابق آپ کی دونوں آنکھیں ایسی روشن ہوگئیں کہ خود ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے، اس بارے میں آپ کے فرزندار جمند چودھری عبدالرشید صاحب (حال مقیم لندن) فرماتے ہیں:

’’لندن میں جب ان کی آنکھیں ڈاکٹروں کو دکھائی گئیں تو اُن کی عمر اس وقت ۶۸ سال کی تھی۔ڈاکٹر لی (Dr. Lee) جو مور فیلڈ ہسپتال کے خاص ڈاکٹر تھے آنکھیں دیکھ کر کہنے لگے کہ آپریشن تو مَیں کر دیتا ہوں لیکن آنکھوں میں نور نہیں ڈال سکتا۔نور ڈالنے کے بارے میں مَیں بالکل بے بس ہوں چنانچہ چار ماہ کے عرصہ میں ان کی دونوں آنکھوں کا آپریشن ہو گیا اور آپ تین چار ہفتوں کے بعد گھر تشریف لے آئے۔آرام کرنے کے بعد جب آپ دوبارہ ڈاکٹر لی کے پاس گئے تاکہ پتہ چلے آنکھوں کا کیا حال ہے تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جو کچھ میرے بس میں تھا وہ مَیں نے کر دیا ہے۔مزید کچھ نہیں کر سکتا۔......اس پر ابا جان نے انہیں کہا کہ ’ہمارا ایک زندہ خدا ہے۔وہ ہماری دعاؤں کو سنتا ہے۔دیکھنا وہ ضرور کوئی معجزہ دکھائے گا‘۔ چنانچہ جب ابا جان دوبارہ اس ڈاکٹر کے پاس گئے تو اس نے اعتراف کِیا کہ واقعی معجزہ ہو گیا ہے اور آپ کی آنکھ کا نور واپس لوٹ آیا ہے‘‘

اس بارے میں چودھری صاحب موصوف کا خود اپنا بیان یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

’’مرض ذیابیطس کی وجہ سے میری آنکھوں پر موتیا آ گیا تھا۔علاج کیلئے میرے لڑکے پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام نے مجھے مورفیلڈ ہسپتال ،لندن، میں داخل کرایا۔اکتوبر ۱۹۵۹ء میں میری ایک آنکھ کا اوپریشن ہوا۔لیکن باوجود تمام کوششوں کے پڑھنے کی صلاحیت پیدا نہ ہوئی۔اور جب مَیں نے ڈاکٹر موصوف کو اپنا پورا زور لگانے کی درخواست کی تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا کام تو آپریشن کی حد تک تھا، وہ مَیں نے کر دیا ہے لیکن جہاں تک آنکھ میں بینائی لانے کا تعلق ہے تو وہ ہمارے بس کی بات نہیں۔پھر آسمان کی طرف انگلی کی جس سے ان کا مدعا یہ تھا کہ نُور کا لانا آسمان والے کا کام ہے۔اس پر مَیں خاموش ہو گیا۔البتہ مَیں نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو یہ ضرور کہا کہ میری بھی آخری دَوڑ اسی آسمانی خدا تک ہے اور اب مَیں اسی کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا‘‘

آگے فرماتے ہیں،اس کے چند دن بعد عزیزم پروفیسر عبدالسلام کو حکومت ہند کی دعوت پر انڈیا جانا پڑا۔وہاں بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے کے بعد آپ کو قادیان دارالامان جانے کا بھی موقع مل گیا۔جہاں آپ نے سکھ نیشنل کالج (پارٹیشن سے پہلے اس عمارت میں جماعت کا اپنا کالج ’’تعلیم الاسلام کالج‘‘ کے نام سے تھا) میں تقریر کرنے کے علاوہ **بیت الدعا** [ا] میں ساری رات دعا میں گزاری اور منجملہ دیگر دعاؤں کے میری آنکھ کی بینائی واپس آنے کیلئے بھی دردِ دل سے دعا کی۔

آگے فرماتے ہیں کہ انڈیا سے واپس آکر جب وہ مجھے دوبارہ ڈاکٹر لی کے پاس لے گئے تو:

’’چونکہ ڈاکٹر موصوف پہلی آنکھ کے آپریشن سے دیکھ چکے تھے کہ بینائی واپس نہیں آئی لہٰذا وہ معذرت کرنے لگے اور پھر اپنی بات کی تصدیق کیلئے مجھے ایک چارٹ پڑھنے کو دیا۔خدا کا کرنا یہ ہوا کہ مَیں نے اُسی ضعیف آنکھ سے سارا چارٹ پڑھ لیا۔ڈاکٹر لی بہت حیران ہوئے۔ان کے منہ سے بیساختہ نکلا کہ یہ تو واقعی معجزہ ہو گیا ہے۔اور پھر میری دوسری آنکھ کا آپریشن کرنے کیلئے بھی تیار ہو گئے۔یہ دوسرا آپریشن اکتوبر میں ہوا۔جب

[ا] دارالمسیح قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ خصوصی کمرہ جو حضورؑ نے خاص دعاؤں کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا اور جو آج تک اپنی اصلی شکل وصورت میں قائم ہے اور جہاں دعائیں کرنا دنیا بھر سے جانے والے احباب جماعت کا مرغوب مشغلہ ہے۔

تیرہ (۱۳) دنوں کے بعد مجھے فارغ کِیا گیا تو مَیں نے محسوس کِیا کہ پہلی آنکھ کی بینائی (شیشوں کے ساتھ) تو عام آنکھ جیسی ہے مگر دوسری کی بینائی عام سے بھی بڑھ کر ہے۔

فالحمد لله علٰی ذٰلک''

دراصل جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے یہ جملہ کرشمہ ہائے قدرت آپ کو پہلے سے بتائی ہوئی خدائی بشارات کے مطابق ظہور میں آئے۔اس بارے میں چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''مَیں نے لندن آنے سے پہلے خواب میں دو بار خان بہادر شیخ نور الٰہی مرحوم کو دیکھا کہ وہ مجھے حوصلہ دلا رہے ہیں۔ چنانچہ جب مَیں نے ان خوابوں کے بارے میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے تحریر فرمایا کہ شیخ نور الٰہی گورنمنٹ کالج لاہور میں آپ کے استاد ہوا کرتے تھے اور یہ کہ خوابیں مبارک ہیں''

(''سوانح محمد حسین''۔صفحہ ۷۷تا۷۹)

فرماتے ہیں،ان خوابوں سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری آنکھوں کا آپریشن کامیاب ہوگا اور میری بینائی جو یقیناً اللہ ہی کا دیا ہوا نُور ہے، واپس آجائے گی۔اور پھر جیسا کہ آپ اوپر بتا چکے ہیں عملاً ایسا ہی ہوا۔یہ سب کچھ ان دعاؤں کا اثر تھا جو آپ نے اور آپ کے جلیل القدر فرزند اکبر نے آپ کے لئے کیں اور پھر آسمانی ذرائع سے بھی آپ کو تصویری زبان میں اپنی دونوں آنکھوں کی بینائی واپس لوٹ آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔

........☆........

حضرت چودھری محمد حسین صاحب کا پیشہ ورانہ تعارف: آپ اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول جھنگ میں بطور ٹیچر ملازم ہو گئے اور ہائی کلاسوں کو انگریزی،سائنس اور حساب وغیرہ پڑھاتے رہے۔۱۹۴۱ء تا ۱۹۵۴ء تیرہ سال تک آپ ڈسٹرکٹ انسپکٹر تعلیمات ملتان کے دفتر میں ہیڈ کلرک رہے۔اِس دوران آپ جماعتی خدمات بھی بجا لاتے رہے۔ چنانچہ زعیم مجلس انصار اللہ کے علاوہ امیر جماعت ملتان ہونے کا بھی آپ کو شرف حاصل ہوا۔اپریل ۱۹۵۹ء میں آپ اپنے بیٹے ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے پاس انگلستان تشریف لے گئے جو اُس وقت امپیریل کالج لندن میں بطور پروفیسر آف فزکس تعینات تھے۔آپ کی وفات ۷؍اپریل ۱۹۶۹ء کو کراچی میں اپنے بیٹے چودھری عبد الماجد صاحب کے ہاں ہوئی اور موصی ہونے کے باعث بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

☆ ☆ ☆

سید عباس علی شاہ رضوی

اب خاندان سادات کے چشم و چراغ ایک ایسے دوست کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے عین نو جوانی کے عالم میں قبول احمدیت کی سعادت پائی جس کی بدولت آپ پر تقویٰ اور روحانیت کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ احمدیت کی چلتی پھرتی تصویر بن گئے۔ آپ کا نام سید عباس علی شاہ رضوی ہے۔ آپ خلافت ثانیہ کے دَور سعادت میں احمدیت سے روشناس ہوئے اور پھر عمر کے آخری حصہ تک پورے اخلاص اور عقیدت کے ساتھ جماعت سے وابستہ رہے۔ قبول احمدیت کے وقت آپ سکھر انجینئرنگ کالج میں تعلیم پا رہے تھے۔ گریجوئیشن کے بعد آپ کچھ عرصہ ملازمت میں رہے۔ پھر ۱۹۵۸ء میں اپنی ملازمت ترک کر کے ربوہ میں مقیم ہو گئے اور ایک معمولی سے مشاہرہ پر مسلسل گیارہ سال تک بطور ہیڈ کلرک نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ خدمات بجالاتے رہے۔

آپ نے اپنی خود نوشت سوانح ''فیوض ربانی'' میں اپنے بہت سے خواب درج فرمائے ہیں جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ خواب جو مَیں نے لکھے ہیں، مجھے میری زندگی کی مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانے، اس سے مدد مانگنے اور اس سے تسلی اور تشفی پانے کی یاد دلاتے ہیں۔ اِس طرح یہ میرا سرمایۂ حیات ہیں اور ہوسکتا ہے کہ آئندہ میری اولاد میں سے بھی کوئی اِن باتوں کو دیکھ کر اس بات کو سمجھ لے کہ خدا ایک بڑا خزانہ ہے۔ نیز یہ کہ وہ بہترین رفیق اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ساتھی ہے''

ان میں سے عنوان زیر بحث سے متعلق بعض کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

۱

''ہماری دعائیں انشاء اللہ قبول ہونگی''

مقدمہ میں کامیابی کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

اس پہلے خواب کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح ایک بار جب آپ ایک مقدمے کی وجہ

سے سخت پریشان تھے تو آپ کو خدا تعالیٰ نے آسمان سے تسلی کی خبر بہم پہنچائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”مئی ۱۹۵۰ء میں میرے چچازاد بھائی، سید فضل حسین شاہ، کی اپنے بیٹے تہذیب الحسن کے لئے اپنے رشتہ داروں (ساکن گڑھی سادات تحصیل کشمور، سندھ) کے ہاں رشتہ کی بات چل رہی تھی۔ وہ رشتہ تو نہ ہوا مگر الٹا یہ ہوا کہ ان رشتہ داروں نے میرے چچا کے اس بیٹے پر مقدمہ دائر کر دیا۔ اس مقدمے کی پیروی کیلئے میرا ماموں زاد بھائی سید منظور حسین شاہ اور میرا اپنا بھائی سید عبدالحق شاہ بھی میرے چچازاد بھائی سید فضل حسین شاہ کے ہمراہ گئے۔ بہت فکر تھا کہ اس مقدمہ کا کیا بنے گا۔ نیز اُس علاقہ میں یہ سب لوگ اکیلے تھے۔ اسی فکر کی حالت میں جب خاکسار اور چچا، سید واحد بخش صاحب، مہمان خانہ (مراد عمر کوٹ، ضلع راجن پور، میں حویلی سادات کے باہر ہمارا اپنا مہمان خانہ) میں آمنے سامنے چارپائیوں پر لیٹے ہوئے تھے تو خاکسار پر ذرا سی غنودگی طاری ہوئی اور خاکسار نے دیکھا کہ مَیں تہذیب الحسن کو بلا رہا ہوں۔ مگر میرے منہ سے بجائے ’تہذیب‘ کے ’ما استجیب‘۔ ’ما استجیب‘ کے الفاظ نکلتے ہیں۔ مَیں نے اسی وقت اس کا ذکر چچا صاحب سے کِیا اور انہیں بتایا کہ اِس سلسلہ میں انشاء اللہ ہماری دعائیں قبول ہونگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، یعنی وہ مقدمہ خارج ہو گیا“

.........☆.........

(وضاحتی نوٹ: مکرم سید عباس علی شاہ صاحب کے صاحبزادے، برادرم سید محمد مبشر شاہ صاحب، انجینئر ماڈل ٹاؤن لاہور سے جب خاکسار نے اس مقدمہ کی تفصیلات کے بارے میں رابطہ کیا تو انہوں نے تحریر فرمایا کہ یہ ایک سراسر جھوٹا مقدمہ تھا جو ایک عورت کے اغوا کا والد صاحب کے چچا زاد بھائی کے خلاف ان لوگوں نے دائر کِیا تھا۔ اس کا رشتہ لینے دینے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم فکر بہت تھا۔ چنانچہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بشارت کے الفاظ بتا رہے تھے خدا تعالیٰ نے والد صاحب کی دعائیں قبول فرما کر وہ مقدمہ خارج فرما دیا۔ فالحمدللہ)

☆ ☆ ☆

﴿۲﴾

''اچھا اسے سولہ صد روپیہ دے دیا جائے''

ایک مالی ضرورت کے وقت ملنے والی آسمانی تسلی

فرماتے ہیں ،ایک بار مجھے بارہ صد روپیہ کی ضرورت تھی اور مَیں اس کیلئے نیز دوسری ضروریات کے لئے دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی سبب پیدا فرمادے (یہ یکم اگست ۱۹۵۲ء کی بات ہے) کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

''میرے متعلق کوئی فرمان لکھا جا رہا ہے جیسے کوئی آقا اپنے منشی کو لکھواتا ہے۔پہلے خاکسار کو بارہ صد روپیہ دینے کیلئے حکم لکھوایا گیا۔بعد میں کچھ وقفہ کے بعد کہا گیا،اچھا سولہ صد دیا جائے۔گویا دوسری ضروریات کو بھی مدنظر رکھ لیا گیا۔الحمد للہ۔ثم الحمد للہ کہ کچھ دنوں کے بعد یہ رؤیاء من وعن پوری ہوگئی''

.........☆.........

(نوٹ:اس رؤیاء کے پورا ہونے یعنی یہ کہ وہ روپیہ کیونکر اور کس قدر ملا،کے بارے میں بھی خاکسار کے استفسار پر برادرم سید مبشر شاہ صاحب نے بتلایا کہ والد صاحب اُس وقت بطور روڈ انسپکٹر اور والدہ صاحبہ ایک پرائمری سکول میں بطور ہیڈ مسٹریس تعینات تھیں۔چنانچہ اضافی ترقی اور بقایاجات ملنے سے وہ رؤیاء پوری ہوگئی۔تفصیل اس کی یہ بتائی کہ بقایاجات کا جو پہلا حساب کیا گیا تھا اس کے مطابق رقم بارہ سو روپیہ بنتی تھی مگر بعد میں دوبارہ حساب ہونے پر پورے۔/۱۶۰۰ روپے ملے۔بمطابق مکتوب نمبر ۱۱۳۔مورخہ ۱۰ ستمبر ۲۰۰۵ء)

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

”رمضان خان ڈیوانی کے دو بچے دوڑ رہے ہیں“

ایک غیر احمدی دوست کی اولاد کے بارے میں ملنے والی بشارت

فرماتے ہیں، رمضان خان ڈیوانی بلوچ میرا ایک دوست تھا۔ وہ کافی عرصہ میرے پاس رہا۔ ایک بیماری میں اُس کا علاج بھی مَیں نے کرایا۔ پھر اس کی شادی بھی میری تحریک پر ہوئی۔ اس کی عمر کافی ہو چکی تھی کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

”مَیں کہیں دُور جا رہا ہوں۔ کھلا میدان ہے اور دُور دُور بستیوں والا علاقہ ہے۔ اُسی جگہ رمضان خان ڈیوانی کی جگہ آجاتی ہے۔ مَیں اسے بلواتا ہوں۔ پھر اس کے ساتھ اس کے گھر جاتا ہوں۔ اس کی بیوی لیٹی ہوئی ہے۔ یہ اس پر ناراض ہو رہا ہے کہ کام میں سُستی کرتی ہے۔ پھر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس کے دو بچے ہیں اور وہ دونوں دوڑتے پھرتے ہیں۔ مَیں ان کے سروں کے اُبھار کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہوں کہ ان کے باپ رمضان خان کے سر پر بھی اسی طرح کا اُبھار ہے۔ پھر ان میں سے ایک دَوڑتا ہوا میرے قریب آتا ہے۔ مَیں اس سے پوچھتا ہوں، تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے نام بتایا جو مجھے بعد میں یاد نہ رہا۔ پھر پوچھتا ہوں، تُو کس کا بیٹا ہے؟ وہ کہتا ہے، رمضان کا۔ پھر پوچھا، تم کون ہو؟ وہ بولا، ڈیوانی۔ پھر وہ بھاگتا ہوا چلا جاتا ہے“

فرماتے ہیں، اس کے گھر میں پہلے ایک لڑکی تھی۔ اِس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے اسے دو لڑکے بخشے۔ ایک کا نام محمد علی اور دوسرے کا دین محمد ہے۔ ان دو بچوں کی پیدائش کے بعد رمضان خان فوت ہو گیا۔ غرض اس طرح اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبر ہر لحاظ سے پوری ہو کر اس کی زندہ ہستی کا ثبوت بن گئی۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک**

برادرم سید محمد مبشر شاہ صاحب نے ان کے بارے میں بھی تحریر فرمایا کہ رمضان خان ڈیوانی کے یہ سب بچے اب صاحب اولاد ہیں اور ہمارے گاؤں عمر کوٹ کے قریب ہی رہتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

﴿۴﴾

"اس نے نہیں بچنا"

اپنے ایک اَور دوست کی وفات کی آسمانی اطلاع

فرماتے ہیں ایک بلوچ نوجوان جو سیلاف بلوچ قوم سے تھا اور بیمار تھا مگر بظاہر اس کی بیماری معمولی معلوم ہوتی تھی، اس کے لئے دعا کی گئی۔رات کو دیکھا، "ہیتناک"۔ بیدار ہونے پر دوبارہ دعا کی گئی۔اسی شب اپنے گھر سے بھی بیماری کی اطلاع ملی۔سواُن کیلئے بھی دعا کرتا رہا۔خواب میں دیکھا کہ خاکسار کے چچازاد بھائی سید فضل حسین شاہ کہہ رہے ہیں، اس نے نہیں بچنا۔پھر تیسری بار تہجد میں نماز پڑھ کر اُس بیمار نوجوان نیز اپنے گھر والوں کیلئے دعا کی گئی۔اِس بار دیکھا کہ

"جیسے بہت سخت پانی کا طوفان آیا ہے۔بیوی بچے بھی میرے ساتھ ہیں اور مَیں کشتی ڈھونڈ رہا ہوں۔لیکن دیکھتا ہوں کہ بچے کشتی دوسری طرف لے گئے ہیں اور مَیں انہیں آوازیں دے رہا ہوں اور دھمکا بھی رہا ہوں کہ کشتی واپس لے آؤ۔چنانچہ وہ کشتی واپس لے آتے ہیں۔پھر طوفان تھم گیا۔پانی بھی کم ہو گیا اور مَیں مع بال بچوں کے کشتی میں سوار ہو جاتا ہوں"

فرماتے ہیں، پھر اسی کے مطابق ظہور میں آیا۔وہ بلوچ نوجوان جیسا کہ خواب سے معلوم ہو رہا تھا فوت ہو گیا اور خاکسار کی اہلیہ اور بچوں کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی عطا فرمائی، فالحمدللہ۔

﴿۵﴾

"دو نفل شکرانے کے پڑھ کر سجدہ شکر بجالا رہا ہوں"

بچوں کی طرف سے خیریت کی اطلاع نہ آنے پر آسمانی تسلی

آپ کے بارے میں تعارفی بیان میں بتایا گیا ہے کہ آپ ۱۹۵۸ء میں اپنی ملازمت ترک کر کے مستقل طور پر ربوہ میں آباد ہو گئے تھے۔تاہم اپنی ملازمت چھوڑنے سے قبل آپ جنوری ۱۹۵۷ء میں اپنے بچوں کو تعلیم کی غرض سے ربوہ لے آئے۔بچوں کو ربوہ چھوڑ کر جب آپ واپس اپنی ملازمت پر

چلے گئے تو فرماتے ہیں، آتے وقت عزیزہ منصورہ فاطمہ (آپ کی دو بیٹیوں میں سے چھوٹی بیٹی) کی صحت اچھی نہ تھی۔ دوسرے اسے عزیزہ بشریٰ فاطمہ (بڑی بیٹی) کے ہاتھ سے پختہ فرش پر سر کے بل گرنے کی وجہ سے چوٹ بھی آچکی تھی۔ اِس دوران آپ نے گھر میں ایک خط بھی لکھا لیکن کوئی جواب نہ آیا تھا۔ اسی طرح ایک منی آرڈر بھیجا تھا جس کی رسید ابھی تک نہیں ملی تھی۔ فرماتے ہیں:

''ان جملہ وجوہات کی بنا پر فکر اور بے چینی لاحق تھی اور ایک قسم کی اضطراری حالت طاری تھی اور دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! تُو نے اضطراری دعا کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے کہ ۱۲ اور ۱۳ مئی ۱۹۵۷ء کی درمیانی شب کو خواب میں دیکھا، جیسے خاکسار کی اہلیہ نے عزیزہ منصورہ کو اٹھایا ہوا ہے اور وہ اسے میرے پاس لائی ہے۔ مَیں نے اس کو لے کر اٹھا لیا ہے۔ عزیزی مبشر اور عزیزہ بشریٰ فاطمہ بھی پاس ہی کھڑے ہیں۔ اس کے بعد خواب میں ہی جیسے اللہ تعالیٰ کے حضور دو نفل شکرانے کے پڑھ کر خاک کے اوپر ہی خاکسار سجدہ شکر بجا لا رہا ہے''

فرماتے ہیں، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو طبیعت میں ایک سکون تھا اور اضطراب کی جگہ تسلی پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ اٹھتے ہی اسی طرح جیسے خواب میں دیکھا تھا، خاک کے اوپر ہی سجدہ شکر ادا کیا۔

........☆........

اولاد کا تعارف: آپ کی شادی ۱۹۳۵ء میں سلسلہ کے بزرگ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کی دختر نیک اختر، مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ، سے ہوئی۔ آپ کی وفات ۲۴ مارچ ۱۹۹۶ء کو ۸۷ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے، مکرم سید محمد مبشر صاحب انجینئر محکمہ تعمیرات لاہور میں اور آپ کی دونوں صاحبزادیاں، عزیزہ بشریٰ فاطمہ صاحبہ اور عزیزہ منصورہ فاطمہ صاحبہ، جرمنی میں مقیم ہیں۔

☆ ☆ ☆

بابو محمد فقیر اللہ صاحب پٹواری

ذیل میں ایک ایسے خدا ترس اور خدا رسیدہ بندۂ خدا کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنے احمدی ہونے سے قبل طرح طرح کے معاصی میں مبتلا تھے مگر احمدیت کی نعمت نصیب ہونے پر ان پر تقویٰ اور طہارت کا ایسا رنگ چڑھا کہ ان کی ساری زندگی خوارق اور عجائبات روحانیہ کا ایک حسین مرقع بن گئی۔ وہ جہاں قبولیتِ دعا کے شرف سے نوازے گئے، وہاں رؤیاء صالحہ، کشوف اور الہامات کے دروازے بھی ان پر کھل گئے۔ درود شریف پڑھنا ان کا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا۔ غرضیکہ ان کی ساری زندگی پر ایسا انقلاب وارد ہوا کہ وہ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر بن گئے۔

آپ کا نام بابو محمد فقیر اللہ تھا۔ آپ پیشہ کے لحاظ سے پٹواری تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں احمدیت کا سخت مخالف تھا۔ مگر احمدیت قبول کرنے کے بعد مجھے ایک ایسی نعمت نصیب ہوگئی جس کی قیمت دنیا میں مل ہی نہیں سکتی۔ اور پھر اس کی بدولت ایک ایسا سیدھا اور روشن راستہ میسر آ گیا کہ

'مجھ جیسے گناہگار کو اللہ تعالیٰ نشان پر نشان دکھانے لگا'

اب ذیل میں ان کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے بعض نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ نشانات ہیں جو انہوں نے ۱۹۷۸ء میں خاکسار کا اخبار الفضل میں شائع ہونے والا اعلان پڑھنے پر خاکسار کو ارسال فرمائے۔

پہلا نشان

''مَیں نے خواب میں اپنے پوترے کی شکل دیکھی''

پوترا (پوتا) ملنے کی آسمانی بشارت

فرماتے ہیں:

''میرے لڑکے بشیر احمد کی شادی ہوئی تو خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ پوترا دے۔ اس کیلئے میں نے خود بھی دعا کی اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں بھی دعا کیلئے لکھتا رہا۔ ابھی بچے کی پیدائش میں تین ماہ رہتے تھے کہ خدائے محسن و مہربان نے مجھے بشارت دی اور بتایا

کہ یہ تیرا پوتا ہے اور اس کی شکل بھی مجھے دکھائی گئی۔چنانچہ مَیں نے اپنی گھر والی (یعنی اپنی بیوی) کو بھی بتا دیا کہ خدا تجھے اس شکل کا پوتا دے گا۔وہ دن گننے لگی اور کہنے لگی، ابھی تین ماہ کا عرصہ پڑا ہے۔اس دوران مَیں نے اپنے گاؤں والے لوگوں میں بھی مشہور کر دیا کہ خدا مجھے ایک پوتا عطا فرمائے گا۔جب اس کے تین ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور میری بیوی اپنے بیٹے کے پاس گئی تو اس نے آکر بتایا کہ بچہ بالکل اسی شکل کا ہے جو آپ کو خواب میں دکھائی تھی۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک"

☆ ☆ ☆

دوسرا نشان

"اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ زمین دکھادی"

زمین کا ایک مقدمہ اور اس کے بارے میں ملنے والی آسمانی اطلاعات

مکرم بابو محمد فقیر اللہ صاحب ساکن موضع گھٹیالیاں کا بیان کردہ یہ دوسرا واقعہ اس اعتبار سے احمدیت کی صداقت کا ایک عظیم شاہکار ہے کہ اس میں اِس بندۂ خدا کو نہ صرف اپنی فتح اور کامیابی کی قبل از وقت بشارت ملی بلکہ شروع سے لیکر آخر تک مقدمہ کی جملہ کیفیات سے بھی اللہ تعالیٰ انہیں آگاہ فرماتا رہا۔چنانچہ آپ اس کی ایمان افروز تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"بہاولپور میں میری زمین کا مقدمہ تھا۔میں جب (پہلی) پیشی بھگت کر واپس آ گیا تو گھٹیالیاں پہنچنے پر مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ ٹکڑا زمین کا دکھا دیا جو مجھے ملنے والا تھا۔پھر یہ بھی بتایا کہ مخالف جو میرا نسبتی بھائی یعنی میرا اپنا سالا محمد خان نامی تھا، اس نے اپنی حمایت میں دو وکیل کھڑے کئے ہیں۔میں نے یہ سب کچھ اپنے دوستوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ بہاولپور سے آنے والی پہلی چٹھی میں یہ لکھا تھا کہ میرے مخالف نے واقعہ میں دو وکیل کئے ہوئے ہیں۔اس طرح پر خدا کی بتائی ہوئی ایک بات پوری ہوگئی۔پھر مقدمے

کا فیصلہ میری عدم موجودگی میں ہوا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھایا کہ میرا سالا غم زدہ حالت میں چارپائی پر پڑا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ اپنی بیوی کو بتادیا کہ میں نے تیرے بھائی کی یہ حالت دیکھی ہے۔ چار پانچ دنوں بعد بہاولپور سے خط بھی آگیا کہ مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں ہوگیا ہے اور یہ کہ مجھے وہی زمین ملی ہے جو مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔ یہ بھی لکھا تھا کہ محمد خان اس صدمے سے تین دن اور تین رات چارپائی پر پڑا رہا ہے''

اوراس طرح عالم الغیب خدا کی بتائی ہوئی ساری باتیں ایک ایک کر کے پوری ہو کر اس کی زندہ ہستی پر گواہ بنتی چلی گئیں۔**فالحمد لله علیٰ ذٰلک**

☆ ☆ ☆

تیسرا نشان

''احمدیت کی دشمنی صد چراغ ہے''

۱۹۷۴ء کے خونریز ہنگاموں کے دُوررس اثرات کے بارے میں ملنے والا آسمانی اشارہ

۱۹۷۴ء کے احمدیوں کے خلاف بھڑکائے جانے والے ملک گیر فسادات سے چار ماہ قبل آپ کو خواب میں کچھ ایسے مناظر دکھائے گئے جو بعد میں فسادات کی صورت میں عملاً رونما ہوئے۔اس کے ساتھ ہی آپ کو بتایا گیا کہ ''احمدیت کی دشمنی صد چراغ ہے'' جس کا مفہوم آپ کو یہ سمجھایا گیا کہ دشمنانِ احمدیت حق کا چراغ گل کرنے کی کوشش کریں گے مگر ان کی یہ دشمنی سَو (۱۰۰) چراغ جلنے کے برابر فائدہ مند ثابت ہوگی۔

(مذکورہ بالا جملہ واقعات کا حوالہ: مکتوب نمبر ۶، مورخہ ۴ جنوری ۱۹۷۸ء)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بابو فقیر اللہ صاحب کی یہ رؤیاء بھی لفظاً لفظاً پوری ہو چکی ہے کیونکہ انہی ہنگاموں کے نتیجے میں جہاں احمدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو ملک سے نکلنے اور ان کے لئے یورپ

،امریکہ اور کینیڈا، وغیرہ میں بسنے کے مواقع میسر آ گئے جس کے نتیجہ میں جماعت کے مالی حالات میں ایک زبردست بہتری پیدا ہوئی ،وہاں تبلیغ کی نئی سی نئی راہیں کھل گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے سینکڑوں ممالک میں نئی جماعتیں قائم ہو گئیں۔اسی کی بدولت جماعت کو ایم ۔ٹی۔اے (مسلم ٹیلیویژن احمدیہ) کی شکل میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کا وہ عالمی نشریاتی ادارہ میسر آ گیا جس کے طفیل احمدیت کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔پھر خود جماعت کے امام کا پاکستان کو چھوڑ کر انگلستان میں آ کر بسنا کئی لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا۔آپ کے لئے عالمی رابطوں کے میدان کھل گئے اور آپ کی تبلیغی اور تربیتی مساعی کے نتیجہ میں جماعت بظاہر ایک گمنامی کی حالت سے نکل کر عالمی مینار کی رفعتوں تک جا پہنچی ۔بہتر ہو گا کہ اس سلسلے میں ایک پاکستانی جریدہ میں شائع ہونے والا وہ اعتراف حق شائع کر دیا جائے جو الفَضلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الاَعْدَاءُ کے مترادف اس امر کی نا قابل تردید شہادت مہیا کر رہا ہے۔چنانچہ ساہیوال (پاکستان) سے نکلنے والا ایک روزنامہ ”خبریں“ اپنی ۸ر ستمبر ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

”دنیا کے ایک سو پچاس (اِس وقت یعنی ۲۰۱۰ء تک ایک سو پچانوے۔ناقل) ممالک میں قادیانیوں نے منظّم طور پر اور مربوط نیٹ ورک قائم کر لیا ہے اور تمام غیر اسلامی ممالک میں مرزا طاہر احمد کو وی ۔آئی ۔پی (V.I.P.) پروٹوکول دیا جاتا ہے۔بعض ممالک میں تو ان کا صدر مملکت کے برابر پروٹوکول ہوتا ہے۔مرزا طاہر احمد اور ہزاروں قادیانی خدام ،یورپ اور افریقہ میں مسلمان بستیوں ،کالجوں میں جا کر حکومت کی اجازت سے مسلمان بچوں کو لیکچر دیتے ہیں۔اور قادیانیت کو بطور حقیقت اسلام متعارف کراتے ہیں۔امریکہ، برطانیہ، جرمنی اور سنگاپور میں مرزا طاہر احمد کی رہائش گاہوں پر جدید settelite کا نظام موجود ہے جہاں سے پاکستان سمیت دنیا بھر کے پچاس ممالک میں مرزا طاہر احمد براہ راست خطاب کرتا ہے“

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر عبد العزیز اخوند

سندھ کے ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند کو ۲۵ سال کی عمر میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ احمدی بن کر آپ کے وجود میں وہ کونسا خوشگوار تغیر رونما ہوا جس نے آپ کی زندگی کو ایک خوشنما حقیقت میں بدل کر آپ کو ابدی راحت اور سکون سے ہمکنار کر دیا، اس کا پورا ادراک کرنے کے لئے آپ کی سوانح میں سے آپ ہی کا بیان کردہ ایک جملہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''مَیں بے نماز تھا، نمازی بن گیا۔ بداعمال اور بداخلاق اور حرام کھانے والا تھا، اب نیک، بااخلاق، سچا دیانتدار اور متقی بن گیا''

شاید قارئین راوی کے اس بیان کو ان کی خوش فہمی یا خودنمائی پر محمول کرتے ہوئے اسے درخور اعتنا نہ سمجھیں، لہٰذا مناسب ہوگا کہ آپ پر رؤیاء اور کشوف کی صورت میں نازل ہونے والی نعمت عظمیٰ کے ذکر سے پہلے آپ کی سوانح میں سے چند ایسے اوراق پیش کر دئے جائیں جو آپ کے اندر پیدا ہونے والے اس اخلاقی تغیر کی جو احمدیت کی بدولت آپ کے وجود ہستی میں رونما ہوا، منہ بولتی تصویر بن کر آپ کے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کر رہے ہیں تا معلوم ہو کہ احمدیت ایک عظیم برکت ہے جس کی مقناطیسی قوت سے انسان ترقی پاتے پاتے فرشتہ بن جاتا ہے۔

یاد رہے کہ ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔ آپ نے کئی سال تک مسلسل سرکاری ہسپتالوں میں کام کیا اور وہ بھی ایک ایسے علاقہ میں جہاں بڑے بڑے جرموں کو چھپا دینا یا معمولی جرموں کو بھیانک شکل دے کر اپنے مدمقابل کو قانونی شکنجوں میں گرفتار کروانا روزمرہ کا معمول ہے۔ اور یہ سب کچھ پولیس اور ڈاکٹروں کی مدد سے رشوت اور جھوٹے سرٹیفکیٹوں کی بنیاد پر عمل میں لایا جاتا ہے۔ ان حالات میں ڈاکٹروں کی توجہ مریضوں پر کم اور اس کالے دھندے پر زیادہ ہوتی ہے۔ خود ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

''مَیں نے اپنی ملازمت کے ابتدائی ایام میں رشوت بھی لی اور جھوٹے سرٹیفکیٹ بھی جاری کئے مگر جیسے ہی مَیں نے احمدیت قبول کی ان دونوں چیزوں سے توبہ کر لی اور پھر اپنی ملازمت کے آخری دن تک خدا کے فضل سے اس پر سختی سے قائم رہا''

اپنے اس عہد کی پابندی کی وجہ سے آپ کو کن کن مشکلات اور کیسے کیسے خطرات کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے باوجود آپ اپنے خدا کے ساتھ کئے ہوئے اس عہد کو دیانتداری سے نباہتے ہوئے شاہراہ حیات پر صبر و رضا کے کیسے کیسے چراغ روشن کرتے رہے، اس کی دو مثالیں درج کی جاتی ہیں.

پہلی مثال

آپ کا رشوت لینے سے انکار

آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۵۳ء میں میرا تبادلہ دادو سول ہسپتال سے لاڑکانہ کے شہر قنبر میں ہو گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ بیمار تو بہت کم آتے ہیں البتہ رشوت سے ہونے والی آمدنی کا کوئی شمار نہیں۔ کیونکہ مار دھاڑ، قتل و غارت اور جنسی جرائم کی اتنی کثرت تھی کہ روزانہ کئی جھوٹے سٹرفکیٹ لکھنے پڑتے۔ اگلے ڈاکٹروں کا تو یہ مرغوب مشغلہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے لاکھوں روپیہ کمایا مگر میرے لئے سوائے سر دردی کے اور کچھ نہ تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہسپتال میں کوئی دوائی نہیں تھی۔ مَیں نے جب میونسپل کمیٹی کے دفتر میں جا کر اس کی شکایت کی تو مجھے بتایا گیا کہ اگلے ڈاکٹر دوائیوں کو بیچ کر رقم آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ ہم نے جب آپ کا سنا تو ہم نے اس سال کا دوائیوں کا سارا اسٹاک سٹور میں بند کر کے تالا لگا دیا ہے۔ اب ہم یہ سب دوائیاں آپ کو دے رہے ہیں''

اب دوائیاں تو آپ کو مل گئیں مگر فرماتے ہیں:

''چند روز بعد ہسپتال کا عملہ میرے پاس آیا کہ صاحب، اس ہسپتال کی تو روزانہ کئی ہزار کی آمدنی تھی جس سے ہمیں بھی ۵۰، ۶۰ یا ۷۰ روپے مل جاتے تھے۔ مگر آپ نے تو یہ دروازہ ہی بند کر دیا ہے۔ میرے سمجھانے پر کہ یہ طریق خدا کو پسند نہیں وہ بگڑ کر چلے گئے اور پھر شہر کے لوگوں اور افسران کو میرے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ اس پر مجھے روزانہ گالیوں سے بھرے ہوئے اور دھمکی آمیز خطوط آنے شروع ہو گئے۔ گویا سارا شہر ہی بگڑ بیٹھا۔ ادھر پولیس الگ بگڑی کہ مَیں نے ان کی روزی بند کر دی ہے۔ چنانچہ الٹا مجھ

پر کیس بننے لگے یہاں تک کہ مجھے وہاں سے تبدیل کر دیا گیا اور میں نے اسی میں اپنی خیریت سمجھی"

(خلاصہ بیان از "نشان کبیر" ۔از صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۷)

فرماتے ہیں، اس قسم کے ابتلا مجھے ہر جگہ پیش آئے مگر مَیں نے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا"

☆

دوسری مثال

"جھوٹا سر ٹیفکیٹ لکھ کر نہ دیا"

فرماتے ہیں، ایک دفعہ ایک بہت بڑے جاگیردار جام فتح محمد خان کا نوکر آیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب، جام صاحب کہتے ہیں، پرسوں ان کی فلاں کورٹ میں طلبی ہے، آپ بیماری کا سر ٹیفکیٹ لکھ دیں۔ مَیں نے پوچھا، کیا بیماری ہے؟ کہنے لگا، آپ کوئی بیماری لکھ دیں۔ جب مَیں نے کہا کہ جاؤ، ان سے پوچھ کر آؤ تو وہ بگڑ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد دوسرا بڑا نوکر آ گیا اور اس نے بھی وہی مطالبہ دوہرایا۔ مَیں نے کہا، اگر تو وہ سچ مچ بیمار ہیں تو سٹیفکیٹ لکھ دوں گا ورنہ نہیں۔ وہ بولا، سائیں ڈاکٹر۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ جام صاحب کو نہیں جانتے۔ وہ اٹھوت کے مالک ہیں (یعنی انہیں حکومت کی طرف سے تحصیل کے مالیہ کا آٹھواں حصہ بطور سیاسی پنشن ملتا تھا)۔ مگر مَیں نے پھر بھی انکار کیا۔ اس پر ان کا منشی اور اس کے بعد ان کا بیٹا آیا۔ ان دونوں کو بھی مَیں نے وہی جواب دیا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ جام صاحب بہت بگڑے بیٹھے ہیں تو مَیں خود ان کے پاس چلا گیا اور ان سے کہا کہ

"جام صاحب! مَیں ۱۹۲۵ء میں احمدی ہوا ہوں اور اُس وقت سے اپنے امام کے ہاتھ پر عہد کر چکا ہوں کہ آئندہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ کیا مَیں اللہ سے کِیا ہوا عہد توڑ دوں؟"

فرماتے ہیں، جام صاحب کے دل میں کوئی چھپی ہوئی نیکی تھی۔ کہنے لگے، نہیں، نہیں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اپنا عہد نہ توڑیں۔ مَیں آپ سے بالکل ناراض نہیں۔ مَیں کورٹ چلا جاتا ہوں۔ آخر ایک دن جانا تو ہے ہی نا۔ اور خدا کرے سب ڈاکٹر آپ جیسے ہو جائیں۔

(خلاصہ بیان از "نشان کبیر" ۔از صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۱)

اب ذیل میں اس نعمت عظمیٰ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو رؤیاء ہائے صالحہ کی صورت میں

آپ کو حاصل ہوئی اور جو احمدیت کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت اور جوہر احمدی کے لئے ایک بہت بڑا سرمایۂ حیات بن کر اس کی زندگی کی تشکیل کر رہی ہے۔

پہلی رؤیاء

’’چار آدمی آیا‘‘

غیر متوقع طور پر چار مہمانوں کی آمد کی آسمانی خبر

آپ کے متعلق ’’درویشان احمدیت‘‘ جلد اول میں بتایا جا چکا ہے کہ کس طرح جب آپ ۱۹۲۵ء میں اپنی ملازمت کے سلسلے میں پہلی بار بمبئی سے بذریعہ بحری جہاز عدن آ رہے تھے تو ایک احمدی دوست ڈاکٹر حاجی خان صاحب کے نیک نمونہ سے متاثر ہو کر آپ نے احمدیت قبول کی۔ اب احمدیت کی پہلی برکت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’عدن میں آئے ہوئے اور احمدیت کو قبول کئے ہوئے ابھی مجھے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ایک رات مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی مجھے بلا رہا ہے جس پر مَیں جاگ پڑا تو ایکدم ایک زوردار آواز گونجی: ’’چار آدمی آیا‘‘۔ مَیں یہ آواز سن کر پہلے تو ڈرا اور پھر حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ آواز کس کی ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ مَیں نے لالٹین ہاتھ میں لی، گھر کا کونا کونا دیکھا، سب کمروں میں گیا، باورچی خانہ اور غسل خانہ تک دیکھا مگر کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ پھر گھر سے باہر نکل کر چاروں طرف چکر لگایا۔ دُور دُور تک نظر دوڑائی مگر کوئی انسان دکھائی نہ دیا۔ پھر سوچنے لگا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ شاید یہ وہ حقیقت ہے جسے الہام کہتے ہیں‘‘

فرماتے ہیں، اس پر چند روز ہی گذرے تھے، شام کا وقت تھا اور مَیں اپنے کوارٹر سے باہر کھڑا تھا کہ ایک شاندار فوجی بیل گاڑی آئی اور ہسپتال کے احاطہ میں داخل ہو کر خراماں خراماں نزدیک آتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ میرے کوارٹر سے بیس قدم کے فاصلہ پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ اندر سے ایک مومن صورت پنجابی شخص پگڑی پہنے اور چہرے پر چھوٹی سی داڑھی سجائے نکلا اور السلام علیکم کہہ کر میری طرف

بڑھا اور پوچھنے لگا، کیا آپ ڈاکٹر عبدالعزیز ہیں؟

فرماتے ہیں، میرے ''ہاں'' میں جواب دینے پر انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور فرمایا، میرا نام جمعدار کرمداد خان ہے۔ مَیں ہندوستان سے ٹرانسفر ہو کر یہاں آیا ہوں۔ قادیان میرا وطن ہے۔ الفضل کے دفتر سے مَیں نے آپ کا پتہ حاصل کیا۔ ہم کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ اور آج مَیں نے ارادہ کیا کہ آپ سے ملاقات کروں۔ فرماتے ہیں:

''قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ مجھے کس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔ وطن سے دُور ایک نئے اور اکیلے احمدی کو قادیان سے آیا ہوا ایک احمدی بھائی مل جائے تو اس کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہو گا۔ مَیں نے کہا، بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ پھر وہ پوچھنے لگے، کیا آپ عیال کے ساتھ رہتے ہیں؟ میرے جواب دینے پر کہ ہاں بیوی ہے، وہ بیل گاڑی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، میری بیوی اور دو بچیاں میرے ساتھ ہیں''

فرماتے ہیں، انہیں تو مَیں نے کہا کہ ان کو اندر لے آئیں، یہ آپ کا اپنا ہی گھر ہے، میری بیوی بھی انہیں مل کر بہت خوش ہوگی۔ دوسری طرف مَیں دریائے حیرت میں ڈوب گیا یہ خیال کر کے کہ چند دن پہلے بتائی ہوئی آسمانی خبر کتنی جلد اور کیسی خوبصورتی کے ساتھ پوری ہوگئی۔ بالکل چار آدمی آئے۔ دو میاں بیوی اور دو بچیاں۔ اور جو روحانی لذت اس سے آپ کو حاصل ہوئی اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''بس ہمارے گھر میں تو جیسے عید کا سماں ہوگیا۔ باتیں شروع ہوئیں جو ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔ قادیان کی باتیں، احمدیت کی باتیں، دین کی باتیں۔ مَیں اُس وقت نیا نیا احمدی ہوا تھا، کوئی مطالعہ نہیں تھا، کسی احمدی سے یوں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ غرض روحانیت سے لبریز ایک ایسا دلفریب نظارہ دیکھنے میں آیا جو جب تک رہا رُوح کو جلا اور دل کو سرور بخشتا رہا۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک ایسا نشان تھا جو میرے ایمان کی بے حد تقویت کا موجب بنا''

(از ''نشان کبیر''۔ صفحہ ۲۷)

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

”دوپہر کو جبل رحمت پر جانا!“

ایک الہامی اطلاع جس نے ایک بندۂ خدا کی مشکل حل کردی

جن دنوں آپ عدن (جزیرہ عرب) میں ملازم تھے تو آپ کے دل میں حج کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے افسران بالا سے کِیا تو فیصلہ ہوا کہ مجھے اس غرض کے لئے کامران چلے جانا چاہئے[۱]۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

”مَیں نے فوراً درخواست دے کر اپنی طبی خدمات کامران کے لئے منظور کروالیں۔ کامران ڈیوٹی چھ ماہ کے لئے ہوتی ہے۔ اس کے اختتام پر مَیں نے حج کی غرض سے ایک ماہ کے لئے چھٹی کی درخواست دے دی۔ مجھے حج کے لئے عازم دیکھ کر کامران کے تین اَور ڈاکٹر جن میں ہمارے احمدی ڈاکٹر حاجی خان صاحب اور ان کی اہلیہ بھی تھیں، حج کے لئے شریک سفر ہوگئے۔ چنانچہ اگلے جہاز پر ہم حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ اسی جہاز پر ہندوستان سے حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر بھی اس سال حج پر جا رہے تھے۔ ان کی رفاقت بھی ہمیں نصیب ہوگئی۔ جدہ پہنچنے پر ہم سب احمدی جدہ میں مقیم ایک احمدی تاجر حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحبؓ کے مکان پر ٹھہرے۔ وہاں قادیان سے آئے ہوئے ایک اَور احمدی دوست حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ سے بھی ملاقات ہوگئی۔ وہ لندن سے حج کرنے آرہے تھے“

فرماتے ہیں، یہاں سے ۱۴ مرد وزن کا یہ قافلہ جس میں دو غیر احمدی ڈاکٹر بھی تھے مکہ کے لئے روانہ ہوا۔ احمدی حجاج کے امیر قافلہ حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحبؓ تھے۔ آگے میدان عرفات میں ظاہر ہونے والے قدرت خداوندی کے ایک نشان کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

---

[۱] کامران جدہ سے ۱۱۰ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع بحیرہ احمر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اُس وقت حجاج کا ہر جہاز پہلے اسی جزیرہ میں لنگر انداز ہوتا تھا۔ سب حاجی یہاں اترتے، ان کا طبی معائنہ ہوتا، ان کے لباس اور دیگر سامان کو سٹیم کے ذریعے پاک وصاف کِیا جاتا، خود حاجیوں کو کلورین واٹر سے غسل دیا جاتا اور پھر انہیں جدہ کے لئے روانہ کیا جاتا۔

''عرفات میں جبل رحمت کے اردگرد کئی میلوں تک خیموں کا ایک شہر بس جاتا ہے۔ وہاں ایک رات اور ایک دن مغرب تک ٹھہرنا پڑتا ہے۔ رات جب مَیں سویا ہوا تھا تو اچانک جاگ پڑا۔ معاً میرے کانوں میں آواز پڑی: 'دوپہر کو جبل رحمت پر جانا'۔ صبح ہوئی تو احباب نے فیصلہ کیا کہ ظہر کے بعد سب مل کر جبل رحمت پر جائیں گے اور دعا کریں گے۔ مگر جب دوپہر کا وقت ہوا تو مَیں نے اپنی خواب اپنے امیر قافلہ جناب سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب کو سنا کر عرض کیا کہ رات مجھے یوں جبل رحمت پر جانے کا حکم ہوا ہے۔ انہوں نے اجازت دے دی''

فرماتے ہیں، ان کے اجازت دینے پر مَیں جبل الرحمت جانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اب عرفات میں جہاں لاکھوں کی تعداد میں خیمے نصب ہو جاتے ہیں اور وہ بھی بغیر کسی خاص ترتیب کے تو ایسا اکثر ہو جاتا ہے کہ کوئی حاجی اپنے خیمہ سے نکل کر جب جبل رحمت پر یا کسی اور کام سے جاتا ہے تو واپسی پر اسے اپنا خیمہ نہیں ملتا۔ پھر وہاں پر مامور سپاہیوں کی مدد سے اس کے خیمہ کی تلاش کی جاتی ہے جو اچھا خاصا جان جوکھوں کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

''یہ بات مجھے معلوم تھی۔ چنانچہ مَیں نے اِدھر اُدھر کوئی نشان مقرر کرنے کے لئے دیکھا تو ایک درخت نظر آیا جو ہمارے خیمہ کے بہت نزدیک تھا اور دوسرا کوئی درخت اس میدان میں موجود نہ تھا۔ اس لئے مَیں مطمئن ہو کر چل پڑا اور جبل رحمت پر پہنچ گیا۔ ابھی اوپر چڑھ ہی رہا تھا کہ مجھے پیچھے سے آواز آئی، 'ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب!' مَیں نے مڑ کر دیکھا تو وہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیّرؓ تھے۔ فرمانے لگے، مَیں صبح نماز فجر کے بعد یہاں آ گیا تھا۔ دعا اور ذکر کرنے کے بعد جب مَیں واپس ہوا تو خیمہ نہ ملا۔ پھر پھر کر تھک گیا تو دوبارہ جبل رحمت پر آ گیا۔ تھوڑا آرام کرنے کے بعد دوسرے رخ اترا مگر خیمہ نہ ملا۔ پھر یہاں آ گیا۔ پھر اترا مگر خیمہ نہ ملنے پر واپس آ گیا اور اس طرح خیمہ ڈھونڈتے ہوئے بارہ بج گئے۔ چنانچہ مایوس ہو کر دعائیں شروع کر دیں کہ یا اللہ، مجھے اپنے ساتھیوں سے ملا کہ آپ نظر آ گئے۔ آپ بتائیں، آپ کیسے آئے ہیں؟ مَیں نے کہا ،جیسے آپ آئے ہیں۔ پوچھا، کیا آپ کو خیمہ مل جائے گا؟ مَیں نے کہا، جی ہاں۔ مل

جائے گا۔مَیں آپ کو لے چلتا ہوں۔راستہ میں مَیں نے انہیں اپنی خواب سنائی‘‘

(از’’نشان کبیر‘‘۔صفحہ۲۲ تا۲۴)

اس واقعہ کے بارے میں’’**نیّر احمدیت**‘‘میں شائع ہونے والا خود حضرت مولانا نیّر صاحبؓ کا ایک اپنا نوٹ بھی درج کیا جاتا ہے جس میں آپ اپنی جبل الرحمت کو دیکھنے کی خواہش اور پھر مشکل میں پھنس جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مَیں نے خیال کیا کہ چل کر اس پہاڑی کو نزدیک سے دیکھوں۔اسے دیکھ کر واپس آ رہا تھا کہ راستہ بھول گیا۔عرب کی گرمی کا زور، دوپہر کا وقت، جون کا مہینہ۔کئی گھنٹے تک اپنے خیمہ کا پتہ نہ چلا۔پولیس سے مدد لی گئی مگر لاحاصل۔اس عالم پریشانی میں جان توڑ کر دعائیں بھی کیں۔آخرش فیصلہ کیا کہ جبل رحمت پر چاروں طرف دیکھوں، شاید اپنے خیمہ کا پتہ چل جائے۔چنانچہ پہاڑ پر چڑھ کر پھر دعاؤں کی طرف طبیعت متوجہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے دستگیری چاہی۔نیچے اتر رہا تھا کہ ڈاکٹر عبدالعزیز احمدی سندھی جو کامران سے ہمارے ساتھ آئے تھے، نیچے کھڑے مل گئے اور فرمایا کہ رات مجھے رؤیاء میں ارشاد ہوا تھا کہ مَیں دوپہر کے وقت جبل رحمت پر جاؤں۔اس تعمیل میں آیا تھا کہ آپ مل گئے‘‘[۱]

(’’نیّر احمدیت‘‘۔صفحہ۶۱)

’’**نشان کبیر**‘‘کی طرف واپس لوٹتے ہوئے ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند آگے فرماتے ہیں کہ جب امیر صاحب (مراد امیر قافلہ جناب سیٹھ ابوبکر یوسف صاحبؓ) نے یہ ساری کہانی سنی تو فرمایا، مولوی صاحب! یہ اللہ تعالیٰ ہی نے ڈاکٹر صاحب کو آپ کے لئے بھیجا تا کہ وہ آپ کو خیمہ تک پہنچائیں اور ہم سے ملوائیں۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جو ذرا مزاحیہ مزاج رکھنے والے تھے، ان کا تبصرہ مختلف تھا۔انہوں نے حضرت مولانا صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

---

[۱] حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّرؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور جماعت کے ایک بہت بڑے عالم اور مبلغ اسلام تھے۔آپ کو انگلستان اور پھر گولڈ کوسٹ اور نائیجیریا میں ایک لمبا عرصہ اسلام کی تبلیغ کا موقع ملا۔آپ کو مغربی افریقہ کا سب سے پہلا احمدی مبلغ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

''مولوی صاحب ! آپ آدھا دن عرفات جیسی جگہ میں خیمہ کی تلاش کرتے رہے مگر وہ آپ کو نہ ملا۔ پھر دعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو بھیج دیا کہ آپ کو عرفات کی دعا کا راز بتائے۔ اگر آپ یہ آدھا دن اللہ تعالیٰ کی معرفت تلاش کرنے میں صرف کرتے تو وہ بھی آپ کو مل جاتی''

(''نشان کبیر''۔صفحہ ۲۴)

ادھر مولانا نیر صاحب اس قدر جذباتی ہو چکے تھے کہ یہ سب کچھ سن کر رونے لگ گئے۔

☆☆☆

تیسری رؤیاء

''مَیں احمدی ہوتا ہوں''

ایک زیر تبلیغ دوست کے احمدی ہونے کے بارے میں

آپ جاتی میں تھے جو سندھ کا آخری جنوبی ہسپتال ہے کہ فرماتے ہیں، وہاں تبلیغ کے نتیجے میں تین افراد احمدی ہو گئے۔ ان میں سے دو تو ڈسٹرکٹ بورڈ کے اوورسیئر تھے اور ایک جاتی کے نزدیک ایک شہر بوہڑ کے سکول کا ہیڈ ماسٹر محمد یوسف نامی تھا۔ اس آخر الذکر دوست کے قبول احمدیت کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''محمد یوسف صاحب نے مجھے سات سوالوں پر مشتمل ایک سوال نامہ لکھ کر بھیجا کہ مَیں ان سوالوں کا جواب لکھ کر انہیں بھجواؤں۔ چنانچہ میں نے بڑی محنت سے ان سوالوں کے جواب تیار کئے اور بڑی تفصیل کے ساتھ سمجھا سمجھا کر انہیں لکھا۔ چند دنوں کے بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے کہتا ہے، آپ کے جوابات کا مَیں نے مطالعہ کیا ہے۔ وہ سب قرآن و حدیث کے مطابق اور بہت مدلل اور معقول ہیں، انہیں پڑھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ لہٰذا مَیں احمدی ہوتا ہوں۔ آپ میری بیعت کرا دیں''

یہ تو خواب تھی۔ لیکن فرماتے ہیں، اس کے چند دنوں بعد محمد یوسف صاحب کا خط مجھے آ گیا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مَیں نے آپ کے جوابات پڑھے ہیں مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا اور سوائے پریشانی

کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔اب آپ ہی بتائیں کہ میں کیا کروں۔فرماتے ہیں:

''مَیں یہ خط پڑھ کر خود پریشان ہوگیا اور افسوس کرنے لگا کہ اتنا مفصل اور مدلل طور پر مَیں نے ان کے ہر سوال کا جواب لکھا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہر حال کیا کر سکتا تھا۔ مَیں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا''

اب وہ خدا کی بتائی ہوئی خبر کیسے پوری ہوئی اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''چند دن اَور گذرے تھے کہ محمد یوسف صاحب کا دوسرا خط آ گیا جس میں انہوں نے لکھا کہ ڈاکٹر صاحب! مجھے معاف کریں، مَیں آپ کا مضمون پہلے جلدی میں پڑھ گیا تھا۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو مَیں نے وہ پہلا خط آپ کو لکھ دیا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔اب آپ کا وہ مضمون مَیں نے دوبارہ پڑھا ہے تو ہر بات صاف اور واضح ہوگئی ہے اور مَیں پوری طرح مطمئن ہو گیا ہوں، ایسے جیسے سورج نکل آیا ہو اور روشنی میں ہر چیز صاف نظر آتی ہے۔آپ کے لکھے ہوئے جوابات بالکل صحیح، سچے اور معقولیت پر مبنی ہیں، جزاکم اللہ خیراً۔اب مَیں بہت خوش ہوں۔آپ کے اس مضمون سے میری اس قدر تسلی ہوگئی ہے کہ مَیں اب جماعت میں داخل ہونے کیلئے تیار ہوں۔مہربانی کرکے آپ میری بیعت کرا دیں''

فرماتے ہیں، اس کے بعد انہوں نے باقاعدہ بیعت کر لی جس پر مَیں نے انہیں اپنا وہ خواب لکھا جو ہم دونوں کیلئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوا۔ بعد میں انہوں نے سلسلہ کی کتب کا خوب مطالعہ کیا اور بہت علم حاصل کر لیا۔وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت مخلص احمدی ثابت ہوئے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف مزید فرماتے ہیں کہ محمد یوسف صاحب کے مشورے پر مَیں نے اپنا وہ مضمون ''نزولِ ابن مریم اور حقیقتِ دجال'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع کر کے سندھی لوگوں میں تقسیم کیا۔۱۲۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب جو دو ہزار کی تعداد میں شائع کی گئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مفید ثابت ہوئی اور بہت سے سندھی احباب اس کتاب کو پڑھ کر احمدی ہوگئے۔فالحمد للہ

(ملخص از ''نشانِ کبیر''۔صفحہ ۱۔۶۰)

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

''آپ کا ٹکٹ خرید لیا گیا ہے''

آٹھ سال پہلے ملنے والی خبر کیسے پوری ہوئی

فرماتے ہیں، خدا تعالیٰ کی عجب قدرتیں ہیں کہ وہ کئی سال پہلے ایک نظارہ دکھاتا ہے۔ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا کیا مطلب ہے مگر اچانک وہی نظارہ حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے۔ تب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدائے علیم وخبیر کی طرف سے ایک خبر تھی جو اس نے اپنے ایک عاجز بندے کو اپنے پیار کے اظہار کے طور پر بہم پہنچائی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۲۷ء کی بات ہے کہ جب مَیں کامران میں تھا اور حج پر جانے والا تھا، مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حیدر آباد میں ہیں اور ریل گاڑی پر کہیں تشریف لے جانے والے ہیں۔ مَیں اور چند احباب بھی ساتھ ہیں۔ مَیں عرض کرتا ہوں کہ اگر حضور اجازت دیں تو مَیں بھی ساتھ چلوں۔ حضور اجازت دے دیتے ہیں۔ مگر جب مَیں ٹکٹ خریدنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوں تو پیسے نہیں ہوتے۔ اسی سوچ میں ہوتا ہوں کہ کوئی شخص میرے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے، آپ کا ٹکٹ خرید لیا گیا ہے۔ پھر مَیں ریل پر سوار ہوکر حضور کے ساتھ روانہ ہو جاتا ہوں''

یہ خواب مَیں نے اپنی نوٹ بک میں درج تو کر لی مگر بھول گیا۔ اب خدا تعالیٰ کا دکھایا ہوا یہ نظارہ کس طرح آٹھ سال بعد حقیقت بن کر سامنے آگیا، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''۱۹۳۵ء میں حضور حیدر آباد (سندھ) میں تشریف لائے اور تھرپارکر میں اپنی زمینوں پر گئے۔ حضور کے واپس حیدر آباد تشریف لانے پر چودھری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری مرحوم نے حضور کی خدمت میں پنجمورہ (ضلع حیدر آباد) میں اپنی زمین پر لے جا کر دعا کیلئے عرض کیا۔ اُس وقت مَیں نے بھی ساتھ جانے کی اجازت طلب کی۔ حضور نے اجازت مرحمت فرمادی مگر جب میں ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر اپنا ٹکٹ خریدنے لگا تو دیکھا کہ رقم تو لانا بھول ہی گیا ہوں۔ اب واپس جا کر کرایہ کی رقم لانے کی سوچ رہا تھا کہ چودھری محمد شریف صاحب نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، تمہارا ٹکٹ بھی خرید

لیا گیا ہے۔اس طرح وہ آٹھ سال پہلے کی رؤیاء لفظاً لفظاً پوری ہو کر اللہ تعالیٰ کی وراء الوراء ہستی پر ایک زندہ گواہ بن گئی۔فالحمد لله علیٰ ذٰلک''

(''نشان کبیر''،صفحہ ۶۴-۵)

☆ ☆ ☆

پانچویں رؤیاء

''رؤیاء میں ریل کے انجن کی سیٹی بجی''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آمد کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی اطلاع

اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی حیدرآباد (سندھ) میں آمد کے مذکورہ بالا واقعہ سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر صاحب موصوف کی بیان کردہ ایک اَور خواب کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں آپ کو حضورؓ کی آمد کے بارے میں ایک ایسا آسمانی اشارہ ملا جو اُسی وقت پورا ہو کر آپ اور آپ کے دوستوں کے ازدیاد ایمان کا باعث بنا۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۳۴ء میں مجھے کراچی جیل سے تبدیل کر کے میرپور خاص بھجوا دیا گیا۔۱۹۳۵ء میں جب احرار کی مخالفت زوروں پر تھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر مَیں نے تین ماہ کی رخصت لے کر دعوت الی اللہ کا پروگرام بنایا اور مجھے حیدرآباد (سندھ) میں متعین کر دیا گیا۔انہی ایام میں حضورؓ کے سندھ اور تھرپارکر میں اپنی زمینوں کے سلسلے میں حیدرآباد تشریف لانے کی خبر مشہور ہوئی تاہم حضورؓ کی آمد کے معین پروگرام کا کسی کو بھی علم نہ تھا''

اب عالم الغیب خدا نے آپ کو کس طرح آسمانی ذریعہ ابلاغ سے یہ اطلاع بخشی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''ایک رات مَیں سویا ہوا تھا تو رؤیاء میں مجھے ریل کے انجن کی سیٹی کی آواز سنائی دی۔

مَیں جاگ پڑا اور سوچنے لگا کہ اس ریل کی سیٹی کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ اُس وقت نارووال کے ایک نوجوان احمدی دوست مولوی عبدالقادر صاحب بھی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں میرے ساتھ تھے۔ وہ سوئے ہوئے تھے۔ مَیں نے انہیں جگایا اور کہا کہ مولوی صاحب! مجھے علم ہوا ہے کہ خیبر میل جو لاہور سے آنے والی ہے اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ بھاگ کر سٹیشن پر جائیں اور پتہ کریں۔ اگر خیبر میل آچکی ہو تو ویٹنگ روم میں دیکھنا‘‘

چنانچہ فرماتے ہیں، مولوی عبدالقادر صاحب گئے اور پیغام لائے کہ فی الواقعہ حضورؓ تشریف لے آئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

’’بس پھر کیا تھا، ہم فوراً اٹھے اور تیار ہو کر بھاگم بھاگ سٹیشن پر پہنچ گئے۔ حضور نے دریافت فرمایا، آپ لوگوں کو ہماری آمد کا کیونکر پتہ چلا تو مَیں نے اپنی رؤیاء سنائی۔ حضورؓ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ حضورؓ کی رفاقت میں ناظران صاحبان کے علاوہ حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ بھی تھے۔

(’’نشان کبیر‘‘۔ صفحہ ۶۳ تا ۶۵)

☆ ☆ ☆

چھٹی رؤیاء

’’چوروں کے حُلیے دکھائے گئے‘‘

آپ کے گھر میں نقب زنی کی واردات اور ایک آسمانی انکشاف

اب آپ کی ایک ایسی رؤیاء بیان کی جاتی ہے جو نہ صرف آپ اور آپ کے شہر کے لوگوں کیلئے موجب حیرت بنی بلکہ جس نے خود طبی محکمہ کے افسران اور امن اور سلامتی کے ذمہ وار افراد کو بھی حیرت اور استعجاب کے سمندر میں غرق کر دیا۔ جیسا کہ پیچھے بتایا گیا ہے، یہ علاقہ جس میں آپ نے سالہا سال تک طبی خدمات سرانجام دیں، جرائم پیشہ لوگوں کا ایک بہت بڑا مرکز ہے۔ یہاں بڑے بڑے

بھیانک جرموں کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ بڑے اور صاحب اقتدار لوگ جنہیں وڈیرے کہا جاتا ہے خود جرم کرواتے ہیں اور پھر چھپا دیتے ہیں۔ چوریاں ، ڈکیتیاں تو عام ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جب آپ ضلع جیکب آباد سے تبدیل ہو کر دادو میں آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ چند روز پہلے ایک فارسٹ آفیسر کے مکان میں نقب لگا کر چور اس کا سب مال واسباب لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اس سے اگلے ہفتہ انکم ٹیکس آفیسر کے گھر چوری ہوئی اور چور ان کا بھی سب کچھ لے گئے۔ اب آپ اپنا قصہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میرا کوارٹر سول ہسپتال کے لمبے چوڑے احاطہ کے آخری کونے میں تھا۔ اس کے دو طرفہ چند گز کے فاصلے پر دیوار تھی اور دونوں دیواروں کے باہر راستہ تھا۔ پھر آگے ایک طرف جنگل اور دوسری طرف میدان تھا جس میں چند سرکاری کوارٹر تھے۔ ایک رات مَیں ابھی کچھ پڑھ رہا تھا اور اندر میری بیوی اور بچے سو رہے تھے کہ مجھے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ مَیں نہ اٹھا یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی ملنے والا ہوا تو دوبارہ کھٹکھٹائے گا یا آواز دے گا“

فرماتے ہیں، دراصل یہ تین چور تھے جو دیوار پھاند کر اندر آ گئے تھے اور معلوم کرنا چاہتے تھے کہ گھر والے سو گئے ہیں یا جاگ رہے ہیں۔ جب چوروں نے گھر والوں کی کوئی آواز نہ سنی تو وہ مطمئن ہو کر اپنا کام کرنے لگ گئے۔ پہلے انہوں نے ایک کمرے کی کھڑکی کے نیچے سے اینٹیں اکھاڑ کر اتنی بڑی نقب لگائی کہ آدمی آسانی سے اس میں سے گذر سکے۔ آپ اس دوران کھٹ کھٹ کی آواز سن کر کمرے کے اندر گئے تو سہی مگر فرماتے ہیں:

”مجھے اندھیرے میں وہ نقب نظر نہ آئی کیونکہ کھڑکی کے ساتھ میری کتابوں کا شیلف تھا اور اس شیلف کے ساتھ ہی میرے لڑکے نے اپنی سائیکل رکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں دائیں بائیں نظر پھرا کر پھر واپس آ گیا اور دروازہ بند کر کے اپنی چارپائی پر جا لیٹا۔ اور نیند آنے تک ذکر الٰہی کرنے لگا“

فرماتے ہیں، ہمارا جو کچھ سونا چاندی اور کیش وغیرہ تھا، اسی کمرے میں تھا۔ میری بیوی کے جملہ زیورات، ریشمی پارچات بھی ایک بکس میں وہیں رکھے ہوئے تھے۔ اسی طرح سَو سَو کے دس نوٹ یعنی

پورا ایک ہزار روپیہ بھی ایک اٹیچی کیس میں وہاں تھا جو مقفل نہ تھا۔فرماتے ہیں:

''اب دیکھئے، میرے پیارے مولا کی تدبیر کہ وہ کس طرح مجھے بچاتا ہے۔یعنی نقب بالکل تیار ہوگئی لیکن چوروں کو اندر گھسنے نہ دیا۔چورابھی باہر ہی کھڑے تھے کہ ہسپتال میں رہنے والا ایک شخص جو کہیں باہر گیا ہوا تھا، میرے کوارٹر کے سامنے والی احاطہ کی چھوٹی دیوار کو پھلانگ کر میرے کوارٹر کے پاس سے گزرا۔جونہی اس کی نگاہ اِن چوروں پر پڑی وہ پوچھنے لگا، کون ہوتم۔اس پر ایک چور نے اپنا ڈنڈا بھرپور کھینچ کر اس کے سر پر دے مارا۔اس کے سر پر بڑا سندھی پگڑ ہونے کی وجہ سے اسے زیادہ چوٹ نہ لگی مگر مَیں جو ابھی جاگ رہا تھا، اس کے شور مچانے پر اپنا ریوالور لے کر باہر نکلا۔اتنے میں چور دیوار پھاند کر باہر نکل چکے تھے اور پھر بھاگ کر جنگل کی طرف غائب ہوگئے''

فرماتے ہیں، یہ شور شرابا سن کر سول سرجن صاحب بھی جو قریب ہی اپنے کوارٹر میں تھے آ گئے۔وہ کہنے لگے، ڈاکٹر صاحب! آپ زکوٰۃ نہیں دیتے کیا؟ میرا جواب یہ تھا کہ اگر قدرت نے آج چوروں کو بھگا دینے کا سامان نہ کیا ہوتا تو کس طرح پتہ لگتا کہ میں اللہ کی حفاظت میں ہوں۔اتنے میں اَور لوگ بھی آ گئے اور کہنے لگے، سائیں، آپ پر بہت بڑا افضل ہوا ہے ورنہ یہ چور تو سب کچھ لوٹ کر لے جاتے ہیں۔اب سول سرجن صاحب نے پولیس کو اطلاع دے دی۔پولیس کے آنے پر وہ کہنے لگے، دیکھو، یہی تین چور ہیں جو پہلے بھی وارداتیں کر چکے ہیں۔اگر تم لوگوں نے ان کو نہ پکڑا تو پھر کسی افسر کا بنگلہ سلامت نہ رہے گا۔فرماتے ہیں:

''پولیس تو چوروں کا سراغ لگانے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔جو دوسرے لوگ آئے تھے وہ بھی ہمدردی کا اظہار کر کے اپنے اپنے کواٹروں میں جا کر سو گئے اور مَیں وضو کر کے شکرانے کے نفل پڑھنے لگ گیا اور دیر تک پڑھتا رہا۔پھر اندازاً تین بجے مَیں بھی سو گیا۔رات رؤیاء میں دیکھا کہ کوئی لمبا قوی ہیکل شخص تین آدمیوں کو لے کر میرے سامنے آیا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب، یہ ہیں وہ تین چور جنہوں نے آپ کے گھر میں نقب لگائی ہے''

فرماتے ہیں، یہ خواب اتنی صاف اور واضح تھی کہ مَیں نے ان تینوں چوروں کی شکلیں اچھی طرح

دیکھ لیں۔ان میں سے ایک لمبا قد، سانولے رنگ کا اور چھوٹی مونچھوں والا اقوی الاعضا شخص تھا۔دوسرا چھوٹے قد کا گندم گوں، گول چہرے والا آدمی تھا۔اس کی چھوٹی ڈاڑھی تھی جسے اس نے مہندی لگا کر سرخ کیا ہوا تھا۔اس کے سر کے بال بھی مہندی سے سرخ تھے۔تیسرا چور درمیانے قد کا، پتلے جسم والا اور سانولے رنگ کا تھا۔مونچھیں ذرا لمبی تھیں اور سر پر سندھی طرز کی پگڑی باندھے ہوئے تھا۔

فرماتے ہیں مَیں نے صبح اٹھتے ہی ان تینوں کے حلیے لکھ کر سول سرجن صاحب کو بھجوا دئے۔ادھر پولیس جو پاؤں کے نشانات کا کھوج لگاتے ہوئے اسی وقت چوروں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھی تیسرے دن دو آدمیوں کو پکڑ کر لے آئی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ان دونوں کے حلیے حیرت انگیز طور پر میرے بیان کردہ حلیوں سے ملتے تھے۔ادھر چند لوگ جو پہلے کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کی خواب ان خیالات کا نتیجہ ہے،اب کہنے لگے کہ اگر یہ خیالات کا اثر تھا تو خواب میں نظر آنے والے حلیے کس طرح چوروں کے حلیوں سے مل رہے ہیں۔تیسرا چور البتہ پولیس کو ہاتھ نہ لگا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس پر جو فرمایا وہ ان کی مومنانہ شان کے عین مطابق اور ایک حقیقت افروز تبصرہ ہے۔آپ نے فرمایا:

''مجھ پر اتنا بڑا خدا کا فضل کیوں ہوا؟ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اس لئے ہوا کہ مَیں موصی ہوں اور اپنا حصہ آمد باقاعدہ ادا کرتا ہوں اور دیگر چندوں میں بھی حصہ لیتا ہوں'' [۱]

(ملخص از ''نشان کبیر'' ۔صفحہ ۱۱۵ تا ۱۲۱)

☆ ☆ ☆

[۱] موصی کے لفظی معنی وصیت کرنے والے کے ہیں،اس سے مراد وہ احمدی ہے جو اپنی زندگی میں یہ وصیت کر جائے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائداد کا دسواں حصہ (یا اس سے زیادہ اگر لکھوایا ہو تو) نظام جماعت کو بغرض اعلائے کلمۃ اللہ دیا جائے۔ایسے احمدی کو جماعتی نظام کے تحت ایک مخصوص قبرستان (جسے ''بہشتی مقبرہ'' کا نام دیا گیا ہے) میں دفن کیا جاتا ہے۔یہ نظام جماعت کے اندر ''نظام وصیت'' کے نام سے معروف ہے۔خلفاء سلسلہ بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک حالیہ تحریک کے نتیجہ میں جماعت کی عددی ترقی کے ساتھ موصیوں کی تعداد میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔اور یہ سلسلہ جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا ہے، انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

ساتویں رؤیاء

”وہ میرے پاؤں چھُو کر چلا گیا“

ایک بیمار کا سارا حال خدا نے آپ کو بتا دیا

آپ کے ساتھ خدائے علیم وخبیر کا ایک عجیب وغریب سلوک تھا اور وہ یہ کہ جس بیمار کے متعلق آپ کو خاص فکر ہوتی، نماز فجر سے پہلے پہلے آپ پر اس کی حالت منکشف ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

”۱۹۳۸ء میں جب مَیں ڈھرکی بھیجا گیا تو مَیں نے ہمیشہ یہ مشاہدہ کیا کہ جس بیمار کے متعلق مجھے خاص فکر ہوتی نماز فجر سے پہلے مجھ پر اس کی حالت منکشف ہو جاتی تھی۔ اور جب مَیں اس کے پاس پہنچتا تو بعینہٖ اس کی وہی حالت دیکھتا جو خواب میں مجھے اس کی بتلائی یا دکھائی گئی ہوتی تھی۔ ایسے ہر مریض کے متعلق گویا یہ اللہ تعالیٰ کی میرے ساتھ سنت ہوگئی تھی جس پر مَیں خود حیران تھا“

اب اس سلسلہ میں آپ کے بیان کردہ دو واقعات جو آپ نے بطور مثال بیان فرمائے ہیں، پیش کئے جاتے ہیں۔ پہلے واقعہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

”ایک مریض کو روزانہ بخار رہتا تھا تو مجھے بتا دیا جاتا کہ آج اس کا درجۂ حرارت ۱۰۱ ڈگری ہے یا ۱۰۲ ہے یا ۱۰۴ ہے۔ پھر ایک رات مَیں نے کشفاً دیکھا کہ اس کا بخار اتر گیا ہے۔ صبح کو مَیں اس کے پاس جا رہا تھا کہ راستے میں اس کا باپ ملا۔ کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب، میرے بچے کا بخار کب اترے گا؟ مَیں نے کہا، بخار تو اتر گیا ہے اس کا۔ وہ کہنے لگا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ اور حیران ہو کر میرے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم مریض کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ فی الواقعہ اس کا بخار اتر چکا تھا“

دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک رات ایک زیر علاج مریض کے بارے میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اس کے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر دی گئی ہیں جس سے اس کا سانس اس قدر

تیز ہو گیا ہے کہ اس کے والدین اور بھائیوں کو سخت فکر لاحق ہو گئی ہے اور وہ سمجھ نہیں پا رہے کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایک نے کہا کہ مَیں ابھی جا کر ڈاکٹر صاحب کو خبر کرتا ہوں۔ مَیں یہ خواب دیکھ ہی رہا تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ مَیں جب اٹھ کر گیا تو دیکھا کہ اسی بیمار کا بھائی کھڑا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ جلدی جلدی اس کا حال بتانے لگا۔ مَیں نے سن کر کہا، ارے آپ لوگوں نے اس کے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں کیوں بند کر رکھی ہیں؟ جاؤ بیمار کو اس کمرے سے نکالو۔ چونکہ انہوں نے فی الواقعہ ایسا ہی کِیا ہوا تھا وہ دنگ ہو کر میرے چہرے کو تکنے لگا۔ پھر وہ ہندوآنہ طریق پر دونوں ہاتھ باندھ کر الٹے پاؤں واپس ہوا اور گھر پہنچ گیا۔ گھر پہنچ کر جیسے ہی اس نے کھڑکیاں وغیرہ کھولیں مریض کا سانس درست ہو گیا۔ صبح جب ملا تو پوچھنے لگا، ڈاکٹر صاحب، آپ کو کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے سب دروازے اور کھڑکیاں بند کی ہوئی تھیں؟ مَیں نے اَور تو اسے کچھ نہ بتایا، صرف یہ کہا کہ بھئی، مَیں اُس وقت وہیں تو کھڑا تھا۔ وہ بے حد حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگ گیا مگر سمجھ گیا اور پھر ہاتھ باندھ کر اور میرے پاؤں کو ہاتھ لگا کر چلا گیا"

(ملخص از "نشان کبیر"۔ صفحہ ۱۵۴ تا ۱۵۶)

☆ ☆ ☆

آٹھویں رؤیاء

"وہ دو ماہ بعد چلا جائے گا"

ایک غیر احمدی ڈاکٹر کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

اب اس عنوان کے تحت آپ ہی کا بیان کردہ ایک چھوٹا سا مگر خدائے عالم الغیب کی ہستی پر زندہ گواہی دینے والا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ ۱۹۵۷ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر اپنے وطن مٹاری (ضلع حیدر آباد) میں آ گئے اور وہاں کافی روپیہ خرچ کر کے اپنا ایک خانگی ہسپتال کھولا اور

کام شروع کر دیا۔ یہ وہی شہر تھا جہاں آپ اس سے پہلے دو بار، دو، دو ماہ کی چھٹیاں لے کر تبلیغ کر چکے تھے، مناظرے بھی کئے تھے اور اب خیال تھا کہ آپ طبی خدمات سرانجام دیکر لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جب اس طرح محبت اور ہمدردی کے ساتھ آپ ان کے دل فتح کرنے میں کامیاب ہوگئے تو آپ کیلئے تبلیغ کا راستہ بھی کھل جائے گا۔ لیکن فرماتے ہیں:

''ابھی مجھے اپنے ہسپتال میں کام شروع کئے ہوئے بمشکل ایک ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ ایک اور ڈاکٹر جس کا نام فقیر محمد تھا، وہ بھی پنشن پانے کے بعد مٹاری آ گیا۔ چونکہ وہ وہاں پہلے بھی رہ چکا تھا اور لوگوں میں اچھا خاصا مقبول بھی تھا، لوگ اس کے پاس جانے شروع ہو گئے۔ وہ بھی رات دن کام کرنے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا کاروبار خوب جما اور اس نے خوب کمایا۔ لیکن خدا نے مجھے بتا دیا کہ دو مہینے کے بعد یہ بھاگ جائے گا''

فرماتے ہیں، یہ الہام مَیں نے مٹاری کے کئی دوستوں کو سنا دیا اور وہ سب تعجب کرنے لگے کہ اس کا ہسپتال تو خوب چل رہا ہے پھر وہ کیونکر جائے گا۔ مگر آخر وہی ہوا جو خدا نے آپ کو بتایا تھا یعنی مریض آہستہ آہستہ اس سے ہٹنے لگے اور پھر بالکل برگشتہ ہو کر اس کو چھوڑ گئے۔ اس کے بظاہر دو سبب تھے۔ ایک تو وہ بڑا لالچی قسم کا انسان تھا، فیس بہت لیتا تھا۔ دوسرے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سبب بنا کہ اس کے مریضوں کو شفا نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ٹھیک دو ماہ بعد وہ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر مٹاری سے چلا گیا اور یوں خدا کی بات پوری ہو کر اس کی زندہ ہستی کا نشان بن گئی۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔**

(''نشان کبیر''۔ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۶)

.........☆.........

تعارف: الحاج ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند ایک ماہر ڈاکٹر ہونے کے علاوہ اچھا ادبی و علمی ذوق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کو احمدیت کے میدان میں کئی کتب کا مصنف ہونے اور کئی دیگر کتب کا سندھی زبان میں ترجمہ کرنے کا فخر حاصل ہے۔ آپ بلاد عرب اور پاکستان میں سالہا سال تک طبی خدمات ادا کرنے کے بعد سلسلہ کے مرکز ربوہ میں آباد ہو گئے اور ۱۹۸۲ء میں اپنی وفات تک فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بطور ہاؤس سرجن کام کرتے رہے۔

☆ ☆ ☆

چودھری نذیر احمد صاحب سندھو (بورے والہ)

چودھری نذیر احمد صاحب سندھو بورے والہ بھی ان مخلصین جماعت میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رؤیا صالحہ اور کشوف کی وافر دولت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، یہ عظیم نعمت الٰہی انسان کو اسی دنیا میں مل سکتی ہے بشرطیکہ وہ سچا مومن بن جائے۔ اور جس کو یہ نعمت نصیب نہیں تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں، اُس کا اِس حالت میں مرنا اور یہاں سے چلے جانا نہایت خراب ہے۔ بلکہ آپ نے اسبارے میں کسی ولی اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ

'جس کو ایک سچا خواب اپنی عمر میں نصیب نہیں ہوا، اس کا خاتمہ خطرناک ہے'

(''ملفوظات''، جلد اول۔ صفحہ ۱۲)

مگر یہاں تو جیسا کہ صاحب مضمون کی اور دیگر مخلصین جماعت کی رؤیا ہائے صالحہ سے پتہ لگتا ہے، ایک سمندر ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ چنانچہ چودھری نذیر احمد صاحب سندھو کو جب خاکسار کے روزنامہ الفضل میں شائع ہونے والے اعلان سے معلوم ہوا کہ خاکسار سچی خوابوں پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ نے اپنی ایک درجن کے قریب نہایت واضح طور پر پوری ہونے والی خوابیں لکھ کر بھجوادیں اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ

''بحمد اللہ، سچی خوابوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ خاکسار شروع سے ہی اپنی خوابوں کو اپنی ڈائری میں محفوظ کر لیتا ہے کیونکہ جب وہ پوری ہوتی ہیں تو بہت ازدیادِ ایمان کا ذریعہ بنتی ہیں۔ آپ کے (یعنی خاکسار راقم الحروف کے۔ ناقل) مطبوعہ ارشاد کے مطابق ان میں سے چند ایک جو کم وبیش ہو بہو پوری ہو چکی ہیں، ارسال خدمت ہیں''

یہ خوابیں جن میں آپ کو اپنی ذات، اپنے دوستوں اور عزیزوں نیز سلسلہ کے بارے میں مختلف نوعیت کے نظارے دکھائے گئے، ان میں بعض ایسی صاف اور واضح ہیں کہ انہیں پڑھنے کے بعد ایک صاف دل طالب حق کو ایک عالم الغیب ہستی کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

پھر یہ نعمت عظمیٰ جو یقیناً دل کی صفائی اور ایمان کی گہرائی پر دلالت کرتی ہے، فی زمانہ جس طور پر اور جس وافر مقدار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین کو نصیب ہوئی ہے، اس سے آپؑ کے اس دعویٰ پر ایک زبردست دلیل قائم ہوتی ہے کہ میری جماعت ایک مومنوں کی جماعت ہے کیونکہ قرآن

کریم میں مومن بندے کی یہی علامت بیان ہوئی ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِینَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیھِمُ المَلَائِکَۃُ

(سورۃ حم سجدہ: ۳۳)

یعنی 'وہ لوگ جو اپنے رب کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں'

اس کی عظمت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

'جس میں یہ نشان نہیں اُس میں تقویٰ نہیں۔ سو ہم سب کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ یہ شرط ہم میں پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام، خواب، مکاشفات کا فیضان ہو کیونکہ مومن کا یہ خاصہ ہے''

(ملفوظات، جلد اول۔ صفحہ ۱۲)

اب اگلے صفحات میں چودھری نذیر احمد صاحب سندھو کی وہ خوابیں درج کی جاتی ہیں جن کا تعلق مضمون زیر بحث یعنی ''اخبار سماویہ'' سے ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

☆

کلام الامام

''الہام اور کشف کی عزت اور پایۂ عالیہ قرآن شریف سے ثابت ہے...... یہی ایک صداقت تو اسلام کے لئے وہ اعلیٰ درجہ کا نشان ہے جو قیامت تک بے نظیر شان وشوکت اسلام کی ظاہر کر رہا ہے۔ یہی تو وہ خاص برکتیں ہیں جو غیر مذہب والوں میں پائی نہیں جاتیں''

(''ازالہ اوہام''، روحانی خزائن، جلد ۳۔ صفحہ ۱۷۸)

☆

﴿۱﴾

''تیس روپے لے لو اور تفسیر صغیر مجھے دے دو''

چودھری محمد طفیل صاحب کے بارے میں ایک انکشاف

فرماتے ہیں، ۲۶ جنوری ۱۹۶۹ء کو خواب میں دیکھا کہ

''میرے ایک عرصہ دو، تین سال سے زیر تبلیغ دوست، چودھری محمد طفیل صاحب، ایم۔ اے، مجھے کہتے ہیں: یہ تیس روپے لے لو اور تفسیر صغیر مجھے دے دو۔ مَیں انہیں جواب دیتا ہوں کہ تفسیر کی قیمت تیس روپے نہیں، بیس روپے ہے، آپ مجھے صرف دس روپے دے دیں اور تفسیر لے لیں کیونکہ آپ کے دس روپے پہلے ہی میرے پاس ہیں۔ نیز مَیں خواب کے اندر ہی خیال کرتا ہوں کہ قرآن کریم سے انہیں کیسی گہری عقیدت ہے''

فرماتے ہیں، یہ ان دنوں کی بات ہے جب خاکسار میاں چنوں میں بطور فیملی پلاننگ آفیسر متعین تھا اور چودھری صاحب موصوف بھی میرے ساتھ بطور فیملی پلاننگ افسر کام کر رہے تھے۔ خاکسار ان دنوں مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کا قائد بھی تھا۔ اب یہ نظارہ کچھ دن بعد کس طرح بعینہٖ اسی شکل وصورت میں جیسا کہ آپ کو خواب میں دکھایا گیا تھا، عملاً ظہور میں آگیا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے انہیں جب تفسیر صغیر کی نئی جلد جو انہی دنوں چھپی تھی دکھائی تو انہیں وہ اس قدر پسند آئی کہ کہنے لگے، یہ مجھے دے دو اور پھر دس روپے دے کر انہوں نے وہ مجھ سے خرید لی۔ دس روپے فی الواقعہ مَیں نے انہیں پہلے ہی دینے تھے۔ اس طرح انہوں نے عملاً قرآن کریم سے اپنی گہری محبت اور عقیدت کا اظہار کیا اور پھر قرآن کریم سے عقیدت کا یہی رنگ ڈھنگ انہیں احمدیت کی طرف لے آیا یعنی یکم فروری ۱۹۶۹ء کو انہوں نے باقاعدہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ فالحمدللہ'' [ا]

[ا] تفسیر صغیر، قرآن کریم کی اس مختصر تفسیر کا نام ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے دَور خلافت میں قرآن کریم کے بعض اہم مقامات کی تشریح میں تیار کیے گئے اپنے تفسیری نوٹوں پر مشتمل تیار فرمائی تا کہ پڑھنے والا جو زیادہ گہرائی میں نہیں جانا چاہتا، قرآن کریم پڑھتے وقت انہیں سمجھتا چلا جائے۔

تعارف چودھری محمد طفیل صاحب: خاکسار کے حال ہی میں مکرم چودھری نذیر احمد صاحب سے رابطہ کرنے پر آپ نے بتایا کہ

''مکرم چودھری محمد طفیل صاحب ڈہرانوالہ، تحصیل چشتیاں، ضلع بہاولنگر کے رہنے والے ہیں۔قبولیت احمدیت کے بعد انہوں نے اخلاص میں خوب ترقی کی۔ان کے احمدیت قبول کرنے پر ان کی مخالفت بھی ہوئی مگر انہوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کی مخالفت ہورہی ہے۔یہ خواب انہوں نے اپنی بیوی کو بھی بتادی تھی۔پھر جب ان کی عملاً بڑے زور وشور سے مخالفت شروع ہوگئی تو ان کی وہ نو بیاہتا بیگم بہت متأثر ہوئی اور صرف اس نشان کو دیکھ کر اس نے بھی بیعت کر لی۔آپ اِس وقت دوکوٹہ (ضلع وہاڑی) جماعت کے سرگرم رکن اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مخلص احمدی ہیں۔آپ ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء اس جماعت کے ''صدر جماعت'' بھی رہے ہیں''

﴿۲﴾

''براعظم امریکہ کا نقشہ دکھایا گیا''

آپ کی ترقی اور تبدیلی کے بارے میں ایک آسمانی انکشاف

اب آپ کو آسمانی ذریعہ ابلاغ سے ملنے والی ایک اَور ایسی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے بارے میں آپ کو اس سے قبل کوئی ادنیٰ سا تصور بھی نہ تھا کہ ایسا ہوگا اور نہ یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ آپ کے دماغی خیالات یا آپ کی خواہشات کا نتیجہ تھا۔اس کی تفصیل پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''خاکسار ۱۳؍نومبر ۱۹۷۲ء کو اپنی ملازمت بطور فیملی پلاننگ آفیسر کے سلسلے میں میاں چنّوں میں تھا کہ رات خواب میں دیکھا کہ ہمارے انچارج آفیسر ضلع ملتان، جناب نصر اللہ خان صاحب، خانیوال تشریف لائے ہیں اور میری ترقی وتبدیلی کی خبر سناتے ہیں۔اس مجلس میں علاوہ دیگر دوستوں کے میرے دوست محمد شفیع صاحب بٹ بھی تشریف رکھتے ہیں۔اس سلسلے میں مکرم نصر اللہ خان صاحب خواب کے اندر جو نقشہ مجھے

دکھاتے ہیں، وہ براعظم شمالی امریکہ کا لگتا ہے۔ گویا میری اس تبدیلی اور ترقی کا تعلق بیرونی ممالک سے ہے اور وہ بیرونی ملک شمالی امریکہ ہے''

یہ آسمانی خبر چند ماہ بعد ہی منصۂ شہود پر آ گئی۔ اور عجیب ترباتِ یہ ہے کہ اس کے حقیقت بننے کی تقریب بھی اسی شہر میں پیدا ہوئی جو آپ کو خواب میں دکھایا گیا تھا، یعنی خانیوال۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''خاکسار ۱۰/اپریل کو جب اپنے دیگر ہم پیشہ رفقاء کے ہمراہ خانیوال میں تھا اور وہاں مکرم نصراللہ خان صاحب انچارج ضلع ملتان بھی تشریف لائے ہوئے تھے تو انہوں نے سب کی موجودگی میں یہ خوشخبری سنائی کہ خاکسار کی نامزدگی غیر ملکی وظیفہ کیلئے ہوگئی ہے۔ اور جب بعض دوستوں نے جن میں برادرم مکرم محمد شفیع صاحب بٹ بھی شامل تھے مکرم نصراللہ خان صاحب سے مجوزہ ملک کا نام دریافت کیا تو انہوں نے امریکہ کا نقشہ ہی ہمیں زبانی دکھایا''

اور اس طرح پر وہ الٰہی خبر من وعن پوری ہو کر ایک عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی کی گواہ بن گئی۔ مکرم چودھری نذیر احمد صاحب سندھو آگے فرماتے ہیں کہ اس حد تک تو وہ خبر جس میں نہ میرا کوئی دخل تھا اور نہ کسی قسم کی خواہش تھی، پوری ہوگئی مگر اس پروگرام کا عمل میں آنا ممکن نہ ہوا۔ تاہم اس سے اس قدر فائدہ مجھے ضرور ہوا کہ محکمانہ طور پر مجھے اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے پاسپورٹ بننے کی سہولت میسر آ گئی جس سے آئندہ کسی وقت بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

﴿۳﴾

''جاپان میں مشن قائم کر دیا گیا ہے''

جاپان میں جماعت کا مشن کھلنے کے بارے میں ایک خبر

جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں اسلام پھیلانے اور مساجد قائم کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اِس وقت تک دنیا بھر کے ۱۹۰ سے زائد ممالک میں جماعت کے ہاتھوں اسلام کے

جھنڈے گاڑے جا چکے ہیں۔ جہاں تک مساجد کی تعمیر کا تعلق ہے تو برصغیر (پاک و ہند) کو چھوڑ کر ساری دنیا میں احمدیہ مساجد کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ مسجد دراصل اسلام کیلئے ایک مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا جماعت کا اصولی موقف ہمیشہ یہ رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مساجد تعمیر کی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت کے دوسرے امام اور خلیفہ، حضرت المصلح الموعودؓ، نے دنیا میں تبلیغ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا کہ ہمیں ہر ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر بڑے شہر میں مسجدیں تعمیر کرنی ہونگی۔ یہی وجہ ہے کہ جرمنی میں جہاں اس وقت یورپ کی سب سے بڑی جماعت قائم ہو چکی ہے، تبلیغ اسلام کی مہم کو تیز کرنے کیلئے جماعت کے چوتھے امام، حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، نے جماعت کو آئندہ دس سال کے اندر (بعد میں یہ مدت بڑھا کر بیس سال کر دی گئی) سو مساجد تعمیر کرنے کا ٹارگٹ دیا جس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی وقت سے عمل شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ اِس وقت تک جرمنی کے مختلف شہروں میں چھوٹی بڑی تیس سے اوپر خوبصورت مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ حال ہی میں جماعت کے پانچویں امام اور خلیفہ، حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نے جرمنی کے سب سے بڑے اور تاریخی شہرت کے حامل شہر برلن میں باوجود ایک مقامی طبقہ کے شور وشر اور مزاحمت کرنے کے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا ہے، جس کی ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں خوب تشہیر ہوئی۔ یہ مسجد اس وقت تعمیر ہو کر برلن اور اس کے گردونواح میں اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ ادا کر رہی ہے۔

اسی طرح وہ ممالک جن میں گذشتہ ربع صدی کے دوران جماعت کے تبلیغی مراکز کھولے گئے، ان میں مشرق بعید کے ترقی یافتہ ملک جاپان کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ وہاں ستمبر ۱۹۶۹ء میں فوج کے ایک ریٹائرڈ افسر اور جماعت کے آنریری مبلغ مکرم میجر عبدالحمید صاحب کے ذریعہ پہلی بار جماعت کا تبلیغی مرکز کھولا گیا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ ابھی اس مشن کی داغ بیل بھی نہ پڑی تھی، نہ ہی اِس قسم کا کوئی اعلان شائع ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ نے آسمانی ذرائع ابلاغ سے اپنے مہدی موعودؑ کے ایک غلام کو یہ خبر پہنچا دی کہ جاپان میں جماعت کا مرکز قائم کر دیا گیا ہے۔ اب اس آسمانی خبر کی تفصیل جیسا کہ مکرم چودھری نذیر احمد صاحب سندھو نے بیان فرمائی ہے، درج ذیل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"۱۹؍فروری ۱۹۶۹ء کو جب خاکسار اپنی ملازمت (بطور فیملی پلاننگ آفیسر) کے دوران

میاں چنوں میں تھا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

''جاپان میں مشن قائم کر دیا گیا ہے''

پھر چھ ماہ بعد ہی یہ آسمانی خبر حقیقت بن کر معرض وجود میں آ گئی۔ چنانچہ اخبار الفضل مورخہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۶۹ء میں مندرجہ ذیل جلی اعلان شائع ہوا:

''احمدی مبلغ جاپان میں''

''میجر عبدالحمید صاحب ۵ ستمبر ۱۹۶۹ء کو لاہور سے روانہ ہو کر ۸/ستمبر کو ٹوکیو میں پہنچ گئے''

اور پھر اسی سال کے جلسہ سالانہ، ربوہ، کے موقع پر اُس وقت کے امام جماعت احمدیہ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے جماعت کی عالمگیر تبلیغی کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بالکل انہی الفاظ میں جو خدا کے اس بندہ کو رؤیاء کے اندر بتائے گئے تھے، اس کا اعلان فرمایا۔ اور یوں وہ چھ ماہ قبل ملنے والی آسمانی خبر لفظاً لفظاً پوری ہو کر علاّم الغیوب خدا کی زندہ ہستی کا نشان بن گئی۔

﴿۴﴾

''بعض احباب جماعت میں اختلاف کی کیا وجہ ہے''

سلسلہ کے ایک ناظر کی آمد اور جماعتی احوال کے بارے میں رؤیاء

اب آپ کو آسمان سے ملنے والی اِسی قسم کی ایک اَور خبر کا حال درج کیا جاتا ہے۔ اس کی دلچسپ تفصیل جیسا کہ آپ نے بیان فرمائی ہے حسب ذیل ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''۸/اکتوبر ۱۹۷۵ کو جبکہ خاکسار بوریوالہ میں بطور سینئر پاپولیشن پلاننگ افسر متعین تھا اور بوریوالہ کی جماعت کا صدر بھی تھا، خواب میں دیکھا کہ مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب، ناظر اصلاح وارشاد، ربوہ، خاکسار کی رہائش گاہ پر تشریف لائے ہیں۔ آپ نے خاکسار کی رہائش گاہ کے کونے والے ایک کمرہ میں قیام فرمایا ہے اور خاکسار سے پوچھا ہے کہ بعض احباب جماعت میں اختلاف کی کیا وجہ ہے؟''

یہ آسمانی خبر جس طور پر اس کے ملنے کے صرف ایک ماہ بعد حقیقت بن کر سامنے آگئی، علیم وخبیر خدا کی ایک لطیف حکمت اور اس کی تجلیات کی ایک حسین تجلی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں مکرم چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرتیں ہیں کہ ۶ نومبر ۱۹۷۵ء کو اچانک مولانا عبدالمالک خان صاحب مرکز سے تشریف لے آئے۔ اس کی قبل از وقت نہ جماعت کی طرف سے کوئی درخواست کی گئی تھی اور نہ مرکز کی طرف سے کوئی اطلاع تھی۔ آپ کے ہمراہ سلسلہ کے مربی مکرم مولوی برکت اللہ صاحب محمود مقیم ملتان اور مکرم بشیر احمد صاحب سیال انسپکٹر اصلاح وارشاد بھی تھے۔ پھر اتفاق سے آپ کا اُس رات قیام بھی خاکسار کی رہائش گاہ کے اسی کمرے میں ہوا جو خاکسار کو رؤیاء میں دکھلایا گیا تھا۔ آپ نے پہلے جماعت کے مقامی ریکارڈ کا مطالعہ کیا۔ پھر خاکسار سے دریافت فرمایا کہ احباب جماعت کے اندر اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ یہ بعینہٖ وہی سوال تھا جو رؤیا کے اندر آپ نے مجھ سے کیا تھا''

﴿5﴾

''سَو سَو کے پانچ نوٹ بطور چندہ دئے ہیں''

ایک اور جماعتی معاملہ میں ملنے والی آسمانی خبر

اب آپ کی ایک ایسی خواب کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں آپ کو جو خبر بھی ملی اور جس شخص کے بارے میں ملی اس سے اگلے روز وہ اسی شخص کی نسبت پوری ہوگئی۔ اس کی دلچسپ تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مئی ۱۹۷۷ء کی بات ہے جب خاکسار بوریوالہ کی جماعت کا صدر تھا اور جماعت کا سالانہ بجٹ پورا نہ ہونے کی وجہ سے کچھ متفکر تھا کہ خواب میں دیکھا:

''ایک مقامی دوست چودھری بشیر احمد صاحب نے مجھے سَو، سَو روپے کے پانچ نوٹ اور کچھ زائد رقم بطور چندہ دی ہے''

آپ نے اِس الٰہی تحریک سے اشارہ پا کر صبح بیدار ہونے پر پہلا کام یہ کِیا کہ چودھری بشیر احمد صاحب سے رابطہ کِیا۔مگر انہیں یہ نہ بتایا کہ آپ کو اُن کے بارے میں کوئی خواب آئی ہے۔تاہم عملاً جو ہوا وہ تمثیلی زبان میں ملنے والے اس آسمانی پیغام کی حقیقی تصویر تھا۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں جونہی اُن سے ملنے گیا انہوں نے اُسی وقت اپنے آڑھتی چودھری محمد حسین صاحب منڈی بوریوالہ کو رقعہ لکھا اور کہا کہ وہ مجھے مبلغ پانچ سَو دو روپے پچاس پیسے کی ادائیگی کر دیں۔اور جب مجھے وہ رقم ملی تو مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فی الواقعہ وہ ایک ایک سَو کے پانچ نوٹ تھے اور اس کے علاوہ باقی دو روپے اور پچاس پیسے تھے۔یعنی بالکل اُسی مقدار اور اسی شکل میں وہ رقم مجھے ملی جو مجھے خواب کے اندر بتائی گئی تھی‘‘

ایک رات پہلے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک غلام کو خواب کے اندر دکھائے جانے والے ایک منظر کا اگلے ہی روز یوں ظاہری رنگ میں پورا ہو جانا مصورِ ازلی کی شان مصوری کا ایک بے نظیر نمونہ اور اس کی عجیب وغریب قدرتوں کا ایک زندہ شاہکار ہے جس سے اُس وراء الوراہستی پر ایک زندہ شہادت قائم ہوتی ہے۔اور یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس قسم کے مناظر جو مادہ پرستی کے موجودہ دَور میں اس کی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں، حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے غلاموں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

﴿۶﴾

’’تنخواہ ۲۷ تاریخ کو ملے گی‘‘

آپ کو ملنے والی ایک اَور آسمانی اطلاع

اب آپ کو آسمان سے ملنے والی ایک ایسی خبر کا حال بیان کِیا جاتا ہے جو اپنی ذات میں تو اتنی اہم نہیں مگر ایک عالم الغیب خدا کی ہستی پر ضرور ایک نا قابل تردید شہادت مہیا کرتی ہے۔حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے بھی بہت سے ایسے واقعات اپنی کتب میں بیان فرمائے ہیں جو اپنی ذات میں تو اتنے اہم نہیں تھے مگر اس بات کا زندہ نشان تھے کہ کوئی ہستی ایسی ضرور موجود ہے جس کو آئندہ کے حالات پر اطلاع ہے اور وہ وقتاً فوقتاً اپنے بندوں کو ان سے مطلع کرتی رہتی ہے۔مثلاً ایک بار آپ نے

دیکھا کہ آپ ایک انگریز حاکم کے پاس ایک گواہی کیلئے حاضر ہوئے ہیں اور وہ حاکم بغیر آپ کو قسم دئے آپ سے بیان لینا شروع کر دیتا ہے۔اب یہ محض ایک رؤیاء تھی،کوئی الہام نہ تھا،کوئی کشفی نظارہ نہ تھا۔مگر جب عملاً ایسا ظہور میں آ گیا یعنی یہ رؤیاء دیکھنے کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں بطور گواہ ملتان جانا پڑا اور عدالت کے انگریز حاکم نے بغیر قسم دئے آپ سے شہادت لینی شروع کر دی تو آپ نے اس سارے واقعہ کو خدا تعالیٰ کا ایک عظیم نشان قرار دیتے ہوئے اور پھر اپنے ان مریدوں (خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پلیڈر،مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے،حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب،وغیرہ) کو جو آپ ساتھ تھے،اس واقعہ کے چشم دید گواہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے بڑے زور سے تحریر فرمایا کہ

"کیا دنیا میں ایسا ہوا یا ہوسکتا ہے کہ صدہا معززین نے جو اہل علم اور اہل عقل اور اہل مرتبہ ہوں اپنے کسی ایسے گرُو یا پیر کے لئے جو بات بات میں دروغگو اور مفتری اور کذاب ہو،اس طرح اپنے ایمان کو برباد کیا ہو؟"

("تریاق القلوب"،روحانی خزائن،جلد ۱۵۔صفحہ ۳۳۲۔۳۳۱)

اب چودھری نذیر احمد سندھو کی رؤیاء کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے کیا دیکھا اور پھر وہ آسمانی نظارہ کس طرح ایک ہفتہ بعد حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جماعت احمدیہ کے خلاف اٹھائے جانے والے خونریز ہنگامے زوروں پر تھے اور آپ خانیوال سے تبدیل ہو کر بوریوالہ میں آ چکے تھے۔وہاں اوّل تو مقامی احمدیوں سے آپ کو کچھ تعارف نہ تھا۔اور اگر کچھ محدود تعارف تھا بھی تو اس حد تک نہ تھا کہ آپ اپنی کسی ذاتی ضرورت کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے۔اور ویسے بھی یہ چیز آپ کی عزت نفس کے خلاف تھی۔چنانچہ فرماتے ہیں:

"اگست رستمبر ۱۹۷۴ء کی بات ہے،فسادات دن بدن بڑھتے جا رہے تھے۔اس کے ساتھ ایک دوسری مشکل یہ آن پڑی کہ ماہ اگست کی تنخواہ جو حسب دستور یکم ستمبر کو مل جانی چاہئے تھی نہ ملی یہاں تک کہ ستمبر کا تیسرا ہفتہ شروع ہو گیا۔چونکہ اندوختہ پاس نہ تھا اور صرف ماہ بماہ تنخواہ پر گذارہ تھا۔پھر یہ بھی علم نہ ہو رہا تھا کہ تنخواہ کب یا کتنی تاخیر سے ملے گی لہٰذا پریشانی ہونے لگی۔اِن پُر آشوب ایام میں ۲۰ ستمبر کو خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے 'تنخواہ ۲۷ رتاریخ کو ملے گی'"

فرماتے ہیں، صبح اٹھ کر خاکسار نے یہ خبر اپنے ایک دوست کو بھی بتا دی۔ اب ۲۵ تاریخ آئی اور گذر گئی مگر تنخواہ کا کوئی نام ونشان دیکھنے میں نہ آیا۔ تاہم فرماتے ہیں:

’’اگلے روز یعنی ۲۶ ؍تاریخ کو مَیں نے دوبارہ خواب میں سنا کہ تنخواہ ۲۷ تاریخ کو ملے گی۔ چنانچہ جونہی ۲۷ تاریخ آئی، ہمارے محکمہ کے ایک کارکن راؤ محمد اکبر نے آکر بتایا کہ واقعی آج وہاڑی کے دفتر میں تنخواہیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ اور اس طرح پر وہ آسمانی خبر پوری ہو کر ایک عالم الغیب ہستی اور اس کے اپنے بندے کے ساتھ پیار کی گواہ بن گئی۔ فالحمدللہ‘‘

﴿۷﴾

”تفسیر صغیر کا ایک صفحہ دکھایا گیا“

بہن کی اپنے میاں سے ناچاقی اور آسمانی رہنمائی

اب آپ کے بیان کردہ آخری واقعہ کے طور پر آپ کو اپنی ایک ہمشیرہ کے اہلی معاملہ کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی خبر کا حال درج کیا جاتا ہے، جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’۱۶ جولائی ۱۹۶۸ء کو جب خاکسار اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ ایک بار نصرت آباد ضلع تھرپارکر میں تھا اور اپنی ہمشیرہ کی اپنے میاں سے ناچاقی کا معاملہ درپیش تھا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

’خاکسار نے تفسیر صغیر کو ایسے مقام سے کھولا ہے کہ دائیں جانب والے ورق پر عنوان میں ”سورۃ التحریم“ لکھا ہے۔ اس کے نیچے پہلے کالم میں عربی آیات درج ہیں اور ان کے سامنے یعنی دوسرے کالم میں ان کا ترجمہ ہے۔ نیچے ایک سیاہ لکیر نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے، جس کے نیچے ان آیات کریمہ پر تفسیری نوٹ درج ہیں‘

فرماتے ہیں، جب صبح نیند سے بیدار ہوا تو خاکسار جسے ”تحریم“ کے لفظی معنی تک معلوم نہ تھے

خیال کرنے لگا کہ اس خواب کا ضرور کوئی نہ کوئی مطلب ہے۔اِدھر قرآن کریم کا وہ صفحہ آئینہ کی طرح میرے دل ودماغ کے آئینے پر چمک رہا تھا۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''جب تفسیر صغیر منگائی گئی اور سورۃ التحریم نکال کر اس کے تفسیری نوٹ دیکھے گئے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیران رہ گیا کہ اس کے طبع بار ششم کے صفحہ ۷۵۵ پر وہی خواب والا منظر موجود پایا۔یعنی بالکل اسی طرح اُوپر عنوان میں 'سورۃ التحریم' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔دائیں جانب عربی آیات تھیں اور ان کے سامنے ان کا ترجمہ تھا۔نیچے اسی طرح ایک سیاہ لکیر تھی جس کے نیچے تفسیری نوٹ درج تھے۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ جب ان تفسیری نوٹوں کا مطالعہ کیا گیا تو ناچاکی کی اصل وجہ سمجھ میں آگئی اور یہ ایسی بات تھی کہ یقیناً ہمشیرہ بھی اسے ظاہر نہ کرتی۔چنانچہ یوں ناچاکی کی وجہ معلوم ہوجانے پر میاں بیوی کے درمیان صلح کرانے میں کافی مدد ملی''

(بحوالہ مکتوب نمبر ۲۲۔مورخہ ۲۳/۱۱/۷۷)

........☆........

خاندانی تعارف اور جماعتی خدمات: چودھری نذیر احمد سندھو ایڈووکیٹ پیدائشی احمدی ہیں۔آپ کے والدمحترم چودھری قائم علی صاحب نے اندازاً ۱۹۲۷ء میں بیعت کی اور اپنے خاندان میں سب سے پہلے قبول احمدیت کا شرف پایا۔آپ نے خود تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۷ء تک تعلیم پائی۔پھر وکالت پاس کرنے کے بعد آپ نے فیملی پلاننگ آفیسر کے طور پر کام شروع کیا۔پہلے کچھ عرصہ خانیوال میں رہے۔وہاں سے آپ کی تبدیلی میاں چنوں میں ہوگئی جہاں آپ جماعت کے سیکرٹری مال اور مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد کے طور پر جماعتی خدمات بجالاتے رہے۔میاں چنوں سے تبدیل ہوکر آپ بوریوالہ میں آ گئے جہاں کچھ عرصہ آپ نے جماعت کے سیکرٹری مال کے طور پر کام کیا۔۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۷ء آپ وہاں کے صدر جماعت رہے۔اِس وقت آپ بوریوالہ میں اپنے والد مرحوم کی یادگار میں قائم کردہ ''القائم انٹرنیشنل ٹریڈرز'' کے نام سے اپنی ایک تجارتی فرم چلا رہے ہیں۔

☆ ☆ ☆

چودھری عبدالرحیم صاحب بھٹہ، ایم۔اے، بورے والہ

اب بورے والہ (ضلع وہاڑی) ہی کے ایک اَور دوست چودھری عبدالرحیم صاحب بھٹہ کی بعض خوابوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔آپ بھی ان صاحب علم وفضل افرادِ سلسلہ میں سے ہیں جو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خدمت دین کا شرف پانا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔جیسا کہ نیچے بتایا جائے گا آپ اور آپ کے سارے افراد خانہ کو احمدیت کی بدولت ملنے والی یہ آسمانی دولت وافر مقدار میں نصیب ہوئی۔چنانچہ جونہی خاکسار کا ۱۹۷۸ء میں الفضل اخبار میں شائع ہونے والا اعلان آپ کی نظروں سے گذرا، آپ نے بھی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی متعدد پوری ہونے والی خوابیں لکھ کر خاکسار کو بھجوادیں۔ان میں سے عنوان زیر بحث سے متعلق چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾

''مرزا جاوید: ۳۷۲ مارکس''

ایک شاگرد کی بی۔اے کے امتحان میں کامیابی کا نتیجہ دیکھا

اس سلسلے کی پہلی خواب جس کا ذکر کیا جاتا ہے اس میں آپ کو اپنے ایک بی۔اے کے طالب علم مرزا جاوید اقبال کے یونیورسٹی کے امتحان میں حاصل کردہ نمبروں سے اطلاع دی گئی۔چنانچہ آپ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مرزا جاوید اقبال۔51/D۔بورے والہ، بی۔اے میں میرے شاگرد تھے۔جب یونیورسٹی کے نتائج کا اعلان ہونے میں ابھی پندرہ دن باقی تھے تو ایک رات مجھے ایک سفید کاغذ دکھایا گیا جو بالکل اسی طرح جیسے سینما سلائڈ آنکھوں کے سامنے آتی اور گذر جاتی ہے میرے سامنے سے گذر گیا۔اس کاغذ پر بڑے صاف لفظوں میں تحریر تھا:

'مرزا جاوید: ۳۷۲ مارکس'

صبح بیدار ہونے پر خاکسار نے یہ خواب اپنے گھر میں بھی سنائی اور مرزا جاوید کو بھی بتا دیا کہ تمہارا بی۔اے کا نتیجہ مجھ تک پہنچ گیا ہے۔وہ بہت حیران ہوا۔پھر مجھے مرزا جاوید کی

ہمشیرہ عزیزہ رخسانہ تبسم ملیں تو انہیں بھی مَیں نے ازراہ تبسم کہا کہ تمہارے بھائی نے اتنے نمبر لئے ہیں اور وہ مٹھائی تیار رکھے"

فرماتے ہیں، جب پندرہ دنوں بعد بی۔اے کے نتائج کا اعلان ہوا تو یہ دیکھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ نہ صرف مرزا جاوید اقبال کا نام کامیاب ہونے والوں کی فہرست میں شامل تھا بلکہ اس نے بعینہٖ اتنے ہی نمبر لئے تھے جتنے کہ مجھے خواب میں دکھائے گئے تھے۔ فالحمد للہ"

﴿۲﴾

"تین بلبوں میں سے ایک اچانک فیوز ہو گیا"

اپنی بیٹی کی وفات کے بارے میں آسمانی اطلاع

اب آپ کو اپنی ایک بیٹی کی وفات کی پیشگی خبر ملنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں بتایا گیا ہے، دنیا میں جو موت فوت کا سلسلہ جاری ہے اس سے کوئی انسان حتیٰ کہ انبیاء بھی مستثنےٰ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ احسان ہے کہ وہ انہیں اس قسم کی خبروں سے بعض اوقات قبل از وقت مطلع فرما دیتا ہے جس سے وہ ذہنی طور پر وہ صدمہ برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ خود حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ کے قرآنی الفاظ میں آپؑ کے والد صاحب کی وفات کی خبر پہنچائی۔ (دیکھیں آپ کی کتاب "حقیقۃ الوحی"۔ صفحہ ۲۱۸)

ایسا ہی برادرم عبد الرحیم بھٹہ صاحب فرماتے ہیں:

"غالباً ۱۹۵۷ء کا واقعہ ہے کہ میری بیٹی تنویر کوثر انور سلطانہ سخت بیمار ہو گئی۔ خاکسار کے اُس وقت تین بچے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہمارے ڈرائنگ روم میں تین بلب روشن ہیں۔ ایک ان میں سے اچانک فیوز ہو گیا ہے۔ اس گھبراہٹ میں میری آنکھ کھل گئی۔ صبح جب خاکسار نے یہ خواب اپنے والد محترم کو بتائی تو آپ فرمانے لگے، دعا کرو اور صدقہ دے دو۔ تاہم خدا کی بتائی ہوئی تقدیر غالب آئی اور بچی کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون"

﴿۳﴾

''مَیں ہزاروں روپیہ ربوہ بھیج رہا ہوں''

اپنی جماعت کا سیکرٹری مال بننے کے بارے میں آسمانی خبر

فرماتے ہیں، غالباً ستمبر ۱۹۷۶ء کی بات ہے، ایک رات خواب میں دیکھا کہ مَیں ہزاروں روپیہ ربوہ بھیج رہا ہوں۔ صبح مَیں نے یہ خواب مکرم چودھری نذیر احمد صاحب سندھو کو جو اُن دنوں جماعت بوریوالہ کے سیکرٹری تعلیم و تربیت تھے (چند صفحات پیچھے جن کی خوابیں بیان کی گئی ہیں، وہ یہی دوست ہیں۔ ناقل) سنائی۔ وہ فرمانے لگے، خواب مبارک ہے۔ فرماتے ہیں، یہ آسمانی خبر اگلے ہی ماہ یوں پوری ہوئی کہ

''اکتوبر ۱۹۷۶ء میں ہمارے سیکرٹری مال، مکرم چودھری ممتاز احمد صاحب۔ بی۔ اے، کو اچانک اپنی کسی مجبوری کے باعث اپنے فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہونا پڑا اور خلاف توقع وہ ذمہ واری خاکسار کے سپرد ہوئی۔ بعد ازاں ہمارے ۱۹۷۷ء کے سہ سالہ جماعتی انتخابات میں خاکسار کو باقاعدہ طور پر سیکرٹری مال منتخب کر لیا گیا اس کے باوجود کہ خاکسار حساب کتاب میں بہت ہی بھول چوک کا عادی ہے۔ چنانچہ بحیثیت سیکرٹری مال خاکسار کو کئی سال تک متواتر ہزاروں ہزار روپیہ مرکز سلسلہ، ربوہ، بھجوانے کی توفیق ملی۔ اور یوں وہ خواب لفظاً لفظاً پوری ہوگئی۔ فالحمد للہ''

مکتوب نمبر ۳۵، مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۷)

☆ ☆ ☆

شیخ عبدالوہاب صاحب۔اسلام آباد

مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد پاکستان بھی ان خوش قسمت افرادسلسلہ میں سے تھے جو ایک لمبا عرصہ ملک کے سابقہ دارالحکومت کراچی اور پھر اسلام آباد میں رہ کر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ جماعتی خدمات بھی بجالاتے رہے۔عاجز راقم الحروف کو جب ۷۹/۱۹۷۸ میں اسلام آباد میں بطور مربی ٔسلسلہ کام کرنے کا موقع ملا تو آپ اُس وقت نائب امیر جماعت کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔جب آپ کو معلوم ہوا کہ خاکسار سچی خوابوں پر مشتمل ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ نے بھی اپنی متعدد خوابیں لکھ کر خاکسار کو دیں۔ ذیل میں عنوان زیر بحث سے متعلق ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلی خواب

’’اسمٰعیل صاحب تشریف لائے ہیں‘‘

ایف،اے کے امتحان میں کامیابی کے بارے میں الٰہی خبر

فرماتے ہیں، جب مَیں نے ایف۔اے کا امتحان دیا تو

’’پہلے سال اچھی خاصی تیاری کے باوجود مَیں امتحان میں فیل ہو گیا۔اگلے سال تیاری ہی نہ کی مگر والد صاحب (مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی ؓ۔ناقل) کے اصرار پر امتحان دے دیا۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں دعا کی غرض سے خط لکھتا رہا۔نتیجہ سے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا کہ اسمٰعیل نامی کوئی دوست آئے ہیں‘‘‘

فرماتے ہیں، اِس وقت یہ یاد نہیں کہ آیا وہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب تھے یا کوئی اَور دوست۔ اسمٰعیل کے لفظی معنے ہیں:’خدا نے دعا سن لی‘۔چنانچہ صبح جب مَیں بیدار ہوا تو دل میں پختہ یقین تھا کہ میں حضور رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کے طفیل اس بار کامیاب ہو جاؤں گا۔اور پھر فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔یعنی باوجود اس کے کہ میری تیاری اچھی نہ تھی، مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہو گیا۔فالحمدللہ‘‘

☆ ☆ ☆

دوسری خواب

''الیکشن کمیشن بہتر ہوگا''

ملازمت کے بارے میں آسمانی رہنمائی

اللہ تعالیٰ نے ملازمت کے سلسلے میں آسمانی ذریعہ ابلاغ سے آپ کی کیسے رہنمائی فرمائی، اس بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

''۱۹۵۷ء میں جب خاکسار کراچی میں تھا تو تین مختلف محکمہ جات (منسٹریز) میں انٹرویو دیا اور تینوں میں میری (Selection) ہوگئی۔ان میں سے ایک محکمہ برائے پارلیمانی امور (Department of Parliamentry Affairs) تھا۔دوسرا اقتصادی امور کا محکمہ (Economic Affairs) اور تیسرا الیکشن کمیشن (Election Commission)۔اب میرے لئے یہ سوال پیدا ہوا کہ کونسا محکمہ اختیار کروں۔مَیں اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مکرم چودھری محمد عبداللہ خان صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی و برادر اصغر چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ۔ناقل) تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں:

'الیکشن کمیشن بہتر ہوگا۔وہاں اگرچہ فی الوقت تنخواہ کم ہوگی (غالباً ۲۵۹ روپے تنخواہ بتائی یا دکھائی گئی) مگر بعد کے لئے بہتر ہوگا'

یہ الٰہی اشارہ پا کر فرماتے ہیں:

''چنانچہ خاکسار نے بلا توقف اور دوستوں کے اس کے برعکس مشورہ دینے کے باوجود الیکشن کمیشن join کر لیا اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ خواب میں ملنے والی آسمانی رہنمائی ہی صحیح تھی جو سو فیصد خاکسار کے مفاد میں نکلی۔مَیں خدا کے اس فضل اور احسان پر اس کا شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے اس محکمہ میں لا کر بہت سے فضلوں سے نوازا۔فالحمد للہ ثم الحمدللہ''

☆ ☆ ☆

تیسری خواب

”ان کی والدہ فوت ہو گئی ہیں“

بہنوئی کی والدہ کی وفات کے بارے میں

اب ذیل میں اعلام سماوی کے ذریعے آپ کو اپنے بہنوئی مکرم شیخ محمد خورشید صاحب کی والدہ محترمہ کے بارے میں ملنے والی ایک منذر خبر کا ذکر کیا جاتا ہے۔فرماتے ہیں:

”غالباً ۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۶ء کی بات ہے (صحیح سن یاد نہیں رہا) رات خواب میں دیکھا کہ ملتان سے میرے بہنوئی مکرم شیخ محمد خورشید صاحب مرحوم (جو اُس وقت صاحب حیات تھے) کا تار آیا ہے کہ ان کی والدہ صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔صبح خاکسار نے اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔وہ کہنے لگیں کہ ان کو لمبی عمر عطا ہو گی۔خاکسار نے کہا، اس کے برعکس بھی تو ہوسکتا ہے۔یعنی یہ کہ واقعہ میں ان کی وفات ہو گئی ہو۔چنانچہ اسی روز یا اس سے اگلے روز تار آ گیا کہ میرے بہنوئی (شیخ محمد خورشید صاحب) کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔انا للہ و انا الیہ راجعون“

☆ ☆ ☆

چوتھی خواب

”مجھے صحت بھی ہو گی اور ترقی بھی ملے گی“

ملازمت اور بیماری سے نجات کے بارے میں آسمانی اطلاع

جنوری یا فروری ۱۹۷۴ء کی بات ہے، آپ فرماتے ہیں، مَیں لاہور میں تھا کہ سخت بیمار ہو گیا اور بیماری نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ

”میری بہن، میرے برادر نسبتی اور دوسرے سسرالی عزیز جو وہاں موجود تھے، سمجھنے لگ گئے کہ مَیں دو، چار دنوں کا مہمان ہوں۔اسی بیماری کے دوران میں نے دو خواب دیکھے

جو اِس وقت میرے ذہن سے محو ہو گئے ہیں مگر ان سے پتہ لگتا تھا کہ مجھے صحت بھی ہو جائے گی اور ترقی بھی ملے گی۔ چنانچہ لیٹے لیٹے جو خط مَیں نے والد صاحب مکرم کو لکھا اس میں انہیں بتایا کہ حالت تو میری بہت خراب ہے۔ تاہم خوابوں کی بنا پر مَیں یقین رکھتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ صحت بھی دے گا اور ملازمت میں بھی ترقی ہوگی"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں، یعنی مارچ میں آپ کو خدا نے صحت بخش دی اور اسی سال مئی میں آپ کی ترقی ہوگئی، فالحمد لله علیٰ ذٰلک"

اسی ترقی کے بارے میں ملنے والی ایک اَور بشارت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اقبال نامی مجھے کہتا ہے، 'گھبرائیں نہیں، کچھ نہ کچھ ہوگا ضرور'۔ تفہیم یہ ہوئی کہ میری ملازمت کے سلسلے میں مجھے کچھ اچھی خبر ملنے والی ہے۔ چنانچہ خاکسار نے دفتر میں سب لوگوں کو بتا دیا کہ میری ترقی ہونے والی ہے۔ پھر بفضل خدا وہ ترقی ہوئی اور اس طرح خدا کی بتائی بات پوری ہو کر اس کی زندہ ہستی کا ثبوت بن گئی۔ فالحمدللہ"

☆ ☆ ☆

پانچویں خواب

"یہ کس کا سامان ہے؟"

گھر میں چوری ہونے اور پھر سامان مل جانے کی آسمانی خبر

اب آخر پر آپ کو آسمان سے ملنے والی ایک ایسی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جو چند دنوں بعد ہی حقیقت بن کر سامنے آگئی۔ اس کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ وہ واقعہ جس کے بارے میں یہ خبر آپ کو ملی ایسے غیر معمولی رنگ میں ظہور میں آیا کہ اگر یہ خدا کی پہلے سے تیار شدہ تقدیر نہ ہوتی تو شاید اس کا رنگ ڈھنگ مختلف ہوتا۔ اب اس کی دلچسپ اور ایمان افروز تفصیل جیسا کہ شیخ صاحب مرحوم نے اپنے مکتوب میں بیان کی ہے درج کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

''۱۹۵۴ء کی بات ہے کہ مَیں کراچی میں اپنے ایک پیشہ ورانہ دوست کے ساتھ ایک کوارٹر میں رہ رہا تھا۔ ایک رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے مکان میں چوری ہوگئی ہے لیکن چور دو گٹھڑیاں لے جاتا ہوا پکڑا گیا ہے اور وہ دونوں مَیں نے اس سے لے کر اپنے کوارٹر میں رکھ دی ہیں۔ اس پر مَیں نے دعا بھی کی اور کچھ صدقہ بھی کر دیا''

فرماتے ہیں، اس کے چند دن بعد جب ہم دونوں دوست اپنے دفتر میں تھے اور مکان مقفل کر گئے تھے تو چور آئے اور میرا سارا سامان جس میں زیادہ پہننے والے گرم سرد کپڑے تھے اسی طرح میرے ساتھی کا جتنا بھی سامان تھا وہ سب کا سب ایک بڑے گٹھڑ اور ٹرنک میں ڈال کر لے گئے۔ لیکن ابھی مکان سے نصف میل دُور ہی گئے تھے کہ پولیس نے جاتے ہوئے ویسے ہی ان سے پوچھ لیا کہ یہ کیا سامان ہے اور کہاں لے جا رہے ہو۔ چونکہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے وہ فوراً ہی پکڑے گئے۔ اس پر پولیس انہیں تھانہ صدر میں لے گئی اور انتظار کرنے لگی کہ کوئی آ کر چوری کی رپورٹ درج کرائے تو پتہ چلے کہ یہ کس کا سامان ہے۔ فرماتے ہیں:

''جب مَیں رات دس بجے واپس مکان پر پہنچا تو مجھے گھر میں قدم رکھے ہوئے ابھی ایک منٹ ہی گذرا تھا کہ پولیس سامان سمیت چوروں کو لے کر آ گئی۔ وہ کہنے لگے، ہم بارہ گھنٹے تو انتظار کرتے رہے کہ کوئی آتا ہے اور رپورٹ درج کراتا ہے مگر جب کوئی نہیں آیا تو ہم سمجھ گئے کہ گھر والے کہیں چھٹیوں پر گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے اب ہم چوروں کو لے کر یہاں خود ہی آ گئے ہیں۔ اس طرح پر جیسے خدا نے خبر دی تھی، ویسے ہی ہوا۔ یعنی چوری بھی ہوگئی اور سامان بھی واپس مل گیا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک**''

(مکتوب نمبر ۶۷، مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۷۹ء)

........☆........

خاندانی تعارف: مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب شیخ حبیب الرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ کے پوتے اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ کے صاحبزادے تھے۔ آپ اِس وقت وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے بڑے عزیزم شیخ نسیم الرحمٰن صاحب اسلام آباد میں ہوتے ہیں۔ ان سے چھوٹے کلیم الرحمٰن صاحب سوئٹزرلینڈ میں اور ان سے دو چھوٹے وسیم الرحمٰن صاحب اور محفوظ الرحمٰن صاحب امریکہ میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔

ڈاکٹر قیس مینائی صاحب، نجیب آبادی

اب کراچی ہی کے رہنے والے ایک درویشانہ صفات کے مالک دوست، جناب ڈاکٹر قیس مینائی صاحب نجیب آبادی، کی بعض رؤیا ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ آپ ان بزرگان سلسلہ میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بخشا۔ چنانچہ آپ خاکسار کے نام اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مجھے پانچ مرتبہ خواب میں اور ایک مرتبہ عین بیداری کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ان میں سے دو جن کا آپ نے تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

زیارت رسول کا پہلا منظر

''حضرت اقدس ہی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں''

آپ فرماتے ہیں، مَیں نوعمری کی حالت میں تھا یعنی ۱۵ یا ۱۶ سال کے لگ بھگ میری عمر ہوگی اور ابھی مَیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا تا ہم نام سنا ہوا تھا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا:

''میں کوہ منصوری (ہندوستان) کی جامع مسجد میں ہوں۔ صبح کی نماز کا وقت ہے اور نمازی حضرت اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر ہیں کہ حضور تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں۔ مگر دیکھتا ہوں کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے اور لوگ مایوس ہو کر بغیر کسی امام کے نمازیں پڑھنے لگتے ہیں۔ میرے اندر اس مایوسی سے جنون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور مَیں جوشِ غم میں کھڑے ہو کر کہتا ہوں کہ مَیں حضورؐ کی اقتداء کے بغیر نماز نہیں پڑھوں گا۔ چند طالب علم بھی جو میرے ہم عمر ہیں، میرے ہمنوا ہو کر کہتے ہیں کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ اتنے میں دیکھتا ہوں کہ حضرت اقدس رسول اللہ تشریف لے آئے ہیں اور جونہی آپؐ جامع مسجد جو بلندی پر تھی کی مشرقی سیڑھیوں سے اوپر تشریف لا کر صحن مسجد میں سے گزرنے لگتے ہیں تو میرے قلب میں القاء ہوتا ہے کہ

حضرت اقدس ہی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ پھر حضورﷺ مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور مَیں اور میرے ساتھی لڑکوں نے حضورؐ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی“

فرماتے ہیں، اس خواب کی تعبیر یوں بھی ظاہر ہوئی کہ مجھے اور میرے دو بھائیوں عبدالسلام صاحب مرحوم اور حافظ شفیق احمد صاحب مرحوم کو قبول احمدیت کا شرف حاصل ہوا۔

زیارت رسول کا دوسرا منظر

”آپؐ اپنا داہنا دست مبارک میری طرف بڑھا دیتے ہیں“

آپ کی دوسری رؤیاء جو اندازاً ۱۹۲۶ء کی اور آپ کے قبولِ احمدیت کے بعد کے زمانے کی ہے، اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

”مَیں نے دیکھا کہ مَیں کوہ پوڑی (ضلع گڈھوال کا صدر مقام) میں ہوں۔ وہاں کی مسجد کے صحن میں ایک سفید چادر بچھی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر حضرت سیدنا محمدﷺ استراحت فرما رہے ہیں۔ جانب شمال حضورؐ کا سر مبارک ہے اور کچھ خوش نصیب حضورؐ کے پاؤں دبا رہے ہیں۔ مَیں دہنی طرف بیٹھ گیا ہوں اور حضورؐ سے پاؤں دبانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ پہلے تو حضورؐ عذر فرماتے ہیں مگر میرے اصرار پر اپنا دہنا دستِ مبارک میری طرف بڑھا دیتے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے حضورؐ کا یہ دست مبارک دبانا شروع کر دیا جس کے ساتھ مجھ پر ایک عجیب عالم کیف طاری ہو گیا“

خاکسار راقم الحروف کے نزدیک اس رؤیاء کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ آپ اگر چہ اپنے قلب وجگر کے عارضہ کی وجہ سے دیگر مبلغینِ سلسلہ کی طرح باقاعدہ تبلیغی خدمات تو سرانجام نہ دے سکے مگر دستِ بازو کے زور پر آپ کو بیش بہا قلمی خدمات بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ایک قادر الکلام شاعر اور اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز بنے۔ آپ کی قرآن اور آنحضرتﷺ کی مدح میں کہی ہوئی بلند پایہ نظمیں آج بھی دلوں کو گرما کر ان کے اندر اسلام کی محبت کا جذبہ موجزن کر دیتی ہیں۔

اب اگلے صفحات میں ان کی خاکسار کو ارسال کردہ وہ رؤیا ہائے صالحہ بیان کی جاتی ہیں جن کا تعلق مضمون زیر بحث سے ہے:

پہلی رؤیاء

”ہم ہوئے ،تم ہوئے کہ میر ہوئے
تیری زلفوں کے سب اسیر ہوئے“

آپ فرماتے ہیں:

”میری جائداد پر کچھ لوگوں نے ناجائز طور پر قبضہ کِیا ہوا تھا۔ان کے بارے میں میر تقی میر کا وہ شعر الہام ہوا جس کا ذکر عنوان میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی ان میں سے تین جن کا سرغنہ میر صاحب کے نام سے مشہور تھا(اس کا اصل نام رحمت علی تھا)اچانک گرفتار ہوکر کاشمور(سندھ) میں پہنچادئے گئے۔یہ لوگ کیسے گرفتار ہوئے، کس شخص نے ان کے خلاف مقدمہ دائر کِیا اور وہ مقدمہ تھا کیا،اس کے بارے میں آج تک کچھ معلوم نہ ہوسکا“

مکرم ڈاکٹر قیس مینائی صاحب کے وفات پا جانے کے بعد جب خاکسار نے آپ کے بیٹے ،مکرم یوسف شمیم صاحب مقیم جرمنی، سے یہ معلوم کرنے کے لئے رابطہ کیا کہ پھر وہ جائداد آپ کو کیسے ملی تو انہوں نے بتایا کہ بڑے سرغنہ رحمت علی جو میر کہلاتا تھا، کے گرفتار ہونے پر قبضہ گروپ کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی جس کے نتیجہ میں ان میں سے ایک نے ہمیں پانچ لاکھ روپیہ دے دیا اور پھر وہ جائداد جو چند دوکانوں پر مشتمل تھی،اس نے اپنے نام لگوالی اور اس طرح پر ہم بہت زیادہ نقصان سے بچ گئے۔

(بحوالہ مکتوب نمبر۸۳،مورخہ ۱۶۔۴۔۷۹)

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

”کونے والے بنگلہ میں سے ماموں عبدالرزاق نمودار ہوئے ہیں“

کراچی میں ملنے والے مکان کا پورا نقشہ رؤیاء میں دیکھا

یہ دوسرا واقعہ اُس وقت کا ہے جب پارٹیشن کے بعد آپ مہاجر بن کر کراچی میں آگئے جہاں کچھ

عرصہ بعد علاقہ کورنگی کے علاقہ میں آپ کو ایک کوارٹر (بنگلہ) الاٹ ہو گیا۔اس کوارٹر کا آپ کو الاٹ ہونا بھی خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہے جس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک بس میں بیٹھ کر ایک جرنیلی سڑک پر کہیں جا رہا ہوں کہ ایک جگہ اتر پڑتا ہوں۔وہاں سے ایک راستہ بلندی کی طرف جاتا ہے۔مَیں اس پر چل کر جب اس کے کارنر پر پہنچتا ہوں تو ایک بنگلہ نظر آتا ہے۔اس بنگلہ کے اندر داخل ہوا تو ماموں عبدالرزاق صاحب نظر آئے اور (شاید) مجھ سے بغلگیر بھی ہوئے۔پھر انہوں نے مجھے روپوؤں کا ایک گٹھا دیا۔خواب کے اندر ہی میرے اندازے کے مطابق اس میں ڈیڑھ، پونے دو لاکھ روپے تھے''

فرماتے ہیں، یہ رؤیاء اس طرح پوری ہوئی کہ

''۱۹۶۰ء میں (یعنی خواب کے کئی سال بعد) جب کورنگی کا علاقہ تعمیر ہوا تو کرنل ہمایوں جو ڈائریکٹر جنرل آبادکاری تھے، مجھ سے کہنے لگے کہ کوارٹر تلاش کرلو اور جو تمہیں پسند ہو، وہی الاٹ کردونگا۔چنانچہ مَیں بس میں بیٹھ کر جس جگہ اترا وہ جگہ بالکل ویسی ہی تھی جیسے مَیں خواب میں دیکھ چکا تھا۔پھر مَیں بس سٹاپ پر اتر کر چڑھائی کی طرف جاتے ہوئے جب سڑک کے کارنر پر پہنچا تو کارنر والا کوارٹر مجھے پسند آگیا اور پھر وہی مجھے الاٹ ہوا۔الحمدللہ۔اِس وقت وہ کوارٹر ڈیڑھ دو لاکھ سے کم قیمت کا نہیں''

اس طرح پر وہ رؤیاء جو کورنگی کی تعمیر سے بہت پہلے آپ دیکھ چکے تھے بتمام وکمال پوری ہو کر ایک عالم الغیب خدا کی ہستی اور اس کے حسن واحسان پر زندہ گواہ بن گئی۔

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

آپ کو اپنے ایک احمدی دوست کے بارے میں ملنے والی آسمانی اخبار

کراچی میں آپ کے ایک دوست لیفٹینینٹ کمانڈر منظور الحق صاحب احمدی تھے۔ابھی انہوں نے کوئی ملازمت اختیار نہیں کی تھی بلکہ ملازمت کی تلاش میں تھے اور آپ کو دعا کے لئے کہتے رہتے تھے کہ آپ کو ان کے بارے میں بعض آسمانی اخبار ملیں۔ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ وہ کیسے ایک ایک کر کے ان کے حق میں پوری ہوتی چلی گئیں۔

پہلی خبر

''فضا میں۔دو میل''

فرماتے ہیں، جب وہ ملازمت کی تلاش میں تھے تو خاکسار کو ان کے بارے میں الہام ہوا:

''فضا میں۔دو میل''

چنانچہ اس بنا پر مَیں نے انہیں ائرفورس join کرنے کا مشورہ دیا۔اس پر منظور الحق صاحب نے ایک درخواست ائرفورس میں اور ایک لینڈ فورس میں لیفٹینینٹ کی پوسٹ کیلئے دے دی۔ لینڈ فورس میں آپ کو جمعدار لے لیا گیا.....ائرفورس میں پہلی بار reject ہو گئے مگر دوسری بار select ہو گئے۔چنانچہ والٹن ائرفورس سنٹر میں ٹریننگ کے بعد آپ کو سکندر آباد دکن بھجوادیا گیا''

فرماتے ہیں کہ منظور الحق صاحب مجھے ملنے والے اس آسمانی اشارے کے مطابق ائرفورس میں چلے تو گئے اور انہیں لے بھی لیا گیا مگر خدا کے بتائے ہوئے یہ الفاظ کہ ''فضا میں۔دو میل'' ان کے حق میں کیونکر پورے ہوئے، یہ بھی ایک عجیب قصہ ہے جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''وہاں وہ ایک بار ائرفورس کے ایروپلین میں پرواز کرتے ہوئے فضا میں صرف دو میل ہی بلند ہوئے تھے کہ ان کے جہاز کو حادثہ پیش آ گیا اور وہ زمین پر گر پڑے۔مگر شکر ہے کہ خدا نے ان کی جان بچالی''

☆ ☆ ☆

دوسری اور تیسری خبر

''ایک ماہ بعد الگ''۔ ''تین چار ماہ قید''

فرماتے ہیں، منظور الحق صاحب کے سکندر آباد دکن میں چلے جانے کے بعد مجھے ان کے بارے میں پہلے مندرجہ ذیل رؤیاء ہوئی:

''وہ مسجد مبارک (قادیان) کی سیڑھیوں پر سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب زمین سے دو تین سیڑھیاں رہ جاتی ہیں تو عین اُس وقت میرا ذہن رؤیاء سے مندرجہ ذیل الہام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

اس کے بعد ایک الہام ہوا: 'ایک ماہ بعد الگ'۔ پھر دوسرا الہام ہوا: 'تین چار ماہ قید' ''

یہ پے در پے ملنے والی آسمانی خبریں جس طور پر منظور الحق صاحب کی ذات میں حقیقت بن کر ظاہر ہوتی چلی گئیں اس سے خدا تعالیٰ کی وراء الورا ہستی پر ایک اَور عظیم اور نہ مٹنے والی شہادت قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ ہی کی قلم سے اس کی روئیداد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

''منظور الحق صاحب نے میرے مشورے پر ائرفورس join تو کر لی مگر اس کے ٹھیک **ایک ماہ** بعد وہ کسی وجہ سے زیر عتاب آ گئے جس کے نتیجے میں انہیں تین چار ماہ کا ملازمت کا عرصہ قید میں گذارنا پڑا۔ اس طرح پر مذکورہ بالا دونوں آسمانی خبریں پوری ہو کر خدا کی زندہ ہستی پر گواہ بن گئیں''

آگے فرماتے ہیں کہ ائرفورس سے فارغ ہونے کے بعد ان کے لینڈ فورس میں بھرتی ہونے کیلئے دعا کی گئی تو جواب ملا، کامیابی نہیں ہوگی۔ چنانچہ پوری کوشش کے باوجود وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس پر دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کوئی اَور بہتر صورت پیدا فرما دے تو فرماتے ہیں:

مَیں نے دیکھا کہ 'منظور الحق صاحب نیوی کے لیفٹیننٹ کی یونیفارم پہنے میرے سامنے سے گذرے ہیں۔ چنانچہ میرے مشورہ پر وہ بمبئی چلے گئے۔ اور وہاں نیوی میں سیکنڈ لیفٹیننٹ سلیکٹ ہو گئے''

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

''احمدیوں کو مبارک ہو''

اینٹی احمدیہ تحریک'' کے دوران آپ کو ملنے والی ایک بشارت

چوتھے نمبر پر پاکستان کے اندر اٹھنے والی ایک خطرناک تحریک کے دوران آپ کو ملنے والی ایک خوشکن آسمانی خبر کا حال درج کیا جاتا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب خلافت ثانیہ کے جلالی دَور میں پاکستان کی مخالف پارٹیوں کے گٹھ جوڑ سے ایک تحریک معرض وجود میں آئی تھی[۱]۔ یہ تحریک اُس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کی نرم پالیسی کے نتیجے میں بڑھتی چلی گئی۔ اس تحریک کے بانیوں نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو ''راست اقدام'' کیا جائے گا جس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ملک کے اندر رہنے والے تمام احمدیوں کو تہِ تیغ کر دیا جائے گا۔

اِس تحریک کا سب سے زیادہ زور کراچی اور لاہور میں تھا۔ راست اقدام کی صورت میں اِس امر کا بہت امکان تھا کہ مظاہرین اور پولیس میں تصادم ہو جائے یعنی امن عامہ خطرے میں پڑ جائے اور یہی اس تحریک کا مقصد تھا۔ اس صورت حال پر قابو پانے کا صرف ایک ہی علاج تھا کہ محاذ کے لیڈران کو فوری طور پر حراست میں لے لیا جائے لیکن وزیر اعظم اور ان کے بعض رفقاء اس اقدام کے مخالف تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ محاذ کے لیڈروں کی اکثریت علماء پر مشتمل تھی اور وزیر اعظم ان کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرنے سے گریز کر رہے تھے۔

---

[۱] ۱۹۵۳ء میں یعنی پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے صرف چھ (۶) سال بعد ''اینٹی احمدیہ تحریک'' کے نام سے اٹھنے والی اس خطرناک تحریک کا مقصد دراصل پاکستان میں بدامنی پیدا کر کے اس نوزائدہ مملکت کو کمزور کرنا تھا۔ اس تحریک کو چلانے والے درحقیقت وہی لوگ تھے جو پاکستان کی تخلیق کے ہی خلاف تھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد انہوں نے پاکستان کو کمزور کرنے کی غرض سے یہ دوسرا طریق اختیار کیا۔ ان کے مطالبات تو کوئی نصف درجن کے قریب تھے لیکن ان میں سے سب زیادہ نمایاں اور بنیادی اہمیت کے حامل حسب ذیل تھے:

۔ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

۔ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کو وزارت خارجہ سے الگ کر دیا جائے۔

محاذ کے لیڈروں کا راست اقدام کرنے کا اعلان اس اعتبار سے ایک بہت بڑے خطرے کا الارم تھا کہ اسے عملی جامہ پہنانے کی پوری تیاری کی جا چکی تھی۔ مثلاً پاکستان بھر میں احمدی گھروں، مکانوں اور دوکانوں پر مخصوص نشانات لگا دئے گئے تا وقت آنے پر کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ اس صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے کیلگری (کینیڈا) میں مقیم ہمارے احمدی دوست ڈاکٹر ملک عبدالغنی اصغر صاحب کاشمیری جو اُن دنوں کراچی میں تھے، تحریر فرماتے ہیں:

''کراچی میں ہم روزانہ صبح اٹھ کر ان نشانات کو صاف کرتے مگر دوسرے دن تمام مقامات پھر نشان زدہ ہوتے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم چھ ماہ تک پوری نیند نہیں سوئے۔ جماعت کے بزرگ رات بھر دعاؤں میں اور خدام ڈیوٹیوں پر مصروف رہتے۔ حضور کے خطبات اخبار 'المصلح' کے ذریعہ جماعت تک پہنچتے رہے تھے۔ مگر پنجاب حکومت نے حضور کو خطبات دینے سے بھی روک دیا۔ یہ بہت بڑی جسارت تھی کہ انہوں نے خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالا۔ پھر خدا کی غیرت بھی جوش میں آئی۔ چنانچہ خدا کے شیر نے جماعت کو نوید سنائی کہ خدا میری مدد کیلئے چلا آرہا ہے بلکہ دوڑا آرہا ہے''

تاہم بظاہر حالات اس قدر مخدوش ہو چکے تھے کہ ڈاکٹر عبدالغنی اصغر صاحب فرماتے ہیں:

''کراچی میں جماعت کے ایک بزرگ دوست حضرت حکیم قیس مینائی صاحب رہتے تھے۔ ایک سی۔ آئی۔ ڈی انسپکٹر نے ازراہ ہمدردی انہیں کہا کہ حکیم صاحب! آپ کچھ دنوں کیلئے گھر چھوڑ دیں اور کسی غیر معروف جگہ پر چلے جائیں۔ حالات بہت خراب ہیں اور یہاں آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ حضرت حکیم صاحب نے کہا، اچھا، مَیں احمدیہ مسجد چلا جاتا ہوں۔ انسپکٹر کہنے لگا، وہ تو زیادہ خطرے کی جگہ ہے۔ حکیم صاحب نے کہا، پھر مَیں تو خدا کے گھر میں ہی جاؤں گا، جو کچھ ہونا ہے، وہیں ہو جائے۔ چنانچہ وہ احمدیہ ہال (جماعت کراچی کا مرکزی دفتر) میں جا کر ہال کی گیلری میں پناہ گزین ہو گئے''

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کی اذان کے بعد وہ نیچے نماز کیلئے تشریف لائے تو السلام علیکم کہنے کے بعد بلند آواز سے فرمایا: 'احمدیوں کو مبارک ہو'۔ ہم حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب ہم نے تفصیل پوچھی تو فرمایا، اس سے زیادہ مجھے پتہ نہیں۔ اتنی دیر میں باہر ڈیوٹی پر گئے ہوئے خدام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے داخل ہوئے:

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے، وہ نگوسار ہو گئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

یہ وہ رات تھی جس رات صوبہ پنجاب میں جو فسادات کا اصل گڑھ تھا، مارشل لا لگا دیا گیا اور مخالف مولویوں کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ کراچی میں بھی جمع شدہ سارے مولوی گرفتار کر لئے گئے۔ کچھ مولوی بھیس بدل کر روپوش ہو گئے۔ ملک عبدالغنی صاحب آگے فرماتے ہیں:

''اب جب ڈاکٹر قیس مینائی صاحب سے ہم نے انہیں ملنے والی خبر کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا تھی اور انہیں کیسے ملی تو انہوں نے بتایا کہ آج رات مَیں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ مَیں سجدے سے تب تک سر نہیں اٹھاؤں گا جب تک اس فتنہ کا انجام نہ بتاؤ گے۔ سجدہ بہت ہی لمبا ہوتا گیا۔ آخر یہ پُر شوکت آواز آئی کہ 'احمدیوں کو مبارک ہو'۔ اس پر مَیں نے سجدے سے سر اٹھایا اور آ کر آپ لوگوں کو خوشخبری سنائی''

(بحوالہ ''احمدیہ گزٹ''، کینیڈا، شمارہ ماہ مئی ۲۰۰۵ء)

☆ ☆ ☆

پانچویں رؤیاء

''خیر پور۔ایک روح فرسا خبر''

پروفیسر عباس بن عبدالقادر کی شہادت کی آسمانی خبر

پروفیسر عباس بن عبدالقادر، خیر پور یونیورسٹی (سندھ) میں تاریخ کے پروفیسر تھے۔ آپ کو ۲ستمبر ۱۹۷۴ء کو کسی ظالم اور بے درد انسان نے اُس وقت جب کہ آپ اپنے یونیورسٹی کوارٹر میں بالکل اکیلے سوئے ہوئے تھے کسی تیز دھار آلے کے پے در پے وار کر کے شہید کر دیا۔ ابھی جب یہ روح فرسا واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا تو کراچی میں مقیم ہمارے اسی بزرگ بھائی جناب قیس مینائی صاحب کو اس قسم کی

متعدد رؤیاء ہوئیں جن سے خیر پور کے حوالے سے کسی دردناک سانحہ کے وقوع پذیر ہونے کا گمان ہوتا تھا۔لیکن چونکہ ان آسمانی خبروں میں اس دردناک سانحہ سے تعلق رکھنے والے کا نام و پتہ نہیں بتایا گیا تھالہٰذا یہ اخبار اُس وقت تک پردہ غیب میں رہیں جب تک وہ سانحہ وقوع پذیر ہو کر حضرت بانیٔ سلسلہ کے اِس درویش غلام کی شہادت پر منتج نہ ہوا۔اب ذیل میں آسمان سے ملنے والی ان اخبار کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔مکرم ڈاکٹر قیس مینائی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''مجھے ۲۵ مارچ ۱۹۷۴ء کو ایک الہام ہوا:''خیر پور''۔پھر ۱۱/ اگست کو ایک دوسرا الہام ہوا :''ایک روح فرسا خبر''۔اس کے بعد اسی روز شب کے گیارہ بج کر دس منٹ پر ایک تیسرا الہام ہوا:''ایک افسوسناک خبر آئی ہے''

(مکتوب نمبر ۸۳۔مورخہ ۲۲/ مارچ ۱۹۷۹ء)

فرماتے ہیں، اِس آخری خبر پر ابھی بمشکل بائیس دن ہی گذرنے پائے تھے کہ خیر پور (سندھ) میں مقیم جماعت کے ایک نہایت قیمتی، علم دوست اور درویشانہ شخصیت کے مالک ایک بزرگ دوست جناب پروفیسر عباس بن عبدالقادر کی شہادت کی خبر آ گئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون''

(نوٹ :اس دردناک واقعہ کی جو تفصیلات اخبارات میں شائع ہوئیں، ان کے مطابق آپ یکم/ستمبر ۱۹۷۴ء کو خیر پور میں اپنے فلیٹ میں اکیلے سوئے ہوئے تھے کہ کسی درندہ صفت شخص نے آپ کی محض احمدیت سے وابستگی کی بنا پر کسی تیز دھار آلے سے پے در پے وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔اگلے روز خیر پور کے ڈپٹی کمشنر نے فون پر آپ کی شہادت کی اطلاع آپ کے بھائی ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب مقیم حیدر آباد کو دی۔جسم اور سر پر شدید زخموں اور گولیوں کے نشانات سے پتہ چلتا تھا کہ گولیاں چلانے سے پہلے آپ پر تشدد بھی کیا گیا)

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۲ء)

....

[ا] پروفیسر عباس بن عبدالقادر شہید کا تعلق بھاگلپور (صوبہ بہار) سے تھا۔آپ حضرت المصلح الموعودؓ کی زوجہ ،آپا سارہ، کے حقیقی بھتیجے اور حیدر آباد سندھ کے مشہور آئی سپیشلسٹ پروفیسر ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر شہید کے بڑے بھائی تھے۔پارٹیشن سے قبل آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے۔پارٹیشن کے بعد آپ حیدر آباد سندھ میں تشریف لے گئے اور پھر خیر پور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر تعینات کر دئے گئے۔آپ طلبہ اور اساتذہ میں نہایت درجہ مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔

برادرم منظور احمد صاحب شاد، کراچی (حال جرمنی)

اب ذیل میں کراچی ہی کے رہنے والے ایک اَور بزرگ اور صاحب رؤیاء وکشوف دوست مکرم منظور احمد صاحب شاد (حال جرمنی) کو ملنے والی بعض آسمانی اخبار کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ نے بھی جب کہ آپ کراچی (پاکستان) میں تھے، اخبار الفضل میں خاکسار کا اعلان پڑھ کر ان اخبار سماویہ پر مشتمل اپنی متعدد رؤیا ہائے صالحہ خاکسار کو ارسال فرمائیں۔ اُس وقت آپ وہاں بطور صدر جماعت احمدیہ ڈرگ کالونی اور نائب قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ کراچی خدمات بجالا رہے تھے۔ یہ ۱۹۷۸/۷۹ کی بات ہے۔ بعد میں آپ جرمنی میں تشریف لے آئے اور اُس وقت سے جماعت جرمنی میں مختلف ذمہ واریوں پر مامور ہو کر خدماتِ سلسلہ بجالا رہے ہیں۔

(۱)

"رؤیاء نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے روحانی مقام کے بارے میں ہونے والا آسمانی انکشاف

اللہ تعالیٰ کی ذات مقلب القلوب ہے یعنی تمام دل اس ذات بابرکات کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ جب چاہے کسی انسان کے دل کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ اس کی ایک زندہ مثال مکرم برادرم منظور احمد شاد صاحب نے بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جب ہم سب کے پیارے امام اور محبوب خلیفہ، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، رحلت فرما گئے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث خلافت پر متمکن ہوئے تو اگر چہ دل کو یہ اطمینان تو ہو گیا کہ جماعت ایک بار پھر ایک امام کے ہاتھ پر جمع ہو گئی ہے۔ تاہم میں نے محسوس کیا کہ میرا آپ پر ایمان اُس معیار کا نہیں جیسا کہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی جناب سے ایسا ایمان اور اطمینانِ قلب عطا فرما جیسا کہ ایک مومن کو اپنے امام کے بارے میں ہونا چاہئے"

اس پاک پروردگار نے آپ کی دعا کو سن کر آپ کو ایک ایسا نظارہ دکھایا جس نے آپ کی کایا پلٹ کر رکھ دی چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”کچھ دنوں بعد اِس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ بیشمار لوگ ایک طرف جا رہے ہیں۔ مَیں بھی بلا ارادہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ لوگ ایک بڑے گیٹ میں سے گذر کر اندر جا رہے ہیں۔ مَیں بھی اندر چلا جاتا ہوں۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا تالاب ہے اور کچھ لوگ اس میں کپڑے دھو رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ ایسا تالاب ہے جس میں کپڑے بغیر صابن کے صاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر مَیں اپنے کپڑوں کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے اپنا کرتہ میلا نظر آتا ہے۔ چنانچہ مَیں بھی اس تالاب میں کرتہ دھونے بیٹھ جاتا ہوں اور پھر یہ دیکھ کر حیران ہوتا ہوں کہ فی الواقعہ وہ کرتہ بالکل سفید ہو گیا ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ یہ تالاب کس کا ہے، مجھے بتایا گیا کہ یہ تالاب (حضرت) میاں ناصر احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کا ہے۔ اس دوران میں نے یہ بھی دیکھا کہ تالاب کے عین وسط میں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس کے اوپر ایک کرسی بچھی ہوئی ہے۔ اس کرسی کے اوپر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں۔ اتنے میں مجھے تکبیر (یعنی اقامت) کی آواز آتی ہے۔ چنانچہ مَیں بھی حضور کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ عصر کی نماز ہے“

اس رؤیاء کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

”یہ رؤیاء اگرچہ کسی تعبیر کی محتاج نہ تھی پھر بھی مَیں نے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (سلسلہ کے ایک جید عالم جنہیں اپنی مثالی جماعتی خدمات پر حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے ”خالد احمدیت“ کا خطاب ملا۔ ناقل) کی خدمت میں لکھ کر آپ سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ کرتہ کی میل سے مراد دل کی کدورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُور ہو گئی ہے۔ چنانچہ فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔ اس رؤیاء نے واقعی میرے دل کی کایا پلٹ دی۔ فَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ“

خاکسار کے نزدیک یہ رؤیاء جہاں اسلام میں قبولیت دعا کے مسئلہ کو حل کرتی اور اسے ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہے وہاں خلافت حقہ احمدیہ کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر بھی چار چاند روشن کر رہی ہے۔ کیا جھوٹوں کی تائید میں بھی خدا ایسے رَوشن نشانات دکھایا کرتا ہے؟

۲

’’ان کا بیٹا فوت ہو گیا ہے‘‘

رحمت خان صاحب کے پوتے کی وفات کے بارے میں

فرماتے ہیں، مَیں کراچی میں تھا کہ ایک بار مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

’’ہمارے گاؤں کے ایک احمدی دوست، مکرم رحمت خان صاحب (مرحوم) جن سے ہمارے بہت اچھے مراسم تھے، کا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ صبح اُٹھ کر مَیں نے اپنی اہلیہ سے اس کا ذکر کیا۔ یہ دوست میرے بڑے بھائی مکرم بشارت احمد صاحب کے ساتھ فوج اور پھر فرقان فورس میں رہ چکے تھے، اس لئے ان سے بڑے اچھے تعلقات تھے اور قدرتی طور پر دل میں فکر پیدا ہوئی۔ ایک ہفتہ کے بعد جب گھر سے چٹھی آئی تو اس میں لکھا تھا کہ مکرم رحمت خان صاحب کا پوتا فوت ہو گیا ہے۔ اور حساب لگانے پر معلوم ہوا کہ یہ پوتا اسی روز فوت ہوا تھا جس روز خواب آئی تھی‘‘

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

''شاد صاحب! ایک سو ایک فی صد درست''

اپنے ایک غیر احمدی دوست کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی خبر

اب آپ کو آپ کے ایک غیر از جماعت دوست کے بارے میں آسمان سے ملنے والی ایک خبر کی تفصیل بتائی جاتی ہے۔ وہ خبر کیا تھی اور وہ کس طرح چند دن بعد ہی حقیقت کا روپ دھار کر آپ کے لئے اور خود اُس دوست کے لئے حیرت کا موجب بنی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اندازاً ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ جب خاکسار کراچی ائر پورٹ پولیس کے سرکاری کوارٹر میں مقیم تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہمارے ہمسایہ میں رہنے والے ایک پولیس افسر میاں محمد معروف صاحب بڑی بے چینی کے عالم میں پھر رہے ہیں جیسے انہیں کسی کے آنے کا انتظار ہو۔ مَیں خواب کے اندر ہی ان سے پوچھتا ہوں، 'خیریت تو ہے؟' وہ جواب میں کہتے ہیں، 'پنجاب سے بارات آنی تھی وہ نہیں آئی' ''

فرماتے ہیں، صبح مَیں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا معروف صاحب کی کوئی بیٹی شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی ہے؟ اور ساتھ ہی انہیں اپنی خواب سنائی۔ اہلیہ کہنے لگیں، ان کی ایک بچی غزالہ ہے تو سہی مگر شادی وغیرہ کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ اور اس طرح بات آئی گئی ہوگئی۔ فرماتے ہیں:

''اس پر چند دن ہی گذرے تھے کہ مَیں ڈاکخانہ میں منی آرڈر لینے گیا۔ وہاں پر گواہی کیلئے کسی کی ضرورت پیش آئی تو معروف صاحب مل گئے۔ ان سے باتوں باتوں میں مَیں نے اپنی خواب کا ذکر کیا۔ وہ یہ سنتے ہی اچھل پڑے اور کہنے لگے، 'شاد صاحب! آپ کی خواب ایک سو ایک فیصد درست ہے'۔ پھر بتایا کہ ہمارے ہونے والے داماد جو اتفاق سے بیگم صاحبہ کے بھتیجے ہوتے ہیں، آنے والے تھے۔ ہم سب بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گھر میں مہمان الگ پریشان بیٹھے تھے۔ ادھر ہم کالوں پر کالیں بک کرا رہے تھے کہ پتہ چلے کیا بات ہوگئی کیوں نہیں آئے۔ پھر آئے تو اگلے روز آئے''

☆ ☆ ☆

﴿۴﴾

''آپ کے اپنے بارے میں''

آپ کے بھتیجے آفتاب احمد کو اور جماعت کے ایک دوست محمد یوسف صاحب کو ملنے والی آسمانی اخبار

اب آپ کے بارے میں آپ کے بعض عزیزوں اور دوستوں کو ملنے والی چند ایسی آسمانی اخبار کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا آپ کے اُس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے کسی صورت میں بھی حقیقت بننے کا کوئی امکان نہ تھا مگر کچھ عرصہ بعد وہی اخبار کس طرح مادی روپ دھار کر سامنے آ گئیں، ایک دلچسپ اور ایمان افروز حقیقت ہے جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۸۴ء میں جب جماعت کے امام اور خلیفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع الٰہی منشاء کے ماتحت ہجرت کر کے لندن تشریف لے گئے اور ابھی وہاں کسی جماعتی جلسہ کے انعقاد کا پروگرام نہیں بنا تھا کہ میرے بھتیجے آفتاب احمد نے خواب میں دیکھا کہ لندن میں جلسہ سالانہ ہو رہا ہے اور خاکسار بھی اُس جلسہ میں موجود ہے۔ اب اوّل تو انگلستان میں ابھی تک جلسہ سالانہ کے انعقاد کا کوئی اعلان نہیں ہوا تھا (انگلستان میں جماعت کا پہلا عالمی جلسہ ۱۹۸۵ء میں منعقد ہوا۔ناقل)۔ دوسرے، خاکسار اپنے مالی وسائل کے پیش نظر یہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ خاکسار اُس جلسہ میں شریک ہو گا۔ چنانچہ مَیں نے عزیز آفتاب کی خواب کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اسی قسم کی خواب ہمارے کراچی کی جماعت کے ایک دوست برادرم محمد یوسف صاحب نے بھی دیکھی۔ وہ پی۔ آئی۔ اے میں ملازم تھے (آج کل وہ کینیڈا میں ہیں)۔ انہوں نے دیکھا کہ لندن میں جلسہ سالانہ ہو رہا ہے اور اُس جلسے میں خاکسار ڈیوٹی دے رہا ہے۔ انہوں نے جب مجھے اپنی یہ خواب سنائی تو مجھے اپنے بھتیجے کی خواب یاد آ گئی''

فرماتے ہیں، اس کے کچھ عرصہ بعد برادرم محمد یوسف صاحب کو امیر جماعت احمدیہ کراچی جناب چودھری احمد مختار صاحب کے حکم کے تحت ضروری ڈاک لے کر لندن جانا پڑا۔ وہاں لندن میں قیام کے

دوران انہوں نے ایک اَور خواب دیکھی کہ وہاں جلسہ ہو رہا ہے اور خاکسار اس میں کوئی ڈیوٹی دے رہا ہے۔ مزید یہ کہ وہ ساتھ خود بھی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔

اب یہ ساری خوابیں ایسی تھیں کہ بظاہر ان میں سے کسی کے پورا ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ مگر چونکہ وہ خبریں ایک عالم الغیب اور خبیر خدا کی طرف سے تھیں لہٰذا حالات کا رُخ خود بخود ایسے طور پر بدلتا چلا گیا کہ وہ سارے رازہائے سربستہ جلد تر ایک ایک کر کے کھلنے اور حقیقت کا رنگ اختیار کرنے لگے۔ چنانچہ مکرم شاد صاحب فرماتے ہیں:

''محترم چودھری احمد مختار صاحب (امیر جماعت احمدیہ کراچی) نے ایک دن خاکسار سے یونہی دریافت فرمایا کہ کیا تمہارا پاسپورٹ بنا ہوا ہے؟ مَیں نے جواب دیا کہ جی، پاسپورٹ بنوا کر کیا کرنا ہے۔ فرمانے لگے، بنوالو۔ کبھی ضروری ڈاک بھی بھجوانی ہوتی ہے۔ مَیں نے اطاعت امیر کے پیش نظر پاسپورٹ بنوالیا۔ اب جب انگلستان میں منعقد ہونے والے پہلے جلسہ کا اعلان ہوا اور کراچی اور دیگر جماعتوں کے احباب آہستہ آہستہ لندن جانے لگے تو ایک روز عصر کے وقت لندن سے جناب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا امیر صاحب کو فون آیا کہ منظور شاد کو First Available Flight سے لندن بھجوا دیا جائے۔ مکرم امیر صاحب نے فرمایا، پتہ کرو، پہلی لندن والی فلائٹ کونسی ہے۔ ان دنوں مکرم لطیف الرحمٰن صاحب ایک احمدی ٹریولنگ ایجنٹ تھے۔ ان سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ رات اڑھائی بجے ایک فلائٹ جا رہی ہے، مگر اس میں سیٹ نہیں مل سکے گی۔ تاہم جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ حضور انورؒ کا ارشاد ہے تو انہوں نے کہا، آپ تیار ہو جائیں، مَیں ٹکٹ کا انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے فوری طور پر ایک ٹکٹ تیار کر کے مجھے دے دیا۔ اور مَیں چند گھنٹوں میں تیار ہو کر اور چند جوڑے کپڑوں کے ساتھ لے کر ائرپورٹ پر پہنچ گیا''

فرماتے ہیں، لندن پہنچ کر معلوم ہوا کہ جلسہ پر سٹیج کی ذمہ واری خاکسار کے سپرد کی گئی ہے۔ اِس طرح پر عزیزم آفتاب کی وہ خواب تو پوری ہوگئی جس میں اس نے دیکھا تھا کہ لندن میں جلسہ ہو رہا ہے اور خاکسار اس میں موجود ہے۔ دوسرے، مکرم برادرم محمد یوسف صاحب کی خواب کا بھی وہ حصہ پورا ہو

گیا کہ خاکساراس جلسہ پرڈیوٹی دے رہا ہے۔رہا برادرم یوسف صاحب کی خواب کا دوسرا حصہ کہ وہ بھی اس جلسہ میں خاکسار کے ساتھ ڈیوٹی دے رہے ہیں تو وہ اس طرح پورا ہوا کہ فرماتے ہیں:

''حفاظت سٹیج کی ذمہ واری خاکسار کے پاس مسلسل آٹھ سال تک رہی۔خاکساراس غرض کے لئے ہرسال جماعت کے خرچ پرلندن آیا کرتا۔اس میں Man Power کا اکثر حصہ کراچی سے آنے والے خدام پر مشتمل ہوتا تھا۔اور کراچی کے جن خدام کو میرے ساتھ ڈیوٹی ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں برادرم یوسف صاحب بھی شامل تھے۔اس طرح پران کی خواب کا وہ حصہ بھی پورا ہو گیا جس میں انہوں نے اپنے آپ کو میرے ساتھ ڈیوٹی دیتے ہوئے دیکھا تھا''

(مکتوب نمبر۲۹،مورخہ۸مارچ۱۹۷۹ء،ازکوارٹرنمبر۳،بلاک نمبر۶-ائرپورٹ پولیس سٹیشن،کراچی
واضافی مکتوب مورخہ۲۰۰۶-۱۰-۱۵)

آپ نے یہ تفصیل لکھتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے انگلستان پہنچ جانے کے بعد جب وہاں پہلا جلسہ سالانہ ہونے والا تھا تو حضورؒ کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں مکرم چودھری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ نے سٹیج کی حفاظت کیلئے خاکسار کا نام پیش کیا کیونکہ خاکسار اس سے قبل ربوہ کے جلسہ ہائے سالانہ پر بحیثیت قائد ضلع کراچی کئی سال تک یہ ذمہ واری ادا کرتا رہا تھا۔اسی بنا پر غلام ابن غلام کو اس موقع پر بھی یاد فرمایا گیا۔پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پہلی دفعہ لندن جاتے ہوئے جب خاکسار سرکاری ملازم ہونے کے باوجود محکمہ سے پیشگی منظوری حاصل کئے بغیر لندن آیا تھا تو خاکسار کو کسی قسم کا مالی نقصان نہ اٹھانا پڑا۔حالانکہ خاکسار اپنی رخصت کی درخواست بھی اپنے بچوں کو دے آیا تھا کہ وہ محکمہ میں پہنچا دیں۔یہ سب خلافت کی برکات ہیں۔فالحمدللہ!

☆☆☆

۵

’’مجھے خواب آئی ہے کہ ہم سٹیشن پر جا کر پھر واپس آ گئے ہیں‘‘

آپ کے بیٹے عزیز طاہر احمد کی رؤیاء

اب آخر پر آپ کے بچے، عزیز طاہر احمد عمر گیارہ سال، کو ملنے والی ایک ایسی آسمانی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس کے ملنے کے چوبیس گھنٹوں کے اندر پوری ہوگئی۔ چنانچہ مکرم شاد صاحب فرماتے ہیں:

’’ایک بار ہمارا کراچی سے پنجاب جانے کا اچانک پروگرام بن گیا۔ ان دنوں میرے ایک دوست مکرم ہاشمی صاحب ریلوے میں اعلیٰ افسر تھے۔ ان سے ذکر کیا تو فرمانے لگے، سامان لے کر سٹیشن پر آ جانا۔ باقی مَیں انتظام کر لوں گا۔ وہ پہلے بھی خاکسار کے لئے اس قسم کی خدمات سرانجام دیتے رہتے تھے۔ اب جب ہم اپنا سامان وغیرہ باندھ کر سٹیشن پر جانے والے تھے تو عزیز طاہر جس کی عمر اُس وقت ۱۱، ۱۲ سال کی تھی اپنی والدہ سے کہنے لگا، امی آج نہ جائیں۔ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم لوگ سٹی سٹیشن پر جا کر پھر واپس آ گئے ہیں۔ عزیز کی والدہ یہ سن کر ناراض ہونے لگیں کہ سفر سے پہلے ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ مگر جب ہم سامان لے کر اسٹیشن پر پہنچے تو وہی ہوا جو بچے نے خواب میں دیکھا تھا یعنی ہاشمی صاحب کہیں نظر نہ آئے اور ہم جو اتنا سامان لے کر بڑی مصیبت سے سٹیشن پر پہنچے تھے، وہ سب ہمیں واپس لانا پڑا‘‘

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ ہاشمی صاحب اُس دن کیوں نہ آ سکے تھے، فرماتے ہیں کہ اس رات ایک ضروری چیکنگ کیلئے انہیں فوری طور پر کراچی سے باہر جانا پڑ گیا تھا۔ انہیں یہ حکم اس قدر اچانک ملا کہ وہ مجھے اطلاع نہ کر سکے۔ پھر اگلے روز انہوں نے حسب وعدہ وہ سارا انتظام کروا دیا۔ یوں ان کے بچے طاہر احمد کی خواب پوری ہو کر ایک علیم و خبیر ہستی پر زندہ گواہ بن گئی [۱]۔

---

[۱] آپ کا یہ بچہ طاہر احمد بھی اس وقت جرمنی میں ہے اور اپنے کاروبار کے ساتھ جماعتی خدمات بجا لا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پانچ بچوں (دو بیٹیوں اور تین بیٹوں) سے نوازا ہے۔ اس بچے کی معجزانہ پیدائش کا ذکر ’’درویشان احمدیت‘‘ جلد ششم کے باب دوم میں کیا گیا ہے)

☆.........☆.........

تعارف محترم برادرم منظور احمد صاحب شاد:

آپ ایک لمبا عرصہ کراچی کی جماعت سے منسلک رہنے کے بعد اِس وقت جرمنی میں مقیم ہیں۔آپ کے والد جو حضرت بانی سلسلہؑ کے صحابہ میں سے تھے ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جنہوں نے حضورؑ کے ۱۹۰۳ء میں جہلم تشریف لے جانے پر گجرات سے پیدل جہلم پہنچ کر حضور کی بیعت کی تھی اور یوں حضورؑ کے الہام،اُرِیکَ بَرَکَاتٍ مِّن کُلِّ طَرَفٍ، کے مصداق بنے۔مکرم شاد صاحب نے میٹرک پاس کرنے کے بعد جبکہ آپ ابھی ربوہ میں ہی تھے اپنی زندگی سلسلہ کیلئے وقف کر دی تھی۔مگر ڈاکٹری رپورٹ کی بنا پر' اَن فِٹ' قرار دئے جانے پر آپ کراچی تشریف لے گئے جہاں آپ پولیس میں بھرتی ہو گئے اور ۲۹ سال سروس کی۔ سلسلہ کی خدمات کے لحاظ سے آپ کو خدام الاحمدیہ میں قائد مقامی سے لے کر قائد ضلع تک مثالی خدمات سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی، بلکہ جب تک ضلعی قیادت آپ کے پاس رہی، خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کا علم انعامی اور ضلعی شیلڈ کراچی کے پاس رہیں۔اسی طرح آپ کراچی کے حلقہ ڈرگ کالونی کے صدر بھی رہے۔ایک وقت میں آپ کو کراچی کا نائب امیر اور جنرل سیکرٹری رہنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔جرمنی میں گذشتہ ۲۰ سالہ عرصہٗ قیام کے دوران بھی آپ کو مختلف قسم کی مرکزی اور علاقائی ذمہ واریوں پر کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔طال عمرہٗ!

☆ ☆ ☆

قاضی عبدالرشید صاحب، ساہیوال

اب ساہیوال کے ایک بزرگ دوست جناب قاضی عبدالرشید صاحب کی بعض رؤیاء صادقہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔آپ بھی ان خوش قسمت افرادسلسلہ میں سے ہیں جنہیں قادیان کے مقدس ماحول میں تربیت پانے اور وہاں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ قادیان کے ایک قریبی قصبہ فیض اللہ چک کے رہنے والے تھے۔لہٰذا آپ کو فیض اللہ چک اور قادیان کے بہت سے کبار صحابہ کو دیکھنے اور ان کی پاک صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع نصیب ہوا۔

آپ نے اپنی خوابیں لکھنے سے پہلے چند ایسے کلمات تحریر فرمائے ہیں جو مضمون زیر بحث کی غرض و غایت پر نہایت عمدہ انداز میں روشنی ڈالتے ہیں۔لہٰذا پہلے ان کا وہ بیان قارئین کی دلچسپی اور ان کے ازدیادایمان کی خاطر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔آپ اپنے خاکسار کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں:

”اخبار الفضل ۲۷ فروری ۱۹۷۹ء میری نظروں سے گذرا۔گو یہ عاجز اپنی خوابوں کا اظہار عام کرنے میں قدرے حجاب محسوس کرتا ہے مگر جو خواب یا کشف سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصدیق کا حامل ہو، اسے ضرور بیان کر دیتا ہے۔سو جناب کے اعلان کے مطابق دو تین تازہ خواب جو جنوری ۷۷/۱۹۷۶ء میں بصورت کشف دیکھے اور جو اسی وقت غیراز جماعت احباب نیز بعض احمدی احباب کو بھی سنا دئے گئے تھے بیان کرتا ہوں۔......یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی تعلیم اور پیروی کا اعجاز ہے“

اب ذیل میں آپ کی مضمون زیر بحث کے متعلق چند رؤیا صالحہ بیان کی جاتی ہیں:

پہلی رؤیاء

”ہر ہٹلر کامیاب ہو گیا“

آپ کو اپنے محترم دوست کے بارے میں ملنے والی ایک خبر

آپ کی سب سے پہلی رؤیاء اُس وقت کی بیان کی جاتی ہے جب آپ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم پا رہے تھے۔فرماتے ہیں، میرے ایک بزرگ جناب حضرت میاں عبدالکریم صاحبؓ جو علی

چک، تحصیل کھاریاں، کے رہنے والے تھے اور مندرہ ریلوے سٹیشن پر ریلوے کے محکمہ میں انٹر لاکنگ مستری تھے، پر ریلوے کے افسران نے بہت ظلم کیا اور ان کی ترقی روک دی۔ انہوں نے مجھے دعا کیلئے لکھا۔ میں اُس وقت دسویں جماعت کا طالبعلم تھا۔ میں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بارے میں مندرجہ ذیل منظر دکھایا:

''میں نے دیکھا کہ ایک انچ موٹی لوہے کی چادر ہے جسے کاٹ کر یہ الفاظ بنائے گئے ہیں: 'ہر ہٹلر کامیاب ہو گیا'۔ ساتھ ہی بڑے زور کی یہی آواز آتی ہے 'ہر ہٹلر کامیاب ہو گیا'، اور پھر ساتھ ہی میاں عبدالکریم صاحب کی شکل سامنے آگئی''

آپ فرماتے ہیں، میں سمجھ گیا کہ میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ ترقی بھی دے گا اور ان پر کی جانے والی سختیاں بھی دور ہو جائیں گی۔ چنانچہ میں نے میاں صاحب کی خدمت میں یہ سب کچھ لکھ دیا۔

فرماتے ہیں، میاں عبدالکریم صاحب اس خط کے ملنے پر راولپنڈی ڈویژن میں اپنے ریلوے افسران کے پاس چلے گئے، انہیں میرا وہ خط دکھایا اور یہ کہکر کہ دیکھنا اللہ تعالیٰ مجھے ترقی دے گا، ان سے کچھ جھگڑا بھی مول لے لیا۔ اس پر وہ لوگ جو پہلے ہی مخالفت میں ادھار کھائے بیٹھے تھے اَور بھی چیں بجبیں ہو گئے اور انتقاماً انہیں ڈاکٹری وجوہ کی بنا پر معطل کروا دیا۔ مکرم قاضی صاحب فرماتے ہیں:

'اس پر میاں صاحب نے مجھے ساری سرگذشت لکھ دی۔ میں نے پھر بڑے یقین سے میاں صاحب کی خدمت میں لکھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ضرور ترقی دے گا۔ چنانچہ تین چار ماہ اسی طرح گذر گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ راولپنڈی ریلوے ڈویژن کے تمام افسران کراچی، کوئٹہ اور لاہور ڈویژنوں میں تبدیل کر دئے گئے اور وہاں کے افسران اِدھر آگئے۔ اس پر میں نے میاں صاحب کو لکھا کہ اب نیا عملہ آ گیا ہے، آپ اپیل کریں۔ میاں صاحب نے اپیل کر دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بحال بھی کر دیا اور ساتھ ترقی بھی دے دی''

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

’’ہٹلر کے سارے دانت گر گئے ہیں‘‘

جرمنوں کی شکست کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

دوسرے نمبر مکرم قاضی صاحب کی مرسلہ وہ رؤیاء بیان کی جاتی ہے جو انہیں ان دنوں میں ہوئی جب جنگ عظیم دوم زوروں پر تھی اور جس میں آپ کو جرمنی کے مغلوب ہو جانے کی واضح خبر دی گئی۔ آپ خود بھی اس وقت برطانوی فوج میں ملازم تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’مَیں بھی فوج میں ملازم تھا۔۱۹۴۳ء میں مجھے کلکتہ کے ایک مقام بیرک پور میں تبدیل کر دیا گیا۔ وہاں ستمبر کے مہینہ میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں اور میرا ایک دوست بشیر کسی جگہ پر ہیں۔ وہاں ایک کمرہ میں ہٹلر بھی بیٹھا ہوا ہے۔ مَیں بشیر سے کہتا ہوں، آؤ بشیر، ہم ہٹلر کو مار دیں۔ اس پر بشیر کہتا ہے، اچھا مَیں جاتا ہوں اور اسے مار آتا ہوں۔ اسی اثنا میں مجھے ایک دھماکہ سنائی دیتا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ دھماکہ بشیر نے کیا ہے۔ پھر بشیر میرے پاس بھاگ کر آجاتا ہے اور کہتا ہے، آؤ، اب یہاں سے بھاگ چلیں۔ چنانچہ ہم دونوں ایک پہاڑ پر چڑھ کر دوسری طرف سے اتر جاتے ہیں اور قادیان پہنچ جاتے ہیں۔ پھر ہمیں چند گھوڑ سوار ملتے ہیں اور کہتے ہیں، ہم اس شخص کو تلاش کر رہے ہیں جس نے دھماکہ کیا ہے، اس دھماکے سے ہٹلر کے سارے دانت گر گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل جاتی ہے‘‘

فرماتے ہیں، مَیں نے یہ خواب اپنے ایک فوجی افسر، پادری ہائیٹ، کو سنائی۔ وہ بڑا شریف آدمی تھا۔ اس نے اسی وقت یہ خواب اپنی نوٹ بک میں درج کر لی۔ پھر جب جنگ بند ہونے کے بعد مَیں تبدیل ہو کر جبلپور چھاؤنی کے I.A.O.C. میں آ گیا تو اتفاق سے کرنل ہائیٹ بھی وہاں موجود تھے۔ مجھے بڑی عزت اور تکریم سے پیش آئے اور اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے وہ بتانے لگے کہ تمہارا وہ خواب بالکل پورا ہو گیا ہے، کیونکہ ہٹلر کے تمام جرنیلوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ گویا اس کے سارے دانت گر جانے کی صورت میں دی گئی آسمانی خبر قریباً ایک سال بعد ہی اس کے جرنیلوں کے موت کے گھاٹ اتارے جانے کی شکل میں پوری ہو گئی۔

تیسری رؤیاء

’’کرنل سے میجر بنادیئے گئے‘‘

ایک غیر احمدی ہم پیشہ دوست کے بارے میں ملنے والی خبر

پہلے نمبر پر آپ کو اپنے ایک غیر احمدی فوجی افسر کے بارے میں ملنے والی ایک ایسی انذاری خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنی مقدرہ صورت میں پوری ہو کر خدائے علیم وخبیر کی زندہ ہستی پر گواہ بن گئی۔ منذر اخبار جیسا کہ ’’درویشان احمدیت‘‘ کی تیسری جلد بعنوان ’حفاظت سماوی‘ میں بتایا گیا ہے دراصل خطرے کا آسمانی الارم ہوتی ہیں اور ان کے متعلق سنت الٰہی یہ ہے کہ وہ صدقات وخیرات اور دعاؤں سے ٹل جایا کرتی یا کم ضرر رساں شکل میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ یہاں جس انذاری خبر اور اس کے پورا ہونے کے متعلق بتایا جا رہا ہے، اس سے سنت الٰہیہ کے مطابق فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ اب قاضی صاحب موصوف کی زبانی اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

’’۱۹۵۳/۵۴ء کی بات ہے، جب میں اے۔ او۔ سی سنٹر مالیر کینٹ کراچی میں تھا تو مَیں نے دیکھا کہ ہمارے سنٹر کمانڈنٹ کرنل حفیظ مدراسی صاحب ایک ہوائی جہاز چلا رہے ہیں اور چلاتے چلاتے قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت[۱] کی درمیانی بلند ترین کھڑکی میں سے گذرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے ٹکرا کر گر جاتے ہیں۔ مَیں نے اگلے روز اس خواب سے اپنے بعض احمدی اور غیر احمدی دوستوں نیز خود کرنل حفیظ صاحب کو بھی آگاہ کر دیا۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ آخر ایک ماہ یا کچھ دن اوپر ہوئے تھے کہ وہ اچانک ایک کیس میں ملوث ہو گئے جس کے نتیجے میں پہلے انہیں معطل یعنی suspend کر دیا گیا۔ پھر کرنل سے میجر بنا دیئے گئے‘‘

[۱] تعلیم الاسلام ہائی سکول کی یہ عمارت، جو قاضی صاحب موصوف کو رؤیا کے اندر دکھائی گئی، اب بھی موجود ہے۔ ۱۹۴۴ء میں البتہ جب قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کھلا تو یہ عمارت کالج کو دے دی گئی۔ اِس وقت (یعنی پارٹیشن کے بعد سے) یہ عمارت سکھ نیشنل کالج کیلئے استعمال ہو رہی ہے۔ اس کی درمیانی بلند ترین کھڑکی جس کا صاحب رؤیاء نے ذکر کیا ہے، اب بھی قائم ہے اور اس وقت بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

چوتھی رؤیاء

''دووکلاء کی ترقی کے متعلق ملنے والی اخبار''

آپ نے اپنے دو وکیل دوستوں کے بارے میں ایک نظارہ دیکھا جو دونوں کے ترقی پانے پر دلالت کرر ہا تھا۔ پھروہ کیونکر پورا ہوا، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۷۰/۷۱ء کی بات ہے کہ مَیں نے دیکھا کہ ساہیوال کے دووکیل جن میں سے ایک کا نام راؤ عبدالستار ہے اور دوسرے کا نام ملک فضل کریم ہے دونوں نے نہایت عمدہ اور سپیشل قسم کالباس پہنا ہوا ہے اور وہ غالباً کسی ہسپتال کا معائنہ کرر ہے ہیں''

یہ نظارہ ان کے حق میں کیونکر پورا ہوا، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''اس کے جلد بعد راؤ عبدالستار صاحب تو سینیٹر (Senator) بن گئے اور اس طرح انہیں حکومتی سطح پر ایک اچھی پوزیشن حاصل ہوگئی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دوسرے دوست ملک فضل کریم صاحب بھی ایک دعوت میں ملے۔ یہ ۱۹۷۲ء کے آخر کی بات ہے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ خواب میں تو مَیں نے آپ دونوں کو اکٹھا اچھے لباس میں دیکھا تھا۔ مراد یہ تھی کہ خواب کے مطابق آپ کو بھی کوئی اچھا عہدہ ملنا چاہئے تھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وہ بھی سرکاری محکمہ میں 'آفیسر۔ آن۔ سپیشل ڈیوٹی' مقرر کر دئے گئے ہیں۔ چنانچہ مَیں جب ایک بار اسلام آباد میں گیا تو وہ بڑے تپاک سے ملے، میری چائے کی خاص دعوت کی اور پھر راؤ عبدالستار صاحب سے ملوانے لے گئے۔ چائے پر جانے سے قبل کی رات مَیں نے ملک فضل کریم صاحب کے متعلق ایک اَور خواب دیکھا اور وہ یہ کہ ان کے چائے کے برتن پرانے اور خراب ہیں۔ اس سے مَیں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ یہاں سے کچھ کما کر نہیں لے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ بعد میں ملک صاحب موصوف بغیر کچھ کمائے ساہیوال واپس آ گئے اور پہلے کی طرح پریکٹس کرنے لگ گئے''

(مکتوب نمبر ۸۶، مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۷۹ء)

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر طفیل احمد صاحب ڈار، ٹانگا، تنزانیا

حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے ظہور کی برکت کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضلوں کے چھینٹے دنیا میں کہاں کہاں پڑے ہیں، انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''فتح اسلام'' (روحانی خزائن، جلد ۳۔ صفحہ ۱۲) میں فرمایا ہے، امام الزمان کے ظہور کے وقت ہونے والا انتشارِ روحانیت اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ جہاں جہاں جوہر حق شناس پایا جاتا ہے وہ اس تک پہنچتا اور اس کے قوائے باطنیہ کو انگیخت کرتا چلا جاتا ہے۔

اب تنزانیا (مشرقی افریقہ) میں ایک لمبے عرصہ تک رہنے والے ایک سعید الفطرت انسان اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے غلام ڈاکٹر طفیل احمد صاحب ڈار کی بعض رؤیا ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپ نے خاکسار کا الفضل میں شائع ہونے والا اعلان پڑھنے کے بعد خاکسار کو ارسال فرمائیں۔ اُس وقت آپ تنزانیا میں سالہا سال تک کام کرنے کے بعد واپس تشریف لا چکے تھے اور لائکپور (حال فیصل آباد) میں پریکٹس کر رہے تھے۔

﴿۱﴾

''سیڑھیوں کے اوپر 'مقام محمود' لکھا ہوا ہے''

تنزانیا میں جماعت کی ترقی کی خبر

آپ اندازاً ۱۹۴۰ء میں ٹانگا نیکا (مشرقی افریقہ) میں تشریف لے گئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ وہاں ابھی تک کوئی باقاعدہ جماعت قائم نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے وہاں اپنے پیشہ ورانہ مشاغل کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا کام بھی شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو بہت سی سعید روحوں کو اسلام کی طرف لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مشرقی افریقہ کے اس ملک میں آپ کا پہلا قیام ایک چھوٹے سے قصبہ کیڈوگالو (Kidugallu میں ہوا۔ آپ گورنمنٹ کے ایک ہسپتال میں ملازم تھے کہ فرماتے ہیں، آپ نے رات خواب میں دیکھا کہ

''بتاریخ ۲۴ جون ۱۹۴۰ء: ایک اونچی جگہ ہے جہاں غیر از جماعت لوگ جمع ہیں۔ وہاں لوہے کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور ان سیڑھیوں میں سے کسی کے اوپر 'مقام محمود' لکھا ہوا

ہے اور کسی کے اوپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام: ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا' لکھا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ (اس دورِ حضرت محمود ایدہ اللہ الودود میں) اللہ تعالیٰ مجھے اس دُور افتادہ ملک میں احمدیت کی خاص خدمت کرنے اور جماعت قائم کرنے کی توفیق دے گا''

اس خواب کی تعبیر اس کے قریباً دس سال بعد آپ کے موروگورو (تنزانیا کا ایک اہم شہر جہاں آپ نے سالہا سال تک کام کیا) میں جانے اور وہاں خاص رنگ میں جماعتی خدمات کی توفیق پانے کی صورت میں ظاہر ہوئی۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''بندہ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۹ء تک جماعت احمدیہ موروگورو کا پریذیڈنٹ منتخب ہوتا رہا۔اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے افریقن دوست بیعت کرکے جماعت میں شامل ہوئے۔پھر باوجود سخت مخالفت کے میرے ذریعے ہی موروگورو میں جماعت کے مشن ہاؤس اور مسجد کیلئے زمین کا پلاٹ خریدا گیا۔مخالفت اتنی ہوئی کہ سارا شہر مخالف ہو گیا،میرے خلاف جلسے ہونے لگے بلکہ خود ٹانگانیکا نیشنل یونین جو وہاں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے ہمارے خلاف ہوگئی۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں کامیابی ہوئی''

فرماتے ہیں،رؤیاء میں جو ایک اونچی جگہ پر غیر احمدیوں کو دکھایا گیا تھا تو غالباً اس سے مراد یہی تھی کہ ان کی طرف سے مخالفت ہوگی اور جو سیڑھیوں پر 'مقام محمود' اور 'مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا' کے الہامی الفاظ دکھائے گئے تھے،ان سے مراد یہ تھی کہ باوجود اس مخالفت کے اللہ تعالیٰ جماعت کو ترقی سے نوازے گا۔چنانچہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اِس وقت وہاں اونچے میناروں والی ایک خوبصورت مسجد تعمیر ہوچکی ہے جہاں پانچ وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے اور یہ آواز عملاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے کیونکہ آپؑ اس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بادشاہت قائم ہو۔فالحمد للہ۔

☆ ☆ ☆

﴿۲﴾

”آپ کا گلہ خراب معلوم ہوتا ہے!“

شیخ عمری عبیدی مرحوم کے بارے میں رؤیاء

بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے اظہار کے طور پر نیز اپنی ہستی کا تازہ ثبوت پہنچانے کی غرض سے چھوٹی چھوٹی غیب کی باتیں بھی اپنے بندے پر ظاہر کر دیتا ہے۔ایسی ہی ایک رؤیاء بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”مورخہ ۶۱/۸/۲۔ بمقام موروگورو: میں نے دیکھا کہ شیخ عمری عبیدی (مرحوم ومغفور) جو تنزانیہ کے ایک مخلص اور درویش صفت احمدی تھے، جب ابھی زندہ تھے اور تنزانیہ کے وزیر قانون کی حیثیت سے حکومت تنزانیہ کی طرف سے امریکہ کے دورے پر تھے، امریکہ کے سفر سے واپس آئے ہیں اور بہت سے لوگ ان سے ملاقات کر رہے ہیں۔ ان میں سے مَیں بھی ہوں۔ مَیں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کو امریکہ کے احمدیہ مشنوں میں بھی جانے کا موقع ملا؟ آپ فرماتے ہیں، ہاں بہت موقع ملا۔ پھر مَیں دیکھتا ہوں کہ آپ کا گلہ خراب ہے اور مَیں نے آپ کو گلے کی ایک دوائی کی ایک ڈبیہ Throat-lozenges دی ہے“

آپ کی یہ رؤیاء بعینہٖ اسی طرح پوری ہوئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب مکرم عمری عبیدی صاحب امریکہ کے سفر سے واپس آنے کے بعد موروگورو تشریف لائے تو فی الواقعہ آپ کا گلہ خراب تھا اور مَیں نے آپ کو گلے کی وہی دوائی دی جو خواب کے اندر دکھائی گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

’’چار چابیاں دے کر ایک واپس لے لیتا ہے‘‘

تنزانیا میں ایک عمارت خریدنے کے بارے میں رؤیاء

اسی طرح کا ایک اَور چھوٹا سا ذاتی نوعیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’مورخہ ۳؍جولائی ۱۹۴۰ء۔ رات خواب میں دیکھا کہ کوئی آدمی جو مشینوں کا کاریگر معلوم ہوتا ہے مجھے چند چابیاں جو تعداد میں غالباً چار ہیں دیتا ہے۔ پھر ان میں سے ایک چابی واپس لے لیتا ہے۔ یہ چابیاں کسی مل (Mill) کی معلوم ہوتی ہے۔ یہ خواب اس کے پندرہ سال بعد یوں حرف بحرف پوری ہوئی کہ ۱۹۵۵ء میں خاکسار نے مورو گورو شہر میں ایک پرانی مل کی عمارت خریدی جسے خاکسار نے ایک ٹھیکیدار سکھ دوست کو تعمیر کیلئے دیا۔ عمارت تیار ہو جانے پر اس نے مجھے چار چابیاں دیں۔ بعد میں اس نے ان میں سے ایک چابی یہ کہہ کر واپس لے لی کہ یہ اس کی اپنی چابی تھی جو غلطی سے اس نے مجھے دے دی تھی۔ پھر اسی عمارت میں ایک اَور سکھ دوست نے لکڑی چیرنے کی مشین (Saw Mill) لگا لی اور وہ مجھے اس کا کرایہ دیتا رہا۔ اس طرح یہ خواب پوری ہو کر مالی منفعت کا موجب بنی‘‘

﴿۴﴾

’’(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام تمہارے دوست ہیں‘‘

بچے کے صحتیاب ہو جانے سے متعلق رؤیاء

ابھی آپ جب اپنے پہلے مقام کیڈوگالو (Kidugallo) میں ہی تھے تو آپ کا بیٹا محمد اکرام عمر ایک سال شدید بیمار ہو گیا۔ آپ اپنے اِس بچے کا علاج تو کر ہی رہے تھے مگر آثار اچھے نظر نہ آتے تھے۔ چنانچہ علاج کے ساتھ ساتھ آپ نے دعا کرنی شروع کر دی۔ پھر آپ کو اپنے بچے کی صحت سے متعلق کیا بشارت ملی اور کن الفاظ میں ملی، اس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مورخہ ۲۶ جون ۱۹۴۸ء۔ خاکسار کا بچہ عزیزم محمد اکرام ڈار اس رات بہت بیمار تھا۔ اس کا دم اکھڑ چکا تھا اور اس کے بچنے کی بالکل امید نہ رہی تھی بلکہ مَیں نے اپنے ذہن میں اس کی قبر کی جگہ بھی تجویز کر دی تھی۔ مَیں اس کیلئے بہت درد اور الحاح سے دعا کرتے کرتے سو گیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ کوئی آدمی مجھے کہتا ہے، 'عیسیٰ علیہ السلام تمہارے دوست ہیں' ''

فرماتے ہیں، یہ گویا ایک قسم کی خوشخبری تھی کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردے زندہ ہو جایا کرتے تھے، یہاں بھی خدا اسی قسم کا معجزہ دکھائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ آسمانی خبر اس رنگ میں پوری ہوئی کہ فرماتے ہیں، جب اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو مَیں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ بچے کا سانس بھی ٹھیک ہے اور عمومی حالت صحت کی طرف عود کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کے بعد بچہ بالکل صحتیاب ہو گیا اور لمبی عمر پائی۔ فالحمدللہ''

.......☆.......

(نوٹ: مکرم ڈاکٹر طفیل احمد صاحب ڈار کی یہ خوابیں آج سے قریباً تیس سال پہلے کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف تو اس دوران وفات پا چکے ہیں۔ جب خاکسار ان کی خوابوں کو مرتب کرنے لگا تو یہ کرید پیدا ہوئی کہ معلوم کیا جائے کہ آپ کا وہ صاحبزادہ، عزیزم محمد اکرام ڈار کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ کی بیٹی عزیزہ نور النساء صاحبہ، اہلیہ برادرم شرافت اللہ خان صاحب، مقیم جرمنی نے خاکسار کو بتایا کہ ان کا وہ بھائی محمد اکرم ڈار اِس وقت کارڈف (انگلستان) میں ہوتا ہے۔ چنانچہ خاکسار کے ان سے رابطہ کرنے پر انہوں بتایا کہ ۱۹۶۹ء میں وہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ پاکستان چلے گئے تھے۔ پاکستان میں کچھ عرصہ رہ کر آپ انگلستان آ گئے۔ پہلے تعلیم مکمل کی۔ پھر ڈیپارٹمنٹ آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری میں ملازم ہو گئے جہاں وہ اب تک کام کر رہے ہیں۔ اِس وقت وہ اپنی بیگم اور دو بچوں عادل احمد ڈار اور سیما خورشید ڈار کے ساتھ کارڈف میں بڑی آسودگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے!)

☆ ☆ ☆

﴿۵﴾

”مسٹر نیریرے نے میری بیوی سے مصافحہ کیا ہے“

تنزانیا کے صدر سے ملاقات کا ایک منظر دکھایا گیا

مورخہ ۶۶/۸/۳۱ بمقام مورو گورو دیکھے جانے والے ایک نظارہ کی تفصیلات اور ان کے پورا ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رات خواب میں دیکھا کہ

”مسٹر جولیس نیریرے (Mr. Julius Nyerere)، صدر حکومت تنزانیہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور میری بیٹھک میں میرے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے میری بیوی سے مصافحہ کیا ہے۔ یہ رؤیاء اس رنگ میں پوری ہوئی کہ کچھ عرصہ بعد مسٹر نیریرے مورو گورو آئے۔ وہاں کے صوبائی گورنر نے ان کے اعزاز میں دعوت کا انتظام کیا جس میں خاکسار کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس دعوت میں مسٹر نیریرے خاص طور پر مجھ سے ملے، مصافحہ کیا اور مورو گورو شہر میں صحت کے مسائل پر گفتگو فرماتے رہے“

گویا وہ منظر جو آپ کو اپنی اہلیہ کی نسبت دکھایا گیا تھا، خود آپ کی ذات میں پورا ہو گیا۔

﴿۶﴾

”یہ گاڑی تو لائکپور جا رہی ہے“

پاکستان میں میڈیکل پریکٹس کے بارے میں آسمانی رہنمائی

ابھی آپ مورو گورو (مشرقی افریقہ) میں ہی تھے اور پاکستان میں آکر قیام پذیر ہونے کا پروگرام بنا رہے تھے کہ آپ نے خواب میں ایک ایسا منظر دیکھا جو آپ کے پاکستان آنے کے بعد بعینہٖ اسی طرح پورا ہوا جیسا کہ آپ نے دیکھا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”یکم جون ۱۹۶۹ء کی بات ہے، مَیں ریلوے ٹرین میں سوار ہوں اور کہتا ہوں، مَیں نے کنگولویرا (Kingolwira) جانا ہے۔ (یہ تنزانیا کا ایک شہر اور ریلوے سٹیشن ہے)۔ جب ٹرین چل پڑی تو کوئی کہتا ہے یہ تو لائکپور (پاکستان کا ایک صنعتی شہر، جواب فیصل

آباد کہلاتا ہے۔ ناقل) جارہی ہے۔ مجھے فکر ہوا کہ یہ تو کہیں اَور جارہی ہے۔ مگر پھر مَیں دل میں کہتا ہوں کہ اچھا، لائلپور شہر نہیں دیکھا ہوا، وہ بھی دیکھ لینگے‘‘

فرماتے ہیں، مَیں ساری عمر افریقہ میں ہی رہا تھا۔ نہ لائلپور دیکھا تھا اور نہ پاکستان کے کسی اَور بڑے شہر کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ مگر فرماتے ہیں:

’’اب جب اکتوبر رنومبر ۱۹۶۹ء میں مشرقی افریقہ کو خیر باد کہہ کر مَیں پاکستان پہنچا تو خیال کِیا کہ مرکز سلسلہ، ربوہ، میں پریکٹس شروع کروں گا۔ بندہ کے والد البتہ میرے اس خیال سے متفق نہیں تھے۔ مگر مَیں ہر حالت میں ربوہ میں ہی کام کرنے پر مصر تھا۔ تاہم نومبر ۱۹۶۹ء میں ربوہ پہنچ کر جب مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں مشورہ لیا تو حضور نے فرمایا، ’ربوہ نہیں، لائلپور شہر میں پریکٹس شروع کردو‘۔ چنانچہ اس کے مطابق لائلپور میں ہی کام شروع کر دیا گیا‘‘

گویا یہ جو افریقہ چھوڑنے سے پہلے آپ کو دکھایا گیا تھا کہ آپ لائلپور جا رہے ہیں تو اس میں یہی آسمانی اشارہ مضمر تھا کہ پاکستان میں آپ کی روزی کے سامان لائلپور شہر سے وابستہ کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں، آپ کا لائلپور آنا آپ کے لئے بہت ہی خیرات وبرکات کا موجب بنا اور آپ کے کام میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی برکت ڈالی۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ جب ۱۹۷۴ء میں جماعت کے خلاف بھڑکائے جانے والے فسادات کے دوران احمدیوں کو شدید جانی اور مالی نقصان پہنچایا گیا اور خود لائلپور شہر میں احمدیوں کی دوکانیں باقاعدہ منصوبہ کے تحت ایک ایک کر کے جلائی اور تباہ وبرباد کر دی گئیں تو آپ کی دوکان سارے شہر میں واحد احمدی کی دوکان تھی جو معجزانہ طور پر بالکل محفوظ رہی۔ خاکسار سمجھتا ہے کہ اس میں یقیناً خدا تعالیٰ کی پہلے سے تیار شدہ اُس خاص تقدیر کا اثر کارفرما تھا جس کے بارے میں آپ کو اپنے مشرقی افریقہ میں قیام کے دوران ہی اشارہ مل چکا تھا۔ دوسرے، ظاہر ہے، خدا کے برحق خلیفہ کی توجہ روحانیہ بھی کارفرما تھی کیونکہ حضورؒ نے ہی آپ کو لائلپور (موجودہ نام فیصل آباد) میں پریکٹس شروع کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ پھر خدا کے فرشتے اسے کیوں محفوظ نہ رکھتے۔

☆ ☆ ☆

﴿۷﴾

''سفرآخرت، گیارہ بجے''

اہلیہ کی وفات کے بارے میں

جب آپ لائلپور میں تشریف لا چکے تھے تو آپ کو ایک منذر خواب آئی جو اس کے چند دنوں بعد ہی آپ کی اہلیہ مسز خورشید بیگم صاحبہ کی وفات کی صورت میں پوری ہوگئی۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

''مورخہ ۲۸/۱۱/۷۲ بمقام لائلپور۔ رات خواب میں دیکھا کہ مَیں بغیر قمیص کے ہوں، صرف پینٹ پہنی ہوئی ہے۔ نیند سے بیدار ہونے کے قریب القاہوا:

''سفرآخرت۔ گیارہ بجے''

فرماتے ہیں، اس کے قریباً تین ہفتوں کے بعد یعنی ۱۹/دسمبر ۱۹۷۲ء کو ٹھیک رات کے گیارہ بجے میری بیوی خورشید بیگم وفات پاگئیں، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

﴿۸﴾

''ایک عورت روٹیاں پکارہی ہے''

اپنی ہونے والی دوسری بیوی کے بارے میں

اوپر بتایا گیا ہے کہ لائلپور آنے کے قریباً تین سال بعد ہی آپ کی اہلیہ محترمہ کی وفات ہو گئی۔ دوسری شادی کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ کئی رشتے آپ کے سامنے آئے مگر آپ کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے۔ آخر فرماتے ہیں:

''مورخہ ۱۶/۴/۷۳ بمقام لائلپور۔ آج دوپہر جب کچھ دیر کیلئے لیٹا تو نیند آ گئی۔ خاکسار نے دیکھا کہ مَیں ایک گلی میں سے گذر رہا ہوں۔ اس میں جگہ جگہ گند جمع ہے۔ مَیں گند اور اس کی بو سے کافی تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ آگے گذر کر ایک مکان میں داخل ہوتا ہوں تو وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک عورت بیٹھی روٹیاں پکارہی ہے''

فرماتے ہیں، اس خواب کی تعبیر کچھ عرصہ بعد یوں ظاہر ہوئی کہ خاکسار کا رشتہ مکرم مولوی محمد حسین

صاحب مولوی فاضل مرحوم، محلّہ دارالصدر غربی، ربوہ، کی دختر نیک اختر مکرمہ جمیلہ بیگم صاحبہ، بی۔ اے، بی۔ٹی، ہیڈ مسٹریس گورنمنٹ گرلز ہائی سکول بھیرہ، سے قرار پا گیا۔اور عجیب بات یہ ہوئی کہ جب مَیں پہلی بار انہیں دیکھنے گیا تو وہ باورچی خانہ میں بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھیں۔اس طرح چند ماہ پہلے دیکھی ہوئی خواب پوری ہو کر اس عالم الغیب خدا کی ذات بابرکات کی ہستی کا ایک زندہ نشان بن گئی۔

(مکتوب نمبر ۳۱۔مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۸ء)

.........☆.........

تعارف: ڈاکٹر طفیل احمد ڈار صاحب

ڈاکٹر طفیل احمد ڈار صاحب، بالکل ابتدائی زمانہ میں مشرقی افریقہ میں گئے تھے۔اُس وقت ابھی وہاں جماعت کا کوئی مشن نہیں کھلا تھا۔پھر مسلسل کئی سال تک وہاں اپنی طبی پریکٹس کے ساتھ ساتھ آپ کو جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملتی رہی اور آپ کے ذریعے بہت سی ابتدائی جماعتیں قائم ہوئیں۔پاکستان میں آپ ۱۹۶۹ء میں واپس تشریف لے آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مشورے سے لائلپور (موجودہ فیصل آباد) میں پریکٹس شروع کردی۔آپ کی وفات نومبر ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔پہلی بیگم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۳ بیٹے اور ۳ بیٹیاں عطا فرمائیں۔آپ کے سب سے بڑے بیٹے افضال ڈار صاحب اِس وقت لندن میں ہوتے ہیں، جبکہ ان کا جڑواں بھائی اقبال ڈار صاحب برمنگھم میں ہے۔آپ کے تیسرے بیٹے ،اکرام ڈار صاحب جن کا تعارف اوپر متن میں کرایا جا چکا ہے، کارڈف میں ہوتے ہیں۔اسی طرح آپ کی سب سے بڑی بیٹی، قمرالنساء صاحبہ (اہلیہ داؤد خان صاحب، ریٹائرڈ بنک آفیسر) اوران کی چھوٹی بہن، مسرت النساء صاحبہ (اہلیہ حمیداللہ صاحب) بھی لندن میں ہیں۔جبکہ آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی نورالنساء صاحبہ (اہلیہ ملک شرافت اللہ خان صاحب) جرمنی میں مقیم ہیں۔آپ کو اپنی دوسری بیگم عزیزہ جمیلہ بیگم صاحبہ کے بطن سے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا فرمائی۔یہ بیٹی جس کا نام عزیزہ وقارالنساء ہے، پاکستان میں ایم۔ایس۔سی کرنے کے بعد اس وقت کینیڈا میں پی۔ایچ۔ڈی کر رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔آپ کے تعارف میں یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کے چھوٹے بھائی محترم مکرم نذیر احمد صاحب ڈار جماعت انگلستان کے ابتدائی ممتاز ممبران میں شمار ہوتے تھے۔پیشہ ورانہ مشاغل کے اعتبار سے وہ ایک لمبا عرصہ سکاٹ لینڈ یارڈ سے منسلک رہے۔جس کے ساتھ ساتھ آپ جماعتی خدمات بھی بجالاتے رہے۔

☆ ☆ ☆

(ابو نور) چودھری عبدالرحمٰن صاحب

ابو نور چودھری عبدالرحمٰن صاحب ضلع ملتان کے ایک معزز زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ اور صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ آپ کا جماعت کیلئے اخلاص اور قربانی کا جذبہ اس بات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے دیئے، آپ نے چاروں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور پھر چاروں کو دین کی خاطر وقف کر دیا۔ (یہ وقف کی تحریک آپ کو اپنی ایک رؤیاء کی بنا پر ہوئی جس کا ذکر اس کے مضمون کی مناسبت سے باب ششم کی فصل اول میں ''آسمانی تحریکات'' کی ذیل میں کیا گیا ہے)۔ اب ذیل میں موضوع زیر بحث سے متعلق آپ کی بعض رؤیا ہائے صادقہ درج کی جاتی ہیں۔

پہلی رؤیاء

''والدہ کو اس حد تک بیمار دیکھا ہے''

والدہ کی صحت کے بارے میں ایک آسمانی تسلی

یہ رؤیاء جس کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے، جہاں آپ کو اپنی والدہ کے شدید طور پر بیمار ہونے کی خبر دے رہی تھی وہاں اس میں خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے یہ تسلی بھی بہم پہنچائی کہ انشاء اللہ جلد ان کی صحت کی صورت بھی پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''دوسری خواب غالباً نومبر ۱۹۴۴ء کی ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ میری والدہ سخت بیمار ہیں۔ کمزوری اور نقاہت اس حد تک ہے کہ مَیں انہیں پکڑ کر رفع حاجت کیلئے لے جا رہا ہوں۔ اس کے دس پندرہ دن بعد والدہ صاحبہ پر اچانک ملیریا کا نہایت شدید حملہ ہوا۔ وہ دس بارہ دن بیمار رہیں۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دن، نو یا دس بجے رات کے وقت مجھے ان کو چارپائی سے اتار کر قضائے حاجت کیلئے لے جانا پڑا۔ تب مَیں نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ آج سے بفضلہ تعالیٰ آپکی حالت رو بصحت ہونی شروع ہو جائے گی کیونکہ مَیں نے خواب کے اندر آپ کو اسی حد تک بیمار دیکھا ہے۔ اسکے بعد فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ وہ چند دنوں کے اندر صحتیاب ہو کر چلنے پھرنے لگ گئیں''

دوسری رؤیاء

’’ہمیں جلدی واپس چلے جانا چاہئے‘‘

ایک سفر سے جلد واپسی کے بارے میں آسمانی اشارہ

اب ایک اَور منذر خواب بیان کرتے ہوئے آپ بتاتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک سفر کے دوران خطرے کا الارم پہنچا کر آپ کو ایک بہت بڑی مصیبت کے وارد ہونے سے پہلے ہی اپنے وطن واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’جون ۱۹۴۷ء کی بات ہے کہ مجھے اور میری اہلیہ کو چک W.B.۳۶۶، تحصیل لودھراں، ضلع ملتان سے اپنے وطن مالوف ضلع ہوشیار پور میں جانا پڑا۔ وہاں سے ہم جالندھر اور پھر ریاست پٹیالہ میں چلے گئے۔ ہمارا چھوٹا بچہ عزیز سلطان احمد، عمر ایک سال، بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وسط جولائی میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے کپڑوں پر کافی تعداد میں جوئیں پھر رہی ہیں۔ مَیں انہیں پکڑ پکڑ کر دُور پھینک رہا ہوں اور ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہ جوئیں بچوں کے کپڑوں پر سے مجھ پر چڑھ گئی ہیں‘‘

چنانچہ آپ نے اِس خواب کی بنا پر اپنی اہلیہ سے کہا کہ ہمیں جلدی واپس چلے جانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ مَیں یا بچوں میں سے کوئی کسی لمبی بیماری میں مبتلا ہو جائے۔ اب یہ منذر خبر کیونکر حقیقت بنی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’اس خواب پر دوسرا یا تیسرا دن ہی گذرا تھا اور ہم واپسی کیلئے تیار ہی ہو رہے تھے کہ عزیز سلطان احمد بعارضہ ٹائیفائڈ سخت بیمار ہو گیا اور ہم واپس چلتے چلتے رُک گئے۔ اِدھر ساتھ ملکی حالات بھی سخت مخدوش ہونے لگے۔ بچے کی بیماری کے دوران تو ہم بہر حال سفر نہ کر سکتے تھے۔ آخر خدا خدا کر کے بچے کا بخار ۲۴ جولائی کو اُترا جس پر ہم اگلے روز یعنی ۲۵ جولائی کو پٹیالہ سے روانہ ہو کر براستہ لدھیانہ، امرتسر اور لاہور ملتان پہنچ گئے‘‘

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ وہ ایام تھے جب ملکی تقسیم زوروں پر تھی اور حالات بڑی تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ پھر جلد ہی برصغیر کے اندر وہ کشت و خون ہوا کہ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر ویران ہو گئے۔ تاہم حالات کے اس حد تک بگڑنے سے پہلے ہی یہ خاندان اپنے وطن محفوظ پہنچ چکا تھا۔

تیسری رؤیاء

"وہ تو بڑا مورکھ ہے"

آپ کو اپنے بھائی کی پریشانیوں کا آسمانی حل بتایا گیا

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد کی بات ہے کہ اپنے ایک درویش بھائی مقیم قادیان کی پریشانیوں کے ازالہ کیلئے دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اس بھائی کے بارے میں ایک ایسی خبر بہم پہنچائی جو اسکی پریشانیوں کی اصل جڑھ تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ برادرم محمد عبداللہ صاحب (درویش قادیان) نے مجھے لکھا کہ میرے لئے خاص طور پر دعا کریں، مَیں سخت پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ تاہم بھائی صاحب نے یہ نہ بتایا کہ پریشانیاں کیا ہیں۔ میں دعا کرتا رہا۔ ایک دن مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت المصلح الموعودؓ دربار عام لگائے ہوئے ہیں اور کچھ فیصلے فرما رہے ہیں۔ سب سے پہلے بھائی صاحب کی مسل پیش ہوئی تو حضورؓ نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے فرمایا: 'لکھو، وہ تو بڑا مورکھ ہے'۔ تھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا: 'بس'، جس کا مطلب مَیں خواب کے اندر یہ سمجھا کہ اس سے زیادہ کوئی سخت لفظ نہ لکھا جائے"

فرماتے ہیں، بیدار ہونے پر مَیں نے "مورکھ" کے لفظ پر غور کیا۔ یہ ہندی لفظ پنجابی محاورہ میں ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جو اپنی ہی غلطیوں کی وجہ سے اپنے لئے پریشانیاں پیدا کر لے۔ چنانچہ مَیں نے خواب بتاتے ہوئے بھائی صاحب کو لکھا کہ یہ جملہ پریشانیاں ان کی اپنی ہی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ بعد میں بھائی صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا اور غلطیوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

’’بیلوں نے سینگ مار کر مکان کا کونہ گرادیا ہے‘‘

زمیندارہ کام میں کچھ نقصان ہونے کی آسمانی خبر

آپ کی آخری بیان کردہ رؤیاء کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تصویری زبان میں آپ کو ایک ایسی خبر بہم پہنچائی جو آپ کے زمیندارہ کام میں کسی قدر نقصان پہنچنے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’1951ء میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک مکان کے اندر بیٹھا ہوں۔ باہر نکل کر دیکھتا ہوں تو مکان کی منڈیر کے قریب ایک کونہ کی کچھ اینٹیں گری ہوئی ہیں۔ انہیں دیکھ کر مَیں کہتا ہوں کہ بیلوں نے سینگ مار مار کر مکان کا کونہ گرادیا ہے۔ صبح اٹھنے پر مَیں نے گھر میں کہا کہ زمیندارہ میں کوئی معمولی سا نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کچھ دنوں بعد محکمہ زراعت کے افسران نے چک کے جملہ کاشتکاران کے خلاف کیس بنادیا کہ انہوں نے کپاس کا بیج بجائے سرکاری ایجنسی سے لینے کے پرائیویٹ طور پر خرید کر استعمال کِیا ہے۔ اس کاروائی میں دراصل شرارت محکمہ زراعت والوں کی تھی۔ بہرحال کاشتکاروں پر جرمانے کئے گئے۔ بعد میں محکمہ زراعت کی شرارت ظاہر ہوجانے پر اس میں کام کرنے والے جملہ افسران معزول کردئے گئے‘‘

(مکتوب نمبر ۴۶، مورخہ ۲۶-۲-۷۸

بمقام چک نمبر ۳۶۶۔ ڈاکخانہ مخدوماں والی، ضلع ملتان)

☆ ☆ ☆

حکیم قاضی نذر محمد صاحب، چک چٹھہ

چک چٹھہ (حافظ آباد) ضلع گوجرانوالہ کے یہ دوست جن کا نام قاضی نذر محمد صاحب کھوکھر ہے پیدائشی احمدی ہیں۔آپ نے بھی خاکسار راقم الحروف کو اپنی چند رؤیاء صالحہ ارسال فرمائیں۔ چنانچہ یہ سب کی سب جو آپ کی نیکی اور فطری سعادتمندی پر دلالت کرتی ہیں، ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔ ان میں سے پہلی رؤیاء جس میں آپ کو احمدیت کی صداقت کے بارے میں ایک خاص نظارہ دکھلایا گیا، خاص اہمیت کی حامل ہے۔

۱

"مَیں اللہ کا نبی ہوں"

رؤیاء میں حضرت بانی سلسلہؑ کی صداقت معلوم کرنے کا طریق بتایا گیا

فرماتے ہیں، خاکسار اگرچہ پیدائشی احمدی ہے تاہم یہ رؤیاء جس کا خاکسار ذکر کرنے لگا ہے میرے لئے خاص تقویتِ ایمان کا موجب بنی اور مَیں کہہ سکتا ہوں کہ مَیں نے احمدیت کو سوچ سمجھ کر اسے ایک عظیم صداقت کے طور پر قبول کِیا ہے۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ خاکسار نے ۳؍اور ۴؍جون ۱۹۷۳ء کی درمیانی رات کو دیکھا کہ

"ایک احمدی دوست جنہیں مَیں جانتا ہوں مجھے کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی مقدمہ کی پیشی کے سلسلے میں تشریف لائے ہوئے ہیں، آؤ مَیں تمہیں ان کی زیارت کراؤں۔ مَیں ان کے ساتھ چل پڑتا ہوں۔ اِس دوران مجھے خیال آتا ہے کہ مَیں حضورؑ کی صداقت کو کس طرح معلوم کروں گا۔اس کے ساتھ ہی مَیں دل میں کہتا ہوں کہ جس شخص کے دل میں رسول کریم ﷺ کا عشق ہو، اس کی آنکھوں میں خوبصورت سبز رنگ کی چمک ہوتی ہے"

آگے رؤیاء میں ہی حضور انہیں اپنی طرف آتے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ اگلا منظر جو انہوں نے دیکھا، اسے بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''قریب پہنچنے پر حضورؑ نے میرے ساتھی سے دریافت فرمایا: 'اسے کہاں لے چلے ہو؟'۔ (یوں معلوم ہوتا ہے جیسے حضورؑ میرے ساتھی کو جانتے ہیں)۔ میرے ساتھی نے جواب دیا، مَیں انہیں حضورؑ ہی کی زیارت کیلئے لایا ہوں۔ اِس دوران جب میں نے حضور پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ آپ پنجابی لباس میں ملبوس ہیں، دیسی جوتا پہنا ہوا ہے، عمر قریباً ۷۵/۷۶ سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہے۔ پگڑی پہنی ہوئی ہے، خوبصورت اور کشادہ چہرہ ہے اور آنکھوں میں سبز رنگ کی چمک ہے۔ حضور نے مجھے مخاطب کر کے اور اپنی چھاتی پر انگلی رکھ کر فرمایا: 'مَیں اللہ کا نبی ہوں' ''

فرماتے ہیں، مَیں نے خواب میں سوچا کہ جو معیار مَیں نے صداقت کے پرکھنے کا رکھا ہوا تھا وہ تو پورا ہو گیا ہے۔ چنانچہ مَیں نے فوراً حضورؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ حضورؑ نے بیعت کے الفاظ دہرائے اور پیچھے پیچھے مَیں دہراتا چلا گیا۔ یوں مَیں نے خواب کے اندر ہی حضورؑ کی بیعت کر لی۔ اُس وقت شدت جذبات سے میرے آنسو بہہ رہے تھے۔

﴿۲﴾

''مَیں نے حضورؑ کی خدمت میں سو روپیہ کا نوٹ پیش کیا''

مکرم قاضی صاحب موصوف کی مذکورہ بالا رؤیاء کا ایک اَور حصہ بھی ہے۔ چونکہ اس کی تعبیر ایک اَور رنگ میں ظاہر ہوئی لہٰذا اسے الگ عنوان کے تحت ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''رؤیاء کے اندر مَیں نے یہ بھی دیکھا کہ مَیں نے پینسٹھ (-/۶۵) روپیہ کا چندہ حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ غالباً سو (۱۰۰) روپے کا نوٹ تھا۔ حضورؑ نے اس میں سے پینتیس (-/۳۵ روپے)، تین دس دس روپے کے اور ایک پانچ روپے کا نوٹ مجھے واپس فرما دئے''

فرماتے ہیں، خواب کا یہ حصہ یوں پورا ہوا کہ

''جب اسی سال یعنی نومبر ۱۹۷۳ء کی ۲۵ تاریخ کو خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

سے ملاقات کی غرض سے گیا اور اپنی خواب حضورؒ کو سنا کر سو روپے کا نوٹ حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا تو بعینہٖ خواب کے مطابق حضورؒ نے اس میں سے ۔/۶۵ روپے وضع کر کے اپنے دست مبارک سے تین، دس دس روپے کے اور ایک پانچ روپے کا نوٹ خاکسار کو واپس عطا فرمایا''

گویا جو منظر آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت دیکھا تھا، وہ آپؑ کے تیسرے جانشین کے وجود میں پورا ہو گیا۔

(نوٹ: ایسا اکثر ہوتا ہی ہے کہ خواب میں کسی شخص کی نسبت کوئی نظارہ دکھایا جاتا ہے اور وہ اس کے کسی عزیز یا قریبی دوست کے حق میں پورا ہو جاتا ہے۔ تاہم خواب کی تعبیر کے بارے میں ایک ابہام کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ قاضی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کے وقت انہوں نے حضور کی خدمت میں ۔/۶۵ روپے کا چندہ پیش کیا، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چندہ کیسا تھا۔ جماعتی چندے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں تو نہیں پیش کئے جاتے بلکہ متعلقہ جماعتوں میں ادا کئے جاتے ہیں۔ خاکسار کے خیال میں یہ مخصوص چندہ ''فضل عمر فاؤنڈیشن'' کا ہوگا جس کی تحریک حضورؒ نے خود اپنے دَور خلافت میں فرمائی تھی اور قاضی صاحب نے حضورؒ کی دعا لینے کی غرض سے وہ حضور کی خدمت میں پیش کیا ہو۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عام چندہ ہی ہو اور حضورؒ نے ان کی خواب کو ظاہری رنگ میں پورا کرنے کی غرض سے وہ وصول کر لیا ہو۔ واللہ اعلم بالثواب۔ ایک بار خاکسار نے بھی اپنے جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم کے زمانے میں ایک خاص پریشانی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنا تحریک جدید کا چندہ اپنی اہلیہ کے ہاتھ حضورؓ کی خدمت میں بھجوایا تھا۔

﴿۳﴾

''بچھڑا ابک گیا ہے''

آپ کے بچے کو ملنے والی آسمانی خبر

آخر پر قاضی صاحب موصوف کی بیان کردہ اپنے سات سالہ بچے کی رؤیا کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ یہ رؤیا ان چند رؤیا ہائے صالحہ میں سے ایک ہے جو اس عاجز کے ۱۹۷۷ء میں جرمنی میں اپنا دوسرا دور تبلیغ مکمل کر کے واپس مرکز سلسلہ پہنچنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے منجملہ ان امثلہ

کے بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح احمدی بچوں کو بھی سچی خوابوں کی نعمت سے نوازتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب موصوف نے یہ رؤیاء بھی اپنی دیگر رؤیا ہائے صالحہ کے ساتھ خاکسار کو بھجوا دی۔ آپ فرماتے ہیں:

’’ہمارا ایک بچھڑا (جو ہم نے گھر میں اس غرض سے پالا تھا کہ اس کے بڑا ہونے پر اسے بیچیں گے اور اس طرح کچھ مالی کشائش کی صورت پیدا ہو جائے گی) تین سال کا ہو رہا تھا اور وہ بک نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے ہم پریشان تھے۔ ایک دن میرے بچے عزیزم بشارت احمد جس کی عمر اُس وقت سات (۷) سال کی تھی، نے خواب میں دیکھا کہ وہ بک گیا ہے اور جو شخص اسے خریدنے آیا ہے، وہ سادہ سا انسان ہے اور اس کے پاؤں میں کچھ نقص ہے۔ چنانچہ اگلے روز ہی ایک خریدار آ گیا جس سے سودا طے پا گیا اور وہ بچھڑا خرید کر لے گیا۔ اس کے پاؤں میں واقعی نقص تھا یعنی وہ ایک ٹانگ سے معذور تھا اور لڑکھڑا کر چلتا تھا‘‘

(مکتوب نمبر ۱۱۔ مورخہ ۷۷-۱۲-۱۴)

گویا اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک معصوم بچے کو غیب کی خبر پہنچا کر احمدیت میں جاری ہونے والی اس امتیازی خصوصیت کو ظاہر فرمایا جس کا ذکر خود حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے بار ہا فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں بچوں اور عورتوں کو بھی سچی خوابیں آئیں گی۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، اس بچے کی یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے ایک خطبہ میں بیان کر کے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا جماعت پر کتنا فضل ہے کہ احمدی بچوں کو بھی سچی خوابیں آتی ہیں تو حضور کے اسی خطبہ اور اس مضمون کے بعض دیگر خطبات سے متأثر ہو کر خاکسار نے وہ خط حضور کی خدمت میں لکھا جس کا ذکر خاکسار نے اسی جلد میں صفحہ ۳۲۸ پر کیا ہے۔ اور پھر حضورؒ کے جواب سے اشارہ پا کر اِس عاجز نے سچی خوابوں کو جمع کرنا شروع کیا جنہیں اب ’’درویشان احمدیت‘‘ کے عنوان سے سات جلدوں میں مرتب کیا جا رہا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی ائعظیم

☆ ☆ ☆

محترم فدا محمد صاحب پنشنر، دارالبرکات، ربوہ

محترم فدا محمد صاحب بھی ان احباب جماعت میں سے ہیں جنہوں نے خاکسار کا اعلان پڑھنے کے بعد اپنے بعض روحانی تجربات قلمبند کر کے خاکسار کو بھجوائے۔آپ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ خاکسار زمانۂ طالب علمی سے ہی نماز پنجوقتہ، نماز تہجد اور تلاوت قرآن کریم کا پابند تھا۔آپ پر جو دینی رنگ غالب تھا، یہ اسی کی برکت تھی کہ آپ نے وہ آسمانی نظارے دیکھے جن کا اب ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

پہلا منظر

"مَیں سیڑھیوں پر چڑھ رہا ہوں۔اوپر مسجد ہے"

آپ کو مسجد مبارک قادیان دارالامان کا منظر دکھایا گیا

پہلا وہ منظر ہے جو آپ نے جام پور (ڈیرہ غازیخان) میں اپنے قیام کے دوران دیکھا۔چنانچہ آپ اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جب مَیں ۱۹۳۰ء میں اپنے سکول کے ہوسٹل میں داخل تھا تو والد صاحب کی ہدایت پر مَیں دوسرے لڑکوں سے علیحدہ نماز پڑھا کرتا تھا۔اس پر بعض طلبہ نے طعن و تشنیع کے رنگ میں کہنا شروع کر دیا کہ لڑکا تو بڑا نیک ہے مگر باپ کی وجہ سے کافر ہو گیا ہے، بڑا ہو کر مسلمان ہو جائے گا۔اس دلی دکھ نے حضرت رب العزت کے عالی دربار میں گریہ و زاری کی صورت اختیار کر لی۔چنانچہ ایک روز مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

'کوئی ایسا مقام ہے، جہاں مَیں سیڑھیوں سے اوپر چڑھ رہا ہوں۔جب اوپر پہنچتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ ایک مسجد ہے۔مسجد کے اندر داخل ہونے پر میں اس کی دیواروں پر عربی زبان میں لکھی ہوئی بعض عبارتیں دیکھتا ہوں'

اس منظر کے دیکھنے کے تین سال بعد یعنی ۱۹۳۳ء میں آپ بہاولپور کالج میں داخل ہو گئے۔جب گرمیوں کی چھٹیاں آئیں تو فرماتے ہیں:

''میرے والد صاحب مرحوم مجھے اپنے ساتھ قادیان دارالامان لے گئے۔ جب میں پہلے دن ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد مبارک میں گیا تو خدا گواہ ہے، مَیں نے وہاں وہی منظر دیکھا جو تین سال قبل مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ وہی سیڑھیوں سے اوپر چڑھ کر مسجد تھی اور دیواروں پر جا بجا عربی زبان میں عبارات لکھی ہوئی تھیں۔ اس سے مجھے اطمینان قلب حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود میری ایسی جگہ کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جس کے ساتھ میری دینی اور دنیوی بہتری کے سامان وابستہ ہیں''

آگے فرماتے ہیں کہ یہاں والد صاحب مجھے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی نگرانی اور تربیت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر جس شفقت اور محبت سے اس عظیم ہستی نے میری تربیت کی اور قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی، یہ ایک الگ داستان ہے۔

☆ ☆ ☆

دوسرا منظر

''وہ شہد سے بھرا ہوا پیالہ مَیں سارے کا سارا پی جاتا ہوں''

ایک اَور روحانی منظر

فرماتے ہیں، قادیان دارالامان میں قیام کے دوران ایک دن مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

''حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے شہد سے بھرا ہوا ایک پیالہ مجھے عنایت فرمایا ہے اور وہ مَیں سارے کا سارا پی جاتا ہوں''

فرماتے ہیں:

''جس عمدہ طریق پر قادیان میں قیام کے دوران میری دینی تربیت ہوئی، جس خوبی سے مَیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے مستفیض ہوا اور اس کے نتیجہ میں جس بہترین رنگ میں میرے احمدیت کے بارے میں عقائد کو پختگی نصیب ہوئی یہاں تک کہ میرا احمدیت سے تعلق جنون کی حد تک پہنچ گیا اس کے پیش نظر مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ

سب کچھ اسی خواب کی تعبیر کے طور پر تھا۔اس کا ثمرہ مَیں نے اُس وقت دیکھا جب بہاولپور میں تنسیخ نکاح کے ایک مقدمہ کی وجہ سے مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور مذہبی مناظرات کا ایک سلسلہ چل نکلا تھا۔ان دنوں غیر احمدی لڑکوں سے ماریں کھا کر بہت لطف آتا تھا[ا]۔

[ا] تنسیخ نکاح کا یہ مقدمہ اس طرح شروع ہوا کہ ایک شوہر کے احمدی ہو جانے پر اس کی بیوی نے اس بنا پر تنسیخ نکاح کی درخواست دی (یا اس سے دلوائی گئی) کہ اس کے شوہر کے احمدی ہو جانے کی وجہ سے نعوذ باللہ اس کا نکاح ٹوٹ چکا ہے،لہٰذا نکاح کو کالعدم قرار دیا جائے۔یہ مقدمہ ایک مذہبی معرکہ کی شکل اختیار کر گیا۔اور شہر میں حفظ امن کا سوال پیدا ہو گیا۔خود عدالت کے اندر اور باہر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔جماعت کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے برادر خورد چودھری اسد اللہ خان صاحب (بیرسٹر۔ایٹ۔لا) نے کی۔چنانچہ چودھری صاحب موصوف اپنی خودنوشت سوانح ''تحدیث نعمت'' میں اس کی روئیداد قلمبند کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابتدائی عدالت سے لے کر ریاست کی عدالت عالیہ تک مدعیہ کا دعویٰ خارج ہوتا رہا۔اس پر مدعیہ نے اَور کوئی چارہ کار نہ پا کر ریاست کے وزیر اعظم کی خدمت میں درخواست نظر ثانی گزار دی۔وزیر اعظم صاحب نے حکم صادر فرمایا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے اور ریاست کی عدالتیں برطانوی ہند کی عدالت ہائے عالیہ کے فیصلوں کی پابند نہیں ہیں۔لہٰذا فیصلہ زیر نظر منسوخ کیا جاتا ہے۔ڈسٹرکٹ جج اس قضیئے کی از سرِ نَو سماعت کریں۔اب جب ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں یہ مقدمہ پہنچا تو احمدی وکیل چودھری اسد اللہ صاحب نے ایک گواہ،جس نے جماعت احمدیہ کے افراد کو کافر قرار دیتے ہوئے مدعیہ کے حق میں گواہی دی تھی،دریافت کیا کہ کیا اسے معلوم ہے کہ اعلیٰ حضرت والیٔ بہاولپور کی پھوپھی مرحومہ کا نکاح خان عبدالحمید خان صاحب آف زیدہ کے ساتھ ہوا تھا اور وہ احمدی تھے اور اب تک احمدی ہیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی؟اور پھر خود اعلیٰ حضرت اور آپ کے مشیر علماء کا فیصلہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد پکے مسلمان ہیں ورنہ یہ رشتہ کیسے طے پاتا؟اس سوال کا گواہ تو کوئی جواب نہ دے سکا۔البتہ ڈسٹرکٹ جج صاحب اس نکتہ کو سمجھ گئے اور مدعیہ کا دعویٰ خارج کر دیا۔اس مقدمہ کے سلسلے میں چودھری صاحب موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ چونکہ اس میں علماء سلسلہ احمدیہ کی شہادات بھی قلمبند ہوئی تھیں اور جماعتی عقائد بھی کھل کر زیر بحث آتے رہے،اس لئے ایک خوش کن پہلو اس مقدمے کا یہ ظاہر ہوا کہ شہادت کے دوران عدالت کے اندر دو کانسٹیبل جو پہرہ پر مقرر تھے،ان میں سے ایک نے بیعت کر لی اور وہ جماعت احمدیہ میں شامل ہو گیا۔فالحمد للہ۔

(''تحدیث نعمت''۔صفحہ ۱۹۶۔۷)

☆ ☆ ☆

تیسرا منظر

''مجھے ایک ایمبولنس میں ڈال کر لے جایا جا رہا ہے''

آپ کو اپنے مستقبل کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی خبر

ذیل میں آپ کی بیان کردہ ایک ایسی رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں آپ کو اپنے مستقبل کے بارے میں ایک عجیب نظارہ دکھایا گیا۔ وہ نظارہ کیا تھا اور پھر کچھ عرصہ بعد کس طرح آپ کے حق میں پورا ہو کر عالم الغیب خدا کے وجود پر ایک زندہ دلیل بن گیا اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''جن دنوں جنگ عظیم دوم زوروں پر تھی اور مَیں فوج میں ملازم تھا تو ایک دن مجھے خیال آیا کہ یہ کوئی مذہبی جہاد تو ہے نہیں، یہ تو ایک فوجی ملازمت ہے، میرا انجام کیا ہوگا۔ فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک ایمبولنس میں ڈال کر کہیں لے جایا جا رہا ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی فوجی سروس کے دوران مجھے ایک حادثہ پیش آ گیا اور پھر مجھے اسی طرح جیسے خواب میں دکھایا گیا تھا، ایمبولنس میں ڈال کر ہسپتال میں لے جایا گیا۔ گویا وہ رؤیاء ایک آسمانی اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ مجھے کوئی حادثہ پیش آئے گا جس کے نتیجہ میں مجھے فوجی سروس سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔ ایمبولینس میں ڈال کر لے جانے میں یہ اشارہ مضمر تھا کہ جان بچ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میری جان بچ گئی اور اس کے بعد مجھے فوجی ملازمت سے ریٹائر کر دیا گیا''

(مکتوب نمبر ۲۶۔ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۷۹ء)

☆ ☆ ☆

صوبیدار عبدالمنان صاحب

مکرم برادرم صوبیدار عبدالمنان صاحب بھی ان درویش اصحاب جماعت میں سے ہیں جنہیں سچی خوابوں کی وافر دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔ نیز آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ پندرہ سال تک دو خلفاءِ سلسلہ کے وقت میں ''افسر حفاظت خاص'' کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ جب سچی خوابوں کے بارے میں خاکسار کا اعلان شائع ہوا تو اس وقت آپ نے بھی اپنی بعض خوابیں تحریر کر کے خاکسار کو بھجوائیں۔ تاہم اس کے بعد آپ کے صاحبزادہ مکرم عبدالرحمٰن مبشر صاحب (حال جرمنی) نے بھی آپ کی تالیف ''احمدی بچہ'' خاکسار کو دی جس میں سے آپ کی بعض دیگر رؤیاء لے کر انہیں اس کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔ اب عنوان زیر بحث سے تعلق رکھنے والی آپ کی چند رؤیاء کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

پہلی رؤیاء

''عبدالمنان! تمہاری روٹی ہمارے گھر میں ہے''

باعزت روزی اور بابرکت ملازمت ملنے کی بشارت

سب سے پہلے آپ کی ایک ایسی رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں آپ کو اپنی مالی پریشانی کی حالت میں ایک ایسی خبر ملی جو عنقریب آپ کو ایک باعزت اور بابرکت روزی ملنے کی بشارت دے رہی تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد کس طرح آپ کیلئے روزگار کی ایک نہایت معقول اور بابرکت صورت پیدا ہو گئی، یہ سب کچھ اُس خدائے برتر کے زندہ نشانوں میں سے ایک نشان ہے جو خدا نے احمدیت کی برکت سے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک ادنیٰ غلام کو دکھایا۔ تاہم اس خبر کی اہمیت سمجھنے کیلئے اس کا پس منظر بتانا ضروری ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہے:

آپ ان لوگوں میں سے تھے جو پارٹیشن (تقسیم برصغیر ہند) کے نتیجہ میں مشرقی پنجاب سے پاکستان پہنچے تھے۔ سلسلے کا نیا مرکز، ربوہ، نیا نیا آباد ہوا تھا اور وہاں پر آکر بسنے والوں کی اکثریت بھی ایسے ہی مہاجر خاندانوں پر مشتمل تھی۔ چنانچہ صوبیدار عبدالمنان صاحب بھی آکر ربوہ میں آباد ہو گئے اور کاروبار کی کوئی خاطر خواہ صورت نہ ہونے کے باعث وہاں ایک چھوٹی سی عینکوں کی دوکان کھول

لی۔آپ فرماتے ہیں، یہ کاروبار عملاً نہ ہونے کے برابر تھا کیونکہ اس سے گھر کے افراد کیلئے دو وقت کی روٹی کا سامان بھی مشکل سے میسر ہو رہا تھا۔پھر ان دنوں یعنی ۱۹۵۳ء میں جماعت کے خلاف اُٹھنے والے فسادات زوروں پر تھے جن کا اثر ربوہ جیسے نئی آبادی پر بھی پڑ رہا تھا۔اس صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۵۳ء کی بات ہے جب جماعت کے خلاف تحریک دن بدن شدت پکڑتی جا رہی تھی اور میرا کاروبار ختم ہو کر رہ گیا تھا۔دن میں صرف روپیہ، بارہ آنے کی بکری ہوتی تھی۔ ادھر میرے کنبے کے آٹھ افراد کا خرچ میرے کندھوں پر تھا۔آخر ایک دن ایسا بھی آ گیا کہ عاجز کا کام بالکل ختم ہو کر رہ گیا اور مجھے مجبوراً لائلپور (حال فیصل آباد) جانا پڑا''

ابھی آپ کو لائلپور آئے ہوئے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ آپ نے ایک ایسا نظارہ دیکھا جس نے جلد ہی حقیقت کا جامہ پہن کر آپ کے لئے ایک نہایت ہی بابرکت مستقبل کی راہ ہموار کر دی۔اس کے ساتھ ہی آپ کے لئے باعزت روزی کا ایسا سامان پیدا ہو گیا کہ آپ کی ساری زندگی ایک خوشگوار سانحہ کی صورت اختیار کر گئی۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ایک دن فجر کی نماز سے پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی قصر خلافت کے ایک کمرہ میں کوچ پر قبلہ رُخ تشریف فرما ہیں۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملحقہ کمرہ میں عاجز کی اہلیہ فاطمہ بیگم بیٹھی ہیں اور عاجز برآمدہ میں یوں کھڑا ہے کہ بیک وقت حضورؓ کو اور اپنی اہلیہ کو دیکھ رہا ہے۔اُس وقت یہ عاجز اپنی اہلیہ سے کہتا ہے کہ آج شلغم ہی پکا لیں۔اس پر حضور نہایت شفقت بھرے انداز میں فرماتے ہیں، 'عبدالمنان، فکر کرنے کی ضرورت نہیں، آج تمہاری روٹی ہمارے گھر میں ہے''

اس سلسلہ میں یکے بعد دیگرے آپ نے دو اَور ایسے نظارے دیکھے جو بعد میں پیدا ہونے والے حالات پر بعینہٖ صادق آئے۔پہلے نظارہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''نومبر ۱۹۵۸ء کے آخری ایام تھے۔دن کے ۹، ۱۰ بجے کا وقت تھا اور عاجز لائلپور کے فٹ پاتھ پر بیٹھا تھا کہ عین بیداری کی حالت میں کشفی طور پر کیا دیکھتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔آپؐ کے ہاتھوں میں ایک خوانِ نعمت ہے جو سر پوش کے

ساتھ ڈھکا ہوا ہے۔ مَیں اوپر ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوں۔ آپ ایک نصف ڈرم جو پاس پڑا ہوا ہے اسے اپنے پاؤں مبارک سے سرکا کر قریب کرتے ہیں اور اس پر قدم رکھ کر وہ خوان مجھے پکڑا دیتے ہیں۔ مَیں اپنے دونوں ہاتھ نیچے لٹکا کر اسے پکڑ لیتا ہوں۔ اس کے بعد یہ نظارہ ختم ہو جاتا ہے اور مَیں عالم بیداری میں واپس آجاتا ہوں''

دوسرے نظارے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس کے دو تین بعد مَیں نے دیکھا کہ اسمٰعیل نامی ایک آدمی آیا ہے۔ وہ مجھے ہری چھیل کا کیلا دیتا ہے۔ مَیں وہ کیلا اس سے لے لیتا ہوں اور نیند سے بیدار ہو جاتا ہوں۔ صبح بیدار ہو کر مَیں نے نماز فجر ادا کی اور پھر تلاوت قرآن پاک کرنے کے بعد جب دوکان پر پہنچا تو صبح ہی صبح ربوہ سے حضرت مصلح موعودؓ کا ڈرائیور محمد اسمٰعیل آ گیا اور کہنے لگا، مَیں آپ کو لینے آیا ہوں، ربوہ چلو۔ حضور نے آپ کو اپنا افسر حفاظت خاص مقرر فرمایا ہے''

فرماتے ہیں، یہ سب کچھ میرے لئے عجیب اور بالکل غیر متوقع تھا۔ یوں سمجھئے کہ خدا نے مجھے خاک سے اٹھا کر کاخ پر پہنچا دیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ خاکسار کو اس کے بعد عملہ حفاظت میں بطور افسر حفاظتِ خاص لے لیا گیا۔ مَیں پورے پندرہ سال اس خدمت خاص پر مامور رہا ہوں۔ پہلے سات سال حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں رہا اور پھر آپ کی وفات کے بعد آٹھ سال تک یہی خدمتِ خاص حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دَور سعادت میں خاکسار کو حاصل رہی۔ مَیں اِس خدمت پر اُس وقت تک مامور رہا جب تک مَیں ریڑھ کی ہڈی میں فریکچر ہو جانے کے باعث عملاً اس خدمت سے معذور نہ ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیا

''مَیں لنڈن ائرپورٹ پر اتر رہا ہوں''

اللہ تعالیٰ کی شان نرالی ہے۔ وہ اپنے بندوں کو بعض اوقات غیب کی خبریں ایسے حالات میں دے دیتا ہے کہ انہیں ان کے حقیقت بننے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ صوبیدار عبدالمنان صاحب کو بھی

آسمان سے ایسی ہی ایک خبر ملی اور ایسے وقت میں ملی جب انگلستان کا سفر کرنا تو کجا، گھر کے افراد کیلئے دو وقت کی روٹی کا سامان بھی آپ کیلئے مشکل سے میسر ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''فجر کا وقت تھا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں لندن ائرپورٹ پر اتر رہا ہوں۔ یہ وہ دن تھے جن میں جماعت احمدیہ کے خلاف اٹھنے والی ۱۹۵۳ء کی تحریک اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی جسے دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ شام تک کوئی احمدی بھی زمین پر چلتا پھرتا نظر نہیں آئے گا۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ وہ خوش نصیب گھڑی بھی لے آیا جب یہ عاجز اس کے چودہ سال بعد خدا تعالیٰ کے فضلوں اور بشارتوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ۱۹۶۷ء میں ہونے والے پہلے دورۂ یورپ میں حضور کے ساتھ انگلستان گیا۔ حضور رحمہ اللہ جہاز پر سفر کرتے ہوئے پہلے فرانکفورٹ میں اترے اور پھر چند دنوں بعد لنڈن ائرپورٹ پر اترے۔ الحمد للہ کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی چودہ سال قبل دی گئی بشارت پوری ہو کر اس کی قدرت اور عظمت کا نشان بن گئی'' [۱]

(خلاصہ بیان مکتوب نمبر ۳، مورخہ ۴ر ستمبر ۱۹۷۸ء،
نیز''احمدی بچہ'' نمبر ۳، صفحہ ۴۵ تا ۴۷ و''احمدی بچہ'' نمبر ۵۔ صفحہ ۱۰۵)

☆

تعارف: صوبیدار عبدالمنان صاحب (ابن ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی صحابیؓ) ۲۳ر اپریل ۱۹۱۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ۱۹۳۹ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر فوج میں بھرتی ہوگئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ۱۹۴۷ء میں آپ حفاظت مرکز کے سلسلہ میں خدمات بجالا رہے تھے کہ سینے میں گولی لگ جانے کے باعث شدید زخمی ہوگئے اور پاکستان آکر میو ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ۱۹۵۸ء کے بعد سے آپ پندرہ سال تک بطور افسر حفاظت خاص مرکز سلسلہ میں رہے۔ آپ نے جولائی ۲۰۰۲ء میں ربوہ میں وفات پائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں اور سات بیٹیوں سے نوازا۔ مکرم عبدالرحمٰن صاحب مبشر حال صدر مجلس انصار اللہ جرمنی آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔

[۱] خاکسار مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۱۹۶۷ء میں اپنے پہلے دورۂ یورپ کے وقت فرانکفورٹ تشریف لائے تو خاکسار اُس وقت فرانکفرٹ کی مسجد نور کا امام تھا۔ مکرم صوبیدار عبدالمنان صاحب اُس وقت بطور افسر خاص حضورؒ کے ہمراہ تھے۔

مکرم حافظ غلام محمد صاحب

مکرم حافظ غلام احمد صاحب، معلم اصلاح وارشاد، کا اصل وطن ضلع خوشاب ہے۔آپ ۱۶ر اگست ۱۹۶۳ء کو احمدی ہوئے (آپ کا اپنی ایک خواب کی بنا پر احمدیت قبول کرنے کا واقعہ درویشان احمدیت، جلد اوّل میں بیان ہو چکا ہے)۔احمدی ہو جانے کے بعد آپ نے اپنی زندگی سلسلہ کیلئے وقف کردی اور بطور معلم اصلاح وارشاد خدمات بجالانے لگے۔آپ نے بھی خاکسار کا اعلان پڑھنے پر اپنی اور اپنے بعض عزیزوں کی خوابیں خاکسار کو ارسال فرمائیں۔ان میں سے عنوان زیر بحث سے تعلق رکھنے والی چند خوابیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱

’’مَیں آسمانی وٹا ہوں۔میرے لگنے سے آم گریں گے‘‘

آپ کی پہلی خواب اُس وقت کی ہے جب ابھی آپ نے احمدیت قبول نہیں کی تھی۔تاہم آپ احمدیت کی تحقیق کر رہے تھے۔اس خواب کے اندر آپ نے ایک ایسا نظارہ دیکھا جس کی مکمل تعبیر آپ کے احمدی ہو جانے کے بعد ظاہر ہوئی۔چنانچہ فرماتے ہیں:

’’احمدی ہونے سے قبل مَیں نے متعدد بار دیکھا کہ مَیں ربوہ گیا ہوں یعنی جس مقام پر گیا ہوں اس کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ یہ ربوہ ہے۔ایک بار اس مقام پر ایک مسجد بھی دیکھی۔ایک اَور بار دیکھا کہ اس مسجد کے قریب ایک آم کا درخت ہے۔مَیں اس پر سے آم گرانے کی کوشش کرتا ہوں مگر وہ گرتے نہیں۔اتنے میں ایک آواز آتی ہے جو پنجابی میں بڑے زوردار الفاظ میں کہتی ہے: ’مَیں آسمانی وٹا، مَیں لگدا تے اَم ڈگدے‘، یعنی ’مَیں آسمانی ڈھیلہ ہوں اگر مَیں آموں کو لگتا تو تب آم گرتے‘۔پھر تین چار آم گر پڑے جو مَیں نے اپنی جھولی میں ڈال لئے‘‘

آپ اپنی اس خواب کی تعبیر اپنے غیر احمدی مولویوں سے پوچھتے رہے۔بلکہ آپ اس کیلئے بھیرہ (ضلع سرگودھا) کے گدی نشین پیر کرم شاہ کے پاس بھی گئے مگر فرماتے ہیں، کوئی بھی مجھے مطمئن نہ کر

سکا۔آخر بھیرہ ہی کے ایک احمدی دوست نے انہیں بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ احمدی ہو جائیں گے۔بہرحال ان خوابوں کے جلد بعد آپ احمدی ہو گئے۔احمدیت کو ''آسمانی وٹا'' سے تعبیر کرنا یا ''آسمانی وٹا'' کو احمدیت سے تعبیر کرنا عین اعترافِ حقیقت ہے۔چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے بعد آنے والے دین (دین محمدیؐ) کو آسمانی پتھر سے تعبیر فرمایا۔جیسا کہ انجیل متی میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے ، دے دی جائے گی۔اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا ،اسے بھی پیس ڈالے گا''

(انجیل متی: باب ۲۱، آیت ۴۳ تا ۴۴)

﴿۲﴾

''تبادلہ کی کوئی چٹھی نہیں آئی''

دوسری خواب آپ نے اپنے بیٹے عزیز سیف اللہ خالد کی تحریر فرمائی۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''میرا ایک دفعہ تبادلہ ہونا تھا اور مَیں گھر گیا ہوا تھا۔جب مَیں اپنے ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا اور میرا لڑکا سیف اللہ خالد میرے ساتھ تھا تو مَیں نے کہا کہ میرے تبادلہ کی چٹھی آنی تھی۔کیا پتہ آئی ہے یا نہیں۔اس پر میرا لڑکا کہنے لگا کہ 'تبادلہ کی چٹھی نہیں آئی'۔مَیں نے پوچھا 'تمہیں کیسے پتہ لگا ہے'۔کہنے لگا 'مَیں نے آج خواب میں دیکھا ہے کہ ہم چک ۲۶ میں گئے ہیں۔آپ نے صدر جماعت سے تبادلہ کی چٹھی کے بارے میں پوچھا ہے۔وہ کہتے ہیں، چٹھی کوئی نہیں آئی'۔اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔جب ہم چک ۲۶ پہنچے تو صدر جماعت سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ کوئی چٹھی نہیں آئی''

(مکتوب نمبر 27۔مورخہ 1979ء)

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

”امان اللہ رات دس بجے خود بخود آجائے گا“

اسی بچے، عزیزم سیف اللہ خالد، کی دوسری خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”۷ دسمبر ۱۹۷۷ء کو مَیں ملتان گیا۔ میرے دو بچے، امان اللہ زاہد اور سیف اللہ خالد میرے ساتھ تھے۔ ہم نے مسجد میں قیام کیا۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد امان اللہ زاہد باہر نکلا اور سات بجے تک واپس نہ آیا۔ مَیں خادم مسجد کو لے کر بچے کی تلاش میں نکلا مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ جب ہم واپس مسجد میں آئے تو مولوی برکت اللہ صاحب محمود مربیٔ سلسلہ نے ہمیں بتایا کہ سیف اللہ کہتا تھا، مجھے الہام ہوا ہے کہ امان اللہ اباجی کو نہیں ملے گا۔ وہ ویسے ہی واپس آجائیں گے۔ امان اللہ رات دس بجے خود بخود آجائے گا‘۔ اس پر مربی صاحب موصوف نے عزیزی سیف اللہ خالد کو کہا کہ اگر تیری بات سچی نکلی تو مَیں تمہیں پانچ روپے دوں گا۔ چنانچہ ٹھیک دس بجے امان اللہ خود ہی آگیا۔ بات یہ ہوئی کہ وہ باہر سے واپس آکر مسجد کے اندر ہی کہیں سو گیا تھا اور جب دس بجے اس کی نیند کھلی تو وہ ہمارے پاس آگیا“

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مربی صاحب موصوف نے بھی مکرم حافظ صاحب کی اس تحریر پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرما کر اس بیان کی توثیق فرمائی ہے۔

﴿۴﴾

”آپ کی خالہ نے ربوہ کا نظارہ دیکھا“

اسی طرح آپ اپنی خالہ جو آپ کے احمدیت قبول کرنے کے بعد وہ بھی احمدی ہوگئی تھیں، کے متعلق بتاتے ہیں کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی فطرت صافیہ عطا کی تھی کہ انہیں قبولیت احمدیت سے قبل ہی سچی خوابیں آیا کرتی تھیں اور وہ آپ کو اکثر اپنی خوابیں سنایا کرتی تھیں۔ ایک خواب میں انہوں نے بعینہٖ ربوہ کا منظر دیکھا کیونکہ جو تفصیلات اس نے بتائیں وہ دنیا کے کسی اَور شہر پر صادق نہیں

آتیں، جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں:

”ایک بار انہوں نے مجھے اپنی خواب سنائی کہ مَیں اونٹ پر چڑھ کر دریائے چناب عبور کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ گئی ہوں جہاں پہاڑیاں ہیں۔ان پہاڑیوں کے درمیان ایک شہر ہے۔اس شہر میں عورتوں کا جلسہ ہورہا ہے۔عورتیں ہی تقریریں کررہی ہیں اور عورتیں ہی سن رہی ہیں۔ان عورتوں کے لباس بڑے عمدہ ہیں۔انہوں نے برقعے پہن رکھے ہیں۔پھراسی شہر میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا بلب لگا ہوا ہے جس کی بہت روشنی ہے اور وہاں کلمہ شریف لکھا ہوا ہے جو بہت روشن ہے“

فرماتے ہیں، جب میرے احمدی ہونے کے بعد میری خالہ پہلی بار ربوہ آئیں تو وہ پہاڑیوں کو بوسے دیتی تھیں اور کہتی تھیں، یہ پہاڑیاں میں نے خواب میں دیکھی ہیں۔

﴿ ۳ ﴾

”آپ کے سسر نے ربوہ کا نظارہ دیکھا“

پھر اپنے سسر مکرم محمد رمضان عرف جانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

”جب وہ پہلی بار ۱۹۷۵ء میں ربوہ آئے اور انہوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی تو مجھے کہنے لگے کہ یہ مسجد مَیں نے تیرے احمدی ہونے سے پہلے دیکھی ہے۔بالکل اسی طرح دیکھی تھی جیسے یہ بنی ہوئی ہے۔حالانکہ وہ مسجد اُس وقت تک تعمیر نہیں ہوئی تھی اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ ربوہ تب آئے جب یہ مسجد تعمیر ہوچکی تھی۔گویا خدا تعالیٰ نے انہیں ربوہ کا نظارہ ان کے ربوہ دیکھنے سے پہلے ہی دکھا دیا تھا“

(مکتوب نمبر ۲۷، مورخہ ۹ جنوری ۱۹۷۸ء)

....

[۱] مکرم حافظ غلام محمد صاحب نے ۱۳؍جنوری ۱۹۹۹ء کو وفات پائی اور موصی ہونے کے باعث بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔اسی طرح ان کا بیٹا سیف اللہ خالد جس کی دو خوابوں کا اوپر ذکر آیا ہے، بھی دو سال قبل یعنی ۲۰۰۸ء میں وفات پاچکا ہے۔ان کی باقی اولاد کے بارے میں علم نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔

مکرم علی محمد صاحب ننگلی

اسی طرح ہمارے ایک اور دوست مکرم علی محمد صاحب ننگلی جو چک ۹۶ گ۔ب ڈاکخانہ خاص تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے رہنے والے ہیں، نے بھی خاکسار کے نام اپنے مکتوب میں اپنی تین عدد رؤیا اپنے صدر جماعت کی تصدیق کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

پہلی رؤیاء

”لَا تَحزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا“

اپنے بھائی کے بارے میں ملنے والی آسمانی تسلی

ان میں سے پہلی رؤیاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

”میرا بھائی برادرم شیر محمد صاحب ننگلی اور قاضی عبدالکریم صاحب ۱۹۷۴ء میں حج کیلئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ وہاں سعودی حکام نے بعض احمدیوں کو گرفتار کرلیا۔ عام علماء کے شور وغوغا کے مطابق ہمیں یہی بتایا گیا کہ انہیں حج پر جانے ہی نہیں دیا گیا، یعنی انہیں پاکستان کے اندر ہی روک لیا گیا ہے۔ وغیرہ، وغیرہ۔ جب دوسرے حاجی صاحبان واپس آنے شروع ہوئے تو ہمیں فکر ہونے لگی۔ طرح طرح کی افواہیں سننے میں آرہی تھیں جن کی وجہ سے بہت پریشانی لاحق ہوگئی۔ ایک دن خواب کے اندر مندرجہ ذیل قرآنی الفاظ میری زبان پر جاری ہوگئے:

’لَا تَحزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا‘ “[۱]

آگے فرماتے ہیں:

”چند دنوں بعد دوبارہ خواب آئی کہ وہ آرہے ہیں مگر ذرا دُور ہیں۔ تیسری مرتبہ پھر خواب میں دیکھا کہ مجھے کسی نے سبز رنگ کا ایک لفافہ دیا ہے۔ اس کی بھی مَیں نے یہی

[۱] یہ قرآن کریم کی سورۃ التوبۃ کی آیت ۴۰ ہے جس کے معنی ہیں: ’تو کوئی خوف نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے‘

تعبیر کی کہ دونوں حاجی صاحبان اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔چنانچہ ان ہر سہ بشارات سماویہ کے مطابق چند دن ہی گذرنے پائے تھے کہ ہر دو حاجی صاحبان بخیریت گھر پہنچ گئے۔الحمدللہ"

........☆........

نوٹ: ۷۴ ۱۹ء کے اس حج کے موقع پر کیا ہوا، اس کی تفصیل جیسا کہ اُس سال حج پر جانے والے ایک احمدی دوست الحاج مولوی محمد شریف صاحب مرحوم (سابق اکاؤنٹنٹ جامعہ احمدیہ ربوہ) کے حوالے سے "عالمگیر برکات مامور زمانہ" مصنفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر میں شائع ہوئی ہے، حسب ذیل ہے:

"اس سال بارہ (۱۲) احمدی حج پر گئے تھے۔ان میں مولوی محمد شریف صاحب (سابق اکاؤنٹنٹ جامعہ احمدیہ، ربوہ) اور ان کی والدہ بھی تھے۔چونکہ ان کا ارادہ تھا کہ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد کچھ ماہ سعودی عربیہ میں ہی قیام کریں، انہوں نے مکہ معظّمہ میں ایک مکان اکٹھا کرائے پر لے لیا۔اس میں ان کے ساتھ پاکستان سے گئے ہوئے تین غیر احمدی بھی شامل ہو گئے۔ایک دن جب مولوی محمد شریف صاحب مسجد حرام کے اندر تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے تو سعودی پولیس کا ایک سپاہی آیا اور انہیں پولیس کے دفتر میں لے گیا۔جب مولوی صاحب موصوف وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بدنام زمانہ مخالف احمدیت مولوی منظور چنیوٹی پہلے سے موجود ہے۔اس کے ساتھ وہ تین پاکستانی غیر احمدی بھی بیٹھے تھے جنہیں احمدیوں نے بطور احسان اپنے ساتھ ٹھہرایا ہوا تھا۔معلوم ہوا کہ یہ سب شرارت انہی لوگوں کی ہے۔اب جب دوسرے احمدی دوستوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے کچھ مدینہ منورہ چلے گئے اور کچھ جدہ۔ادھر پولیس نے مولوی محمد شریف صاحب سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال و جواب کرنے کے بعد صرف اس بنا پر کہ آپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود مانتے ہیں، آپ اور آپ کی والدہ کو جیل میں ڈال دیا۔کچھ عرصہ بعد آپ کو عدالت میں پیش کیا گیا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے بارے میں آپ سے پھر سوال کئے گئے۔اس پر قاضی عدالت نے آپ اور آپ کی والدہ پر مرتد ہونے کا فتویٰ عائد کر کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا۔یہ کہ پھر اس فتوی پر عمل کیوں نہ ہوا، اس بارے میں مولوی شریف صاحب کو کچھ معلوم نہیں کیونکہ کچھ ماہ قید میں رہنے کے بعد اچانک اور بالکل غیر متوقع طور پر انہیں جیل سے نکال کر سیدھا جدہ ائر پورٹ پر پہنچا دیا گیا جہاں سے وہ بخیر و عافیت پاکستان پہنچ گئے۔

(بحوالہ "عالمگیر برکات مامور زمانہ"، طبع ۱۹۸۹ء)

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

''مجھے کسی نے آکر 'السلام علیکم' کہا ہے''

دوسری رؤیاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ہمارے ایک مقامی احمدی دوست چودھری محمد اسمٰعیل صاحب کا کسی غیر احمدی کے ساتھ زمین کا جھگڑا چل رہا تھا۔ دل کو بہت پریشانی ہوئی کہ ایک احمدی کی زمین جاتی رہے گی۔ دعا کی تو اسی رات دو دفعہ کسی نے 'السلام علیکم' کہا۔ یہ خواب مَیں نے چودھری صاحب موصوف کو بھی سنائی۔ چنانچہ فیصلہ ان کے حق میں ہوا۔ اس پر فریق ثانی نے عدالت میں اپیل دائر کر دی۔ خدا کے فضل سے اپیل کا فیصلہ بھی ان کے حق میں ہوا''

☆☆☆

تیسری رؤیاء

''کاغذ کے اوپر 'السلام علیکم' لکھا ہے''

تیسری رؤیاء کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۵۳/۱۹۵۴ء کی بات ہے، مَیں مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا (نیز ضلعی وصوبائی امیر جماعت احمدیہ) کی کوٹھی پر سرگودھا میں رہا کرتا تھا۔ آپ کی ایک لڑکی بیمار ہوگئی۔ بیماری کچھ اس قسم کی تھی کہ سب گھر والوں کو بہت فکر لاحق ہوگئی۔ چنانچہ مجھے دعا کا خیال آیا۔ ابھی میں دعا کرنے کی غرض سے نماز تہجد کیلئے اٹھنے ہی والا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ خواب کے اندر کسی نے مجھے کاغذ کا ایک ٹکڑا دیا ہے جس کے اوپر لکھا ہے: 'السلام علیکم'

فرماتے ہیں، اس سے مجھے امید ہوگئی کہ لڑکی خدا کے فضل سے بچ جائے گی۔ جب لڑکی اور اس کی والدہ نے یہ خواب سنی تو وہ بھی بہت خوش ہوئیں۔ چنانچہ چند دنوں بعد ہی وہ لڑکی صحتیاب ہوگئی اور پھر ایک لمبا عرصہ زندگی پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مکرم فیض محمد خان افغان

جب ۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی سربراہی میں قائم ہونے والی پاکستانی حکومت ایک خاص منصوبے کے تحت احمدیوں کے خلاف ملک گیر فسادات بھڑکا کر اور پھر ان کے تحفظ سے کلیۃً کنارہ کش ہوکر ان کے کشت وخون کا تماشا دیکھنے لگ گئی تھی تو خوشحال آباد (نزد ٹوپی ضلع مردان) کے رہنے والے ایک مخلص احمدی دوست صوبیدار عبدالغفور خان صاحب اور ان کے بچوں پر کیا بیتی، یہ ایک انتہائی دردناک داستان ہے۔ جس کا کسی قدر حال ''درویشان احمدیت'' جلد سوم میں بیان کیا جا چکا ہے، جہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے بھانجے فیض محمد خان جنہیں وہ اپنے دیگر دو شہید بھانجوں کے ساتھ مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، کس طرح جانبر ہونے پر چونیاں چھاؤنی جہاں ان کے بیوی بچے اپنے دوسرے ماموں کرنل احمد خان صاحب کے پاس پہنچے ہوئے تھے، پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ فیض محمد خان اور ان کے بیوی بچے پہلے کچھ عرصہ چونیاں ہی میں ٹھہرے۔ بعد میں وہ شاہتاج شوگر ملز، منڈی بہاء الدین، میں آگئے۔ وہاں تین سال ملازمت کرنے کے بعد وہ مارچ ۱۹۷۷ء میں جرمنی پہنچ گئے اور اُس وقت سے وہ مع اہل وعیال جرمنی میں مقیم ہیں۔ چنانچہ خاکسار جب حال ہی میں انہیں ان کے قصبہ نائے ویڈ (Neuwied) میں ملا تو باتوں ہی باتوں میں انہوں نے اپنی زندگی کے بعض روحانی تجربات بیان کئے۔ ان میں سے تین عدد وہ جو عنوان زیر بحث سے تعلق رکھتے ہیں، ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

﴿۱﴾

''حضور میرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے چوم لیتے ہیں''

ایک نہایت ہی پیارہ نظارہ جو اللہ میاں نے سچ کر دکھایا

آپ کی بیگم امۃ القیوم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

''ہم خوشحال آباد میں تھے کہ میرے میاں فیض محمد خان نے دیکھا کہ ہم حضور (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کے پاس ملاقات کے لئے ربوہ گئے ہیں۔ حضور بڑے پیار سے ان کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور اسے چوم لیتے ہیں''

فرماتی ہیں، یہ نظارہ آپ نے ۹رجون ۱۹۷۴ء والے سانحہ سے قبل دیکھا تھا یعنی اُس وقت سے پہلے جب خوشحال آباد میں اُن پر پانچ ہزار کے مسلح ہجوم نے حملہ کیا تھا جس میں ان کا سر اور چہرہ شدید طور پر زخمی ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہم انہیں مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ آئے تھے۔ تاہم جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، خدا تعالیٰ نے ان کی جان رکھ لی اور وہ چونیاں پہنچ گئے۔

یہ منظر اس طرح حقیقت بنا کہ فرماتی ہیں، ۹رجون ۱۹۷۴ء والے سانحہ کے بعد جب ہم اپنے چچا کرنل احمد خان صاحب کے ہاں چونیاں چھاؤنی میں تھے اور اس دوران حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے ربوہ گئے تو حضورؒ کے خوشحال آباد کے سانحہ کی تفصیل دریافت فرمانے پر جب میرے میاں نے اپنا سر اور چہرہ حضورؒ کو دکھایا تو حضورؒ نے ان کا چہرہ اپنے دونوں مقدس ہاتھوں میں لے کر بڑے پیار سے پکڑا اور اسے چوم لیا۔ اس طرح پر انہیں چند ماہ قبل آنے والی خواب کی مکمل تعبیر ظاہر ہو گئی''

﴿۲﴾

''تمہاری تنخواہ چھ ہزار روپے ہو گئی ہے''

مالی فراخی کے بارے میں ملنے والی ایک خوشخبری

اوپر کے واقعہ میں بتایا جا چکا ہے کہ فیض محمد خان صاحب خوشحال آباد (نزد ٹوپی ضلع مردان) میں ہونے والے سانحہ میں شدید زخمی ہو جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جانبر ہو گئے تو پہلے آپ اپنے بچوں کے پاس چونیاں (ضلع قصور) پہنچے اور کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد شاہتاج شوگر ملز (منڈی بہاء الدین، ضلع گجرات) میں آگئے اور وہاں ایک معمولی سے مشاہرہ پر ملازمت کر لی۔

انہی دنوں جب آپ وہاں ملازم تھے تو آپ نے ایک رؤیاء دیکھی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

''مورخہ ۱۲-۱۱-۷۶ کی رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ شوگر ملز کا کیشیئر مجھے تنخواہ دے رہا ہے۔ اُس وقت سارے الاؤنس وغیرہ ملا کر مجھے ساڑھے چار سو روپیہ ماہوار ملتے تھے۔ جب مَیں نے وہ رقم گنی تو وہ پورے چھ ہزار روپے نکلے۔ مَیں نے کیشیئر سے

کہا کہ بھائی آپ کو غلطی لگی ہے۔آپ نے مجھے چھ ہزار روپے دئے ہیں۔وہ کہنے لگا، یہ ٹھیک ہے، یہ آپ کے اس مہینے کی تنخواہ ہے۔مَیں نے پھر اسے کہا کہ میری تنخواہ سارے الاؤنس ملا کر ساڑھے چار سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں بنتی اور یہ رقم جو تو نے مجھے دی ہے میری پورے سال کی تنخواہ سے بھی زیادہ ہے۔کیشیئر کہنے لگا، بھائی صاحب، تمہاری ماہوار تنخواہ چھ ہزار روپے ہوگئی ہے۔اس پر مَیں خاموش ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری تنخواہ اتنی بڑھ گئی ہے“

اس رؤیاء کے چند ماہ بعد فیض محمد خان صاحب کا جرمنی آنے کا پروگرام بن گیا۔چنانچہ مارچ ۱۹۷۷ء میں وہ جرمنی پہنچ گئے۔اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ملنے والی وہ آسمانی بشارت کب اور کس رنگ میں پوری فرمائی، یہ اللہ تعالیٰ کے حسن واحسان کا ایک حسین جلوہ اور اس کی قدرتوں کی ایک منہ بولتی تصویر ہے جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”اگلے سال مارچ ۱۹۷۷ء میں میرا اچانک جرمنی آنے کا پروگرام بن گیا۔کیس داخل کرانے کے بعد روزگار کی تلاش شروع ہوئی۔سب سے بڑا مسئلہ زبان کا تھا۔پاکستان سے آنے والے دوستوں نے بتایا کہ جس فیکٹری میں وہ جاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں، زبان آتی ہے؟ جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ زبان نہیں آتی تو وہ کہہ دیتے ہیں، کام نہیں“

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جرمنی میں اسائلم کا سلسلہ ۱۹۷۴ء کے بعد سب سے پہلے خاکسار کے دَور امارت میں ہی شروع ہوا تھا۔خاکسار کو معلوم ہے کہ شروع شروع میں ہمارے دوستوں کو زبان کی وجہ سے کام ملنے میں کس قدر مشکلات پیش آئیں۔صرف ہوٹلوں میں کام ملتا تھا اور وہ بھی بھٹیوں میں سے راکھ نکالنے یا بڑی بڑی دیگیں دھونے اور صاف کرنے کا۔چنانچہ ہمارے اچھے بھلے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے یہ سب کام کئے اور بعض اوقات دیگیں دھوتے ہوئے یا پلیٹیں صاف کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں میں زخم آگئے۔اب تو اللہ تعالیٰ نے یہاں بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔برادرم فیض محمد خان صاحب جو خاکسار کے پاکستان واپس جانے کے دو تین ماہ بعد جرمنی میں پہنچے تھے، بتاتے ہیں کہ

”مجھے بھی ایک ہوٹل والے نے کام دینے کے لئے کہا۔جب وہاں کام کرنے والے دیگر احمدی دوستوں سے مَیں نے دریافت کِیا کہ تنخواہ کتنی ہے تو انہوں نے بتایا کہ

کھانے کے علاوہ نو سو مارک ماہانہ تنخواہ ملے گی۔اُس وقت ایک مارک کے پاکستانی چار روپے آتے تھے۔مَیں نے انہیں کہا کہ بھائی، مَیں تو تب ملازمت کروں گا جب مجھے چھ ہزار روپے (یعنی پندرہ سو مارک) ملیں گے۔وہ ہنسنے لگے کہ ہمیں ایک سال ہو گیا ہے اور ہمیں کچھ جرمن زبان بھی آتی ہے مگر آج تک ہماری تنخواہ پندرہ سو مارک نہیں ہوئی۔لیکن مَیں نے (اپنی خواب کی بنا پر) انہیں کہا کہ مَیں پندرہ سو مارک ماہوار سے کم پر کام نہیں کروں گا"

اب اللہ تعالیٰ نے ان کی خواب کو کس طرح سچ کر دکھایا، اس بارے میں وہ فرماتے ہیں:

"مَیں آر بائٹس آمٹ (Arbeitsamt)[۱] میں گیا۔خدا نے وہاں کام کرنے والی ایک خاتون کے دل میں ایسا رحم ڈالا کہ اس نے سولہ فیکٹریوں کے نام کارڈ لکھ کر مجھے دے دئے۔چنانچہ مَیں ایک ایک کے پاس جانے لگا۔دو تین فیکٹریوں نے تو انکار کر دیا لیکن ایک نے کام دے دیا۔تنخواہ کے متعلق وہ کہنے لگے کہ نو مارک پچیس فینی فی گھنٹہ کے حساب سے ملے گی۔جب مہینہ کی پہلی تنخواہ ملی تو مَیں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ٹیکس وغیرہ نکال کر پورے پندرہ سو مارک تھے۔گویا اللہ تعالیٰ نے میری چھ ہزار روپے تنخواہ والی رؤیاء پوری کر کے اپنی زندہ اور قادر الکل ہستی کا ثبوت پہنچایا جس پر مَیں اس کا جتنا شکر کروں کم ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک"

فرماتے ہیں، جب مَیں نے دوسرے دوستوں کو بتایا کہ مجھے پورے پندرہ سو مارک ملے ہیں تو وہ حیران رہ گئے۔انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ مجھ جیسے شخص کو جسے اُس وقت جرمن زبان کا ایک لفظ نہیں آتا تھا، اس قدر تنخواہ ملی ہے۔مگر

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

☆ ☆ ☆

---

[۱] Arbeitsamt یعنی Labour Office وہ محکمہ ہے جو کام کے پرمٹ جاری کرتا اور کام کی تلاش میں لوگوں کی مدد کرتا ہے۔چنانچہ ملکی اور غیر ملکی لوگ کام کی تلاش کے سلسلے میں اسی محکمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

﴿۳﴾

”وہ تو ہمارے گھر کا ایک فرد بن گیا ہے“

اپنے ہونے والے ہم زلف کے بارے میں ایک نظارہ

جیسا کہ اوپر کے ہر دو واقعات میں بتایا گیا ہے، فیض محمد خان صاحب خوشحال آباد (ٹوپی ضلع مردان) میں ہونے والے سانحہ کے بعد پہلے کچھ عرصہ اپنے ماموں کے ہاں چونیاں، ضلع قصور، میں رہے۔ پھر شاہتاج شوگر ملز (منڈی بہاؤ الدین، ضلع گجرات) میں آ گئے۔ وہیں ان کے دوسرے ماموں اور خسر صوبیدار عبدالغفور خان صاحب بھی تھے۔ وہاں کچھ اوپر تین سال کا عرصہ گزارنے کے بعد آپ کا جرمنی کا پروگرام بن گیا۔ ابھی آپ کو جرمنی پہنچے ہوئے ایک سال ہی ہوا تھا کہ فرماتے ہیں:

”مورخہ ۸۷۔۳۔۱۱ بروز ہفتہ خواب میں دیکھا کہ گویا مَیں پاکستان میں اپنے گھر (شاہتاج شوگر ملز، منڈی بہاءالدین) میں ہوں۔ ریاض محمد خان (ماموں میر عجب خان کا لڑکا)، اعجاز (میری بیوی کا بھائی) اور عابد (ان کا احمدی ایک دوست) آئے ہیں۔ کھانا تیار ہوا تو مَیں کہتا ہوں، سب کو اندر صحن میں بلا لیتے ہیں اور مل کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ جب مَیں یہ کہتا ہوں تو گھر والے کہتے ہیں کہ عابد سے تو ہم پردہ کرتے ہیں۔ مَیں کہتا ہوں، کیوں، وہ تو ہمارے گھر کا فرد بن گیا ہے اور گویا ہمارے خاندان کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس پر سارے خاموش ہو گئے۔ چنانچہ پھر ہم سب نے مل کر کھانا کھایا“

خاکسار راقم الحروف کے دریافت کرنے پر کہ یہ عابد کون تھا اور آپ کے گھر اس کا کیسے آنا جانا ہوا، مکرم فیض محمد خان صاحب نے بتایا کہ عابد بھلوال (ضلع سرگودہا) کے رہنے والے ایک معزز احمدی زمیندار چودھری نذیر حسین صاحب کا بیٹا تھا۔ ربوہ میں اس کی ملاقات میرے نسبتی بھائیوں اعجاز اور امتیاز سے ہوتی رہی اور وہ آپس میں دوست بن گئے۔ چنانچہ میرے ہمارے شاہتاج شوگر ملز میں آنے کے بعد سے وہ کئی بار ہمارے ہاں آ چکا تھا۔ مگر یہ تعلقات صرف لڑکوں کی آپس میں دوستی کی حد تک ہی محدود تھے۔ اب خواب کے تسلسل میں فرماتے ہیں:

”مَیں اپنی اس خواب پر کافی دیر تک غور و خوض کرتا رہا کہ مَیں نے یہ کیا کہہ دیا کہ عابد بھی ہمارے خاندان کا حصہ ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے کیونکہ اُس وقت تک

عابد کے خاندان کے کسی فرد کی ہمارے خاندان کے کسی فرد کے ساتھ رشتہ کی کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی ۔ پھر وہ لوگ پنجابی تھے اور ہم افغانی ۔اور ویسے بھی ہماری سب عورتیں عابد سے پردہ کرتی تھیں ۔آخر جب مَیں دو بجے اپنے کام پر گیا تو مَیں نے اپنے اُس خواب کی تعبیر نکال لی۔یعنی میں نے خیال کیا کہ ہوسکتا ہے عابد کا رشتہ ہمارے گھر ہو جائے یا امتیاز (میرے نسبتی بھائی) کا رشتہ عابد کے خاندان میں ہو جائے اور اس طرح وہ ہمارے گھر کا فرد بن جائے“

فرماتے ہیں،کام کے دوران تو مَیں اسی طرح کے خیالات میں محو رہا مگر جب کام سے گھر پہنچا تو میرے ماموں صاحب (نیز خسر صوبیدار عبدالغفور خان صاحب) کا پاکستان سے خط آیا پڑا تھا کہ امۃ النصیر (صوبیدار صاحب کی منجھلی بیٹی یعنی میری بیوی کی چھوٹی بہن) کی منگنی عابد کیساتھ ہوگئی ہے۔ گویا میری خواب کی مکمل تعبیر ظاہر ہوکر اللہ تعالیٰ کی عالم الغیب ہستی کی گواہ بن گئی۔فالحمدللہ۔

نوٹ:اس رشتہ سے اللہ تعالیٰ نے عزیزم عابد اور عزیزہ امۃ النصیر کو تین بیٹیاں اور دو بیٹے عطا فرمائے۔ان کی سب سے بڑی بیٹی قدسیہ کا رشتہ مکرم فیض محمد خان کے بیٹے عزیزم فیاض محمد خان سے ہو چکا ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آگے دو اَور بچوں سے نوازا ہے۔چودھری نذیر حسین صاحب تو اس دوران وفات پا چکے ہیں اور عزیزم عابد نقل مکانی کر کے ربوہ میں آباد ہو چکے ہیں اور وہاں کاروبار کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب بچوں کو خادم دین اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے!

.......☆.......

تعارف:فیض محمد خان صاحب ،جیسا کہ اوپر تمہیدی بیان میں بتایا جا چکا ہے،خوشحال آباد(نزد ٹوپی ضلع مردان) کے رہنے والے ایک مخلص احمدی دوست صوبیدار عبدالغفور خان صاحب کے بھانجے اور داماد ہیں۔ آپ ۹ رجون ۱۹۷۴ءکو خوشحال آباد میں اپنے گھر پر ہونے والے پانچ ہزار کے مسلح ہجوم کے حملہ میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔انہیں سر میں تین گولیاں لگی تھیں۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں ان کی جان محفوظ رکھی۔آپ مارچ ۱۹۷۷ء سے جرمنی میں مقیم ہیں اور اِس وقت مع اہل وعیال قصبہ نائے ویڈ (Neuwied) میں رہ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔آپ کی سب سے بڑی بیٹی مریم صدیقہ کی ایک شریف جرمن نوجوان شمس الدین سے اور چھوٹی بیٹی رابعہ صدیقہ کی اپنے ماموں اعجاز کے بیٹے سے ہو چکی ہے۔آپ کے دونوں بیٹوں عزیز بلال احمد خان اور فیاض احمد خان کی بھی شادیاں ہو چکی ہیں اور وہ جرمنی میں آپ کیساتھ ہی رہ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔

☆

کلام الامام

انبیاء کے تابعین کو جو ملتا ہے، وہ انبیاء کی وراثت کے طور پر ملتا ہے

’’اگر نبیوں کے تابعین کو ان کے کمالات اور علوم اور معارف میں علی وجہ التبعیت شرکت نہ ہو تو باب وراثت کا بکلی مسدود ہو جاتا ہے۔ یا بہت ہی تنگ اور منقبض رہ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ معنے بکلی منافی وراثت ہے کہ جو کچھ فیوض حضرت مبدء فیاض سے اس کے رسولوں اور نبیوں کو ملتے ہیں اور جس نورانیت، یقین اور معرفت تک ان مقدسوں کو پہنچایا جاتا ہے، اس شربت سے ان کے تابعین کے حلق محض نا آشنا ہیں اور صرف خشک اور ظاہری باتوں سے ہی ان کے آنسو پونچھے جائیں۔ ایسی تجویز سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ حضرت فیاض مطلق کی ذات میں بھی ایک قسم کا بخل ہو۔ اور نیز اس سے کلام الٰہی اور رسول مقبول کی عظمت اور بزرگی کی کسر شان لازم آتی ہے‘‘

(’’براہین احمدیہ‘‘، روحانی خزائن، جلد اول۔ صفحہ ۵۴۹)

☆

باب سوم

احمدی نوجوانوں کی رؤیاء ہائے صالحہ

ذیل میں چند ایمان افروز واقعات ان احمدی نوجوانوں کے بیان کئے جاتے ہیں جو اپنے نیک والدین یا نیک ماحول میں تربیت پانے کی بدولت بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کے مورد بن گئے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اسرار غیبیہ سے ایسے طور پر نوازا کہ ان کا وجود احمدیت کی چلتی پھرتی تصویر بن گیا اور رؤیاء صالحہ، کشوف اور الہامات کے ذریعے ان پر اسرار غیبیہ کھلنے لگے۔ اسرار غیبیہ کی صورت میں ملنے والی یہ روحانی دولت جہاں اس کے پانے والے کی نیکی اور تقویٰ پر دلالت کرتی ہے، وہاں غیب در غیب کے پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی خدا کی ہستی کا بھی ایک کھلا کھلا ثبوت ہے۔ایک چیز موجود ہی نہیں مگر بندے کو اس کا وجود دکھلا دیا جاتا ہے اور پھر وہی چیز کچھ عرصہ کے بعد اس وجود کو لے کر مجسم صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

یعنی

”اس کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے:
’ہو جا‘۔اور وہ ظاہر ہو جاتی ہے“

پس سچی خواب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی کی اَور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی۔الہامات اور کشوف اسی روحانی کیفیت کے ارفع واعلیٰ درجے کا نام ہے۔اسی کی بدولت جہاں انسان کے اپنے اندر خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں وہاں انہیں دیکھ کر دوسروں کے دلوں میں بھی ایمان و عرفان کی شمعیں فروزاں ہو جاتی ہیں۔

اب اگلے صفحات کے اندر بعض اُن خوش نصیب احمدی نوجوانوں کی رؤیا ہائے صالحہ بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے اِس روحانی دولت سے وافر حصہ عطا فرمایا۔

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب (انجینئر۔ بھیروی)

آپ کی پیدائش حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مولد و مسکن بھیرہ ضلع شاہ پور (حال سرگودھا) میں ۳۰ نومبر ۱۹۴۴ء کو ہوئی۔ آپ کے دادا، حضرت الحاج میاں عبدالرحمٰن صاحبؓ اور پڑدادا حضرت میاں اللہ دین صاحبؓ، دونوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے والد میاں فضل الرحمٰن صاحب بسمل بی۔ اے، بی۔ ٹی ایک لمبا عرصہ گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں بطور ٹیچر خدمات بجالاتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ آپ امیر جماعت احمدیہ بھیرہ بھی رہے۔ برادرم محمود مجیب اصغر صاحب خود بی۔ ایس، سی سول انجینئر نگ کرنے کے بعد پہلے چند سال ایک یوگوسلاوین فرم، انجینئر ز انٹر نیشنل، میں بطور سینئر انجینئر کام کرتے رہے۔ پھر ۱۹۷۷ء تا ۲۰۰۴ء ایک نیم سرکاری فرم NESPAK میں سروس کی۔ اس دوران آپ پاکستان کے مختلف شہروں میں رہتے ہوئے بعض اہم جماعتی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ جب اپریل ۲۰۰۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وصال ہوا تو آپ اُس وقت امیر ضلع اٹک تھے۔ چنانچہ اِس حیثیت سے آپ نے لندن پہنچ کر خلافت خامسہ کے انتخاب میں بھی شامل ہونے کی سعادت پائی۔ اب اگلے صفحات میں آپ کی اپنے زمانہ ُطالب علمی سے لے کر اب تک کی بعض رؤیاء ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی رؤیاء

''بی۔ ایس، سی انجینئر نگ کے پیپر میں حاصل کردہ نمبر رؤیاء میں دکھائے گئے''

سب سے پہلے برادرم عزیزم محمود مجیب اصغر صاحب کے بچپن کے ابتدائی دور کی ایک رؤیاء بیان کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بی۔ ایس، سی (B.Sc.) سول انجینئر نگ کے آخری امتحان کے ایک پرچہ 'تھیوری آف سٹرکچر' میں حاصل ہونے والے نمبروں (Marks) سے اطلاع بخشی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''خاکسار اپنے بی۔ ایس، سی (سول) انجینئر نگ کے فائنل امتحان کے بعد سلسلہ کی

وقف عارضی کی تحریک پر آزاد کشمیر چلا گیا۔وہاں ایک مقام بھا بھڑہ میں مقیم تھا کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میرا تھیوری آف سٹرکچر (Theory of Structure) کا پرچہ میرے سامنے ہے اور مَیں نے اس میں سَو (۱۰۰) میں سے ۹۲ نمبر لئے ہیں۔ جب نتیجہ نکلا اور مَیں نے یونیورسٹی سے اپنے تفصیلی مارکس منگوائے تو یہ دیکھ کر خدا کی قدرت پر حیران رہ گیا کہ میرے فی الواقعہ اس مضمون میں اتنے ہی نمبر آئے تھے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک''

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

۱۹۷۴ء کے ہنگامے اور آپ کو اس سلسلہ میں ملنے والی ایک آسمانی خبر

جب ۱۹۷۴ء میں ملک عزیز کے اندر احمدیوں کے خلاف جانے والے فسادات کے نتیجے میں مولویوں کی زیر قیادت ترتیب دئے گئے مسلح غنڈوں پر مشتمل لشکروں کے لشکر احمدی گھروں پر ٹوٹ پڑے اور احمدیوں کی املاک اور جانوں کو سخت نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو جہاں جہاں اور جس طور پر بھی ممکن ہوا، احمدی مرد، عورتیں اور بچے اپنے گھروں کو چھوڑ کر محفوظ مقامات کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔انہی دنوں کی بات ہے کہ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب فرماتے ہیں:

''مَیں اپنی ملازمت کے سلسلے میں نواب شاہ (سندھ) میں مقیم تھا، جہاں اس وقت مَیں ایک یوگوسلاوین فرم میں محکمہ واپڈا کے ایک پراجکٹ پر بطور سول انجینئر کام کر رہا تھا کہ ایک دن (اور وہ ۲۶ مئی کا دن تھا) جب مَیں نفلی روزہ رکھنے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے وہاں کی احمدیہ مسجد (محمود ہال) میں گیا، تو نماز اور درس سے فارغ ہو کر وہیں مسجد کے اندر ہی ذرا لیٹ گیا اور لیٹتے ہی مجھے اونگھ سی آ گئی۔اس دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔پھر نقشہ بدلا تو دیکھتا ہوں کہ بھیرہ شہر میں کوئی

ہنگامہ ہوگیا ہے۔یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی زلزلہ آیا ہے۔ یہ بھی دیکھا کہ ہمارے گھر کی عورتیں جن میں میری والدہ، اہلیہ اور بہنیں بھی ہیں اپنی جانیں بچانے کیلئے ہمارے تایا منشی عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم کے گھر کی طرف بھاگ رہی ہیں"

فرماتے ہیں، چند دنوں کے بعد بھیرہ سے اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ ۲۹ مئی کو جب محلّہ کے احمدیوں پر مسلح ہجوم حملہ کرنے کیلئے آ گیا تو بعینہٖ یہی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔یعنی محلّہ کی جملہ احمدی مستورات ہمارے تایا مرحوم کے گھر جو احمدیہ مسجد نور کے قریب واقع ہے اور جو نسبتاً محفوظ تھا، جمع ہو گئیں۔اور یہ سب کچھ ایسی افراتفری میں ہوا کہ عملاً وہی نقشہ دیکھنے میں آیا جو خاکسار کو خواب کے اندر دکھایا گیا تھا۔یعنی تمام خواتین جن میں خاکسار کی والدہ، اہلیہ اور بہنیں بھی تھیں، بھاگ کر ہمارے تایا مرحوم کے گھر پہنچ گئیں۔اور پھر جون اور جولائی کا سارا عرصہ انہوں نے وہیں گذارا۔

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

"مجھے مقابلہ مضمون نویسی میں اوّل انعام ملا ہے"

۱۹۷۶/۷۷ء میں آپ لاہور میں تھے کہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ مقابلہ مضمون نویسی میں آپ نے اپنا مقالہ "سیرۃ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب کے حوالے سے" کے موضوع پر لکھ کر لاہور سے ربوہ بھجوایا۔فرماتے ہیں:

"جس دن مَیں نے وہ مقالہ بھجوایا، اسی رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (سلسلہ کے ایک جید عالم اور شعلہ بیان مقرر جنہوں نے حضرت المصلح الموعودؓ سے "خالد احمدیت" کا خطاب پایا۔ناقل) کی صدارت میں کوئی تقریب ہورہی ہے اور مَیں اس میں اپنا مقالہ پڑھ کر سنا رہا ہوں۔اور پھر حضرت مولانا موصوف نے میرا مقالہ اوّل نمبر پر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔یعنی جب نومبر ۱۹۷۷ء میں ہونے والے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر نتائج کا اعلان ہوا تو خاکسار اپنے مقالہ میں اوّل آنے کا مستحق قرار دیا گیا تھا۔جس پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دست مبارک سے اس عاجز کو انعام عطا فرمایا۔ اس طرح پر چند ماہ پہلے ملنے والی یہ آسمانی خبر من وعن پوری ہو کر عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی کی گواہ بن گئی۔ فالحمد لله علیٰ ذٰلک"

صاحب رؤیاء کو خواب کے اندر دکھائے جانے والے سلسلہ کے بزرگ 'ابوالعطاء' کے نام میں خاکسار کے نزدیک یہ لطیف اشارہ بھی پایا جاتا تھا کہ صاحب مضمون کو ملنے والا یہ اعزاز جونقد انعام (مبلغ سَو روپیہ) پر مشتمل تھا، آپ کیلئے باعث افتخار ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا اور عنایات کے طور پر تھا۔ بلکہ جیسا کہ عزیزم محمود مجیب اصغر صاحب تحریر فرماتے ہیں، خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ان عنایات کا سلسلہ اس قدر وسیع ہوا کہ آپ مسلسل تین سال تک مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ مقابلہ جات برائے مقالہ نویسی میں اوّل آتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دستِ مبارک سے انعام حاصل کرتے رہے۔

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

حضور کا دورۂ امریکا۔ اور آپ کو ملنے والی ایک آسمانی اطلاع

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۹۶۵ء میں خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جب اگلے دو سالوں میں یورپی مشنوں کا اور اسکے تین سال بعد افریقی ممالک کا دورہ فرما چکے تو جماعت کا عمومی خیال تھا کہ آپ کا اگلا دورہ امریکہ کا ہوگا۔ اس سلسلے میں مکرم محمود مجیب اصغر صاحب اپنی ایک رؤیا کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ مَیں حضور کے پاس بیٹھا ہوا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ حضور! آپنے افریقہ اور یورپ کا دورہ تو فرما لیا، اب امریکا کے دورے کا کیا پروگرام ہے؟ حضور فرماتے ہیں کہ وہاں کی جماعتوں کا اصرار تو بہت ہے لیکن فی الحال جماعت اتنے بڑے اخراجات کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ حضور نے اخراجات کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی کا Expenditure کا لفظ بولا"

فرماتے ہیں، اس خواب پر ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ ایک ملاقات کے دوران حضورؒ نے بعینہٖ یہی گفتگو اس عاجز کے ساتھ فرمائی حالانکہ میری طرف سے اس کا کوئی ادنیٰ اظہار بھی نہیں ہوا تھا۔ ہوا یوں کہ مَیں اپنے اہل وعیال سمیت ایک دن حضور کی ملاقات کیلئے گیا۔ دورانِ ملاقات میرے کمسن بچے محمود منیر اکبر نے حضور کی میز پر پڑا ہوا کاغذ کا ایک رول اٹھالیا۔ یہ امریکہ کا نقشہ تھا۔ اس پر حضور نے ازراہ تلطف بچے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، تم نے تو سارا امریکہ اٹھالیا ہے۔ اور پھر خود ہی فرمانے لگے کہ امریکہ کی مختلف جماعتوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ امریکہ آنے کی دعوت دی ہے مگر مَیں ابھی نہیں جاسکتا۔ کسی وقت بعد میں یہ پروگرام بنایا جائے گا۔

(مکتوب نمبر ٦٠۔ مورخہ ١٥ دسمبر ١٩٧٧ء)

اور پھر جب ١٩٧٦ء میں پہلی بار حضورؒ امریکہ کی جماعتوں کے دورے پر تشریف لے گئے تو آسمانی تقدیر کے مطابق ترتیب دیا ہوا یہ پروگرام جس عمدگی اور خوبی سے انجام پایا اور جس قسم کی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا موجب بنا، وہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے۔ اسی دورہ کے بعد امریکی جماعتوں کے اندر عددی اور مالی اعتبار سے حیرت انگیز ترقی ہونی شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں امریکہ مالی قربانیوں کے میدان میں اب چوٹی کی جماعتوں میں شمار ہونے لگ گیا ہے۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!**

.......☆.......

تعارف: برادرم محمود مجیب اصغر صاحب اِس وقت ربوہ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مقیم ہیں۔ آپ کی سات بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ بیٹیاں، سوائے ایک کے جو سب سے چھوٹی ہے، سب کی سب بیاہی جا چکی ہیں۔ آپ کی ایک بیٹی عزیزہ امۃ القیوم صبا جو خواجہ رفیق احمد صاحب ابن برادرم خواجہ منیر احمد صاحب مرحوم کی بیگم ہیں، جرمنی میں ہوتی ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں (شفیق احمد اور خلیق احمد) اور ایک بیٹی (مناہل صدف) سے نوازا ہے۔ برادرم محمود مجیب اصغر صاحب کے دو صاحبزادوں میں سے بڑے محمود منیر اکبر جن کا اوپر متن میں ذکر آیا ہے، اِس وقت انگلستان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ آپ کا دوسرا صاحبزادہ محمد فاتح احسن سویڈن میں زیر تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو اور دینی اور دنیوی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

☆ ☆ ☆

میاں عبدالمالک صاحب، آف لاہور

دوسرے احمدی نوجوان جنہیں نوعمری میں ہی سچی خوابوں کی وافر دولت نصیب ہوگئی، وہ لاہور کے ایک درویش صفت اور مسکین طبع دوست میاں عبدالمالک صاحب مرحوم ہیں۔جب اس عاجز نے ۱۹۷۸/۷۹ میں اخبار الفضل میں خوابوں کے بارے میں اعلان شائع کروایا تو آپ نے بھی اپنی بچپن سے لے کر آئندہ بیس سالوں تک کی آدھ درجن کے قریب سچی خوابیں تحریر فرمائیں۔ان میں سے عنوان زیر بحث کی مناسبت سے چندایک کا ذکر ذیل میں کِیا جاتا ہے۔

۱

’’یہ کیا ہے، یہ کرسی ہے‘‘

چھٹی جماعت کے امتحان میں کامیابی کا مژدہ

فرماتے ہیں، خاکسار چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا۔انگریزی میں کمزور تھا۔چنانچہ دعا کرنی شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ امتحان میں پاس کر دے۔جس دن میرا انگلش کا پرچہ تھامَیں نے رات بھر دعا کی تو رات خواب میں دیکھا کہ

’’میرا انگریزی کا ٹیچر مجھے ملا ہے اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے، یہ کیا ہے؟ مَیں جواب دیتا ہوں، یہ کرسی ہے۔پھر وہ پوچھتا ہے، اسے انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟ مَیں جواب دیتا ہوں: chair۔اس نے پھر پوچھا، اس کے ہجے (spelling) کیا ہیں؟ مَیں کہتا ہوں: C - H - A - I - R۔اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل جاتی ہے‘‘

آگے فرماتے ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ جب اگلے روز مَیں سکول گیا تو ممتحن نے بالکل یہی سوال پوچھے اور مَیں کامیاب ہوگیا۔فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

☆ ☆ ☆

﴿۲﴾

''یہی رشتہ ہے جومَیں نے کروانا تھا''

شادی کے بارے میں آسمانی اشارہ

دوسری خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب خاکسار کی شادی کا وقت آیا تو خاکسار نے دوسرے اسباب کو بروئے کار لانے کے ساتھ ساتھ اس سلسلے میں دعائیں بھی کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۷۱ء کی ایک رات خواب میں دیکھا کہ

'حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں، تمہارا رشتہ مَیں خود کروں گا'

اس کے چند ماہ بعد ایک رشتہ کی صورت پیدا ہوئی۔ مَیں نے استخارہ کِیا تو حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ دوبارہ خواب میں آئے اور فرمایا، یہی وہ رشتہ ہے جومَیں نے کروانا تھا۔ بابرکت ہے، کرلیں'۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل میں آیا۔

........☆........

نوٹ: برادرم میاں عبدالمالک صاحب تو اب وفات پا چکے ہیں۔ عاجز راقم الحروف نے جب آپ کے صاحبزادے عزیزم برادرم محمود احمد صاحب ناصر مقیم لاہور سے اس بارے میں تفصیل معلوم کرنے کے لئے رابطہ کیا تو انہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے دریافت کرنے کے بعد خاکسار کو بتایا کہ ابا جان کا یہ رشتہ ڈیرہ غازیخان کے ایک احمدی خاندان میں ہوا۔ ہمارے نانا کا نام چودھری عبدالحق صاحب تھا۔ وہ لنگر خانہ ربوہ میں اپنی مستقل طوعی خدمات کے باعث ''خادم لنگر خانہ نمبر ۱'' کے طور پر جانے اور پہچانے جاتے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں جب ان کی وفات ہوگئی تو ان کے بچے اپنے ماموں حکیم رشید احمد صاحب کے پاس رتن باغ لاہور کے اندر واقع گوردوارہ میں آگئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب ان کی بھانجی یعنی ہماری والدہ سلیمہ طاہرہ صاحبہ کے رشتے کا وقت آیا تو انہیں بھی خواب آئی کہ اس کا رشتہ مشرق کی طرف سے آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُس وقت ابا جان مغلپورہ میں رہائش رکھتے تھے اور مغلپورہ لاہور کے عین مشرق میں واقع ہے۔ اس طرح پر آپ کی بیوی کے ماموں کی اپنی بھانجی کے بارے میں دیکھی ہوئی خواب بھی پوری ہوگئی۔

﴿۳﴾

"لڑکا ہوگا، محمود احمد نام رکھنا"

بیٹا پیدا ہونے کی آسمانی بشارت

اب ذیل میں بتایا جاتا ہے کہ آپ کو اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش کی آسمانی خبر کیسے اور کن الفاظ میں ملی۔فرماتے ہیں:

"شادی ہو جانے کے دوسرے سال یعنی ۱۹۷۲ء میں ایک رؤیا میں دیکھا کہ میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے ہیں:

"لڑکا ہوگا، محمود احمد نام رکھنا"

چنانچہ اس رؤیا کے قریباً دو سال بعد یعنی ۲۲ / اگست ۱۹۷۴ء کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام رؤیا میں بتائے جانے والے نام کے مطابق محمود احمد رکھا گیا۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ آپ کا وہی بیٹا عزیز محمود احمد ناصر ہے جس کا ذکر اوپر کے تعارفی نوٹ میں آیا ہے۔جب خاکسار نے ان سے لاہور میں رابطہ کر کے اس سلسلہ میں مزید حالات معلوم کرنا چاہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ آجکل لاہور ائر پورٹ پر کام کر رہے ہیں۔ان کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بیٹی قرۃ العین کے باپ ہیں۔

﴿۴﴾

"لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا"

باپ کی وفات پر ملنے والی آسمانی تسلی

میاں عبدالمالک صاحب اپنے خاکسار کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۷ء میں میرے والد صاحب (میاں دین محمد صاحب) وفات پا گئے۔اس وقت میری عمر بمشکل ۲۰ سال کی تھی۔اور چونکہ مَیں گھر میں سب سے بڑا تھا نیز روزگار کی بھی کوئی معین صورت نہ تھی مجھے والد صاحب کی وفات

کے غم کے ساتھ بہت پریشانی لاحق ہوگئی کہ اب کیا ہوگا؟ اور تو کچھ کرنے کے قابل نہ تھا، عمر بھی کم تھی اور زندگی کے اتار چڑھاؤ سے بھی واقف نہ تھا۔ بس دعا کرنے لگا کہ اللہ میاں، تو ہی صبر بھی دے اور سہارا بھی عطا کر۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ اس نے اسی رات مجھے ایسی تسلی بخشی کہ بس اطمینان ہو گیا۔ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی سفید ریش والے بزرگ آئے ہیں اور فرماتے ہیں، 'کیا تم نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۸۷)

چنانچہ فرماتے ہیں، اس کے بعد جو دن گذرا وہ میرے لئے ایک نشان تھا کیونکہ اس دن سے آج تک وہ رب العالمین میری ہر طرح مدد فرماتا چلا آرہا ہے۔ مجھے آرمی میں ملازمت بھی مل گئی۔ شادی بھی ہوگئی۔ اللہ میاں نے اولاد بھی دی اور پھر بچوں کی شادیاں بھی نیک اور آسودہ حال گھرانوں میں ہوگئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ آپ کی سب سے بڑی بیٹی عطیۃ القدیر جو کپور تھلہ کے ایک مخلص خاندان کے چشم و چراغ شیخ عقیل الرحمٰن صاحب (ابن شیخ مسعود الرحمٰن صاحبؓ، رفیق حضرت مسیح موعودؑ) کی بیگم ہیں، ایک لمبا عرصہ جرمنی میں رہنے کے بعد اِس وقت انگلستان میں مقیم ہو چکی ہیں۔ ان کے میاں ۱۹۸۹ء میں جرمنی آئے تھے اور ملازمت کے لحاظ سے اس وقت بھی جرمنی میں ہی ہیں۔

دوسرے نمبر پر محمود احمد (پورا نام محمود احمد ناصر) پیدا ہوا جن کے بارے میں اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ان کی پیدائش کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آپ کو دے دی تھی بلکہ نام تک بتا دیا تھا۔ تیسرے بچے عطاء القدوس کی معجزانہ پیدائش جو خلافتِ احمدیہ کی برکات کی ایک نمایاں جھلک اپنے اندر لئے ہوئے ہے، کا حال عطیۃ القدیر صاحبہ یوں بیان کرتی ہیں کہ جب میرا یہ بھائی ابھی والدہ کے پیٹ میں تھا تو ابا جان نے حضور (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نام تجویز فرما دیں۔ حضور نے فرمایا:

"عطاء القدوس"

ابا جان نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور، لڑکی والا نام بھی تجویز فرما دیں۔ حضورؒ نے فرمایا، 'بس ایک ہی نام کافی ہے، عطاء القدوس'۔ انہوں نے پھر عرض کیا، اگر لڑکی پیدا ہوئی تو؟ فرمایا، 'مَیں جو کہہ رہا ہوں، لڑکا ہوگا'۔ اس پر ابا جان خاموش ہو گئے۔ اور پھر خدا کی قدرت ہے کہ لڑکا ہی پیدا ہوا جس کا نام حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے نام کے مطابق عطاء القدوس رکھا گیا۔

(عزیزہ عطیہ کے بڑے بھائی مکرم عزیزم محمود احمد ناصر صاحب کے مطابق حضورؒ نے بچے
کا یہ نام اس کی پیدائش سے چھ ماہ قبل ہی رکھ دیا تھا)

آپ کا ایک چوتھا بیٹا (لڑکوں میں سے تیسرا) عرفان احمد جو لاہور میں ایک کمپنی ''سٹی پول پیک'' میں ملازم تھا، حال ہی میں یعنی ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو بروز جمعہ مسجد دارالذکر پر ہونے والے دہشت گردی کے سفاکانہ حملے کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر چکا ہے۔انا للہ و انا الیہ راجعون!

﴿5﴾

''مَیں بحال ہو گیا ہوں''

مکرم راجہ غالب احمد صاحب (چیئر مین پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)

کی جبری ریٹائرمنٹ اور پھر بحالی

آپ کے بیان کردہ آخری واقعہ کے طور پر آپ کو سلسلہ کے ایک مخلص اور درویشانہ صفات کے مالک ایک ایسے احمدی دوست کے بارے میں ہونے والی ایک رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں ۱۹۷۴ء میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی جاری کردہ 'آئینی ترمیم' کے تحت اپنے عہدے سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ان کا نام راجہ غالب احمد صاحب ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد دارالذکر (علامہ اقبال روڈ پر واقع ایک مینار والی احمدیہ جماعت کی مرکزی مسجد۔ناقل) کے مینار کے قریب محترم ملک عبداللطیف ستکوہی صاحب اور مکرم راجہ غالب احمد صاحب کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں: 'مَیں بحال ہو گیا ہوں، یہ یکصد روپے آپ کا تحفہ ہے'۔یہ رؤیاء اس کے کچھ عرصہ بعد من وعن پوری ہو گئی۔فالحمدللہ''

(مکتوب نمبر ۲۴، مورخہ ۶ جنوری ۱۹۷۸ء)

مکرم راجہ غالب احمد صاحب اُس وقت پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئر مین اور گریڈ ۲۰ کے سینئر افسر تھے۔آج کل آپ لاہور میں ریٹائرمنٹ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔آپ سے حال ہی میں جب

خاکسار نے اس سلسلے میں رابطہ کیا تو آپ نے خاکسار کے نام اپنے مکتوب میں اس سانحہ کی مندرجہ ذیل تفصیل بتائی:

''۱۹۷۵ء میں بھٹو نے مجھے عہدے سے فارغ کرنے کے احکامات جاری کردئے لیکن ہائی کورٹ نے ان کے حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ خاکسار کو باقاعدہ Tenure Appointment یعنی 'معین وقتی عرصہ ملازمت' کے ماتحت ۱۹۷۶ء تک اس آسامی پر لگایا گیا تھا۔لیکن ۱۹۷۶ء میں جب میرا یہ چار سالہ عرصہ پورا ہوا تو پہلے مجھے ۲۰ گریڈ سے ہٹا کر ۱۸ گریڈ پر پوسٹ کیا گیا اور پھر اسی سال جبری طور پر ریٹائر کر دیا گیا''

مکرم راجہ غالب صاحب نے مزید تحریر فرمایا کہ خاکسار نے جن بزرگوں اور عزیزوں سے اس سلسلے میں دعا کی درخواست کی تھی ان میں مکرم عبدالمالک صاحب آف لاہور کے علاوہ سلسلہ کے ایک اور بزرگ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوری بھی تھے۔اور یہ کہ انہیں بھی آپ کی بحالی کے سلسلے میں ایک آسمانی خبر ملی تھی۔چنانچہ مکرم راجہ صاحب موصوف نے اپنے مکتوب مذکورہ بالا میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے :

''مکرم مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے ۱۹۷۶ء کے آخر میں دو کشف دیکھے اور لکھا کہ یہ کشوف آپ کیلئے دعا کے نتیجے میں خاکسار کو حاصل ہوئے ہیں۔پہلے کشف میں آپ نے دیکھا کہ نوشتہ دیوار پر جلی حروف میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہوئے ہیں:''بھٹو بھٹی میں''۔اس پر مجھے خیال گذرا کہ ان الفاظ کا یہ مطلب بھی تو ہوسکتا ہے کہ بھٹو بھٹی میں پڑ کر اپنی اصلاح کر لے گا۔تو پھر الہام ہوا:

'وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو، ۱۹۷۶/۷۷ء'

اس پر مولانا موصوف نے لکھا کہ 'انشاء اللہ بھٹو اس سال وزیر اعظم نہیں رہے گا۔اور آپ کی اپنے عہدہ پر بحالی ہو جائے گی'۔اور عملاً ایسا ہی ہوا۔۱۹۷۷ء میں (یعنی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹائے جانے کے بعد۔ناقل) خاکسار کو اپنی پوسٹ پر بحال کر دیا گیا اور اس بارے میں ہونے والے ریٹائرمنٹ کے آرڈر منسوخ کر دئے گئے۔اور پھر خاکسار اس عہدہ پر .O.S.D کے طور پر کام کرتے ہوئے اپنی ملازمت کے ساتھ

(۶۰) سال پورے ہونے کے بعد ریٹائر ہوا۔الحمدللہ‘‘

آگے مکرم راجہ صاحب موصوف نے راقم الحروف کے استفسار پر اپنے مذکورہ بالا خط میں مندرجہ ذیل عبارت کا بھی اضافہ فرمایا:

’’خاکسار ۱۹۷۷ء میں جب بحال ہوا تو برادرم عبدالمالک کی رؤیاء کے مطابق مَیں نے انہیں ایک سوروپے بطور تحفہ پیش کئے جو انہوں نے کسی قدر ردوکدح کے بعد قبول کر لئے اور یوں ان کی خواب کا دوسرا پہلو بھی پورا ہو گیا‘‘

(بحوالہ اضافی مکتوب نمبر ۲۴، مورخہ ۱۰ر جولائی ۲۰۰۵ء)

﴿۶﴾

’’اللہ تمہیں نرینہ اولاد سے نوازے گا‘‘

اپنے پہلے نواسے حبیب الرحمٰن کی پیدائش کی آسمانی خبر

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ آپ کی بیٹی عزیزہ عطیۃ شیخ صاحبہ ایک لمبا عرصہ جرمنی میں مقیم رہنے کے بعد اس وقت انگلستان میں رہائش پذیر ہیں۔ان کے جرمنی میں قیام کے دوران جب خاکسار راقم الحروف نے ان سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے دونوں بیٹوں کی پیدائش میرے پیارے ابو جان کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتی ہیں:

’’۱۹۹۷ء میں جب ابو جان جرمنی میں تشریف لائے تو اگست تا ستمبر میرے پاس ہی رہے۔اور میرے لئے بہت دعائیں کیں۔ اُس وقت میری ایک ہی بیٹی عافیۃ الرحمٰن پیدا ہو چکی تھی اور قریباً دو سال کی تھی۔ہم اُس وقت اپنے کرائے کے مکان واقع روڈ گاؤ (Rodgau) میں رہتے تھے۔آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہمارے گھر کا دروازہ جو مشرق کی جانب کھلتا ہے اس میں سے سورج اپنی پوری آب و تاب سے نکل کر سارے گھر کو روشن کر رہا ہے۔مَیں اُس وقت حاملہ تھی اور مجھے پانچواں مہینہ تھا۔ابو جان نے اپنی خواب کے سلسلے میں مجھے مندرجہ ذیل تین باتیں بتائیں:

۱۔ یہ گھر تمہارے لئے بہت ہی بابرکت ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس گھر سے تم اپنے گھر جاؤ گی (اُس وقت ہم اپنا مکان بنانے کے متعلق سوچ رہے تھے اور انہیں اس بارے میں دعا کرنے کیلئے کہا تھا)

۲۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس دفعہ نرینہ اولاد سے نوازے گا، اور

۳۔ عقیل (میرے میاں شیخ عقیل الرحمٰن صاحب) کو اللہ تعالیٰ بہت اعلیٰ مقام اور عمدہ جاب (job) دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فرماتی ہیں، آج جبکہ اس خواب پر پورے آٹھ سال گذر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابا کے منہ کی نکلی ہوئی یہ تینوں باتیں پوری ہوگئی ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بھی عطا فرمایا ہے اور مَیں اُس کرائے کے مکان سے نکل کر سیدھی اپنے اِس مکان میں آئی ہوں (ان کا یہ مکان قصبہ ڈارم سٹٹ (Darmstadt) کی ذیلی بستی Griesheim میں واقع ہے جسے خاکسار نے خود بھی دیکھا ہے)

(نوٹ: اس سلسلے میں خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگرچہ آپکے پہلے کرایہ والے مکان کا گیٹ بھی مشرق کی طرف تھا مگر اتفاق سے ان کے اپنے تعمیر شدہ مکان کا مین گیٹ بھی مشرقی جانب ہے۔ یہ بات خاکسار کو عزیزہ عطیہ شیخ نے اس وقت بتائی جب خاکسار اپنی فیملی کے ہمراہ ان کے نئے گھر واقعہ Griesheim میں مدعو تھا۔ جب خاکسار نے برادرم عقیل صاحب سے پوچھا کہ کیا زمین خریدتے یا مکان تعمیر کرتے وقت آپ کو عطیہ کے ابوجان کی وہ رؤیا یاد تھی تو فرمانے لگے، بالکل نہیں۔ گویا ان کے نئے مکان کا ایسے طور پر تعمیر ہونا کہ بڑے دروازے کا رُخ مشرق کی طرف ہو، یہ سب کچھ خدائی تصرف کے ماتحت اور رؤیا کی تعبیر کے عین مطابق تھا)

پھر عزیزہ بتاتی ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی دیا جس کا نام اس کے بزرگ پڑدادا حضرت حبیب الرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ کے نام پر ''حبیب الرحمٰن'' رکھا گیا[۱]۔ تیسرے، عقیل صاحب اِس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی اچھی اور مالی اعتبار سے بڑی اونچی پوسٹ پر کام کر رہے ہیں۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک.

....

[۱] نوٹ: حضرت شیخ (منشی) حبیب الرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ، کپورتھلہ کے اولین صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا خاندانی تعارف اور آپ کی اپنی رؤیاء اور کشوف کا ذکر اسی جلد یعنی جلد پنجم کے باب اول میں ''کبار صحابہ'' کے عنوان کے تحت کرایا جاچکا ہے۔

﴿۷﴾

”بیٹا ہوگا، عطاء الرحمٰن نام رکھنا“

دوسرے نواسے کے بارے میں ملنے والی آسمانی خوشخبری

اسی طرح آپ کو اپنے دوسرے نواسے یعنی عزیزہ عطیہ کے دوسرے بیٹے عطاء الرحمٰن کی پیدائش کی آسمانی خبر بھی جس طور پر ملی اور پھر یورپی اطباء کی ماہرانہ اور جدید فن طبابت پر مبنی آراء کے علی الرغم جس غیر معمولی رنگ میں وہ حقیقت بن کر ظاہر ہوئی، وہ بھی خدا تعالیٰ کی شانِ مصوری کی ایک درخشندہ مثال اور اس خالقِ حقیقی کے اپنے بندوں کے ساتھ پیار کا ایک حسین جلوہ ہے۔ چنانچہ عزیزہ عطیہ اس کی دلچسپ اور ایمان افروز روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”جب مجھے پانچواں ماہ تھا اور یہ وہ عرصہ ہوتا ہے جس میں ڈاکٹر عموماً ہونے والے بچے کی تذکیر و تانیث کے بارے میں بتا دیا کرتے ہیں تو ڈاکٹروں نے بڑے وثوق سے کہا، لڑکی ہوگی۔ ادھر ابوجان نے بڑی دعاؤں کے بعد مجھے لاہور سے لکھا تھا کہ 'بیٹا ہوگا اور نام عطاء الرحمٰن رکھنا کیونکہ یہی نام خدا تعالیٰ نے مجھے اس بچے کا بتایا ہے'۔ ادھر چونکہ ڈاکٹر صاحبان اپنی رائے پر قائم تھے اور پیدائش کے دن قریب آرہے تھے اور پہلے ہی دن نام لکھوانا ضروری ہوتا ہے اس لئے ہم نے ابوجان کو دوبارہ فون پر کہا کہ لڑکی والا نام بھی رکھ دیں۔ اس پر انہوں نے دوبارہ یہی فرمایا کہ جب خدا نے مجھے بیٹے کی بشارت دی ہے تو مَیں لڑکی والا نام کیوں رکھوں۔ اس بارے میں ابوجان نے جو مجھے خط لکھا اس کے الفاظ یہ تھے:

”اب آپ کو بتا رہا ہوں کہ جب آپ نے مجھے خط کے ذریعہ بچے کا نام رکھنے کیلئے لکھا تو مَیں نے اپنے رب سے دعا کی اور عرض کیا کہ 'اے اللہ! ایک ہی نام ہو'۔ پس خدا تعالیٰ نے بتایا: 'عطاء الرحمٰن' “

نہ صرف یہ بلکہ ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا:

”اس بچے کی پرورش توجہ سے کرنا۔ اس کے آنے سے بہت فضل ہوگا۔ بن مانگے بہت

ملے گا۔بہت بابرکت اور بہتر حالات ہونگے۔اللہ تعالیٰ اس کا آنا مبارک کرے اور سب خوشیاں نصیب کرے.....اس کے آنے کے ساتھ بہت اچھے اور اعلیٰ رنگ میں تبدیلیاں ہونگی۔اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے،آمین ثم آمین!''

(مکتوب نمبر ۲۴ الف۔مورخہ ۲۰۰۴ء۔۰۲۔۱۳)

فرماتی ہیں، جب ابوجان نے دوبارہ وہی فرمایا جو وہ اس سے قبل اپنے خط میں لکھ چکے تھے تو اب دماغوں میں ایک جنگ کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور ہم سب انتظار کرنے لگے کہ دیکھتے ہیں، ڈاکٹروں کی بات درست نکلتی ہے یا خدائے ذوالعرش کی آسمان پر بنائی ہوئی تقدیر غالب آتی ہے۔آخر خدا کی بتائی ہوئی بات پوری ہوئی۔خدا نے ہمیں ۶ ؍اکتوبر ۲۰۰۰ء کو عطاء الرحمٰن کی شکل میں ایک پیارا سا بیٹا عطا فرمایا اور ڈاکٹر لوگ اپنا منہ دیکھتے رہ گئے۔بچے کی ولادت پر روزنامہ الفضل میں مندرجہ ذیل اعلان شائع ہوا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرمہ عطیۃ القدیر صاحبہ اور مکرم شیخ عقیل الرحمٰن کو مورخہ ۶ ؍اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک جرمنی میں لڑکا عطا فرمایا ہے۔نومولود کا نام عطاء الرحمٰن تجویز ہوا ہے۔نومولود شیخ مسعود الرحمٰن صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ کا پوتا اور مکرم عبدالمالک صاحب نمائندہ الفضل، لاہور کا نواسہ ہے''

(اخبار الفضل، ربوہ، مورخہ ۱۴ ؍اکتوبر ۲۰۰۰ء)

........☆........

مکرم میاں عبدالمالک صاحب آف لاہور کا تعارف:

آپ ۱۹ جولائی ۲۰۰۱ء کو فوت ہوئے۔آپ کی تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی مگر اس کے باوجود آپ کے اندر تبلیغ کا جوش جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا چنانچہ آپ ملکی اخبارات میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے۔نیز آپ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر جناب چودھری حمید نصر اللہ صاحب، کے دستِ راست کے طور پر ان کے ممد و معاون رہے اور ہمیشہ اور ہمہ وقت ہر خدمت کیلئے تیار رہتے۔اس کا اظہار مکرم چودھری صاحب موصوف نے ان کی وفات پر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا:'ان کی وفات سے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا آدھا جسم ختم ہوگیا ہے'۔

☆ ☆ ☆

☆

کلام الامام

’’رؤیا صادقہ کا کثرت سے آنا اور کامل طور پر آنا اور مہمات عظیمہ میں آنا اور انکشاف تام سے آنا، یہ خاصہ امت محمدیّہ کا ہے۔اس میں کسی دوسرے فرقہ کو مشارکت نہیں اور عدم مشارکت کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمام لوگ صراط مستقیم سے دُور اور مہجور ہیں اور اُن کے خیالات دنیا پرستی اور مخلوق پرستی اور نفس پرستی میں لگے ہوئے ہیں۔اور راستبازوں کے نور سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ملتا ہے، بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں‘

(’’براہین احمدیہ‘‘، روحانی خزائن، جلد اول۔صفحہ ۲۸۶۔حاشیہ در حاشیہ)

☆

مکرم چودھری عبدالباری احمدی صاحب، کیلگری، کینیڈا

اب ایک اَور احمدی چودھری عبدالباری صاحب کی بعض رؤیاء ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔آپ بھی اُن احباب جماعت میں سے ہیں جنہوں نے خاکسار کا روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہونے والا اعلان پڑھ کر کینیڈا سے خاکسار کو خط لکھا جس میں آپ نے اپنی متعدد رؤیاء بیان فرمائیں ۔آپ ۱۹۶۹ء میں پاکستان سے روانہ ہو کر جرمنی سے ہوتے ہوئے پہلے ڈنمارک میں پہنچے۔وہاں چند سال رہنے کے بعد آپ کینیڈا تشریف لے گئے ۔اس وقت آپ کیلگری (کینیڈا) میں مقیم ہیں۔

۱

’’باراتی ایک ہسپتال میں گئے ہیں‘‘

فرماتے ہیں، مَیں جب ابھی پاکستان میں تھا تو اپنے ایک دوست خلیفہ طاہر احمد صاحب آف کوئٹہ کی بارات میں شامل ہو کر ان کے ساتھ بذریعہ ریل کراچی جا رہا تھا کہ

’’سفر کے دوران ہی رات خواب میں دیکھا کہ ہم سب باراتی کسی ہسپتال میں گئے ہیں وہاں ہمیں مریض بھی نظر آئے ہیں۔پھر خواب کے اندر یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ جن کے ہاں گئے ہیں، یعنی صاحب خانہ،ان کا اپنا گھر بھی ساتھ ہی ہے‘‘

فرماتے ہیں، جب آنکھ کھلی تو مَیں فکر مند بھی ہوا اور شرمندہ بھی کہ ایک خوشی کے موقع پر یہ کیسا منظر مَیں نے دیکھا ہے۔تاہم مجھ سے نہ رہا گیا اور مَیں نے اپنے دوست خلیفہ طاہر احمد صاحب سے کہا:

’’مجھے ایک عجیب سی خواب آئی ہے مگر مَیں وہ تمہیں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ تم برا نہ مناؤ۔اور جب مَیں نے انہیں اپنی یہ خواب سنائی تو وہ کہنے لگے،’باری، آپ کو بالکل سچا نظارہ دکھلایا گیا ہے۔بات یہ ہے کہ جن کے ہاں ہم جا رہے ہیں (یعنی لیڈی ڈاکٹر محمودہ نذیر صاحبہ) وہ ڈاکٹر ہیں اور انہوں نے اپنی کوٹھی کے آدھے حصہ میں ہسپتال کھولا ہوا ہے۔اور جب ہم وہاں جائیں گے تو یقیناً مریض بھی دیکھیں گے‘‘

فرماتے ہیں، جب ہم کراچی پہنچے تو بعینہ وہی منظر دیکھنے میں آیا جو مَیں ایک رات قبل خواب میں دیکھ چکا تھا۔ بلکہ مَیں اُس رات خود بھی ہسپتال کے ایک بیڈ پر سویا۔

﴿ ۲ ﴾

”عارف کے گھر لڑکا ہوا“

دوسرے نمبر پر آپ کا بتایا ہوا ایک ایسا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس میں آپ کی زبان پر جاری ہونے والا ایک کلمہ کچھ عرصہ بعد حقیقت کا جامہ پہن کر منصۂ شہود پر آ گیا۔

یہ واقعہ جولائی ۱۹۶۵ء کا ہے یعنی اُس وقت کا جب آپ ابھی پاکستان میں ہی تھے۔ اُن دنوں جبکہ آپ تربیتی کلاس میں شمولیت کی غرض سے مرکز سلسلہ ربوہ میں تشریف لائے ہوئے تھے تو فرماتے ہیں، ایک دن اچانک صبح کے وقت عین بیداری کی حالت میں میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے:

”عارف کے گھر لڑکا ہوا“

فرماتے ہیں:

”میرا ایک دوست عارف نامی تھا تو سہی لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔ پھر اچانک یہ کیا ماجرا ہوا۔ چنانچہ جب میں کلاس کے بعد اپنے گھر کوئٹہ واپس آیا اور مَیں نے اپنے اسی دوست عارف سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ ہنس دیا۔ مگر وہ آسمانی خبر اس کے دو تین ماہ بعد یوں پوری ہوئی کہ عارف کے گھر اس کا بھائی پیدا ہوا جس کا اس سے قبل مجھے کچھ علم نہ تھا کہ ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہونے والا ہے۔

﴿ ۳ ﴾

”آپ کو جانے کی اجازت ہے“

چودھری عبدالباری صاحب ۱۹۶۹ء کے اوائل میں پاکستان سے بیرون ممالک کے لئے روانہ ہوئے اور جرمنی کے شہر میونخ اور فرانکفورٹ سے ہوتے ہوئے ڈنمارک پہنچ گئے۔ ابھی جب آپ میونخ میں ہی تھے تو آپ نے ایک ایسا منظر دیکھا جو آپ کے ڈنمارک میں پہنچنے اور وہاں پر سیٹ ہو جانے کی بشارت دے رہا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

”مَیں نے دیکھا کہ خاکسار اور برادرم مظفر احمد صاحب کوپن ہیگن ائرپورٹ پر اترے

ہیں اور پاسپورٹ چیک کروا رہے ہیں۔ اِس دوران امیگریشن کے عملے کا ایک افسر کہتا ہے کہ ہماری مرضی ہے جسے چاہیں گذرنے دیں اور جسے چاہیں روک لیں یا ٹورسٹ کی مہر لگا کر جانے دیں۔ مگر تمہیں ہم (بغیر ٹورسٹ کی مہر لگائے) جانے دیتے ہیں''

اس کے بعد یکم دسمبر کو ہم دونوں میونخ شہر سے چل کر فرانکفورٹ میں مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی (مبلغ جرمنی) کے پاس پہنچ گئے۔ اُسی روز صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب بھی ڈنمارک سے تشریف لائے تھے۔ جب انہیں ہمارے وہاں جانے کے پروگرام کا علم ہوا تو فرمانے لگے، آجکل بڑی سختی ہو رہی ہے اور کسی شخص کو ٹورسٹ کی مہر لگائے بغیر آگے نہیں جانے دیا جاتا۔ مَیں نے انہیں اپنی خواب سنائی تو مسکرا دئے اور پھر وہی باتیں ہونے لگیں کہ حالات کافی خراب ہیں۔ تاہم فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جب ہم ایک ہفتہ بعد یعنی ۸/دسمبر کو کوپن ہیگن ائر پورٹ پر اترے تو ہمارے ساتھ بالکل وہی ہوا جو خواب میں دکھایا گیا تھا۔ یعنی جہاں ہم سے پہلے اور ہمارے بعد داخل ہونے والے سب لوگوں کے پاسپورٹوں کے اوپر ''ٹورسٹ'' کی مہریں لگائی جا رہی تھیں، ہم دونوں کو بغیر مہر لگائے آگے جانے کی اجازت مل گئی اور اس طرح پر خدا کی بتائی ہوئی بات پوری ہو کر ایک بار پھر اس کی زندہ اور عالم الغیب ہستی کی گواہ بن گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔''

﴿۴﴾

''باری، تم اذان دو''

فرماتے ہیں، ۱۶/اپریل ۱۹۶۹ء کی بات ہے جبکہ مَیں ابھی میونخ (جرمنی) میں تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ

''حضرت امیر المومنین، خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مغربی جرمنی تشریف لائے ہیں۔ میونخ (München) کے ریلوے سٹیشن پر نماز جمعہ ہو رہی ہے۔ حضور فرماتے ہیں، اذان دی جائے۔ اس پر ایک آدمی اذان دینے لگتا ہے تو مسعود احمد صاحب جہلمی (مبلغ سلسلہ جرمنی جن کا ذکر اوپر کے واقع میں بھی آیا ہے۔ ناقل)

خاکسار کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں، 'باری، تم اذان دو'۔ چنانچہ مَیں اٹھ کر اذان دینے لگتا ہوں۔ اُس وقت کوئی دوسو کے لگ بھگ آدمی نماز پڑھنے والے ہوتے ہیں''

آپ کی یہ خواب جزوی رنگ میں یوں پوری ہوئی کہ اگلے سال یعنی ۱۹۷۰ء میں جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ مغربی افریقہ کے دورہ سے واپس آنے کے بعد ہالینڈ میں ورود فرما ہوئے تو فرماتے ہیں، خاکسار اُس وقت ڈنمارک میں تھا اور حضور سے ملاقات کی غرض سے ہالینڈ آیا تھا کہ حضور کی موجودگی میں مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی اچانک مجھے کہنے لگے: 'باری، تم اذان دو'۔ اس طرح مجھے اذان دینے کا بھی شرف حاصل ہوا اور میری چند ماہ پہلے دیکھی ہوئی رؤیاء بھی پوری ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

﴿ ۵ ﴾

''مَیں مسجد کوپن ہیگن کے فرش پر لیٹا ہوا ہوں''

آپ کی بتائی ہوئی یہ پانچویں خواب بھی اُس وقت کی ہے جب ابھی آپ میونخ میں ہی تھے۔ آپ نے دیکھا کہ

> ''مَیں کوپن ہیگن (ڈنمارک) کی احمدیہ مسجد (مسجد نصرت جہان) کے ہال میں فرش پر لیٹا ہوا ہوں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ کچھ اَور لوگ بھی میری طرح وہاں لیٹے ہوئے ہیں'' [ا]

فرماتے ہیں اُس وقت تک میرا ارادہ ڈنمارک جانے کا بن تو چکا تھا لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ اول تو وہاں پہنچنا ہی ناممکنات میں سے تھا۔ بارڈر پر کافی سختی ہوتی تھی اور اکثر لوگوں کو جو جرمنی سے ڈنمارک جا رہے ہوتے تھے بارڈر پر سے ہی واپس کر دیا جاتا تھا۔ دوسرے

....

[ا] ''مسجد نصرت جہان'' ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن سے ملحقہ قصبہ میں تعمیر ہونے والی احمدیہ جماعت کی وہ مسجد ہے جس کا افتتاح جماعت کے تیسرے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۶۷ء میں اپنے پہلے یورپی ممالک کے دورہ کے دوران فرمایا تھا۔

اگر کسی کو اجازت دی جاتی تو اس کے پاسپورٹ پر ’’ٹورسٹ‘‘ کی مہر لگادی جاتی تھی جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ملک میں رہتے ہوئے وہ کوئی کام نہیں کر سکے گا۔ڈنمارک میں اگرچہ کچھ احمدی دوست اس سے قبل پہنچ چکے تھے اور انہیں کام کی اجازت بھی مل چکی تھی مگر حکومت اس خیال سے کہ یہ لوگ یہاں کام کرنے کیلئے آتے ہیں، محض سیر وتفریح کیلئے نہیں آتے محتاط ہوگئی تھی اور پاسپورٹوں پر ’’ٹورسٹ‘‘ کی مہر لگادیتی تھی۔تاہم آپ کو اپنی خواب میں گویا ایک طرح کی بشارت دی گئی تھی کہ آپ ٹورسٹ کی مہر لگنے کے بغیر ہی ڈنمارک پہنچ جائیں گے۔چنانچہ ایسی ہی ہوا۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

’’دسمبر ۱۹۶۹ء میں خاکسار باوجود نامساعد حالات کے ملک ڈنمارک داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا اور پھر جیسا کہ خواب کے اندر دکھلایا گیا تھا آنے والے دوستوں کی کثرت کی وجہ سے مجھے اور بعض دیگر احمدی احباب کو کئی ماہ تک متواتر مسجد نصرت جہان کوپن ہاگن کے فرش پر لیٹنے اور راتیں گذارنے کا موقع ملا‘‘

﴿ ۶ ﴾

’’بشریٰ نامی لڑکی سے میری شادی ہورہی ہے‘‘

آپ کو اپنی شادی کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملی۔اس کے بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

’’۱۹۷۱ء میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ بشریٰ نامی لڑکی سے میری شادی ہورہی ہے۔پھر ۷۲/۹/۱۱ کو دیکھا کہ میری شادی محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب (مفتیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی صاحبزادی مبارکہ بشریٰ سے ہورہی ہے۔اس سے قبل خاکسار اس رشتہ کیلئے محترم سید میر داؤد احمد صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ، ربوہ) کے توسط سے کوشش کر چکا تھا اور جواب ملا تھا کہ ان کا رشتہ کہیں اَور طے ہو چکا ہے‘‘

فرماتے ہیں، تاہم یہ آسمانی خبر پوری ہوئی۔یعنی خاکسار کا رشتہ محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب کی اسی چھوٹی صاحبزادی مبارکہ بشریٰ سے ہوگیا جس کے بارے میں پہلے یہ اطلاع تھی کہ اس کا رشتہ

کہیں طے پا چکا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۱ر فروری ۱۹۷۳ء کو ہمارے نکاح کا اعلان فرمایا۔

(مکتوب نمبر ۸۔ مورخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۷۹ء)

.......☆.......

تعارف: چودھری عبد الباری صاحب کوئٹہ (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ پاکستان سے روانہ ہو کر پہلے جرمنی کے شہر میونخ میں پہنچے اور پھر کچھ عرصہ فرانکفورٹ میں قیام کرنے کے بعد دسمبر ۱۹۶۹ء میں ڈنمارک تشریف لے گئے۔ وہاں قریباً پانچ سال قیام کرنے اور جماعتی خدمات بجالانے کے بعد آپ دسمبر ۱۹۷۴ء میں ٹورونٹو (کینیڈا) تشریف لے گئے۔ اِس وقت آپ کینیڈا کے ایک دوسرے بڑے شہر کیلگری (Calgary) میں مقیم ہیں۔ یہ وہ شہر ہے جہاں حال ہی میں (۲۰۰۸ء میں) براعظم امریکہ اور کینیڈا کی سب سے بڑی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ مکرم باری صاحب نے خاکسار کو فون پر بتایا کہ کینیڈا میں اپنے 35 سالہ عرصہ قیام میں آپ کو متعدد جماعتی خدمات بجالانے کے مواقع نصیب ہوئے ہیں۔ مثلاً آپ پورے تیس سال وہاں کی جماعت کے سیکرٹری مال رہے۔ پھر کیلگری کی "بیت النور" کے نام سے تعمیر ہونے والی مسجد کے لئے بھی جماعتی فنڈ اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملک بھر میں دورے کرنے اور قریباً تیس ملین ڈالر کی خطیر رقم جمع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا ہے جو سب کے سب شادی شدہ اور اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دین کا خادم بنائے۔ آمین!

☆ ☆ ☆

سید ساجد احمد صاحب، پٹس برگ (کیلیفورنیا)

اب خاندان سادات کے چشم و چراغ اور احمدیت کی گود میں پروان چڑھنے والے ایک اَور ایسے سعید الفطرت نوجوان کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے خاندان کے چھوٹے بڑے سب افراد کو ان روحانی تجربات کا مشاہدہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جو غلامان احمد کے حوالے سے بیان کئے جا رہے ہیں اور جن کی بدولت ان کی ساری زندگی ایک خوشگوار اور دلگداز داستان میں تبدیل ہوگئی۔ یہ نوجوان جن کا نام گرامی سید ساجد احمد ہے، ان کے مورث اعلیٰ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک صحابی حضرت سید محمد یوسف شاہ صاحب تھے جو خود بھی اپنی نیکی ،تقویٰ اور عبادت گزاری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہی کی ایک رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾

''رؤیاء میں مڈل کے امتحان میں حاصل شدہ نمبر بتائے گئے''

سید ساجد احمد صاحب اپنے دادا کی یہ رؤیا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے دادا محترم سید محمد یوسف شاہ صاحب صدر انجمن احمدیہ پاکستان (ربوہ) میں بطور مختار عام جائداد ملازم تھے۔ جب مَیں نے ۱۹۶۳ء میں محکمہ تعلیم لاہور میں مڈل کا امتحان دیا تو

''آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے ۷۰۱ یا ۷۱۰ نمبر آئے ہیں۔ (یعنی صبح اٹھنے کے بعد وہ بھول گئے کہ صفر کا ہندسہ درمیان میں تھا یا دائیں جانب)۔ جب نتیجہ نکلا تو میرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۸۵۰ میں سے ۷۱۰ نمبر آئے۔ اس طرح دادا جان کی دیکھی ہوئی رؤیاء سو فیصد پوری ہو کر اللہ تعالیٰ کی عالم الغیب اور زندہ ہستی پر گواہ بن گئی''

آپ فرماتے ہیں، اس طرح پر مَیں نے ضلعی بورڈ میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کی اور اپنے سکول (نوشہرہ ورکاں ،ضلع گوجرانوالہ) میں فرسٹ پوزیشن حاصل کرنے پر میرا نام سکول کے میرٹ بورڈ پر بھی لکھا گیا۔

☆ ☆ ☆

﴿۲﴾

’’مَیں سکول بھر میں اوّل آیا ہوں‘‘

آپ کی ایک دعا کا ثمرہ

دوسری رؤیاء وہ ہے جو سید ساجد احمد صاحب نے خود اپنے امتحان کے نتیجہ کے بارے میں دیکھی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

’’۱۹۶۵ء میں مَیں نے ایم۔بی۔ ہائی سکول نمبر۲ حافظ آباد سے میٹرک کا امتحان دیا۔ اس سے قبل جو آخری امتحان سکول کی طرف سے لیا گیا تھا، اس میں میرا ایک ہم جماعت محمد اکرم مجھ سے ۱۳ نمبر زیادہ حاصل کر کے اوّل آیا تھا۔ اس پر مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ! بورڈ کے امتحان میں میرے نمبر اس لڑکے سے زیادہ آئیں۔ خواب میں دیکھا کہ مَیں اپنی کلاس میں کھڑا ہوں اور ہمارے ایک استاد محمد صادق صاحب جو ہمیں انگریزی پڑھاتے تھے، ایک ڈیسک پر بیٹھے مجھے بتا رہے ہیں کہ ’مَیں اول آیا ہوں‘۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ایسا ہی ہوا۔ مَیں سکول میں اوّل آیا اور میرا نام سکول کے میرٹ بورڈ پر لکھا گیا جو غالباً اب بھی لکھا ہوا موجود ہوگا‘‘

﴿۳﴾

’’فیل کا لفظ کاٹ کر پاس لکھا ہوا ہے‘‘

یونیورسٹی کے امتحان کے نتیجہ سے اطلاع ملی

آپ مزید فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایسا فضل ہوا کہ ہر امتحان میں وہ عالم الغیب خدا مجھے اپنے نتیجہ سے قبل از وقت اطلاع بخشتا رہا۔ مثلاً آپ بذریعہ رؤیاء ان میں سے ایک امتحان کے بارے میں ملنے والی آسمانی اطلاع کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

’’جب مَیں پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔ ایس۔ سی سال اوّل کا طالب علم تھا تو خواب میں

دیکھا کہ میری کلاس کا نتیجہ میرے سامنے ہے اور میرے نام کے آگے سارے مضمونوں میں 'پاس' لکھا ہوا ہے، سوائے ایک مضمون کے جس کا مجھے فکر تھا۔مگر وہاں بھی 'فیل' کا لفظ کاٹ کر 'پاس' لکھا ہوا تھا۔جب نتیجہ نکلا تو مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے سب مضمونوں میں کامیاب تھا''

﴿۴﴾

''افسراعلیٰ کی رخصت کی منظوری کا خط مجھے دکھایا گیا''

اللہ تعالیٰ حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے غلاموں پر اپنے حسن واحسان کے کیا کیا جلوے دکھا رہا ہے، یہ ایک ایسی ظاہر وباہر حقیقت ہے کہ دشمنان اسلام یا مخالفین احمدیت میں سے کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔چنانچہ یہ جملہ واقعات جو بیان کئے جارہے ہیں، ہمارے مخالفین کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔اب اسی سلسلہ میں اس احمدی نوجوان سید ساجد احمد کی بیان کردہ ایک اور رؤیاء بیان کی جارہی ہے۔وہ فرماتے ہیں:

''میرا ایک افسر کچھ عرصہ سے چھٹی کیلئے کوشش کر رہا تھا۔لیکن ہر بار ان کی درخواست نامنظور ہوکر واپس آجاتی۔حتیٰ کہ انہوں نے اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کرنا ہی چھوڑ دیا۔اور خاموشی سے چھٹی کی درخواست بھیج دی۔مجھے اس بات کا کچھ علم نہ تھا۔لیکن مَیں نے خواب میں دیکھا کہ افسران بالا کی طرف سے ان کی رخصت منظور ہوکر آگئی ہے، بلکہ وہ خط منظوری کا مجھے خواب کے اندر دکھایا بھی گیا۔اگلے روز مَیں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے پھر کوئی درخواست چھٹی کیلئے دی ہے؟ میرے سامنے تو انہوں نے انکار کیا۔مگر چند دنوں بعد انہیں مذکورہ بالا خط مل گیا جس سے میری خواب کی تصدیق ہوگئی''

مگر فرماتے ہیں، مَیں نے ان سے اپنی خواب کا ذکر اس لئے نہ کیا کہ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ مَیں ان کی ڈاک دیکھتا رہتا ہوں۔

☆ ☆ ☆

﴿5﴾

”مَیں افریقہ کے ملک میں ہوں“

سید ساجد احمد صاحب ایم۔ایس،سی (M.Sc.) کرنے کے بعد وقف کر کے سلسلہ کی طرف سے جاری کردہ ”نصرت جہان سکیم“ کے تحت کچھ عرصہ کیلئے غانا (مغربی افریقہ) میں تعلیمی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ یہ ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ تاہم مغربی افریقہ جانے سے پہلے جب آپ ابھی پاکستان میں ہی تھے تو فرماتے ہیں

”مَیں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مَیں افریقہ کے کسی ملک میں ہوں۔ میرے دائیں ہاتھ دیوار پر ایک کیلنڈر لٹکا ہوا ہے جو میرے اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کے بعد میری پوسٹنگ غانا میں ہوئی تو مجھے وہاں اپنے ساڑھے تین سالہ عرصۂ قیام کے دوران امیر صاحب غانا، مولوی عبدالوہاب صاحب آدم، کی ہدایت اور رہنمائی میں کئی بار جماعت کے لئے کیلنڈر ڈیزائن کرنے اور ان پر عربی عبارات تحریر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بلکہ ۱۹۷۷ء کا سارے کا سارا کیلنڈر خاکسار کا ہی تیار کردہ ہے۔ گویا خاکسار کا ملک غانا میں قیام خدا کی پہلے سے تیار شدہ تقدیر کا عملی ظہور تھا جس سے اس کی وراء الوراء ہستی پر ایک زندہ دلیل قائم ہوتی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک“

(مکتوب نمبر ۵۶، مورخہ ۱۰/ اپریل ۱۹۷۹ء)

........☆........

تعارف: سید ساجد احمد صاحب جیسا کہ اوپر متن میں بتایا جا چکا ہے، ایم۔ایس،سی (M.Sc.) کرنے کے بعد وقف زندگی کر کے مغربی افریقہ چلے گئے جہاں وہ سلسلہ کے ماتحت کھلنے والے سکولوں میں کچھ عرصہ تک غانا میں تعلیمی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ یہ ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ اِس وقت آپ امریکہ میں نارتھ ڈاکوٹا سٹیٹ یونیورسٹی میں ریسرچ انجینئر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بچوں سے نوازا ہے۔ آپ کی تین بیٹیوں میں سے سب سے بڑی عزیزہ عامرہ کی شادی ہو چکی ہے اور وہ واشنگٹن ڈی۔سی میں ہوتی ہے۔ دوسری اور تیسری بیٹی عائشہ اور ثمرہ اور بیٹا، عزیز یوسف یہ سب ابھی کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو اور انہیں دینی اور دنیوی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر انور احمد فضل عمر ڈینٹل کلینک، چونیاں، ضلع قصور

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں بچوں اور عورتوں کو بھی سچی خوابیں آئیں گی، کی عملی تعبیر میں لائے جانے والے واقعات کے تسلسل میں اب ایک ایسے احمدی خاندان کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے چھوٹے بڑے جملہ افراد کو خدا تعالیٰ نے رؤیاہائے صالحہ اور کشوف کی نعمت سے نوازا تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے ایک نونہال ڈاکٹر انور احمد صاحب، چونیاں، ضلع قصور، خاکسار کے نام خط لکھتے ہوئے سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار مکرم صوبیدار میجر (ریٹائرڈ) عبدالحمید صاحب کی تین رؤیاء صالحہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پہلی رؤیا

''بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام وقار احمد رکھا گیا ہے''

اپنے ہم زلف کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی آسمانی خبر

آپ بیان کرتے ہیں کہ اندازاً ۱۹۵۲ء کی بات ہے، ابا جان مع اہل وعیال اپنے ہم زلف یعنی میرے خالو چودھری سردار احمد صاحب کے ہاں گئے ہوئے تھے کہ رات خواب میں انہیں ایک ایسی خبر ملی جس کے بارے میں انہیں اس سے قبل کچھ معلوم نہ تھا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

'ہم شام کے وقت ان کے ہاں پہنچے۔ ہمیں قطعاً کوئی علم نہ تھا کہ آیا ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ رات سوتے ہوئے ابا جان نے خواب میں دیکھا جیسے ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس کا نام وقار احمد رکھا گیا ہے۔ ابھی ابا جان یہ خواب دیکھ ہی رہے تھے کہ میری والدہ آئیں اور ہمیں جگا کر مبارک باد دیتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کے ہم زلف کو خدا تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اس پر ابا جان نے انہیں بتایا کہ مَیں ابھی ابھی یہی خواب دیکھ رہا تھا''

گویا ادھر بچے کی ولادت کا سامان ہو رہا تھا، اُدھر آسمان کا خدا اپنے اعلام سماوی کے ذریعے اپنے

بندے کو اس کی خبر پہنچا رہا تھا۔تو یہ ہیں خدا کی قدرت کے عجیب وغریب کام جن سے دنیا ناآشنا ہے اور نہیں جانتی کہ اگر اس ذات پاک سے تعلق جوڑا جائے تو ان کیلئے وہ اپنی قدرت کے کیا کیا کرشمے دکھاتا ہے۔مگر اس کو پانے کا ایک ہی ذریعہ ہے جو زمانہ کے مامور نے بتلایا ہے:

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے ☆ کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

☆☆☆

دوسری رؤیا

''بارش آج نہیں،کل ہوگی''

فرماتے ہیں،ابا جان نے اپنی ایک دوسری رؤیاء بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''۵فروری ۱۹۷۹ء کی بات ہے کہ رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ بادل بہت گھرے آئے ہیں اور مَیں بچوں سے کہتا ہوں کہ بے شک بادل تو آئے ہیں مگر بارش آج نہیں،کل ہوگی''

فرماتے ہیں:

''جب ہم صبح نیند سے بیدار ہوئے تو ابا جان نے اپنی یہ خواب سب کو سنادی۔پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بادل آ گئے ہیں۔اب ہم سوچنے لگے کہ دیکھتے ہیں ابا جان کی خواب کیسے پوری ہوتی ہے۔پھر ابا جان نے فیکٹری میں جا کر بھی سب لوگوں کو جو گھرے بادلوں کو دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ آج بارش بہت ہوگی کہہ دیا کہ آج نہیں بارش کل ہوگی۔اور پھر ایسا ہی ہوا۔اُس دن بادلوں کے بڑے زور وشور سے آنے کے باوجود بارش کا ایک قطرہ تک نہ گرا۔مگر اگلے روز ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ہر طرف جل تھل ہوگیا۔اور اس طرح خدا کی بات پوری ہو کر اس کی زندہ ہستی کا نشان بن گئی۔

☆☆☆

تیسری رؤیاء

’’میرا بھائی واپس آگیا ہے‘‘

فرماتے ہیں، ابا جان نے اپنی ایک تیسری رؤیا میرے بڑے بھائی محمد احمد کے بارے میں بتائی۔ یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے کہ جب وہ جرمنی گیا ہوا تھا اور مَیں خود بھی جرمنی جانے کیلئے گھر سے روانہ ہو چکا تھا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ محمد احمد واپس آگیا ہے۔ چونکہ مَیں (انور احمد) جرمنی کیلئے روانہ ہو چکا تھا اس لئے خواب کے اندر ہی ابا جان اسے کہتے ہیں کہ ’تم آگئے ہو تو انور احمد کا کیا بنے گا‘

فرماتے ہیں، ابا جان نے یہ خواب سب کو سنا دی۔ اگلے دن اچانک میرے بھائی محمد احمد کا جرمنی سے تار موصول ہو گیا کہ وہ جلد واپس آ رہا ہے حالانکہ اس کا اس سے پہلے ایسا کوئی پروگرام نہ تھا۔ اِس سے طبعاً سب گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور جیسے خواب میں دکھلایا گیا تھا، سب کہنے لگے کہ انور احمد کا کیا بنے گا۔ چنانچہ محمد احمد کو ٹیلیگرام دی گئی کہ ابھی وہ نہ آئے۔ اس پر محمد احمد تو ٹیلیگرام پہنچنے پر رک گیا مگر مجھے سیٹ نہ مل سکنے کی وجہ سے واپس آنا پڑا۔ بہرحال خواب پوری ہو گئی اور اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر ایک نیا ایمان پیدا ہوا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!**

☆ ☆ ☆

آپ کی والدہ صاحبہ کی رؤیاء

’’ان کی نند کے گھر کوئی فوت ہو گیا ہے‘‘

اب ذیل میں ڈاکٹر انور احمد صاحب اپنی والدہ محترمہ امۃ الامین صاحبہ کی ایک رؤیاء بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح انہیں رؤیاء میں ملنے والی بیک وقت دو آسمانی خبریں چند ماہ بعد ایک ساتھ پوری ہو کر اس پاک ذات پر زندہ گواہ بن گئیں۔ فرماتے ہیں:

’’والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ ان کی نند، امۃ الحمید، کے گھر کوئی فوت ہو گیا ہے اور سب لوگ رو رہے ہیں۔ ادھر نند کی لڑکی (جو والدہ کی بھتیجی لگتی ہیں) کے سسرال کے بارے میں دیکھا کہ ان کے ہاں شادی ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ خواب کے اندر ہی کہتی ہیں کہ

یہ عجیب ہے کہ ایک طرف لوگ رو رہے ہیں اور دوسری طرف خوشی ہو رہی ہے۔ چونکہ عموماً خواب کے اندر رونا اچھی خبر کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور شادی غمی پر دلالت کرتی ہے لہذا دونوں مناظر کی تعبیر ان کے برعکس معنوں میں کی گئی“

آگے فرماتے ہیں، اور عملاً اسی طرح ہوا۔ یعنی اسکے چند ماہ بعد خبر آئی کہ انکی بھتیجی (یعنی والدہ کی نند کی بیٹی) کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ دوسری خبر یہ ملی کہ اسی روز اس کی ساس کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس طرح پر یہ دونوں آسمانی خبریں جیسے ملی تھیں ایک ساتھ پوری ہو کر زندہ خدا کی ہستی کا نشان بن گئیں“

☆ ☆ ☆

آپ کی والدہ کی دوسری رؤیاء
”آسمان سے نازل ہونے والی ایک تسلی“

یہ دوسری رؤیاء بھی ان کی والدہ کی ہے اور ان دنوں کی ہے جب ۱۹۷۴ء میں پاکستان کے اندر احمدیوں کے خلاف بھڑکائے جانے والے فسادات کے نتیجہ میں احمدیوں کو سخت جانی اور مالی نقصان پہنچایا جا رہا تھا۔ خود ان کے اپنے بیٹے کا کاروبار بھی تباہ کر دیا گیا تھا۔ اس سخت پریشانی کے عالم میں فرماتے ہیں والدہ صاحبہ کو الہام کی صورت میں اپنے رب کی طرف سے ایک تسلی ملی جو پوری ہو کر اس کی وراء الوراء ہستی پر زندہ گواہ بن گئی۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”جب ۱۹۷۴ء کا رمضان المبارک آیا تو ہمارے لئے سخت پریشانی کے حالات پیدا ہو گئے۔ بھائی محمد احمد کا فوٹو سٹوڈیو جلا کر تباہ کر دیا گیا تھا۔ ادھر ابا جان فوج سے ریٹائر ہو چکے تھے مگر ابھی انہیں پنشن ملنی شروع نہ ہوئی تھی۔ جو رقم پہلے اکٹھی ملی تھی وہ خرچ ہو چکی تھی۔ غرض بہت پریشانی کا عالم تھا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں:

مَیں تہجد پڑھ کر بیٹھی تھی کہ اونگھ آ گئی۔ اس دوران زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے: اَنزَلَ السَّكِينَةَ. مَیں اُسی وقت اٹھی اور قرآن کریم کھول کر دیکھنا چاہا کہ یہ الفاظ کہاں لکھے ہیں اور ان کے کیا معنی ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہوئی کہ جو صفحہ مَیں نے کھولا، اسی جگہ یہ الفاظ مل گئے۔ (یہ کلمات سورۃ الفتح کی ۱۹ویں آیت میں آتے

ہیں: ’فَاَنزَلَ السَّکِینَۃَ عَلَیھِم‘ ۔ناقل)۔چنانچہ خدا تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس آسمانی تسلی کے مطابق جلد ہی بڑے بچے محمد احمد کو واپڈا میں اوورسیئر کی پوسٹ مل گئی جس سے آسودگی کی صورت پیدا ہو گئی۔فالحمد للّٰہ‘‘

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر انور احمد صاحب کی دو اپنی رؤیاء

اب ذیل میں ڈاکٹر انور احمد صاحب کی دو اپنی رؤیاء درج کی جاتی ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

پہلی رؤیاء

’’خطبہ دیتے دیتے مغرب کا وقت ہو جاتا ہے‘‘

’’۱۹۷۸ء کی بات ہے،مَیں لاہور میں تھا کہ خواب میں دیکھا،مربی صاحب مسجد میں خطبہ دے رہے ہیں۔جب وہ تھک جاتے ہیں تو مَیں خطبہ دینے لگ جاتا ہوں۔اسی دوران شام یعنی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے اور باہر نماز مغرب کی اذان کی آواز آنے لگتی ہے۔اس پر مَیں دل میں سوچتا ہوں کہ یہ کیا ہو گیا ہے،خطبہ جلدی ختم کر دینا چاہئے تھا۔یہ تو مغرب کا ٹائم ہو گیا ہے۔اسی اضطراب کی حالت میں میری آنکھ کھل جاتی ہے‘‘

فرماتے ہیں،اس خواب کی تعبیر مکرم مولانا دوست محمد صاحب (مؤرخ احمدیت) نے یہ بتائی کہ خدا تعالیٰ مجھے مغربی ممالک میں جانے اور وہاں تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا‘‘

فرماتے ہیں،عملاً یہ تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ اس رؤیا کے چند ماہ بعد ہی غیر متوقع طور پر میرے برلن (مغربی جرمنی) جانے کا پروگرام بن گیا۔وہاں رہتے ہوئے ایک دن جماعت کے صدر صاحب کے ارشاد پر مجھے خطبہ جمعہ دینے کا موقع ملا۔پھر ایک دن ایسا بھی ہوا کہ مجھے دو جرمنوں اور ایک امریکن دوست کو تبلیغ کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔نیز اذان دینے اور نماز پڑھانے کے تو کئی مواقع میسر آئے۔اور اس طرح پر تصویری زبان میں ملنے والی یہ آسمانی خبر پوری ہو کر رب العزت کی ذات بابرکات کی گواہ بن گئی۔

دوسری رؤیاء

''جرمن حکومت نے ویزا نہیں دیا''

فرماتے ہیں، خاکسار جن دنوں برلن (مغربی جرمنی) میں مقیم تھا اور ویزے کی مشکلات درپیش تھیں تو ایک دن خواب میں دیکھا کہ جرمن گورنمنٹ نے مجھے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دی اور مَیں ربوہ پہنچ گیا ہوں اور ایسے وقت میں پہنچا ہوں کہ وہاں بڑے زور وشور سے جلسے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔فرماتے ہیں:

''خدا کی بتائی ہوئی یہ خبر اس طرح پوری ہوئی کہ مجھے فی الواقعہ جرمن حکومت نے رہنے کی اجازت نہ دی اور فوری طور پر ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا جس پر مَیں ۲۰/دسمبر ۱۹۷۸ء کو جرمنی سے روانہ ہو کر کراچی پہنچ گیا۔اور عجیب بات یہ ہے کہ کراچی سے میری روانگی عین جلسہ سالانہ ربوہ کے ایام میں ہوئی۔چنانچہ مَیں بجائے گھر جانے کے ٹھیک ۲۵ دسمبر کو ربوہ پہنچ کر جلسہ میں شامل ہو گیا اور اس طرح خواب اپنی تفصیلات کے ساتھ پوری ہو کر ایک زندہ اور وراء الوراء ہستی پر گواہ بن گئی''

☆ ☆ ☆

''اس کے جانے پر مریض آئے گا''

آپ کے خاندان کے ایک آٹھ سالہ بچے کی رؤیاء

آخر پر آپ اپنے خاندان کے ایک آٹھ سالہ بچے کی رؤیاء بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی ایک چھوٹے سے بچے کو بتائی ہوئی بات چند گھنٹوں کے اندر اندر پوری ہوگئی۔یہ اگرچہ ایک معمولی سی خبر پر مشتمل تھی مگر چونکہ وہ عالم الغیب خدا کے چشمۂ غیبی سے نکلی ہوئی تھی اس کی صداقت ظاہر ہو کر اس سارے خاندان کے ازدیادِ ایمان کا موجب بن گئی۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر انور احمد صاحب رقمطراز ہیں:

''۱۹۷۹ء میں مالی حالات کو بہتر بنانے کیلئے ،مَیں نے اپنے شہر چونیاں (ضلع قصور)

میں اپنا ڈینٹل کلینک کھولا۔ چونکہ نیا نیا کھولا تھا، تین دنوں تک کوئی مریض کلینک میں داخل نہ ہوا۔ گھر والے بھی پریشان تھے کہ یوں کام کیسے چلے گا۔ چوتھے دن میرا چھوٹا بھائی قمر احمد، عمر آٹھ سال، کہنے لگا، مجھے خواب آئی ہے کہ مَیں کلینک میں گیا ہوں۔ میرے ساتھ میرا بھائی خورشید احمد بھی ہے اور ایک مریض آیا ہے"

فرماتے ہیں، اس روز جب میں کلینک میں گیا تو دوپہر تک حسب سابق کوئی مریض داخل نہ ہوا۔ مجھے خیال آیا کہ قمر احمد کو لانا چاہئے تھا۔ شاید اس کی خواب سچی ہو جائے۔ ابھی مَیں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ خورشید احمد، قمر احمد کو لے کر آ گیا کہ امی جان کہتی تھیں، اسے لے جاؤ، اس کے جانے پر مریض آئے گا۔ ابھی دونوں پہنچے ہی تھے کہ اسی لمحہ ایک مریض داخل ہوا اور اس طرح اس آٹھ سالہ بچے کی خواب اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔

(مکتوب نمبر ۸۱، مورخہ ۱۸/ مارچ ۱۹۷۹ء)

☆

"بچوں کو سچی خوابوں کا آنا زمانہ مسیح موعود کی علامت ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار روحانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا"

("ضرورۃ الامام"، روحانی خزائن، جلد ۱۳۔ صفحہ ۴۷۵)

☆

ڈاکٹر سید سعید احمد خالد صاحب، کراچی

اب ایک اَور ایسے درویش صفت نوجوان کا ذکر کیا جاتا ہے جس نے قادیان کے مقدس ماحول میں پرورش پائی اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیک صحبت سے تربیت حاصل کی۔ خاندان سادات کا یہ نونہال جن کا نام سید سعید خالد صاحب تھا، تقسیم ملک کے بعد کراچی میں مستقل پر قیام پذیر ہو گئے۔ انہوں نے بھی خاکسار کا اخبار الفضل میں شائع شدہ اعلان پڑھ کر اپنی بچپن سے لیکر عمر کے آخری حصہ تک بڑے تواتر سے ملنے والی بعض رؤیاء صالحہ خاکسار کو بھجوا دیں۔ ان میں سے اکثر تو وہ ہیں جو آپ کو بشارات کے رنگ میں آپ کی ذات، آپ کے افراد خاندان یا دوستوں کے بارے میں ملیں۔ بعض ایسی بھی ہیں جو کوئی نہ کوئی انذاری پہلو اپنے اندر رکھتی تھیں۔ تاہم یہ سب کی سب ایک عالم الغیب ہستی پر گواہی دیتے ہوئے اس حقیقت کا بڑے زور سے اقرار کر رہی ہیں جس کا حضرت امام ربانی، حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ، نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا ہے:

''انسان اُس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اپنے تئیں اپنے نشانوں سے شناخت نہ کراوے۔ اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خدا تعالیٰ کے ذریعہ سے پیدا نہ ہو۔ اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس میں سے بکلی نہیں نکل سکتیں جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو''

(''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن جلد۲۲، دیباچہ۔ صفحہ۲)

اب ذیل میں مضمون زیر بحث سے متعلق آپ کی بعض ایسی اخبار سماویہ بیان کی جاتی ہیں:

پہلی رؤیاء

''تم فیل ہو اور مَیں پاس''

ساتویں کے امتحان میں کامیابی کی بشارت ملی

آپ اپنے زمانہ طالب علمی کی ایک رؤیا بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مَیں ہائی سکول قادیان کے بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا۔ ساتویں جماعت میں پڑھتا

تھا۔ پڑھائی میں کمزور تھا اور پھر کافی عرصہ بیمار بھی رہا۔ مَیں نے مسلسل چھ روز دعا کی کہ الٰہی مجھے اپنے پاس ہونے کی کچھ خبر دے دے۔ مَیں عشاء کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرکے پھر سنتیں اور وتر پڑھ کر دعا کرتا اور پھر سو جاتا۔ چھٹے روز مَیں نے خواب دیکھی کہ مجھے اپنی کلاس کا ایک دوست ملا ہے۔ وہ بے تحاشا ہنستا اور یہ کہتا جا رہا ہے:

'مَیں پاس ہوں اور تم فیل'

مَیں یہ سن کر خواب کے اندر ہی رونا شروع کر دیتا ہوں''

آگے کیا ہوا اور آپ کو اس خواب کی کیا تعبیر بتائی گئی، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''آنکھ کھلی تو مَیں بہت پریشان ہوا۔ تعبیر کا علم نہ تھا۔ صبح نماز کے بعد مَیں اپنے بورڈنگ ہاؤس کے ٹیوٹر کے پاس گیا اور انہیں خواب سنائی کہ یوں مَیں نے ایک طالب علم عبدالمجید نامی کو دیکھا ہے کہ وہ بے تحاشا ہنستا اور مجھ سے کہتا جا رہا ہے کہ مَیں پاس ہو گیا ہوں اور تم فیل ہو گئے ہو، اور مَیں یہ سن کر رونا شروع کر دیتا ہوں۔ ہمارے بورڈنگ کے ٹیوٹر اُن دنوں ماسٹر نور الٰہی صاحب ہوا کرتے تھے۔ وہ یہ خواب سن کر فرمانے لگے، 'خواب میں ہنسنا اچھا نہیں ہوتا۔ دیکھنا، عبدالمجید فیل ہو جائے گا اور تم پاس ہو جاؤ گے' چنانچہ چھ ماہ بعد جب نتیجہ نکلا تو وہ فیل تھا اور مَیں پاس''

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

''باجی! کچھ صدقہ دے دیں''

اپنے بہنوئی کے بارے میں منذر خواب

۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ آپ لاہور میں تھے کہ آپ نے اپنے بہنوئی، سید انعام اللہ شاہ صاحب کے بارے میں کہ جب وہ اپنے کسی کام کے سلسلے میں اپنے ایک دوست مکرم صالح حیدری صاحب (ابن اکبر حیدری صاحب، وزیر اعلیٰ حیدر آباد دکن) کے ساتھ حیدر آباد دکن گئے ہوئے تھے، ایک منذر

رؤیاء دیکھی ۔فرماتے ہیں،مَیں نے دیکھا کہ

''ایک تابوت پڑا ہوا ہے۔مَیں لوگوں سے پوچھتا ہوں، یہ کس کا تابوت ہے؟ کون وفات پاگئے ہیں؟ تو کوئی کہتا ہے، یہ سید انعام اللہ شاہ صاحب کا ہے''

فرماتے ہیں:

''یہ خواب دیکھنے کے بعد مَیں لاہور میں اپنی ہمشیرہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ صدقہ دے دیں۔ یہ تاکید کر کے مَیں واپس آگیا۔ دوسرے یا تیسرے دن مَیں پھر گیا اور پوچھا کہ آپ نے صدقہ دے دیا تھا؟ ہمشیرہ کہنے لگیں، صدقہ تو ابھی نہیں دیا۔مَیں نے زور سے کہا، کیوں نہیں دیا۔ جب مَیں نے اس قدر تاکید سے کہا تو ہمشیرہ کہنے لگیں، کیا کوئی خواب دیکھی ہے؟مَیں نے بتایا کہ ہاں، خواب دیکھی ہے۔اسی لئے تو بار بار تاکید کر رہا تھا۔ پندرہویں یا سولہویں دن اطلاع ملی کہ سید انعام اللہ شاہ صاحب حیدر آباد دکن میں وفات پاگئے ہیں۔ وہاں سے ان کا تابوت قادیان لایا گیا اور چونکہ موصی تھے انہیں بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا گیا''

..........☆..........

(نوٹ: سید انعام اللہ شاہ صاحب کی وفات کے بارے میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ محترمہ نے بھی ایک منذر رؤیاء دیکھی تھی جس کا ذکر باب پنجم میں صفحہ ۳۴۵ پر عورتوں کی خوابوں کے باب میں کیا گیا ہے۔آپ حیدر آباد دکن میں غذائی زہریت کی تکلیف سے بیمار ہوئے اور وہیں وفات پائی)

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

''یہ بچی بچتی نظر نہیں آتی''

ایک دوست کی بچی کے بارے میں ایک منذر خبر

لاہور میں اپنے قیام کے دوران کا ایک واقعہ بتاتے ہوئے مکرم سید سعید خالد صاحب اپنی ایک رؤیاء کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ کس طرح آپ کو ایک دوست کی بچی کا علاج کرتے ہوئے ایک ایسی آسمانی اطلاع ملی جس سے آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ بچی زندہ نہیں رہے گی۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ آپ نے اس کے علاج میں پورا زور لگا دیا، وہ فوت ہوگئی۔اب اس آسمانی خبر کی تفصیل ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں:

''لاہور میں ایک دوست محمد اسحٰق صاحب ریلوے میں ملازم تھے۔حلقہ محمد نگر میں رہتے تھے۔ایک بار ایسا ہوا کہ ان کی بچی سخت بیمار ہوگئی۔انہوں نے مجھے علاج کیلئے کہا۔مَیں نے دوائی دینی شروع کی اور ساتھ ساتھ کثرت سے دعائیں بھی کرنی شروع کر دیں۔ ابھی چار پانچ روز ہی علاج کیا ہوگا کہ رات خواب میں دیکھا کہ میرے ہومیوپیتھی کے استاد مرزا ابوالقاسم صاحب جو وفات پا چکے ہیں، آئے ہیں اور ہاتھ پھیلا کر کہہ رہے ہیں، یہ بچی مجھے دیدو''

فرماتے ہیں، یہ خواب دیکھنے پر مَیں ڈر گیا اور اپنا علاج چھوڑ دیا اور محمد اسحٰق صاحب کے گھر جا کر کہہ دیا کہ آپ کسی اَور ڈاکٹر کا علاج کروالیں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔لیکن ان کی اہلیہ مصر تھیں کہ مَیں ہی علاج کرتا رہوں، وہ کسی اَور سے علاج نہیں کروانا چاہتے۔اس پر مَیں نے خود ہی ایک اَور ڈاکٹر کو بچی کی کیفیت بتا کر ان کو اس کے علاج پر لگا دیا۔اس ڈاکٹر نے چھ سات روز علاج کیا مگر بے سود۔آخر بچی فوت ہوگئی۔بچی کے وفات پا جانے کے بعد مَیں نے اس کے والدین کے گھر جا کر بتایا کہ مَیں نے یوں خواب دیکھی تھی جس سے ڈر کر مَیں نے کہا تھا کہ کسی اَور سے علاج کرائیں۔بہر حال جو قضا میں لکھا تھا، وہ پورا ہو کر رہا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

''نواب صاحب کا پلنگ خالی پڑا ہے''

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی وفات کے بارے میں خبر

اس طرح آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے صحابی اور آپ کی دامادی کا شرف پانے والے ایک واجب الاحترام بزرگ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی وفات کے بارے میں بھی ایک منذر رؤیا دیکھی جو اس کے کچھ دنوں بعد ہی پوری ہوگئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''قادیان میں جن دنوں حضرت نواب محمد علی خان صاحب (رئیس مالیر کوٹلہ)[۱] بیمار تھے اور جماعت کے سب دوست دعاؤں میں لگے ہوئے تھے تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پلنگ بچھا ہوا ہے۔ اس کی ایک جانب محمد اسمٰعیل نامی ایک آدمی اور دوسری جانب خوشی محمد نامی کھڑا ہے اور دونوں پلنگ کی چادر کو ٹھیک کر رہے ہیں۔ مَیں خواب میں ہی پوچھتا ہوں، یہ کس کا پلنگ ہے؟ تو دونوں جواب دیتے ہیں کہ یہ نواب صاحب کا ہے اور اب یہ خالی ہے''

فرماتے ہیں، اس خواب کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت نواب صاحب وفات پا جائیں گے۔ چنانچہ اس خواب کا ذکر مَیں نے مکرم ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب جو ایک لمبا عرصہ مسجد نور قادیان کے امام الصلوٰۃ رہے ہیں سے بھی کِیا اور اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ مجھے تو ان کی وفات نظر آ رہی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

☆ ☆ ☆

---

[۱] حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ ریاست مالیر کوٹلہ کے نواب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو ۱۸۹۰ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی غلامی میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہوا کہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ آپ کے عقد میں اور آپؑ کی دوسری صاحبزادی حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حضرت نواب کے بیٹے نواب محمد عبداللہ خان صاحب کے عقد میں آئیں۔ اسی طرح حضرت نواب صاحب کی صاحبزادی بوزینب صاحبہ حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب کے نکاح میں آئیں۔

پانچویں رؤیاء

''نمازوں میں باقاعدگی اور دعائیں کثرت سے کرتے رہنا''

زندگی میں کامیاب ہونے کا آسمانی نسخہ

کسی وفات یافتہ بزرگ کا خواب کے اندر ملنا خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے۔ اِس کے ساتھ اگر وہ کوئی چیز دے یا کچھ بتائے تو علم تعبیر الرؤیاء کے مطابق وہ بھی گہری حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مکرم ڈاکٹر سید سعید خالد صاحب اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے خواب کے اندر آپ کو زندگی میں کامیاب ہونے کا ایک آسمانی نسخہ بتایا۔ آپ اس خواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک دن خواب میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ اپنی کوٹھی کے بڑے صحن میں گھوم رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی گہری سوچ میں ہیں، گویا کسی کو کوئی وصیت یا کچھ نصیحت کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ اتنے میں آپ میری طرف جلدی جلدی بڑھتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے اور میرے قریب آ کر فرماتے ہیں:

'نمازوں میں باقاعدگی اور دعائیں کثرت سے کرتے رہنا' ''

آپ کا یہ خواب دراصل آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑا پیغام لئے ہوئے اور آپ کے لئے کامیابی کی ایک بہت بڑی سند کی حیثیت رکھتا تھا جس پر عمل کے نتیجہ میں آپ کیلئے کامیابیوں کی راہیں کھلتی اور ہموار ہوتی چلی گئیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''خدا کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ مجھے ان کی اس ہدایت پر عمل کی توفیق ملی ہے۔ اسی وقت سے ہی مَیں نے بعض دعائیں ایک کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھ لی ہیں اور انہیں کثرت سے پڑھتا رہتا ہوں اور اپنے دوستوں اور احباب کو بھی تاکیداً عرض کرتا رہتا ہوں کہ وہ بھی اس روحانی نسخہ پر عمل کیا کریں''

☆ ☆ ☆

چھٹی رؤیاء

’’بچے کے ماموں عبدالسمیع آ رہے ہیں‘‘

بیٹی کے ہاں بچے کی پیدائش کی آسمانی اطلاع

اسی طرح آپ کو اپنی بیٹی کے ہاں بچے کی پیدائش کی خبر بھی آسمانی ذریعہ ابلاغ سے ملی۔اس کی تفصیل آپ یوں بیان فرماتے ہیں:

’’خاکسار اپنی ایک بچی کیلئے جو شادی کے بعد قاضی احمد (ضلع نواب شاہ سندھ) چلی گئی تھی، دعا کر رہا تھا کہ خواب میں دیکھا، اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔پھر خواب میں ہی دیکھا کہ اس بچی کے ماموں جن کا نام ناصر احمد ہے، آ رہے ہیں۔یہ دونوں آسمانی خبریں مل کر ایک نرینہ بچے کی آمد کی بشارت دے رہی تھیں۔چنانچہ خاکسار نے قاضی احمد خط لکھ کر بچی کو یہ خوش خبری پہنچادی اور ساتھ ہی خواب میں ملنے والے اشارہ کی مناسبت سے بچے کا نام ’ناصر سمیع‘ بھی تجویز کر دیا۔الحمدللہ کہ خدا کی بتائی خبر پوری ہوئی اور کچھ عرصہ بعد یہ بچہ پیدا ہوا جس کا نام ناصر سمیع رکھا گیا۔

.........☆.........

(نوٹ: جیسا کہ ان کے بارے میں آخر پر دئے گئے تعارفی نوٹ میں بتایا گیا ہے، مکرم ڈاکٹر سید سعید احمد خالد صاحب تو وفات پا چکے ہیں۔البتہ آپ کے صاحبزادے، برادرم عزیزم حمید طارق صاحب مقیم اسلام آباد، پاکستان، سے رابطہ ہونے پر انہوں نے خاکسار کو بتایا کہ ان کے یہ بھانجے یعنی عزیز ناصر سمیع پاکستان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد امریکہ چلے گئے اور آج کل واشنگٹن ڈی۔سی میں جاب کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔)

☆ ☆ ☆

ساتویں رؤیاء

''دو کمبل۔ چار آم''

غیبی طور ملنے والی مالی امداد کے بارے میں دو رؤیاء

آخر پر آپ کی بیان کردہ دو اور رؤیا کا ذکر کیا جاتا ہے کہ کس طرح آپ کو دو بار تصویری زبان میں ملنے والی دو آسمانی اخبار ایسے طور پر حقیقت بن کر سامنے آگئیں کہ ان کے چشمہ غیبی سے نکلے ہوئے ہونے کا صاف پتہ چلتا تھا۔ ان میں سے ایک کے بارے میں فرماتے ہیں:

''خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ دوست نے مجھے دو کمبل دئے ہیں۔ یہ آسمانی خبریوں پوری ہوئی کہ مَیں ایک تاجر کے پاس کچھ کام کِیا کرتا تھا۔ اِس خواب کے بعد جب میں اس تاجر کے پاس کسی کام سے گیا تو وہ از خود ہی کہنے لگا کہ مَیں نے آپ کیلئے دو صد روپیہ رکھا ہوا ہے وہ جاتے وقت مجھ سے لیتے جاویں۔ وہ روپیہ مَیں نے اس سے لے لیا۔ حالانکہ اس سے قبل میرا اس رقم کے بارے میں نہ خیال تھا نہ ہی اس بات کا ادنیٰ تصور تھا کہ اس کے ذمہ میرا کچھ حساب رہتا ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ ہی کی دین تھی جس کی خبر اس مولائے حقیقی نے مجھے پہلے ہی پہنچا کر اپنی رأفت اور رحمت کا ثبوت بہم پہنچایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک''

دوسری خبر آپ کو اس طرح ملی کہ فرماتے ہیں، مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لڑکے نے مجھے چار موٹے موٹے آم ایک ٹرے میں رکھ کر دئے ہیں۔ یہ خبر بھی جس طرح پوری ہو کر آپ کیلئے خدائے محسن و مہربان کے حسن و احسان کی زندہ گواہ اور اس کی قدرتوں کا ایک تابندہ نشان بن گئی، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مَیں کسی زمانہ میں ایک دوست کا کچھ معمولی سا کام کر دیا کرتا تھا۔ وہ ہمارے مکان سے کافی فاصلے پر رہتے تھے۔ اس خواب کے بعد عجیب اتفاق ہوا کہ مجھے کسی کام کے سلسلے میں اس طرف جانا پڑ گیا۔ اور اچانک ان سے بھی ملنے کا موقع میسر آ گیا۔ ان سے مل کر جب اٹھنے لگا تو انہوں نے پھر بٹھا لیا اور ۵۰، ۵۰ روپے کے تین نوٹ نکال کر مجھے دے دئے۔ یہ نہ بتایا کہ میرا کوئی حساب ان کے پاس رہتا تھا یا یونہی از راہ نوازش دے

رہے ہیں۔میں نے خیال کیا کہ میری خواب تو پوری ہوگئی مگر ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ خواب میں تو چار آم دیکھے تھے۔جونہی یہ خیال میرے دل میں گذرا،اس دوست نے اپنی دراز دوبارہ کھولی اور پچاس روپے کا ایک اَور نوٹ نکال کر مجھے تھما دیا۔اس طرح پر خواب میں دکھائے جانے والے منظر کی پوری تعبیر سامنے آگئی''

تو یہ ہے خدا کی قدرت کا زندہ نشان اور اس کی ہستی کی زندہ دلیل کہ اس نے مستقبل میں ہونے والے ایک واقعہ کے تصویری خدوخال اپنے ایک بندہ کی روحانی آنکھوں کے سامنے رکھ کر پہلے اپنی شان مصوری کا ثبوت بہم فرمایا۔پھر اسے اپنی قدرت اور رحمت سے حقیقت میں ڈھالا،یہاں تک کہ عالم ملکوت میں دکھائی جانے والی تصویر کے جملہ نقوش عالم حقیقت کا روپ دھار کر اس بندہ کی جسمانی آنکھوں کے سامنے آگئے۔**سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم.**

(مکتوب نمبر ۶۶۔مورخہ ۲۸/۱۱/۷۸)

........☆........

تعارف:مکرم ڈاکٹر سید سعید خالد صاحب تو اب وفات پا چکے ہیں۔کراچی کے ایک دوست مکرم برادرم منظور احمد صاحب شاد(حال مقیم جرمنی)کے بیان کے مطابق ڈاکٹر سید سعید خالد صاحب اور آپ کا سارا خاندان خدمت دین اور **تعاونوا علی البر والتقویٰ** کا ایک غیر معمولی جذبہ اپنے اندر رکھنے والا خاندان تھا۔نہ صرف وہ خود نہایت درجہ خدمت گزار اور تقویٰ شعار شخصیت تھے اور آخر وقت تک کسی نہ کسی رنگ میں خدمات سلسلہ سرانجام دیتے رہے،بلکہ ان کی ساری اولاد ان کے رنگ میں رنگین ہو کر خدمت دین کے جذبہ سے سرشار رہی ہے۔مثلاً ان کے صاحبزادے،سید رشید طارق مجلس خدام الاحمدیہ کے ضلعی قائد تھے۔ان کی بیگم لجنہ اماء اللہ کراچی کی صف اول کی کارکنات میں شمار ہوتی تھیں۔اسی طرح ان کی صاحبزادی،سیدہ بشریٰ سعادت صاحبہ،ایم۔ایس،سی،بھی لجنہ اماء اللہ کراچی کے مختلف شعبوں میں کام کرتی رہی ہیں۔

☆ ☆ ☆

میجر ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب بقاپوری

"مَیں نے تمہارا کام کر دیا ہے، مگر..."

آپ کو اپنے رب کی طرف سے ملنے والی ایک عجیب وغریب خوشخبری

ڈاکٹر میجر محمد اسحٰق صاحب بقاپوری حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں میڈیکل کالج لاہور سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کا امتحان پاس کیا اور فوج میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ بھرتی ہو گئے۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے میجر کے عہدے پر ترقی پائی۔ یہاں آپ کی محکمانہ ترقی کے لئے کی جانے والی ایک دعا اور خدا کی طرف سے ملنے والے جواب کی دلچسپ روئیداد بیان کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے کہ مَیں میجر سے اوپر ترقی پانے کے مرحلے میں تھا۔ چونکہ مَیں شارٹ سروس کمیشن کا آفیسر تھا اور فوج میں یہ قانون تھا کہ جب تک ڈاکٹر مستقل کمیشن پر نہ ہو اسے میجر سے اوپر ترقی نہیں دی جاسکتی مَیں نے رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھ کر بہت دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستقل کمیشن عطا فرمائے۔ اس دعا کے جواب میں مجھے الہام ہوا جس کے الفاظ یہ تھے:

'مَیں نے تمہارا کام کر دیا۔ But you will feel sorry'"

فرماتے ہیں، اس عجیب وغریب الہام کی مجھے اُس وقت تو کچھ سمجھ نہ آئی مگر اس کی حقیقت اُس وقت کھلی جب مَیں مستقل کمیشن پر آ گیا۔ مگر ساتھ ہی وہ قاعدہ جس کا ذکر اوپر آیا ہے منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ میرے علاوہ ۳۵ دوسرے افسروں کے بھی آئندہ ترقی پانے کے امکانات ختم ہو گئے۔ اور اس طرح پر الہام کے انگریزی الفاظ کہ But you will feel sorry کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ یعنی باوجود مستقل کمیشن پانے کے مَیں اور میرے دوسرے ساتھی میجر سے آگے ترقی نہ پاسکے۔[۱]

[۱] یہ واقعہ لجنہ اماء اللہ لاہور کی طرف سے 'زور دعا دیکھو تو' کے عنوان سے شائع ہونے والے ایک کتابچہ کے صفحہ ۸۱ پر شائع ہو چکا ہے۔ تاہم آپ جب ۲۰۰۷ء میں کراچی میں اپنے صاحبزادے محمد سلیمان کے پاس مقیم تھے تو آپ نے فون پر خاکسار کو یہ واقعہ زبانی بھی سنایا۔

چودھری عزیز اللہ صاحب چیمہ

”میری ساری اولاد بھی قربان ہو جائے تب بھی احمدیت نہیں چھوڑوں گا“

آپ کا اپنے غیر احمدی باپ کو دیا ہوا جواب

چودھری عزیز اللہ چیمہ صاحب ،عارف والا ضلع ساہیوال کے ایک مخلص احمدی تھے۔آپ کے احمدیت قبول کرنے پر آپ کے غیر احمدی والد نے آپ کو جائداد سے عاق کرنے کی دھمکی دی۔اس پر آپ کو اپنے خدا کی طرف سے ایک ایسی بشارت ملی جس نے احمدیت کی صداقت پر چار چاند روشن کر دیئے۔یہ سب کچھ کیسے ہوا،اس بارے میں آپ کی پوتی،عزیزہ عمارہ چیمہ صاحبہ، بیان کرتی ہیں کہ

’میرے دادا نے ۱۹۵۰ء میں احمدیت قبول کی۔آپ کے والد صاحب صوبیدار میجر دیوان علی چیمہ جو دیوبند فرقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے احمدیت کے سخت مخالف تھے اور ویسے بھی علاقہ کی بااثر شخصیت تھے، دادا جان کے احمدی ہو جانے پر آپ سے کہنے لگے کہ یا احمدیت چھوڑ دو یا میرا گھر چھوڑ دو۔دسمبر کا مہینہ تھا اور سردیوں کی رات تھی۔دادا جان اُسی وقت اپنے بیوی بچوں کو لے کر گھر سے نکل پڑے اور ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے ۔آپ کے والد کو بعد میں کیا خیال آیا کہ انہوں نے بعض آدمیوں کو آپ کے پیچھے دوڑا کر آپ کو واپس بلالیا۔اس کے بعد انہوں نے آپ کو گھر چھوڑنے کیلئے تو نہ کہا مگر ایک دن جب آپ کی بیٹی بیمار ہوئی اور آپ نے والد صاحب سے اس کے علاج کیلئے رقم طلب کی تو وہ کہنے لگے،مَیں پوری جائداد تمہارے نام کر دوں گا بشرطیکہ تم احمدیت چھوڑ دو۔اس پر آپ نے جواب دیا کہ اگر میری ساری اولاد بھی قربان ہو جائے تب بھی احمدیت نہیں چھوڑوں گا“

فرماتی ہیں، دوسرے دن آپ کی وہ بیٹی فوت ہوگئی۔قریباً ایک ماہ بعد آپ کی دوسری بیٹی بھی بیمار ہوگئی۔علاج کا پھر مسئلہ پیدا ہوا تو آپ کے والد نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔مگر دادا جان نے اب وہی استقامت دکھائی۔چنانچہ وہ بیٹی بھی فوت ہوگئی۔اس پر بھی آپ نے نہایت صبر اور استقامت کا نمونہ دکھایا۔اب آپ کے والد آپ سے کہنے لگے کہ اگر تم نے احمدیت نہ چھوڑی تو مَیں تمہیں

جائداد سے عاق کردوں گا۔فرماتی ہیں:

''اس کیلئے ۹ مئی کا دن مقرر کردیا گیا۔اس پر دادا جان دعاؤں میں لگ گئے اور اپنے بچوں کو بھی 'اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ' [ا] کے حوالے سے صبر کی تلقین کرنے لگے۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد جب آپ لیٹے تو آپ نے رؤیاء میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ۹ مئی کو اللہ تعالیٰ آپ کے والد کی وفات کی صورت میں احمدیت کی سچائی ظاہر کردے گا۔آپ نے یہ بات اپنے گھر والوں کو بھی بتادی۔چنانچہ جب ۹ مئی کا دن آیا اور عاق کے سارے کاغذات مکمل ہو گئے، پٹواری اور تحصیلدار بھی آچکے تھے،صرف آپ کے والد صاحب کے دستخط باقی تھے تو جونہی انہوں نے دستخط کرنے کیلئے قلم اٹھایا، انہیں برین ہمریج کا حملہ ہوا اور ساتھ ہی فالج کا حملہ ہوگیا اور وہ دستخط نہ کر سکے۔جب تحصیلدار نے یہ دیکھا تو کہنے لگا، اگر آپ دستخط نہیں کر سکتے تو اشارے سے ہی بتادیں مگر وہ یہ بھی نہ کر سکے اور اس طرح عملاً وہ حضرت بانئ سلسلہؑ کی صداقت پر مہر تصدیق کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے''

(الفضل انٹرنیشنل،لندن،مورخہ ۶ جنوری ۲۰۰۶ء، بحوالہ روزنامہ الفضل،ربوہ،مورخہ ۱۰ر ستمبر ۲۰۰۴ء)

.........☆.........

تعارف: چودھری عزیز اللہ صاحب چیمہ، ۱۹۱۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔آپ کا ایک بیٹا، ایم۔ایس،سی کرنے کے بعد نصرت جہاں سکیم کے ماتحت سیرالیون میں تعلیمی خدمات سرانجام دیتا رہا۔۱۹۸۷ء میں اس کے اچانک وفات پانے پر مخالفین نے آپ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا مگر آپ نے ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور نہایت صبر اور استقامت کا نمونہ دکھایا۔آپ عارف والا جماعت کے صدر اور پھر ضلع ساہیوال کے نائب امیر بھی رہے۔آپ کو ۱۹۹۱ء میں دل کا حملہ ہوا تاہم جانبر ہو گئے۔اسی سال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قادیان تشریف لے جانے پر آپ باوجود ڈاکٹروں کے منع کرنے کے قادیان جلسہ پر چلے گئے۔جلسہ دیکھا،لیکن جلسہ سے واپس آنے کے معاً بعد آپ پر دوبارہ دل کا حملہ ہوا اور آپ وفات پا گئے۔

[ا] یہ قرآن کریم کی آیت اور حضرت بانئ سلسلہؑ کا ایک الہام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے والد کی وفات کے وقت تسلی دی تھی کہ وہ مالی لحاظ سے آپ کا خود کفیل ہوگا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مکرم ادریس احمد اختر صاحب، ہمبرگ

''تم شام تک اپنے اپنے گھروں میں جانے کی تیاری کرلو''

سرگودھا کے اسیران راہ مولا کو رہائی کے متعلق ملنے والی آسمانی خوشخبری

اب آخر پر ایک ایسے دوست کو ملنے والی ایک آسمانی بشارت درج کی جاتی ہے جنہیں اُن اوّلین اسیران راہ مولا میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے جو ۱۹۷۴ء میں جماعت کے عالمی مرکز ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کی طرف سے کھڑے کئے جانے والے ہنگامہ کے نتیجہ میں ربوہ سے گرفتار کئے گئے تھے [ا] اور پھر پورے دو ماہ بیس دن گرفتار رہ کر ضمانت پر رہا ہوئے۔ ان کی یہ مضحکہ خیز گرفتاری کس طرح عمل میں آئی اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے مکرم ادریس اختر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ربوہ میں ۲۹ رمئی والے ہنگامہ کے بعد ایک دن پولیس کا ایک بھاری دستہ ربوہ پہنچ گیا۔ انہیں حکم تھا کہ جس طرح بھی ہو وہ اسی قدر تعداد میں ربوہ کے احمدیوں کو پکڑ کر لے آئیں جتنے کہ میڈیکل کالج کے طلبہ کی تعداد تھی۔ چنانچہ پولیس اس غرض کے لئے پہلے تعلیم الاسلام کالج کے ہوسٹل میں پہنچی مگر وہاں ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ، چودھری محمد علی صاحب صاحب ایم۔اے، کی پُر زور مزاحمت کے باعث ہوسٹل کے طلبہ کو تو گرفتار نہ کر سکی مگر پھر ربوہ کے بازار میں چلتے پھرتے لوگوں اور دوکانداروں کو پکڑنے لگی۔ جب اس طرح بھی ان کی مطلوبہ تعداد انہیں نہ ملی تو ربوہ رات کو پہرہ دیتے ہوئے خدام کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جو خادم بھی ان کے سامنے آتا وہ اسے گرفتار کر کے پولیس سٹیشن لے آتے''

[ا] دراصل جیسا کہ بعد کے حالات نے ثابت کر دکھایا، ان گرفتاریوں کے پیچھے بلکہ خود ربوہ سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کے ہنگامے کے پیچھے اُس وقت کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا جماعت احمدیہ کے بارے میں ایک بہت ہی خطرناک منصوبہ کارفرما تھا۔ اس منصوبہ کی مختصر روئیداد اس مضمون کے آخر پر ایک تعارفی نوٹ میں بیان کی گئی ہے۔

مکرم ادریس صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''خاکسار بھی اُس رات اپنے محلّہ میں پہرہ دے رہا تھا۔گرفتاری کے بعد ہم سب کو پولیس سٹیشن لا کر نظر بند کر دیا گیا۔صبح تک پولیس چوہتر (۷۴) افراد کو نظر بند کر چکی تھی۔جب جماعت کے ذمہ وار افراد کو اس دھاندلی کا پتہ چلا تو وہ اَور تو کچھ نہ کر سکے البتہ انہوں نے ایک مقامی ہوٹل کے معمر مالک خواجہ محمد شریف صاحب کے ذریعہ ان تمام اسیران کے لئے ناشتہ بھجوایا۔چونکہ پولیس کی مطلوبہ تعداد میں ابھی دو کی کمی تھی،اس لئے انہوں نے خواجہ صاحب اور ان کے ملازم کو بھی وہیں دھر لیا۔اس طرح پر تعداد پوری ہو جانے پر وہ ہم سب کو سرگودھا لے گئے اور وہاں جیل میں بند کر دیا''

آگے فرماتے ہیں:

''ہم سب اسیران میں سب سے بڑی عمر والے یہی خواجہ محمد شریف صاحب ہی تھے۔ ہمیں ان پر رحم تو آیا مگر ہم نوجوانوں نے ان کی موجودگی کو اس لحاظ سے کہ وہ عمر میں ہم سب سے بڑے تھے (ان کی عمر اس وقت ۶۵/۶۶ سال تھی) اپنے لئے ایک بہت بڑی تسلی خیال کیا۔چنانچہ ہم نے انہیں متفقہ طور پر اپنا امیر مقرر کر لیا۔انہی کو ہم دعا کے لئے کہتے اور انہی کی امامت میں ہم سارے باجماعت نمازیں ادا کرتے۔جب جیلر کسی وجہ سے ہمارے پاس آتے اور کوئی بات دریافت کرتے تو ہم کہتے،ہمارے امیر صاحب سے بات کر لو۔اس کا ایک بہت اچھا اثر جیل کے عملہ پر ہوا''

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس اسیری سے مخلصی کی خبر ایسے وقت میں بہم پہنچائی کہ کسی کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا،وہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہماری گرفتاری کو پورے دو ماہ اور بیس دن کا عرصہ گذر چکا تھا۔ہمیں کچھ پتہ نہ تھا کہ ہم کب تک اس ناکردہ جرم کی پاداش میں گرفتار رہیں گے۔نہ یہ معلوم تھا کہ ہماری ضمانت کے لئے کوئی کارروائی ہو رہی ہے کہ ایک دن مجھے رات سوتے ہوئے یہ نظارہ دکھائی دیا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل ہاتھ میں ہماری ضمانت کے کاغذات پکڑے ہوئے ہمارے پاس آئے ہیں اور ہر ایک کا نام پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ

’لاہور ہائی کورٹ سے تمہاری ضمانت منظور ہوگئی ہے لہٰذا تم سب جانے کی تیاری کرلو۔
آج شام تک تم سب کو رہا کر دیا جائے گا‘‘

فرماتے ہیں، جب صبح نماز فجر سے پہلے میری آنکھ کھلی تو نماز پڑھتے ہی مَیں نے اپنے امیر خواجہ محمد شریف صاحب کو وہ رؤیا سنائی۔ وہ سن کر حیران ہوئے کیونکہ ہمیں اپنی رہائی کی اس قدر جلد توقع نہ تھی۔ مگر فرماتے ہیں:

’’بالکل ایسے ہی ہوا جیسا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا تھا یعنی اسی دن صبح دس بجے کے قریب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل اپنے ہاتھ میں ضمانت نامہ پکڑے ہوئے آئے اور بالکل وہی الفاظ کہے جو مجھے خواب میں بتائے گئے تھے کہ تم لوگوں کی ضمانت منظور ہوگئی ہے اور تم شام تک اپنے اپنے گھروں میں جانے کی تیاری کرلو۔ چنانچہ اسی دن شام آٹھ بجے ہم سارے کے سارے اسیران سرگودھا جیل سے نکل کر اور دو بسوں میں سوار ہو کر ربوہ پہنچ گئے جہاں جماعت کی طرف سے ہمارا زبردست استقبال کیا گیا۔ اس کے چند روز بعد ہم سب اسیران راہ مولا کو اپنے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا‘‘

(مکتوب نمبر ۱۳۱۔ مورخہ ۱۵؍ مارچ ۲۰۰۹ء)

........☆........

ربوہ ریلوے سٹیشن پر ہونے والے ہنگامہ کی مختصر تفصیل

۲۹؍ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے چھہتر کے قریب طلبہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت چناب ایکسپریس پر راولپنڈی سے آتے ہوئے ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر ہنگامہ کرنے لگے۔ یہ بلا اشتعال ہنگامہ آرائی صرف شور وغل اور گالی گلوچ تک محدود نہ تھی بلکہ وہ ننگے ہو کر ناچنے، بھنگڑا ڈالنے اور احمدی مسافروں مردوں اور عورتوں کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے لگے۔ اُن کی اِن انسانیت سوز حرکات پر بعض احمدی نوجوانوں نے ان کی اچھی طرح پٹائی کی جس کے نتیجہ میں بعض غیر احمدی طلبہ زخمی بھی ہوئے مگر صرف زخمی ہونے کی حد تک۔ مگر اس کے بعد ملک بھر میں جو جماعت کے خلاف خونریز فسادات کا طوفان بھڑک اٹھایا بھڑکایا گیا، اسے بہانہ بنا کر حکومت نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس کے بعد سے اب تک کئی احمدیوں کو جیلوں میں ڈالا جا چکا ہے یا مقدمات اور پیشیوں کے اذیتناک چکر میں سے گزر رہے ہیں۔

مکرم افتخار احمد صاحب چیمہ، جرمنی

حال ہی میں جرمنی میں رہنے والے ایک دوست مکرم افتخار احمد صاحب چیمہ نے بھی اپنے دو غیراز جماعت دوستوں کے بارے میں ملنے والی دو آسمانی خوشخبریوں کی دلچسپ داستان سنائی ہے۔ان ہر دو میں انہیں اپنے ان دوستوں کے ہاں بیٹوں کی پیدائش کی خبر دی گئی۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

پہلی خوشخبری

"ان کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کی آنکھ کے نیچے تل کا نشان ہوگا"

پہلی خوشخبری کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

"جب مَیں ابھی پاکستان میں تھا اور فیصل آباد میں کاروبار کرتا تھا تو اس کاروبار میں اوپر تلے خسارے ہونے لگے۔اس پر خاکسار اسی ضلع کے ایک قصبہ سمندری میں گیا تا وہاں کاروبار کے سلسلہ میں کچھ جستجو کی جائے۔وہاں خاکسار اپنی احمدیہ مسجد کے حجرے میں رہ رہا تھا کہ ایک رات خاکسار نے خصوصی دعائیں کرنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ۱۴ر اور ۱۵ر جنوری ۲۰۰۱ء کی درمیانی رات خاکسار کو آٹھ گھنٹے مسلسل بڑے الحاح سے دعائیں کرنے کی توفیق ملی۔اس کے بعد مَیں نماز فجر پڑھ کو بیٹھا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جنہیں مَیں اسی وقت ساتھ ساتھ نوٹ کرتا گیا۔ان میں سے ایک میں مجھے یہ بتایا گیا کہ فیصل آباد کے ہمارے مالک مکان علی حسین صاحب کی اہلیہ عزیزہ خالدہ کے ہاں ایک سال کے اندر ایک خوبصورت بیٹا پیدا ہوگا جس کی آنکھ کے نیچے تل کا نشان ہوگا"

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ علی حسین صاحب فیصل آباد میں سب انسپکٹر پولیس تھے اور وہ یکے بعد دیگر تین شادیاں کر چکے تھے۔عزیزہ خالدہ ان کی تیسری بیگم تھیں جن کے بطن سے ان کے ہاں اُس وقت تین بیٹیاں تھیں۔تاہم نرینہ اولاد سے وہ محروم تھے۔فرماتے ہیں،ان کے بارے میں اتنی بڑی تاکیدی خبر پا کر مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اب ضرور نرینہ اولاد سے نوازے گا۔چنانچہ فرماتے ہیں، جب مَیں فیصل آباد واپس لوٹا تو آتے ہی مَیں نے اپنی بیوی کو یہ خوشخبری سنائی۔وہ جب یہ خبر اپنی مالکہ

مکان کو سنانے کے لئے جانے لگیں تو مَیں نے انہیں کہا کہ میرا نام نہ لینا بلکہ بتانا کہ ایک احمدی کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ خبر دی ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

''اس کے کچھ عرصہ بعد جب میری بیوی دوبارہ خالدہ کے ہاں گئی تو انہیں حمل کے آثار تھے۔ میری بیوی نے ان سے کہا کہ اب اگر بیٹا پیدا ہوا اور اس کی آنکھ کے نیچے تل ہوا تو یقین سمجھنا کہ وہ اسی احمدی کو دی گئی خبر کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد ہم تو نقل مکانی کر کے ربوہ آگئے اور اسکے چند ماہ بعد خاکسار جرمنی پہنچ گیا۔ اُدھر خاکسار کی اہلیہ کو ایک دن عزیزہ خالدہ کی طرف سے فون پر اطلاع ملی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے سے نوازا ہے اور یہ کہ اس کی آنکھ کے نیچے فی الواقعہ تل کا نشان ہے۔ اس کے کچھ دنوں بعد وہ اپنی بہن کو لے کر ربوہ آئیں۔ بہت خوش تھیں اور میری بیوی کو پانچ سو روپیہ نذرانہ دے کر کہنے لگیں کہ وہ بزرگ کہاں ہیں، مَیں ان کی گود میں اپنا بچہ بٹھانا چاہتی ہوں''

فرماتے ہیں، میری بیوی نے میرا نام تو پھر بھی انہیں نہ بتایا اور ویسے مَیں وہاں تھا بھی نہیں بلکہ جرمنی پہنچ چکا تھا۔ تاہم، جیسا کہ میری بیوی نے مجھے لکھا، وہ انہیں دارالضیافت لے گئیں۔ پھر لجنہ کی ایک تقریب میں بھی لے گئیں۔ بہرحال وہ بہت اچھا اثر لے کر واپس لوٹیں۔

(نوٹ: مکرمہ چیمہ صاحبہ کی بیگم ثریا ثروت صاحبہ اس دوران جرمنی پہنچ چکی ہیں۔ چنانچہ خاکسار کے دریافت کرنے پر انہوں نے مزید بتایا کہ جو پانچ صد روپیہ وہ دے کر گئی تھیں، وہ مَیں نے بعد میں ان کی طرف سے صدقہ میں دے دئے۔ یہ بھی بتایا کہ اس بچے کا نام انہوں نے شیر علی رکھا جو اس وقت اپنی عمر کے آٹھویں سال میں ہے)

☆ ☆ ☆

دوسری خوشخبری

''اللہ تعالیٰ انہیں ایک تندرست بیٹے سے نوازے گا''

دوسری خوشخبری بیان کرتے ہوئے مکرم چیمہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اسی رات جس کا خاکسار نے اوپر ذکر کِیا ہے، اس میں ملنے والی دوسری خوشخبری

خاکسار کے ایک اَور دوست مکرم سخاوت علی صاحب، ایم۔اے کے بارے میں تھی اور وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ایک سال کے اندر اندر ایک تندرست بیٹے سے نوازے گا''

فرماتے ہیں، مکرم سخاوت علی صاحب کا مکان فیصل آباد میں خاکسار کے مکان سے قریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر سڑک کی دوسری جانب تھا اور بس سٹاپ ایک ہونے کے باعث ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔اس سے زیادہ ان سے شناسائی نہ تھی۔تاہم وہ ہمیشہ نہایت ادب اور احترام سے پیش آتے تھے۔ان کے ہاں پہلے دو بچے پیدا ہو کر فوت ہو چکے تھے۔خاکسار نے فیصل آباد واپس پہنچنے پر جب انہیں یہ خوشخبری سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے۔خاکسار نے انہیں یہ بھی کہا کہ وہ یہ خبر اپنی ڈائری میں لکھ لیں۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

آگے فرماتے ہیں:

''اس بشارت سماوی کے مطابق ان کے ہاں بھی سال ۲۰۰۱ء کے آخر پر ایک بچے نے جنم لیا جس کا نام انہوں نے سعد اللہ رکھا۔انہیں بھی اگرچہ مَیں نے اپنا نام نہیں بتایا تھا مگر انہیں کسی طرح اس بات کا احساس ہو گیا کہ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے خاکسار ہی کو دی ہے۔چنانچہ اِس بچے کی پیدائش کے بعد ان کی بیگم اور خود سخاوت علی صاحب نے میری بیوی سے بار بار فون پر کہا کہ اب ایک اَور بچے کے لئے بھی دعا کرو۔اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میری بیوی کے جرمنی پہنچنے سے قبل ان کے ہاں دوسرا بیٹا بھی پیدا ہو چکا تھا''

(مکتوب نمبر ۱۴۲۔مورخہ ۲۰۰۹۔۱۱۔۱۵)

(نوٹ: مکرم چیمہ صاحب بتاتے ہیں کہ مکرم سخاوت علی صاحب خود تو پہلے ہی احمدیت سے متأثر تھے۔جب ان کا وہ پہلا بیٹا پیدا ہوا تو ان کی بیگم پر بھی بہت اچھا اثر ہوا۔چنانچہ جیسا کہ چیمہ صاحب کی بیگم ثریا ثروت صاحبہ نے خاکسار کو بتایا، بعد میں وہ اپنی بیگم کو لے کر ربوہ میں بھی آئے اور بڑا اچھا اثر لے کر واپس لوٹے)

☆ ☆ ☆

باب چہارم

داعیانِ اِلی اللہ کی رؤیاہائے صالحہ

اس باب میں بعض اُن خوش نصیبوں کو بذریعہ رؤیاہائے صالحہ ملنے والی بشاراتِ سماویہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں بطور مبلغین سلسلہ اور داعیان الی اللہ سلسلے کی خاص خدمات بجالانے کی توفیق حاصل ہوئی۔

یاد رہے کہ دعوت الی اللہ جسے خدمتِ دین میں بہت ہی بلند مرتبہ حاصل ہے اور جس کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے خدا تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے شخص کو اپنی دعاؤں کا خاص مورد سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر مَیں دعا کیلئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ مَیں کسی شخص کی نسبت معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کیلئے، خدا کے رسول کیلئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کیلئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد والم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے''

پھر فرماتے ہیں:

''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُس شخص کی قدر ومنزلت ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہے''

(ملفوظات، جلد اوّل، طبع چہارم۔ صفحہ ۲۱۵)

پس داعیان الی اللہ کے لئے اللہ اور رسول کے نزدیک ایک خاص مقام ہے جس کی بدولت وہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں اور نعمتوں کا مورد بنتے ہیں۔ چنانچہ اگلے صفحات میں ایسے واقعات پیش کئے جارہے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ داعیان الی اللہ کو تبلیغی میدانوں میں کس قسم کی برکات وحسنات سے حصہ ملا اور آڑے وقتوں میں وہ کن کن رنگوں میں نصرت الٰہی سے نوازے گئے اور کیسی کیسی آسمانی بشارات سے سرفراز کئے گئے۔

☆☆☆

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ،سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وہ مستجاب الدعوات اور صاحبِ کشوف اور رؤیاء بزرگ تھے جنہیں بالکل اوائل عمر میں مسیح محمدی ومہدی پاک علیہ السلام کی شناخت اور آپ کے زمرۂ صحابہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔آپ کی تمام زندگی ایک کامیاب مجاہد اسلام کے طور پر جہاد کبیر کرتے کرتے گزری۔آپ کے روحانی تجارب پر مشتمل پانچ جلدوں میں آپ کی خود نوشت سوانح حیات بعنوان ''حیات قدسی'' خوارق اور عجائباتِ روحانیہ کا ایک ایسا حسین مرقع ہے کہ اسے پڑھ کر قرون اولیٰ کے اولیاء اور اصفیاء کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ذیل میں عنوان زیر بحث کی مناسبت سے آپ کی زندگی کے وہ واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن میں آپ کو کسی نہ کسی رنگ میں بشارات الٰہیہ سے نوازا گیا۔

پہلی بشارت سماوی

''مَیں آنحضرت ﷺ کے لشکر میں بھرتی ہو گیا''

حضرت امام الزمان کی غلامی میں ایک کامیاب داعی الی اللہ بننے کی بشارت

سب سے پہلے آپ کی ایک ایسی رؤیاء کا ذکر کِیا جاتا ہے جو آپ کو اپنی زندگی کے بالکل ابتدائی ایام میں ہوئی اور جس میں آپ کو اپنی بعد میں آنے والی مجاہدانہ زندگی کا سارا نقشہ تصویری رنگ میں دکھا دیا گیا۔یعنی یہ بتایا گیا کہ آپ ایک ایسے لشکر میں بھرتی ہو گئے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سرکردگی میں ہندوستان پر چڑھائی کرنے والا ہے،آپ کے ہاتھ میں برچھی ہے اور آپ بڑے بڑے خنزیروں کو قتل کر رہے ہیں۔اور عجیب بات یہ ہے کہ اُس وقت تک نہ آپ نے امام الزمان کو دیکھا تھا نہ اس کے ظہور کی بابت کچھ سنا تھا اور نہ ہی آپ جانتے تھے کہ وہ کب اور کہاں ظاہر ہوگا یا یہ کہ اس کے روحانی لشکر میں آپ کو شریک ہونا نصیب بھی ہوگا یا نہیں۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت راشدہ سے قبل کی بات ہے کہ مَیں نے خواب

میں دیکھا کہ مَیں اپنے گاؤں موضع راجیکی میں اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں......اور (وہاں) بڑی کثرت سے لوگ جمع ہیں۔مَیں نے اُس وقت سامنے سے آنے والے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا لشکر ہے۔ مَیں نے دریافت کِیا کہ آنحضرت ﷺ بھی اس لشکر میں موجود ہیں تو اس نے کہا کہ ہاں، حضور بھی موجود ہیں۔یہ سنتے ہی مَیں نے اپنی جوتیاں وہیں پھینکیں اور بھاگتے ہوئے آنحضورؐ کے لشکر میں جاملا۔وہاں دیکھا تو مشرقی جانب آنحضرت ﷺ لوگوں کو بھرتی فرمارہے ہیں۔چنانچہ اپنے گاؤں کے لوگوں میں سے اُس وقت مَیں ہی حضور اقدس کی خدمت عالیہ میں آگے بڑھا اور تسلیمات عرض کرنے کے بعد اس لشکر میں بھرتی ہوگیا‘‘

آگے یہ کہ اس لشکر کے سپرد کیا کام کِیا گیا اور خواب کے اندر ہی آپ نے اس کام کو کس کامیابی سے سرانجام دیا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’اس کے بعد ہم تمام فوجیوں کو برچھیاں دی گئیں اور حکم ملا کہ تم نے خنزیروں کو قتل کرنا ہے۔ازاں بعد اچانک نظارہ بدلا اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے چاروں طرف بڑے بڑے خنزیر ہیں جنہیں ہم نے قتل کرنا شروع کردیا ہے۔اور جو خنزیر کسی اَور سے قتل نہیں ہوتا مَیں برچھی کے ایک وار سے اسے وہیں ڈھیر کردیتا ہوں‘‘

اب کس طرح اپنے گاؤں موضع راجیکی میں سے سب سے پہلے آپ ہی کو حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کی غلامی میں آنے کا شرف حاصل ہوا اور آپؓ کی قوت قدسیہ سے قوت پاکر تمام ہندوستان بھر میں کس طرح آپ نے بڑے بڑے شوریدہ سر علماؤں، سرکش آریہ پنڈتوں اور بیباک عیسائی منادوں کے دانت کھٹے کئے، ان کی علمیت کا پردہ چاک کِیا اور بڑے بڑے علمی معرکوں میں انہیں چاروں شانے چت گرا کر قرآنی علوم کی عظمت اور برتری ثابت کی، یہ آپ کی اسی بچپن کی رؤیاء کی حسین تعبیر اور آپ کو دی جانے والی عظیم بشارت کی تکمیل ہے۔جیسا کہ آپ خود بھی فرماتے ہیں:

’’اس رؤیائے صادقہ کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تبلیغ ہدایت کا موقع عطا فرمایا اور مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل جس کی علامت آنحضرت ﷺ

نے یَقْتُلُ الخِنْزِیْرَ وَ یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ قرار دی ہے[ا]، مجھے ہزاروں مرتبہ ایسے خنزیر صفت لوگوں کے مقابلہ میں اپنے فضل سے نمایاں فتح نصیب فرمائی''

(''حیات قدسی''، جلد اول۔ صفحہ ۹ تا ۱۰)

اسی طرح آپ کا سوانح نگار آپ کی اسی رؤیاء کی تعبیر میں آپ کو علمی اور روحانی میدانوں میں حاصل ہونے والی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

''چنانچہ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ اور جہاد کبیر کی مہم میں گذشتہ نصف صدی میں کوئٹہ سے لے کر مشرقی بنگال تک۔ پشاور سے لے کر کراچی تک اور کشمیر سے لے کر مدراس، مالابار اور بمبئی تک کے علاقوں میں پیغام حق پہنچانے اور جماعت ہائے احمدیہ میں تقاریر اور اس ذریعہ سے تربیت وافاضۂ علمی کی توفیق ملی۔ اور پنجاب کا تو شاذ ہی کوئی شہر ہوگا جہاں آپ کو اس تعلق میں بار بار جانے کا موقع نہ ملا ہو۔ اور اس علم کے طفیل جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے حاصل ہوا آپ نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں مثلاً مدراس، حیدر آباد دکن، دہلی، کلکتہ، لاہور، کراچی، لکھنو، سہارن پور، کانپور، پشاور، سیالکوٹ اور امرتسر وغیرہ میں بڑے بڑے علماء کو قرآنی حقائق ومعارف عربی زبان میں بیان کرنے میں مقابلہ کیلئے للکارا لیکن اللہ تعالیٰ نے سلسلہ حقہ کا ایسا رعب قائم کیا کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم مقابلہ نہ کر سکا۔ اور کسی کو دعوتِ مبارزت قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی''

(''اصحاب احمد''، جلد ہشتم۔ صفحہ ۲۴ تا ۲۵)

یہ عنوان ختم کرنے سے قبل اس سے تعلق رکھنے والا ایک عظیم الشان نکتہ معرفت بیان کیا جاتا ہے جو یہ ہے کہ آپ کو اپنی محولہ بالا رؤیاء میں جو یہ بتایا گیا کہ آنحضرت ﷺ کا لشکر ہندوستان پر چڑھائی

[ا] اس تعلق میں بیان شدہ پوری حدیث کا متن حسب ذیل ہے:

''وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَن یَّنزِلَ فِیکُمْ اِبنُ مَرْیَمَ حَکَماً عَدْلاً فَیَکسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الخِنْزِیرَ وَ یَضَعُ الجِزْیَۃَ وَ یُفِیضُ المَال حَتّٰی لَا یَقبَلَہٗ اَحَدٌ''

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر)

کرنے والا ہے تو یہ اس امر کی طرف ایک زبردست اشارہ تھا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ جو دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا دوسرا نام ہے اس کا آغاز ہندوستان سے ہونا مقدر ہے، جیسا کہ عملاً ظہور میں آیا۔ اور عجیب تر یہ کہ اس سلسلہ میں **صحیح بخاری** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی بیان ہوئی ہے جس سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ہندوستان میں ظاہر ہونے کا ایک زبردست قرینہ نکلتا ہے۔ وہ حدیث حسب ذیل ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم عِصَابَۃٌ تَغْزُوْ الْھِنْدَ وَھِیَ تَکُوْنُ مَعَ الْمَھْدِیِّ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ

(رواہ البخاری فی تاریخہٖ)

(حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک جماعت ہندوستان پر حملہ آور ہوگی اور وہ **مہدی** کے ساتھ ہوگی۔ اس **مہدی** کا نام **احمد** ہوگا)

گویا آسمانوں کے خدا کی پہلے سے تیار شدہ تقدیر اور علم کے مطابق ہندوستان ہی وہ خوش نصیب ملک تھا جس کا انتخاب تمام دنیا کی روحانی آبیاری کیلئے کیا جا چکا تھا۔ ہندوستان کی اسی خوش بختی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سر زمینِ ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

☆ ☆ ☆

دوسری بشارت سماوی

”آپ کو بینگن کھانے کی ممانعت ہے“

”آپ کو اپنی اوائل عمری میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے اعلام سماوی کے ذریعہ ایک مضر صحت سبزی کھانے سے منع فرمایا، اسے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب مَیں شہر گجرات میں اپنے ایک اَور صحابی دوست حضرت مولوی الٰہی بخش صاحبؓ کے مکان پر مقیم تھا تو

”مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے، آپ بینگن نہ کھایا کریں۔ چنانچہ مَیں نے ایک عرصہ تک بینگن کا استعمال ترک کر دیا۔ تاہم کچھ مدت کے بعد ایک تقریب پر مَیں نے بینگن کھالئے اور خیال کیا کہ شاید وہ ممانعت وقتی ہوگی۔ اِس پر اسی رات خواب میں مجھے وہی فرشتہ ملا اور کہنے لگا، آپ کو تو بینگن کھانے سے منع کیا تھا۔ آج آپ نے پھر کھالئے ہیں۔ یہ تو آپ کے لئے مضر ہیں“

فرماتے ہیں، یہ نصیحت سن کر مَیں اپنے خیر الراحمین خدا کا شکر بجالایا اور اس کی اپنے اوپر کی جانے والی اس شفقت اور رحمت پر میرا دل اس کیلئے ممنونیت اور احسان کے جذبے سے بھر گیا کہ وہ اپنے عبد حقیر کا کس قدر خیال رکھتا ہے۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!**

(”حیات قدسی“، جلد دوم۔ صفحہ ۴۴)

☆ ☆ ☆

تیسری بشارت سماوی

''حضورؐ مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر آگے پہنچا دیتے ہیں''

ایک بیماری سے صحتیاب ہونے کی بشارت

جن دنوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے، آپ شدید اعصابی دورہ کی وجہ سے بیمار تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''جب سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود خلافت ثانیہ کے تخت پر مسند نشین ہو گئے تو آپ نے اپنی دعوات خاصہ کے وعدہ کے ساتھ مجھے بہت تسلی دی کہ آپ صحتیاب ہو جائیں گے۔ ان ہی ایام میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک سمندر حائل ہے جس کو مَیں عبور کرنا چاہتا ہوں مگر کوئی رستہ نہیں ملتا۔ مَیں اسی تردد میں ہوں کہ اچانک میرے سامنے سیدنا حضرت محمد ﷺ ظاہر ہوئے۔ جس جگہ حضورؐ مجھے نظر آتے ہیں وہ سمندر کا دوسرا کنارہ معلوم ہوتا ہے اور مَیں پہلے والے کنارے پر ہوں۔ اُس وقت میرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاصلہ بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مجھے اس کو عبور کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ اسی حالت میں دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ اپنے وجود کو آگے بڑھا کر میرے قریب کر دیتے ہیں اور پھر مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر سمندر پار کرا دیتے ہیں''

فرماتے ہیں، یہ آسمانی بشارت مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعوات خاصہ اور تسلی دلانے کے بعد نصیب ہوئی اور اس کے بعد میری حالت جلد جلد رو بصحت ہونی شروع ہو گئی۔

(''حیات قدسی''، حصہ سوم۔ صفحہ ۶۳ تا ۶۴)

☆ ☆ ☆

چوتھی بشارت سماوی

''آپ گذر سکتے ہیں''

ایک مہلک تکلیف سے نجات پانے کی بشارت

اسی طرح ایک بار آپ اپنے مالابار کے تبلیغی سفر کے دوران اِس قدر بیمار ہو گئے کہ ڈاکٹروں نے آپکے بارے میں زندگی کا خطرہ محسوس کِیا۔ چونکہ آپ اپنے وطن اور دیارِ خلافت سے بہت دُور تھے، آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے دوستوں کو وصیت کر دی کہ اگر میری وفات ہو جائے تو میری لوحِ مزار پر صرف یہ شعر لکھ دینا:

شرطِ عشق است در طلب مردن گر نشاید بہ دوست رہ بردن

یعنی 'اگر محبوب تک پہنچنا ممکن نہیں تو اس کی تلاش میں مر جانا ہی اس عاشق کیلئے بہتر ہے'

فرماتے ہیں:

''جب مَیں نے یہ بات کہی تو احباب جماعت بہت ہی غمزدہ ہو گئے اور میری شفایابی کیلئے دعائیں کرنے لگے۔ جب مَیں رات کو سویا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک بازار میں سے گذر رہا ہوں جو مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔ مَیں چلتے چلتے ایک جگہ پہنچا، جہاں مجھے ایک قصاب نظر آیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مَیں فوجی لباس میں ہوں اور ایک بہت بڑی مہم پر جا رہا ہوں۔ جب مَیں قصاب کے قریب پہنچا تو مجھے القا ہوا کہ یہ قصاب دراصل ملک الموت ہے........ جب مَیں اس کے پاس پہنچا تو مَیں نے عاجزی سے عرض کِیا کہ 'مَیں آپ کی منت کرتا ہوں کہ آپ مجھے آگے گذرنے سے نہ روکیں'۔ میرے یہ الفاظ سن کر موت کے فرشتہ نے اشارہ کِیا کہ آپ گذر سکتے ہیں۔ مَیں نے آگے گذرنے کیلئے قدم اٹھایا ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی''

فرماتے ہیں، مجھے اس رؤیا کی یہ تفہیم ہوئی کہ مَیں اس بیماری سے شفایاب ہو جاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اس خواب اور اس کی تعبیر سے احباب جماعت کو بھی مطلع کر دیا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ یعنی آپ اپنے اس تبلیغی سفر سے کامیابی اور صحت کے ساتھ واپس ہوئے۔

(''حیات قدسی''، حصہ چہارم۔ صفحہ ۸۷ تا ۸۸)

پانچویں بشارت سماوی

’’وہ ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں‘‘

ایک خادم سلسلہ کی صحت کے متعلق ملنے والی بشارت الٰہی

مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم، سلسلہ کے ایک بیباک مبلغ اور اپنے دَور میں میدان مناظرہ کے ایک کامیاب شہسوار تھے۔آپ بی۔اے،ایل۔ایل۔بی (وکیل) تھے۔آپ ان تین خوش بخت افراد جماعت میں سے ہیں جنہیں حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے ’’خالد احمدیت‘‘ کا خطاب ملا۔

چنانچہ ایک بار جب ان کی شدید علالت کی اطلاع شائع ہوئی تو حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

’’خادم صاحب، سلسلہ کے بہترین خدام میں سے ہیں اور بہت اعلیٰ مناظر ہیں اور بدگو اور بدزبان دشمنان احمدیت کو مسکت جواب دینے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔مَیں نے ان کے اخلاص، خدمات اور نفع مند وجود کا خیال کرتے ہوئے ان کی شفایابی کیلئے بہت توجہ سے دعا کی۔پھر ایک دن الفضل میں ان کی نازک حالت کے بارے میں اطلاع شائع ہوئی۔تب مَیں نے اس خیال سے کہ یہ نوجوان سلسلہ حقہ کیلئے بہترین خدام میں سے ہے اور اچھا کام کرنے والا ہے اور سلسلہ کو اِس وقت ایسے خدام کی بہت ضرورت ہے، ان کی صحت کیلئے بہت تضرع سے دعا کی۔تہجد کے وقت جب مَیں دعا کر رہا تھا تو مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور مَیں نے دیکھا کہ عزیزم مکرم خادم صاحب نہایت ہی عمدہ صحت کی حالت میں میرے سامنے آگئے ہیں اور مجھ سے بلب تبسم ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں‘‘

چنانچہ آپ نے صبح اٹھ کر انہیں ایک اطلاعی کارڈ لکھا اور اپنے کشف سے مطلع کرتے ہوئے انہیں صحت کی امید دلائی۔پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں دن بدن صحت ہونی شروع ہوگئی اور پھر پوری صحت کے ساتھ وہ آپ کو قادیان میں بھی ملے اور اس طرح خدائے پاک کی دی ہوئی کشفی اطلاع بتمام وکمال پوری ہو کر اس کی پاک اور مقدس ہستی کا زندہ نشان بن گئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

(’’حیات قدسی‘‘، جلد پنجم۔صفحہ ۲۶ تا ۲۷

مطبوعہ روزنامہ الفضل، مورخہ یکم اگست 1937ء)

مولانا نذیر احمد علی صاحب مجاہد مغربی افریقہ

''میں خدا کا زندہ نشان دیکھ کر احمدی ہوا ہوں''

سیرالیون کے ایک مقامی احمدی کی شہادت

مکرم مولانا نذیر احمد علی صاحب مغربی افریقہ میں بھجوائے جانے والے ابتدائی مبلغین میں سے تھے۔آپ کو مغربی افریقہ کے ممالک گولڈ کوسٹ (موجودہ نام غانا) اور سیرالیون میں سالہا سال تک فریضۂ تبلیغ حق ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور ان پسماندہ ممالک میں رہتے ہوئے خوراک، مالی مشکلات اور نقل وحمل کی دشواریوں کے باوجود آپ نے بڑی جانفشانی سے کام کیا اور بڑی بڑی مخلص جماعتیں قائم کرنے کی توفیق لی۔

مکرم چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ مرحوم (سابق صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان) نے سیرالیون کے ایک ابتدائی احمدی مکرم الحاج علی روجرز صاحب کے حوالے سے آپ کے اس ملک میں قیام کے دوران کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جو بتاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشفاً ایک ایسا نظارہ دکھایا جو سیرالیون میں جماعت کی ترقی پر دلالت کرنے والا تھا اور جو بعد میں من و عن پورا ہوا۔چنانچہ چودھری صاحب موصوف اس کشف اور اس کے پورا ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ۱۹۷۰ء میں پہلے دورۂ مغربی افریقہ کے وقت خاکسار کو بھی بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضورؒ کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔اُس وقت سیرالیون کے دورہ کے دوران وہاں کے معمر صدر جماعت مکرم الحاج علی روجرز صاحب نے خاکسار کے دریافت کرنے پر کہ وہ کیونکر احمدی ہوئے، خاکسار کو بتایا کہ میں خدا کا نشان دیکھ کر احمدی ہوا ہوں۔اس کی تفصیل انہوں نے یوں بیان فرمائی کہ جب حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب پہلی بار ہمارے گاؤں تشریف لائے اور آپ کی ایک غیر احمدی مولوی سے گفتگو ہوئی تو مولوی نے ساری باتیں سن کر آخر پر یہ فتویٰ دیا کہ آپ کافر ہیں''

آگے مکرم علی روجرز صاحب کے حوالے سے ہی بتاتے ہیں کہ جب وہ تبلیغی نشست ختم ہوئی تو شام پڑ چکی تھی۔حضرت مولوی صاحب نے رات بسر کرنے کے لئے وہاں کے ایک مقامی غیر احمدی کا

دروازہ کھٹکھٹایا۔اس نے کہا کہ چونکہ ہمارے مولوی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اس لئے مَیں آپ کو اپنے پاس نہیں ٹھہرا سکتا۔یہی بات ایک دوسرے اور تیسرے مقامی شخص نے کہی۔اس پر آپ جنگل کی طرف چل پڑے۔مکرم علی روجرز نے آگے بتایا کہ:

''مَیں یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔چنانچہ مَیں یہ جان کر کہ آپ مسلمان تو ہیں، آپ کو اپنے گھر لے جانے کی نیت سے آپ کے پاس گیا مگر آپ نے فرمایا کہ مَیں آج رات جنگل میں ہی بسر کروں گا اور دعا کروں گا۔اس پر مَیں بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔جنگل میں پہنچ کر آپ نے ایک جگہ صاف کی اور چادر بچھا کر نماز پڑھنے لگ گئے۔اِس دوران آپ کو سخت دردِ گردہ شروع ہوگئی مگر میرے کہنے کے باوجود آپ پھر بھی میرے ساتھ گھر نہ گئے اور دعا میں مصروف رہے۔دعا سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے بتایا کہ مَیں نے کشفاً دیکھا ہے کہ جہاں تم بیٹھے ہو وہاں جماعت کا ایک سکول ہے اور اس سکول کی انتظامیہ کمیٹی کے تم صدر ہو''

مکرم باجوہ صاحب فرماتے ہیں، یہ کہتے ہوئے مکرم علی روجرز صاحب پر رقت طاری ہوگئی۔پھر کہنے لگے کہ جب ہمارے علاقے میں احمدیت پھیلی ہے تو عین اسی مقام پر جو حضرت مولوی صاحب کو کشفاً دکھایا گیا تھا، آج ہمارا سکول ہے اور مَیں اس کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر ہوں۔

(بحوالہ ''الفضل انٹرنیشنل''، لندن۔مورخہ ۱۰ ارنومبر ۲۰۰۶ء)

..........☆..........

اے دنیا والو!

کیا اب بھی تم یقین نہیں کرو گے کہ اس زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ایک خدا ہے جو ہر پوشیدہ راز کو جانتا اور اپنے نیکو کار بندوں کو ان رازہائے سربستہ سے آگاہ کر کے انہیں اپنی ہستی کا یقین دلاتا رہتا ہے؟

☆ ☆ ☆

مولانا نذیر احمد صاحب مبشر

الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مبشر بھی مغربی افریقہ کے ان مبلغین میں سے تھے جنہیں سالہا سال تک ملک گولڈ کوسٹ (حال غانا) میں اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق ملی۔ گولڈ کوسٹ میں جماعت کا قیام ۱۹۲۱ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ کے ذریعہ عمل میں آیا تھا۔ چنانچہ ہمارا مرکزی مشن ایک لمبے عرصہ تک گولڈ کوسٹ کی ساحلی بندرگاہ سالٹ پانڈ (Saltpond) میں رہا۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر پہلی بار ۱۹۳۶ء میں وہاں تشریف لے گئے اور قریباً سوا گیارہ سال تک فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد واپس لوٹے۔ جنوری ۱۹۴۹ء میں آپ دوسری بار اور جنوری ۱۹۵۵ء میں تیسری بار اسی ملک (غانا) میں تشریف لے گئے۔ پہلی بار آپ کے وہاں پہنچنے کے تین سال بعد جنگ عظیم دوم چھڑ گئی۔ گولڈ کوسٹ چونکہ بعض دیگر مغربی افریقی ممالک کی طرح انگریزوں کی عملداری میں تھا لہٰذا جنگ کی بازگشت جلد ہی اس ملک میں بھی پہنچ گئی اور ملک کی سیاسی اور اقتصادی حالات کو متاثر کرنے لگی۔ ذیل میں بیان کیا جانے والا پہلا واقعہ آپ کے اسی دور سے تعلق رکھتا ہے۔

پہلا واقعہ

”کوئی دشمن جماعت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے“

آپ کو ملنے والی ایک انذاری خبر

ابھی آپ کو سالٹ پانڈ پہنچے ہوئے بمشکل چار سال کا ہی عرصہ ہوا تھا کہ فرماتے ہیں:

”ایک رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے چیمبر پاٹ میں ایک سیاہ سانپ داخل ہوا ہے جس کا منہ پاٹ کے اندر کی طرف ہے اور دُم پاٹ کے کنارے پر ہے۔ مجھے بیدار ہونے پر اس کی یہ تفہیم ہوئی کہ کوئی دشمن میرے درپئے آزار ہے۔ چنانچہ اسی روز جب فجر کی نماز کے بعد مَیں وہاں مقامی مبلغین کی کلاس کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا رہا تھا تو مَیں نے طلبہ کو بتایا کہ آج رات مَیں نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی چھپا ہوا دشمن مجھے یا جماعت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ ابھی مَیں نے یہ گفتگو ختم بھی نہ کی تھی کہ ایک طالب علم مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

'مولوی صاحب! آپ کا خواب پورا ہو گیا ہے۔ وہ دیکھیں ہمارے دارالتبلیغ (Mission House) کے گرد پولیس گھیرا ڈالے کھڑی ہے'

فرماتے ہیں، جب مَیں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو واقعی دو درجن کے قریب پولیس کے آدمی مشن ہاؤس کے گرد کھڑے تھے۔ آگے کیا ہوا اس کی روئیداد بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جب مَیں کلاس سے فارغ ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ ہمارے صحن کے مشرقی دروازے کی طرف سے خفیہ پولیس کا ایک آدمی سادہ لباس میں میری طرف آ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے۔ مَیں نے ہنس کر اس سے دریافت کیا کہ کیا میرے خلاف کوئی وارنٹ لائے ہو؟ اس نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا کہ ہاں آپ کی خانہ تلاشی کے وارنٹ ہیں۔ چنانچہ اس کے چند منٹ بعد ہی ایک ہیڈ کانسٹبل، ایک سپاہی کے ساتھ نمودار ہوا اور کہنے لگا، آپ کی تلاشی کے وارنٹ میں لکھا ہے کہ آپ کے پاس ٹرانسمٹر (یعنی لاسلکی آلۂ ترسیل الصوت۔ناقل) ہے جس کے ذریعے آپ جرمنی میں خبریں پہنچاتے ہیں اور اسلحہ بھی ہے''

آپ فرماتے ہیں، میرے کہنے پر کہ ہاں بیشک تلاشی لے لو اور اسلحہ اور ٹرانسمٹر وغیرہ جو بھی نظر آئے اپنے قبضہ میں کر لو وہ میرے رہائشی حصہ کے اندر چلے گئے اور ہر چیز دیکھنی شروع کر دی۔ انہوں نے ایک ایک الماری اور ایک ایک بکس کو کھول کر دیکھا مگر انہیں کوئی بھی قابل اعتراض چیز نہ ملی۔ اب کہنے لگے، ہم مشن ہاؤس کے دفاتر کا حصہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''اس پر مَیں نے کہا کہ وارنٹ صرف میرے نام ہے اور از روئے قانون آپ جنرل سیکرٹری اور فینانشل سیکرٹری کے دفاتر کی تلاشی نہیں لے سکتے۔ اس پر وہ رُک گئے۔ مگر میرے کہنے پر کہ اچھا میری طرف سے اجازت ہے انہوں نے دفاتر کی بھی تلاشی لینی شروع کر دی۔ مگر وہاں بھی انہیں کچھ نہ ملا۔ اب کہنے لگے، ہم سکول کے ہوسٹل کی بھی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ اس پر مَیں نے طلبہ کے نام وارنٹ طلب کئے جو اُن کے پاس نہیں تھے۔ چنانچہ وہ ہوسٹل کی تلاشی سے بھی رُک گئے۔ مگر میرے کہنے پر کہ ہوسٹل کی تلاشی بھی لے لو، وہ وہاں بھی گئے۔ مگر وہاں بھی انہیں کوئی قابل اعتراض چیز نہ ملی۔

جب اس طرح بھی انہیں ناکامی ہوئی تو دارالتبلیغ واپس آکر وہاں پر پڑی پانی کی ٹینکی کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔ مگر کوئی چیز ہوتی تو انہیں ملتی"

جب اس طرح سے وہ تلاشی مکمل کر چکے تو انسپکٹر پولیس مسٹر بانس بھی آن پہنچا اور یہ معلوم کر کے کہ پولیس کو کوئی قابل اعتراض شئے نہیں مل سکی وہ آپ سے کہنے لگا، مَیں آپ کی ذاتی فائلیں دیکھنی چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایک ایک کر کے اس نے تمام فائلیں دیکھیں۔ مگر ان میں بھی اسے کوئی مشکوک یا قابل اعتراض مواد نہ ملا۔ اب وہ شرمندہ ہو کر آپ سے کہنے لگا کہ معاف فرمائیں، ہم نے آپ کو تکلیف دی ہے۔ آپ نے کہا، کوئی بات نہیں، آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔ مگر یہ فرض کی ادائیگی انسپکٹر پولیس کو بہت ہی مہنگی پڑی۔ چنانچہ مکرم مولانا صاحب اس کی دلچسپ روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ابھی وہ لوگ وہیں کھڑے تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ ایک قریبی گاؤں میں غیر قانونی طور پر شراب کشید کی جارہی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اسی وقت اس گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں اُس انسپکٹر پولیس نے شراب سے بھری بوتل اپنے ہاتھ میں پکڑی ہی تھی کہ مجرموں میں سے ایک نے کسی طرح اس بوتل کو توڑ دیا جس سے اس کا ہاتھ بری طرح زخمی ہو گیا۔ چنانچہ اسے اسی وقت ایمبولینس میں ڈال کر سالٹ پانڈ کے ہسپتال میں لے جایا گیا۔ جب وہ ہسپتال میں زیر علاج تھا تو اس کے اپنے عیسائی لوگوں نے اسے یہ کہہ کر شرمندہ کرنا شروع کر دیا کہ دراصل تجھے یہ مولوی مبشر جو ایک شریف آدمی ہے کی بلاوجہ خانہ تلاشی لینے کی سزا ملی ہے"

آگے اس سے بھی زیادہ سزا اس کے استقبال کیلئے کھڑی تھی۔ وہ اس طرح ہوا کہ مکرم مولانا مبشر صاحب فرماتے ہیں:

"جب وہی انسپکٹر چند دن زیر علاج رہنے کے بعد کار پر سالٹ پانڈ سے کیپ کوسٹ (غانا کا ایک اور ساحلی شہر اور بندرگاہ۔ ناقل) جا رہا تھا تو اس کی کار ایک بس سے ٹکرا گئی جس کے نتیجے میں وہ کار سمیت ایک خندق میں جا گرا۔ جب اسے واپس سالٹ پانڈ لایا گیا تو اس کی بیوی اسے ملامت کرنے لگی اور کہنے لگی، اگر خیر چاہتے ہو تو احمدیوں کے

امیر مولوی مبشر سے جا کر معافی مانگ لو۔اس پر اس نے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے معافی مانگی“

........☆........

نوٹ:اس سلسلے میں مولانا مبشر صاحب نے ایک اَور دلچسپ انکشاف بھی فرمایا ہے جو بتاتا ہے کہ الٰہی سلسلوں کے ساتھ عناد رکھنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔فرماتے ہیں،یہ شرارت دراصل ایک متعصب (رومن کیتھولک) عیسائی اسسٹنٹ کمشنر کی تھی۔چنانچہ مَیں چیف کمشنر سے ملا اور اسے کہا کہ آپ کی پولیس نے ہمارے خالص مذہبی اور تبلیغی مشن کے ساتھ یوں زیادتی کی ہے۔اس نے پوچھا، آپ کا شک کس پر ہے۔مَیں نے اسسٹنٹ کمشنر کا نام لیا۔چنانچہ کچھ عرصہ بعد مَیں نے سنا کہ اسے وہاں سے تبدیل کر کے اشانٹی ریجن میں ڈپٹی کمشنر لگا دیا گیا ہے۔اس پر مَیں نے تہجد میں دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ! وہ شخص جس نے تیرے دین کی توہین کی ہے،اسے یہ ترقی کیسی؟ یعنی اسے تو کوئی عبرتناک سزا ملنی چاہئے تھی۔میری اس دعا کے چند دن بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس دشمنِ اسلام پر بلیک واٹر فیور (یعنی کالے خونی بخار) کا حملہ ہوا ہے اور اسی میں وہ چند دن مبتلا رہ کر راہیٔ ملک عدم ہو گیا۔

(بحوالہ”روح پرور یادیں“۔صفحہ ۸۲-۸۱)

☆ ☆ ☆

دوسرا واقعہ

”ایک سانپ نکل کر لائبریری میں چلا گیا ہے“

آپ کو ملنے والی ایک اَور انذاری خبر

اسی طرح کی ایک اَور انذاری خبر کی ایمان افروز روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”۱۹۳۷ء کے شروع میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ سالٹ پانڈ مشن کی مرکزی لائبریری سے ایک سانپ نکل کر احمدیہ سکول کی لائبریری میں جا گھسا ہے۔ مجھے اس انذاری خبر سے تشویش پیدا ہو گئی اور مَیں جماعتی معاملات میں چوکس ہو کر ہر قسم کے حالات کا بغور جائزہ لینے لگا“

یہ انذاری خبر کچھ عرصہ بعد ہی حقیقت بن کر منظر عام پر آ گئی۔اس بارے میں آپ ایک ایسا واقعہ بیان فرماتے ہیں جس کا اس سے پہلے آپ کو کوئی ادنیٰ سا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''مجھے پتہ چلا کہ ہمارے سکول کا ایک احمدی ٹیچر لاہوری جماعت [ا] سے کچھ ساز باز رکھتا ہے۔اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی مَیں نے سنا کہ لاہوری جماعت کے ایک سرکردہ ممبر جن کا نام شمس الدین تھا، لاہور سے سیرالیون (مغربی افریقہ) پہنچ گئے ہیں اور وہاں ہمارے خلاف انگریزی لٹریچر پھیلا رہے ہیں۔کچھ دنوں بعد وہ سالٹ پانڈ میں آ گئے اور میرے ہاں مشن ہاؤس میں ہی چند دن قیام کیا۔خاکسار نے بھی اسلام کی روایتی مہمان نوازی کا پاس کرتے ہوئے ان کے قیام وطعام کا پورا حق ادا کیا۔تاہم مجھے اپنی مذکورہ بالا رؤیا کے پیش نظر شک تھا کہ شمس الدین صاحب کی سالٹ پانڈ آمد میں ضرور کوئی مخفی منصوبہ مضمر ہے''

....

[ا] لاہوری جماعت کیا ہے، اس بارے میں مختصراً اس قدر بتانا کافی ہوگا کہ جب حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ (حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے سب سے بڑے فرزند) کے وجود میں خلافت ثانیہ کا قیام عمل میں آ گیا تو جماعت کے بعض سرکردہ ممبران جن کا تعلق لاہور سے تھا اور جو سرے سے ہی خلافت کے قیام کے خلاف تھے، قادیان کو خیرباد کہہ کر لاہور چلے گئے اور وہاں انہوں نے مولوی محمد علی صاحب (سابق ایڈیٹر ''ریویو آف ریلیجنز''، قادیان) کی زیر قیادت ایک الگ جماعت قائم کر لی۔علیحدگی پسندوں کی یہ جماعت ''لاہوری جماعت'' یا ''غیر مبائعین'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر ان لوگوں نے بھی جماعت احمدیہ قادیان کی عالمی تبلیغی مہمات کے مقابل پر اندرون و بیرون ملک اپنے تبلیغی مشن قائم کرنے شروع کر دئے۔ان کے مبلغ شمس الدین صاحب کا وہاں آنا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بیرونی ممالک میں لاہوری جماعت کو شروع شروع میں کچھ کامیابیاں بھی ہوئیں۔چنانچہ انگلستان میں ''ووکنگ مشن'' کے نام سے ان کے زیر انتظام چلنے والا ایک تبلیغی مرکز بڑی مدت تک ان کے خیالات کی ترجمانی کرتا رہا۔اسی طرح جرمنی کے مرکزی شہر برلن میں ان کی ایک مسجد ابھی تک موجود ہے جہاں کافی مدت تک ان کا ایک مبلغ موجود رہا مگر اس وقت ان کے ''ووکنگ مشن'' کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔اسی طرح ان کی برلن کی مسجد بھی ویران پڑی ہے۔ جہاں تک ان کی مجموعی عددی طاقت کا تعلق ہے تو وہ قریباً بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

آپ کو اس منصوبے کا علم کیسے ہوا، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ایک روز شمس الدین صاحب مجھے کہنے لگے، مَیں آپ کا یہاں مرکزی سکول دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مَیں انہیں اپنے ساتھ لے گیا اور سکول دکھایا۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد شمس الدین صاحب مجھے کہنے لگے، مَیں ذرا بازار جا رہا ہوں۔ لیکن مجھے شبہ ہوا کہ وہ بازار نہیں بلکہ دوبارہ سکول جائیں گے۔ چنانچہ میرا یہ شبہ درست نکلا۔ مَیں نے دیکھ لیا کہ بازار جانے کی بجائے وہ ہمارے سکول کی طرف جا رہے ہیں۔ اس پر مَیں بھی ایک دوسرے مگر نسبتاً چھوٹے راستے سے ہو کر سکول میں پہنچ گیا اور دیکھا کہ شمس الدین صاحب ایک خط ہمارے اسی ٹیچر کو دے رہے ہیں جس پر مجھے شبہ تھا کہ اس کی خفیہ خط و کتابت جماعت لاہور سے جاری ہے۔ یہ دیکھتے ہی مَیں نے اس ٹیچر سے اجازت لے کر وہ خط پڑھا۔ معلوم ہوا کہ وہ لاہوری جماعت میں اس کی شمولیت سے متعلق ہے۔ اس پر مَیں نے اسی وقت وہاں سب کے سامنے شمس الدین صاحب سے ذرا خفگی کے لہجے میں کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ ہمارے مہمان ہو کر خفیہ طور پر ہمارے مشن کے کارکنوں کو گمراہ کر رہے ہیں''

اب شمس الدین صاحب سے تو سوائے شرمندہ ہونے اور سر نیچا کر لینے کے کوئی معقول جواب بن نہ پڑا۔ مگر ہمارا وہ ٹیچر اسی روز مشن ہاؤس میں آ کر اپنی اس حرکت پر ندامت کا اظہار کرنے اور معافی مانگنے لگا۔ اور پھر سچی توبہ کر کے جماعت کے ساتھ اپنی وابستگی کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

(''روح پرور یادیں''، صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۶)

........☆........

الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مبشر کا خاندانی تعارف: آپ مرکز سلسلہ میں واپس پہنچنے اور ایک لمبا عرصہ ناظم دار القضاء کے طور پر خدمات بجا لاتے رہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے، مکرم ڈاکٹر نصیر احمد صاحب نصرت جہان سکیم کے ماتحت مغربی افریقہ میں کھلنے والے ہسپتالوں میں سالہا سال تک خدمات بجا لانے کے بعد اس وقت امریکہ میں ہیں۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے مکرم ڈاکٹر منیر احمد صاحب ربوہ کے قریب ایک سرکاری ہسپتال میں طبی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے ربوہ میں بھی ایک پرائیویٹ ہسپتال کھول رکھا ہے۔

مکرم مولانا شیخ عبدالواحد صاحب

مکرم مولانا شیخ عبدالواحد صاحب جزائر فجی (بحرالکاہل میں ڈیٹ لائن کے دوسری جانب واقع ایک چھوٹا سا جزیرہ ملک) کے پہلے مبلغ تھے۔آپ کو۱۹۶۱ء میں وہاں جانے اور جماعت کا تبلیغی مشن قائم کرنے کا ارشاد ہوا۔چنانچہ آپ نے وہاں سالہا سال رہ کر کام کیا اور آپ کے ذریعہ اس دور دراز ملک میں مبائعین کی ایک مخلص جماعت قائم ہوگئی۔بعد میں مرکز کی طرف سے مزید مبلغین بھجوائے جاتے رہے۔یاد رہے کہ جزائر فجی میں غیر مبائعین کا بھی ایک مشن قائم ہے۔مگر خدا کی قدرت ہے کہ وہاں ہمارا مرکز قائم ہونے کے بعد ان میں پہلے سے شامل کئی مخلصین کو سلسلۂ خلافت کے ساتھ وابستہ ہونے کی توفیق ملی۔اس کی بعض مثالیں ''درویشان احمدیت'' جلد اول میں دی گئی ہیں۔ذیل میں مضمون زیر بحث کی مناسبت سے وہاں کے بانی مبلغ یعنی مکرم شیخ عبدالواحد صاحب کی بیان کردہ بعض خوابوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾

''مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا تھا''

جزائر فجی کے لئے روانگی میں تاخیر کی آسمانی اطلاع

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ آپ جزائر فجی میں تبلیغی مشن کھولنے کی غرض سے ۱۹۶۱ء میں وہاں تشریف لے گئے۔آپ جب ابھی ربوہ میں ہی تھے اور روانگی کے لئے تیار ہو رہے تھے کہ اعلام سماوی کے ذریعے آپ کو بتایا گیا کہ آپ کی مرکز سے روانگی اکتوبر سے پہلے نہیں ہوگی۔تاہم وکالت تبشیر (بیرونی ممالک میں تبلیغ کا نگران مرکزی ادارہ) کی طرف سے سفر کے لئے فوری طور پر تیار رہنے کے حکم کی تعمیل میں آپ نے تیاری جاری رکھی۔لیکن پھر ہوا وہی جو خدا کی طرف سے آپ کو بتایا جا چکا تھا۔یعنی آپ کی روانگی ملتوی ہوتی چلی گئی۔اس سارے واقعہ کی دلچسپ روئیداد جیسا کہ آپ نے بیان کی ہے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۶۱ء میں دفتر وکالت تبشیر تحریک جدید کی طرف سے مجھے حکم ملا کہ جزائر فجی کیلئے میرا

پرمٹ آگیا ہے اور میں فوری طور پر سفر کے لئے تیار ہو جاؤں۔ مجھے چونکہ خواب میں بتایا جا چکا تھا کہ فجی کیلئے میری ربوہ سے روانگی اکتوبر ۱۹۶۱ء سے پہلے نہیں ہوگی اس لئے مَیں نے عرض کِیا کہ مَیں تو حسبِ حکم سفر کیلئے ہر طرح سے تیار ہوں تاہم مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری روانگی اکتوبر میں ہوگی۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ ہوائی کمپنی کی طرف سے اطلاع آچکی تھی کہ میری سیٹ کی ریزرویشن ہو چکی ہے، ایسی روکیں پیدا ہوتی چلی گئیں جن کی وجہ سے ادارہ متعلقہ کو میری ریزروشدہ سیٹ کئی بار کینسل کروانی پڑی۔ اور پھر واقعی جس طرح مجھے خواب میں بتایا گیا تھا، میری روانگی اکتوبر ۱۹۶۱ء میں ہی ہوئی''

﴿ ۲ ﴾

''مجھے ایک چھوٹی سی مسجد میں لے جایا گیا ہے''

فجی میں ایک مخلص جماعت کے قیام کی پیشگی آسمانی اطلاع

مرکز سے روانگی سے قبل دوسری خواب جو آپ نے دیکھی وہ ایک بشارت پر مشتمل تھی۔ یعنی آپ کو بتایا گیا کہ انشاء اللہ فجی میں آپ کو ایک مخلص جماعت قائم کرنے کی توفیق ملے گی۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جزائر فجی کا سفر اختیار کرنے سے چند روز قبل مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں فجی کے کسی جزیرہ میں ہوائی جہاز سے اترا ہوں۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر مجھے ایک ایسی جگہ لے جایا گیا ہے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کی چھت ٹین کی ہے جو چند ستونوں پر قائم ہے اور باقی وہ چاروں طرف سے کھلی ہے۔ اس مسجد میں چند بنگالی اور پٹھان نسل کے مسلمان بھائیوں کی طرف سے میرا شاندار استقبال کِیا گیا ہے اور میری آمد پر بڑی خوشی منائی گئی ہے''

فرماتے ہیں، میرے جزائر فجی پہنچنے پر یہ مبشر خواب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یوں پوری ہوئی کہ

''جب خاکسار ربوہ (پاکستان) سے روانہ ہو کر جزائر فجی کے انٹرنیشنل ائرپورٹ ناندی (Nandi) پراترا تو میرے استقبال کیلئے حاجی محمد رمضان خان صاحب مرحوم (سابق صدر جماعت احمدیہ ناندی) کی سرکردگی میں بیس پچیس پٹھان اور بنگالی نسل کے مسلمان بھائی موجود تھے۔ان سب نے میری آمد پر بڑی خوشی منائی اور مجھے موٹر میں بٹھا کر ناندی شہر کے اندر ایک بالکل ویسی ہی چھوٹی سی مسجد میں لے گئے جیسی مَیں نے خواب میں دیکھی تھی۔پھر شہر کے بعض دیگر معززین کو بلا کر وہاں ایک جلسہ کی صورت میں میرا خیر مقدم کیا گیا''

آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس مسجد میں کچھ عرصہ تک نمازیں پڑھنے کے بعد ہمیں اسے چھوڑنا پڑا (وہ مسجد دراصل ہمارے غیر مبائعین بھائیوں کی تھی) اور ایک اَور جگہ اپنی مسجد بنانی پڑی۔تاہم خواب اس لحاظ سے بھی پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو وہاں بہت ترقی عطا فرمائی۔خواب میں مسجد دیکھنے کی تعبیر بھی جماعت ہوتی ہے۔گویا ربوہ سے روانگی سے قبل جزائر فجی کے بارہ میں آپ کو جو آسمانی بشارت ملی تھی وہ لفظی اور معنوی طور پر پوری ہو کر خدائے ذوالجلال والاکرام کی ہستی کی زندہ گواہ بن گئی۔**فالحمد لله علیٰ ذٰلک**

۳

''میرا مکان مسجد میں تبدیل ہو گیا ہے''

فجی کی رہنے والی ایک خاتون کا خواب

آپ نے اپنی اس ملک (جزائر فجی) میں تبلیغی سرگرمیوں کے حوالے سے وہاں کی ایک مقامی عورت کا ایک خواب بیان کیا ہے۔تبلیغی میدان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی خاص نصرتوں کی نشاندہی کرنے والا یہ خواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے والی اس الٰہی بشارت کی عملی تعبیر ہے،جس میں آپ کو فرمایا گیا تھا کہ

''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

چنانچہ حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ نانڈی شہر میں جماعت کے قیام کے بعد مجھے ملک کے دارالحکومت سُووا (Suwa) میں تبلیغی مرکز قائم کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ چنانچہ وہاں اللہ تعالیٰ نے ہماری مساعی کو اپنے فضل سے ایسا شرف بخشا کہ ایک ہی دن میں بارہ افراد بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے جس کے بعد ہم نے سووا کے علاقہ سامابُولا (Samabula) میں ایک مکان کرائے پر لے کر وہاں باقاعدہ جماعت کا مرکز قائم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ان مخلصانہ مساعی کو شرف بخشا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''پہلی ہی عید الفطر تک جماعت کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ وہ مکان ناکافی ثابت ہوا اور خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام وَسِّع مَکَانَکَ کے تحت جماعت کو یہ تحریک کرنی پڑی کہ وہ کوئی اَور اِس سے زیادہ وسیع جگہ تلاش کریں۔ اس پر معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھ والا پلاٹ مع مکان قابل فروخت ہے اور اس کی مالکہ جو بیوہ ہے، وہ اس کا تین ہزار پونڈ معاوضہ طلب کرتی ہے۔ ہم نے اسے اور اس کے رشتہ داروں کو سمجھا بجھا کر دو ہزار قیمت پر اسے راضی کر لیا اور پھر وکیل کے ذریعہ تحریری معاہدہ عمل میں لا کر بیعانہ کی رقم بھی ادا کر دی''

فرماتے ہیں، یہ سودا طے ہو جانے پر بعض مخالفین نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ وہ اس عورت کو ورغلانے لگے کہ یہ سودا غلط ہوا ہے، اسے فسخ کر دو۔ چونکہ سودا باقاعدہ وکیل کے ذریعہ تحریری طور پر طے پا چکا تھا۔ نیز حسب معاہدہ باقی اقساط بھی تین ماہ کے اندر اندر ادا کر دی گئی تھیں، اس لئے وہ اسے فسخ تو نہ کر سکی البتہ مخالفین کے اکسانے پر وہ بطور کرایہ دار اس مکان میں رہنے پر اصرار کرنے لگی یعنی مکان خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم قانوناً اس کا اب کوئی حق نہیں بنتا تھا۔ لھذا ہمارے وکیل کے نوٹس دینے پر اسے ایک ماہ کے اندر وہ مکان خالی کرنا پڑا۔

اس ضمن میں شیخ صاحب موصوف نے الٰہی تصرف اور اللہ تعالیٰ کی اپنے سلسلہ کے لئے تائید و نصرت کا ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ بیوہ عورت جو مسلمان تھی، اس واقعہ کے گیارہ سال بعد احمدی ہو گئی۔ اسی طرح اس کی اولاد بھی احمدی ہو گئی۔ احمدی ہو جانے کے بعد اس نے اپنے قبول احمدیت کے بارے میں بتایا کہ

''۱۹۵۸ء کے لگ بھگ کی بات ہے جب ابھی مَیں نے اپنا یہ مکان نہیں بیچا تھا، نہ ہی

بیچنے کا خیال تھا کہ ایک شب مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرا یہ مکان مسجد میں تبدیل ہو گیا ہے اور لوگ اس میں نمازیں پڑھنے آرہے ہیں۔ مجھے چونکہ اس زمانہ میں نمازوں وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی، مَیں نے اس خواب پر کوئی غور نہ کیا۔ بعد میں وہ ذہن سے بھی اتر گیا۔ اب جبکہ واقعات نے اسے سچا کر کے دکھا دیا ہے یعنی میرا یہ مکان ہزاروں مومنوں کی سجدہ گاہ بن چکا ہے تو مَیں اسے بیان کر رہی ہوں''

جب اس عورت نے یہ خواب سنایا (یہ مکرم الحاج مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری کے دورِ امارت یعنی اندازاً ۱۹۷۲ء کی بات ہے) تو مولانا موصوف نے اسے اپنا یہ خواب سب دوستوں کے سامنے حلفاً بیان کرنے کو کہا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اب یہ خواب جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے ۱۹۵۸ء کا ہے۔ کیا یہ خدا کی قدرت کا عجیب نشان نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ملک میں پیغام پہنچنے سے پہلے ہی آپ کے لائے ہوئے روحانی پانی کے چھینٹے بارش کے ابتدائی قطروں کی مانند اس ملک کی سرزمین پر پہلے ہی پڑنے شروع ہو گئے تھے؟

(بحوالہ ''روح پرور یادیں'' ۔صفحہ ۹۱ تا ۹۴)

.........☆.........

تعارف: مکرم شیخ عبدالواحد صاحب، حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے رفیق حضرت شیخ عبدالحق صاحبؓ ،ہوشیار پوری کے صاحبزادے اور درویشانہ صفات کی مالک ایک نہایت ہی ملنسار شخصیت تھے۔ آپ کو چین، ایران اور جزائر فجی میں تبلیغ اسلام کے مواقع ملے۔ جزائر فجی میں جماعت کے قیام کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔ آپ کی واحد اولاد شیخ مامون احمد صاحب انجینئر تھے جن کی حال ہی میں (۳ جنوری ۲۰۱۰ء کو) وفات ہوئی ہے۔ وفات کے وقت وہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔ شیخ مامون احمد صاحب نے اپنے پیچھے تین بیٹے مکرم عدنان مامون، مکرم سلیمان مامون اور مکرم حسان مامون اور دو بیٹیاں نادیہ مامون اور شیبا مامون، اپنی اور اپنے والد بزرگوار کی یادگار کے طور پر چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور دینی اور دنیوی ترقیات سے نوازے۔

☆ ☆ ☆

حکیم عبدالواحد صاحب واقف زندگی

اب ایک ایسے بندۂ خدا اور درویشانہ صفات کے مالک دوست کو ملنے والی اخبار سماویہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو سلسلہ کے باقاعدہ مبلغ ہونے کے علاوہ سلسلہ کیلئے اپنی زندگی اس حد تک وقف رکھتے تھے کہ ان کا اوڑھنا اور بچھونا خدمت دین اور حصول رضائے رب کریم بن چکا تھا۔ پھر آپ کو اپنے مرتبۂ جذب و سلوک کے اعتبار سے بھی ان چنیدہ افراد سلسلہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھا جن کے واقعات پڑھنے سے امت کے گذشتہ اولیاء اور صلحاء کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کی وہ تمام رؤیاء جو انہوں نے خاکسار کا الفضل میں اعلان پڑھنے پر ارسال فرمائیں، ان کے اسی علو مرتبت اور مقام ولایت کا پتہ دے رہی ہیں۔ ان کا نام حکیم عبدالواحد تھا۔ اب ان کی ارسال کردہ رؤیاہائے صالحہ میں سے وہ جن کا تعلق عنوان زیر بحث سے ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی رؤیاء

''وہ نیک، پاک اور خدا کی عبادت کرنے والے تھے''

حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ کی وفات کی خبر

سب سے پہلے آپ کو اپنے ہی افسر اعلیٰ یعنی حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ، ایم۔ اے کی وفات سے متعلق ایک آسمانی خبر ملنے کی داستان پیش کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں، حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ عنہ میرے افسر (یعنی نظارت اصلاح وارشاد مقامی کے ناظر۔ ناقل) تھے۔ مَیں آپ کے دفتر میں ہیڈ کلرک اور اکاؤنٹنٹ تھا۔ آپ اچھے بھلے تندرست تھے کہ ۲۶/اور ۲۷/فروری ۱۹۶۰ء کو جو غالباً منگل اور بدھ کی درمیانی رات تھی خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ:

''ایک تابوت ہے جسے لوگ اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے ہوئے ہیں جن کو لوگوں نے کندھوں پر رکھا ہوا ہے۔ اتنے میں آواز سنائی دیتی ہے:

'یہ نیک پاک اور خدا کی عبادت کرنے والے تھے' ''

فرماتے ہیں،خواب میں یہ تو معلوم نہ ہوسکا کہ کن کا جنازہ ہے تاہم ان احباب میں جو جنازہ میں شامل مجھے نظر آئے ،ایک سید مبارک احمد شاہ صاحب (کارکن دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ۔ناقل) بھی تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ تابوت کا تعلق ربوہ ہی کے رہنے والے کسی دوست سے ہے۔اس خواب کا آپ کے دل پر کافی اثر تھا۔آگے فرماتے ہیں:

’’اگلے روز جب مَیں دفتر میں گیا تو چودھری صاحب موصوف نے فرمایا کہ کل آخری جمعرات کی رخصت ہے(مرکز سلسلہ ربوہ میں شروع سے ہی یہ دستور ہے کہ جمعہ کا دن رخصت کا دن ہوتا ہے۔البتہ ہر ماہ کی آخری جمعرات کو۔لیکن اب آخری ہفتہ کے روز۔بھی دفاتر میں رخصت ہوتی ہے۔ناقل)۔لیکن ہم کام کرنا چاہتے ہیں۔چنانچہ دوسرے دن مَیں بھی دفتر میں آگیا۔جب مکرم چودھری صاحب تشریف لائے تو مَیں نے انہیں اپنی خواب سنائی۔آپ خواب سن کر خاموش رہے۔اُس دن ہم دو،تین بجے تک کام کرتے رہے‘‘

اس سے اگلا روز جمعہ کا دن تھا۔فرماتے ہیں،جب ہفتہ کے دن مَیں دفتر میں گیا تو چودھری صاحب موصوف کا مجھے پیغام ملا کہ مَیں انہیں گھر پر آکر ملوں۔فرماتے ہیں:

’’خاکسار جب آپ کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ بیمار ہیں۔فرمایا،شوگر کا ٹیکہ لگانے کے بعد دل پر اثر ہونا شروع ہوگیا۔صبح لیٹرین کی طرف جاتے ہوئے مَیں گر کر بیہوش بھی ہوگیا تھا لیکن اب آرام ہے‘‘

فرماتے ہیں،اس دن عصر سے لے کر رات ۱۲ بجے تک مَیں آپ کے پاس رہا اور جو خدمت ہوسکی بجالاتا رہا۔سحری کے وقت مَیں دوبارہ ان کے پاس پہنچ گیا۔صبح کے وقت آپ وفات پاگئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون ۔آپ کی وفات کا ساری جماعت کو بہت صدمہ ہوا۔حضرت المصلح الموعودؓ نے بھی اسے بہت محسوس کیا۔جنازہ کے دن بعینہٖ وہی کیفیت دیکھنے میں آئی جو چند دن پیشتر مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔یعنی بالکل اسی طرح چارپائی کے ساتھ بانس باندھے گئے تھے جن کے سہارے لوگوں نے تابوت کو اپنے کندھوں پر رکھا ہوا تھا۔قریباً تمام ربوہ جنازے میں شریک تھا۔

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

"شُکرُ رَبٍّ عَزّ وَجَلّ"

بیٹی کے بیمار ہونے کے بارے میں خوشی میں لپٹی ہوئی ایک آسمانی خبر

ذیل میں آپ کی بیان کردہ ایک ایسی خواب درج کی جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حسن واحسان کی ایک پیاری تصویر اور اس کی قدرتوں اور رحمتوں کی ایک حسین داستان ہے۔ یعنی اس میں آپ کو اپنی بیٹی کی بیماری کے بارے میں ایسے رنگ میں خبر دی گئی کہ بجائے غم پیدا ہونے کے ایک تسلی کی صورت اور خدا کے حضور شکرانہ بجالانے کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اس عجیب وغریب آسمانی خبر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۱۵/اور ۱۶/ یا ۱۶/ اور ۱۷/ اگست ۱۹۷۴ء کی درمیانی رات تھی جب خاکسار ضلع ساہیوال میں سفر پر تھا تو خواب میں دیکھا کہ میری زبان پر یہ فقرہ جاری ہے جو قریباً رات بھر زبان پر جاری رہا:

'شُکرُ رَبٍّ عَزَّ وَ جَلّ'

چنانچہ اس سے تحریک پا کر میں اگلے روز سارا دن انہی الفاظ کا ورد کرتا رہا''

جب شام ہوئی تو فرماتے ہیں، گھر سے پیغام ملا کہ بیٹی امۃ المنان سخت بیمار ہے اور اسے لائلپور (موجودہ نام فیصل آباد۔ناقل) کے ہسپتال میں داخل کرادیا گیا ہے اور حالت تشویشناک ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''میں اسی رات لائلپور پہنچ گیا۔ بچی کی حالت واقعی بہت تشویشناک تھی۔ نہ اسے ہوش تھی اور نہ کوئی غذا اس کے معدے میں جارہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ اس قابل بھی نہ تھی کہ اسے علاج کیلئے کسی اَور جگہ پر لے جایا جاسکے۔ تاہم میری بھانجی مسرت روحی جو لاہور میو ہسپتال میں سٹاف نرس تھی اور وہاں پہنچی ہوئی تھی زور دینے لگی کہ ہم بچی کو لاہور لے جائیں''

اپنی بھانجی کے اصرار پر آپ کار میں بیٹھ کر اور بچی کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے لاہور پہنچے۔ وہاں

پہنچنے پر حالت مزید نازک ہوگئی اور ڈاکٹروں نے بھی مایوسی ظاہر کردی۔ تاہم علاج جو بھی میسر تھا شروع کردیا گیا۔ آگے فرماتے ہیں

’’اِس دوران خاکسار رؤیاء میں بتائے جانے والے دعائیہ کلمات کا ورد کرتا رہا۔ ایک دن بچی کی ایسی حالت ہوگئی جیسے نزع کی ہوتی ہے اور ہم سب تیمار دار رو رہے تھے۔ تاہم مجھے اپنی رؤیاء کی بنا پر یقین تھا کہ اللہ جلَّ شانُہٗ ضرور رحم فرمائے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ یکدم بچی کی کایا پلٹی اور افاقہ کی صورت پیدا ہونے لگی۔ اس کا بظاہر یہ سبب بنا کہ سر میں گردن کے قریب بنا ہوا پھوڑا جس میں پیپ پڑ جانے کے باعث بچی کا اعصابی نظام درہم برہم ہوگیا تھا، اچانک پھٹ گیا اور پیپ باہر نکل آئی جس سے وہ کیفیت دُور ہوکر بچی کی کایا پلٹ گئی۔ چنانچہ سب حیران ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ تو معجزہ ہوگیا ہے۔ رؤیاء میں بتلائی جانے والی دعا کا بھی یہی مطلب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جلالی شان اور غالب ہستی کی طرف سے جلوہ دکھایا جائے گا اور اس طرح وہ ارحم الراحمین خدا اپنے حضور ہمیں شکر کا موقع عطا فرمائے گا‘‘

(نوٹ: حکیم صاحب موصوف تو اب وفات پا چکے ہیں۔ جب خاکسار ان خوابوں کو مرتب کرنے لگا تو خیال آیا کہ معلوم کیا جائے کہ وہ بچی امۃ المنان اس وقت کہاں ہے۔ چنانچہ آپ کی بڑی بیٹی امۃ الواسع مقیم کینیڈا سے رابطہ ہونے پر انہوں نے بتایا کہ وہ (امۃ المنان) اس وقت ربوہ میں ہوتی ہیں۔ مزید عزیزہ امۃ الواسع صاحبہ نے بتایا کہ جس وقت ابا جان امۃ المنان کو لاہور لے گئے تھے، وہ بھی اپنی بی۔ ایڈ کی ٹریننگ کے سلسلے میں لاہور میں تھیں۔ عزیزہ امۃ المنان کے بارے ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ کوئی معجزہ ہی اسے بچاسکتا ہے۔ اور پھر جیسا کہ ابا جان کو پہلے ہی بشارت مل چکی تھی، معجزہ ہی ہوگیا اور امۃ المنان کی زندگی بچ گئی۔

عزیزہ امۃ الواسع نے یہ بھی بتایا کہ عزیزہ امۃ المنان کی شادی ہوچکی ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک بیٹا عزیز رضوان احمد سیرالیون میں سلسلہ کے مبلغ کے طور پر خدمات بجالا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے، آمین!)

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

''مرض بڑھ گیا''

ہمسایہ کے بچے کے بارے میں ملنے والی ایک انذاری خبر

آخر پر آپ کو اپنے ہمسائے کے بیمار بچے کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی انذاری خبر کا حال درج کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ ایسی آسمانی خبر پر توجہ نہ دینے کے نتیجے میں انسان کو بعض اوقات کتنا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۵۸ء کی بات ہے جب خاکسار ربوہ میں پرانے (کچے) ہسپتال کی عمارت کے ایک حصہ میں رہائش پذیر تھا۔(یہ خاکسار کی اپنی زمین تھی جس پر ہسپتال والوں نے عارضی طور پر کمرے تعمیر کئے تھے۔انہی کمروں میں سے ایک کمرہ میں میری رہائش تھی۔بعد میں جب ہسپتال کی اپنی پختہ عمارت تعمیر کر لی گئی تو خاکسار نے اس جگہ پر اپنا مکان تعمیر کرلیا) تو میرے ہمسایہ میں ایک مولوی عبدالعزیز صاحب رہتے تھے۔وہ پہلے مالی تھے۔پھر وقف جدید کے معلم بن گئے۔ان کا ایک دودھ پیتا بچہ بیمار ہو گیا۔بظاہر اس کی تکلیف معمولی معلوم ہوتی تھی۔ایک دن عشاء کے وقت میں نے بچے کو روتے سنا تو اس کیلئے دعا کی۔اسی رات خواب میں یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے:'مرض بڑھ گیا' ''

فرماتے ہیں،اس کے ساتھ ہی مَیں نیند سے بیدار ہو گیا۔مَیں ابھی جاگ ہی رہا تھا کہ بچے کے رونے کی پھر آواز سنائی دی۔مَیں اسی وقت ان کے گھر گیا۔بچے کا حال پوچھا۔انہوں نے کوئی تشویش ظاہر نہ کی۔صبح ہونے پر مَیں نے اپنی وہ خواب گھر میں بھی سنادی اور مولوی عبدالعزیز صاحب کو بھی تاکید کی کہ بچے کو ہسپتال میں لے جاکر (صاحبزادہ) ڈاکٹر میاں منور احمد صاحب کو ضرور دکھائیں اور علاج کرائیں۔لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔غالباً دوسرے یا تیسرے روز بچہ فوت ہو گیا۔خاکسار کو بہت افسوس ہوا اور پھر خاکسار نے خود ہی بچے کو کفن دیا اور دفنانے کیلئے ساتھ قبرستان تک گیا۔

(مکتوب نمبر ۴۱،مورخہ ۸۔۱۔۲۷)

☆ ☆ ☆

مولانا محمد اسد اللہ صاحب قریشی کاشمیری

اب سلسلہ کے ایک اَور کامیاب اور علمی لحاظ سے بلند پایہ رکھنے والے مبلغ جناب مولانا محمد اسد اللہ صاحب قریشی کاشمیری صاحب کو ملنے والی آسمانی اخبار کا ذکر کیا جاتا ہے۔آپ بھی ان احباب جماعت میں سے تھے جنہوں نے خاکسار کا روزنامہ الفضل میں شائع ہونیوالا اعلان پڑھ کر اپنی متعدد رؤیاء ارسال فرمائیں۔یہ رؤیاہائے صالحہ جو آپ کو اپنے، اپنے عزیزوں اور دوستوں نیز ملکی حالات کے بارے میں خدا کی طرف سے ملیں، اتنی واضح اخبار پر مشتمل تھیں کہ انہیں پڑھ کر جہاں ایک عالم الغیب خدا کی ہستی پر غیر مبہم شہادت قائم ہوتی ہے، وہاں یہ حقیقت بھی ایک بار پھر کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی متابعت کی برکت سے آپ کے متبعین کو عنداللہ ایک ایسا قابل قدر مقام حاصل ہوا جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔آپ ایک خاموش طبع اور علمی مزاج رکھنے والے خادم سلسلہ تھے۔آپ کی متعدد قلمی کاوشیں ادارہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کی طرف سے انعام کی مستحق قرار دی جاچکی ہیں۔ذیل میں مضمون زیر تالیف کی مناسبت سے آپ کی چند رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے

پہلی رؤیاء

’’ابا جی! آپ کا مضمون منظور ہوگیا ہے‘‘

ایک علمی مقابلہ میں کامیابی کی بشارت

فرماتے ہیں، ۲۴؍جولائی ۱۹۷۱ء کی بات ہے:

’’میں گلگت میں تھا اور فضل عمر فاؤنڈیشن (سلسلہ کا وہ ذیلی ادارہ جو جماعت کے اندر علمی اور تحقیقی رجحان کی ترویج وترقی کی غرض سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت المصلح الموعودؓ کے کارناموں کی یاد میں قائم فرمایا۔ناقل) کے سالانہ انعامی مقابلہ میں حصہ لینے کی غرض سے ’’ضرورت نبوت‘‘ کے موضوع پر مقالہ لکھ رہا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری بیٹی مریم (جس کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی) مجھے کہتی ہے:

’ابا جی! آپ کا مضمون منظور ہوگیا ہے، مبارک ہو!‘

اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل گئی‘‘

فرماتے ہیں، یہ غیبی بشارت اس طرح پوری ہوئی کہ مَیں نے اپنا وہ مقالہ مکمل کرنے کے بعد ادارہ فضل عمر فاؤنڈیشن، صدر انجمن احمدیہ پاکستان، ربوہ، میں پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس تصنیفی کوشش کو کامیاب فرمایا اور ادارہ کے ہر سہ مصنفین (جن کے نام صیغہ ٔراز میں رکھے جاتے ہیں) نے اس مقالہ پر انعام کی سفارش کی اور پھر اگلے سال جب کہ مَیں ابھی گلگت میں ہی تھا مجھے بالکل انہی الفاظ میں جو خواب کے اندر بتائے گئے تھے اطلاع ملی کہ آپ کا مضمون منظور ہو گیا ہے اور مستحق انعام قرار پایا ہے۔ چنانچہ اسی سال مجلس مشاورت کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجھے اس مقالہ پر اور اس کے ساتھ ایک اَور مقالہ بعنوان ’’مسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور‘‘ (جو اس سے قبل مستحق انعام قرار پا چکا تھا) پر انعام عطا فرمائے۔

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ کوٹلی کے ہاں

دو بیٹوں کی پیدائش کی بشارت

فرماتے ہیں خاکسار کو اپنے ایک دوست، مکرم منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ، کوٹلی (آزاد کشمیر)، کے ہاں دو لڑکوں کی پیدائش کی آسمانی خبر ایک ایسے عجیب انداز میں ملی کہ میں خود حیران ہو گیا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ان کے ہاں عرصہ ٔدراز سے لڑکیاں ہی پیدا ہو رہی تھیں۔ انہوں نے خاکسار سے نرینہ اولاد کیلئے دعا کرنے کی درخواست کی جس پر خاکسار نے رمضان المبارک میں اعتکاف کے ایام میں دعا کی۔ خواب میں مجھے ایک لڑکا دکھایا گیا جس کے دو آلہ تناسل تھے۔ مَیں پوچھتا ہوں، یہ کس کا لڑکا ہے تو خواب کے اندر ہی مکرم منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ سامنے آجاتے ہیں کہ گویا یہ ان کا لڑکا ہے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی‘‘

یہ رؤیاء واضح طور پر مکرم منظور احمد صاحب کے ہاں نرینہ اولاد پیدا ہونے کی بشارت دے رہی تھی

چنانچہ فرماتے ہیں:

"خاکسار نے انہیں اس آسمانی بشارت سے اطلاع تو دے دی مگر دو آلۂ تناسل ہونے کا مفہوم میری سمجھ میں نہ آیا۔ تاہم اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی مکمل تعبیر ظاہر فرما دی اور وہ اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ لڑکیوں کے بعد یکے بعد دیگرے دو لڑکے عطا فرمائے۔ اور یوں نرینہ اولاد ملنے کی بشارت بھی پوری ہو گئی اور دو آلۂ تناسل کی تعبیر بھی ظاہر ہو گئی"

فرماتے ہیں، وہ دونوں لڑکے تادم تحریر زندہ ہیں اور زیر تعلیم ہیں اور والدین کی دیرینہ تمناؤں کے مظہر بن کر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنے ہوئے ہیں۔ فالحمد للہ!

(بحوالہ مکتوب نمبر ۵۷، مورخہ ۲ رمئی ۱۹۷۹ء)

........☆........

تعارف خواجہ منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ: آپ کوٹلی (کشمیر) کے ایک مخلص دوست حاجی امیر عالم صاحب کے صاحبزادے تھے۔ مکرم حاجی صاحب خود بھی جماعت احمدیہ کے علاقائی امیر رہے اور ان کے یہ صاحبزادے بھی امیر ضلع و امیر علاقائی رہ چکے ہیں۔ آپ اس قدر جماعت کیلئے اخلاص اور غیرت رکھتے تھے کہ ایک بار آپ کو ہائی کورٹ کا جج بننے کی پیشکش کی گئی اس شرط پر کہ وہ احمدیت چھوڑ دیں۔ آپ نے کہا، ایک ججی کیا، احمدیت پر سینکڑوں ججیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ ان کے جن دو بیٹوں کا ذکر متن میں آیا ہے، ان میں سے ایک کا نام محمد منیر احمد ہے، دوسرے کا محمد کبیر احمد۔ اور وہ کوٹلی میں ہی اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ جماعتی خدمات کے لحاظ سے اول الذکر یعنی محمد منیر احمد صاحب کوٹلی کے قائد خدام الاحمدیہ رہ چکے ہیں اور اِس وقت کوٹلی کی جماعت کے سیکرٹری اصلاح وارشاد ہیں۔ جبکہ ثانی الذکر ضلعی سطح پر بطور سیکرٹری تحریک جدید اور سیکرٹری صنعت و تجارت خدمات بجالا رہے ہیں۔ فطال اللہ عمرھما!

☆ ☆ ☆

مولوی عنایت اللہ احمدی صاحب

اب احمدیت کی دینی تربیت گاہ اور مسیح محمدی کے پایہ تخت، قادیان، کے مقدس ماحول میں پرورش پانے والے ایک ایسے درویش صفت نوجوان کو ملنے والی اخبار سماویہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں پورے ۳۶ سال مشرقی افریقہ میں اور پھر برصغیر میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مبلغ کے طور پر خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ آپ کا نام مولوی عنایت اللہ احمدی ہے۔ آپ کو جبکہ آپ یوگنڈا، ٹانگانیکا اور کینیا میں تبلیغی خدمات بجالا رہے تھے، اپنی ذات، احباب جماعت اور ملکی وغیر ملکی حالات کے بارے میں اس کثرت سے غیبی اخبارات ملیں کہ آپ کی ساری زندگی ایک عارف باللہ کی زندگی اور آپ کا سارا وجود ایک خدانما وجود بن گیا۔ ذیل میں مضمون زیر بحث سے متعلق ملنے والی ان میں سے بعض اخبار کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلی رؤیاء

احرار کا فتنہ اور الٰہی خوشخبری

۱۹۳۴ء میں جب پنجاب میں احرار کا فتنہ اٹھا آپ کی عمر صرف چودہ (۱۴) برس کی تھی اور آپ قادیان دارالامان میں تھے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصویری رنگ میں ایک ایسی خوشخبری بہم پہنچائی جو اس فتنہ کے استیصال کی طرف واضح اشارہ کر رہی تھی۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ

”حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کے گھر کی دوسری منزل میں ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تلوار ہے اور وہ ہتھوڑی کے ساتھ اس کی دھار کو ٹھیک کر رہے ہیں“

فرماتے ہیں، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ دشمنان احمدیت کے مقابلہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی تلوار اپنا کام دکھائے گی کیونکہ حضرت خالد بن ولیدؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ”سیف اللہ“ کا خطاب پا چکے تھے، کا خواب کے اندر قادیان جو جماعت احمدیہ کا مرکز تھا دیکھا جانا تصویری زبان میں اپنے اندر یہ خوشخبری لئے ہوئے تھا کہ اس فتنہ کے قلع قمع کیلئے اب اللہ کی تلوار اسی طرح اپنا کام دکھائے گی جس طرح وہ اسلام کے ابتدائی دَور میں دشمنان اسلام کی صفوں کو کچلنے کیلئے کام کر چکی تھی۔ چنانچہ اسی کے مطابق آپ نے اپنے گھر میں خواب کا ذکر کر کے سب کو تسلی دلا دی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مجلس احرار کا جماعت کے خلاف اٹھایا گیا فتنہ ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھا۔ اس فتنہ کا فکر انگیز پہلو یہ تھا کہ حکومت پنجاب کسی غلط فہمی کی بنا پر مجلس احرار کی پوری پشت پناہی کر رہی تھی۔اس فتنہ کے ازالہ کیلئے حضرت امام جماعت احمدیہ (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کی شبانہ روز دعاؤں اور حکمت عملی کے نتیجہ میں جلد ہی احرار جو یہ سب کچھ محض اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر کر رہے تھے، کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلنی شروع ہوگئی اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مسلمانانِ ہند جو احرار کی حمایت کر رہے اور انہیں مالی امداد پہنچا رہے تھے، ان سے متنفر ہو گئے۔اسی طرح خود حکومت پر بھی واضح ہو گیا کہ احرار کے پاس سوائے فتنہ وفساد برپا کرنے کے کچھ نہیں۔ چنانچہ اس نے مناسب اقدام بروئے کار لا کر امن کی فضا پیدا کر دی۔اس طرح پر وہ فتنہ جہاں تھا، وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔

.........☆.........

احراری فتنہ (مختصر تعارف)

احراری فتنہ کیا تھا، اس کا پورا ادراک کرنے کے لئے جماعت کے دوسرے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔یہ اُس وقت کا ہے جب مجلس احرار، قادیان میں ایک جلسہ منعقد کرنے کا اعلان کر چکی تھی اور یہ اعلان کر رہی تھی کہ وہاں جا کر ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں

''یہ تحریک ایسی تکلیف کے وقت میں شروع کی گئی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتیں جماعت احمدیہ کو مٹانے کیلئے جمع ہوگئی ہیں۔ایک طرف احرار نے اعلان کر دیا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مٹا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اس وقت تک سانس نہ لیں گے جب تک مٹا نہ لیں۔دوسری طرف جو لوگ ہم سے ملنے جلنے والے تھے اور بظاہر ہم سے محبت کا اظہار کرتے تھے انہوں نے پوشیدہ بغض نکالنے کے لئے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں روپوں سے ان کی مالی امداد کرنی شروع کر دی۔اور تیسری طرف سارے ہندوستان نے ان کی پیٹھ ٹھونکی یہاں تک کہ ایک ہمارا وفد گورنر پنجاب سے ملنے کے لئے گیا تو اسے کہا گیا کہ تم لوگوں نے احرار کی اس تحریک کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا۔ہم نے محکمہ ڈاک سے پتہ لگایا ہے، پندرہ سو روپیہ روزانہ ان کی آمدنی ہے۔تو اُس وقت گورنمنٹ انگریزی نے بھی احرار کی فتنہ انگیزی سے متاثر ہو کر ہمارے خلاف ہتھیار اٹھا لئے اور یہاں کئی بڑے بڑے افسر بھیج کر اور احمدیوں کو رستے چلنے سے روک کر احرار کا جلسہ کرایا گیا''

(تقریر فرمودہ 27 دسمبر 1943ء بحوالہ ''سوانح فضل عمر''، جلد 3 صفحہ 297)

دوسری رؤیاء

’’میرے بہنوئی نے مجھ سے معانقہ کیا‘‘

مصریوں کا فتنہ اور آسمانی خوشخبری

یہ دوسری رؤیاء آپ نے اُس وقت دیکھی جب آپ کی عمر سترہ (۱۷) سال کی ہو چکی تھی۔ ۱۹۳۷ء کی بات ہے کہ جماعت کے اندر سے ہی ایک فتنہ اٹھا جو اس لحاظ سے بڑا خطرناک تھا کہ اس میں بعض بظاہر بڑے مخلص صحابہ ملوث ہو چکے تھے۔ خود صاحب مضمون مولوی عنایت اللہ صاحب احمدی کے بہنوئی ڈاکٹر احمد دین صاحب مرحوم جو اُن ایام میں یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں تھے، آپ کی ہمشیرہ اور آپ کے بہنوئی کے بڑے بھائی ڈاکٹر فضل دین صاحب کے متعلق بھی اس قسم کی خبریں مشہور ہو گئیں کہ وہ بھی اس فتنہ کا شکار ہو کر نظام خلافت اور جماعت کے خلیفہ برحق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ یہ خبریں جب قادیان میں پہنچیں تو ظاہر ہے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں رو رو کر دعائیں کرنے لگا کہ اے اللہ! اس فتنہ کی آگ سے میری ہمشیرہ اور بہنوئی کو بچا لے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’سال ۱۹۳۷ء کے آخر میں خواب میں دیکھا کہ مَیں قادیان کے ریتی چھلہ (قادیان کی آبادی کے وسط میں ایک میدان جس میں ریت ہی ریت ہوا کرتی تھی۔ مگر اس وقت وہ پوری طرح آباد ہو کر ایک بہت بڑا تجارتی مرکز بن چکا ہے۔ ناقل) کے جنوب میں واقع ڈی۔ بی پرائمری سکول کے قریب اس گلی کے سامنے کھڑا ہوں جو مسجد مبارک (قادیان کی دو اہم مساجد میں سے ایک مسجد جو چھوٹی مسجد کے نام سے مشہور تھی اور جو اِس وقت وسیع ہو کر مرکزی مسجد کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ناقل) کی طرف جاتی ہے۔ سامنے دُور ریتی چھلہ کے اندر ڈاکٹر فضل دین صاحب، شیخ عبدالرحمٰن مصری (فتنہ کے اصل بانی ۔ناقل) کے ساتھ کھڑے ہیں۔ میرے بلانے پر ڈاکٹر صاحب شیخ صاحب کو چھوڑ کر میری طرف آ گئے ہیں اور مجھ سے معانقہ کرتے ہیں‘‘

فرماتے ہیں، اس خواب سے مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نہ صرف میری ہمشیرہ اور بہنوئی کو بلکہ انکے بڑے بھائی ڈاکٹر فضل دین صاحب کو بھی اس فتنہ سے بچا کر دامن خلافت

سے وابستہ کر دے گا۔

آپ کو ملنے والی یہ آسمانی خوشخبری کس طرح اور کتنی جلد پوری ہوئی، یہ ایک طویل داستان ہے جس میں صاحب مضمون مولوی عنایت اللہ احمدی صاحب کی مخلصانہ کوششوں اور شبانہ روز دعاؤں کا بڑا دخل ہے۔اس کا بیان موجب طوالت ہوگا تاہم اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ آپ اگلے سال یعنی ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قادیان سے روانہ ہوکر براستہ بمبئی اپنی ہمشیرہ کے پاس یوگنڈا پہنچ گئے۔فرماتے ہیں:

''وہاں پہنچ کر مَیں نے اس افواہ کو جواُن کے بارے میں قادیان میں گرم تھی درست پایا چنانچہ فوراً ہی میری اپنی ہمشیرہ اور ان کے میاں (یعنی اپنے بہنوئی ڈاکٹر احمد دین صاحبؓ۔ناقل) کے ساتھ خلافت کے مسئلہ پر بات چیت شروع ہوگئی۔اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ماہ کے اندر اندر آپا صاحبہ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ نے تو خلافت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اعلان کر کے سیدنا حضرت امیر المؤمنین، خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تجدید بیعت کا خط لکھ دیا۔اس کے چند ماہ بعد میرے بہنوئی ڈاکٹر احمد دین صاحب بھی دامن خلافت سے وابستہ ہوگئے اور بذریعہ خط تجدید بیعت کرلی''

چنانچہ اس طرح پر آپ کی خواب کا ایک حصہ پورا ہوگیا۔اب رہ گئے تھے ڈاکٹر فضل دین صاحب یعنی ڈاکٹر احمد دین صاحبؓ کے بڑے بھائی جو شیخ عبدالرحمٰن مصری، کے سمدھی تھے (ان کی بیٹی شیخ صاحب کے بڑے بیٹے کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی)۔تو فرماتے ہیں،انہیں بھی ایک لمبے اتار چڑھاؤ اور طویل ردوکدح کے بعد دوبارہ بیعت کر کے خلافت سے وابستہ ہونے کی توفیق مل گئی۔اوراس طرح پر آپ کی دوسال پہلے کی دیکھی ہوئی رؤیاء بتمام وکمال پوری ہوکر جملہ خاندان کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنی،فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!

........☆..........

مصری فتنہ کا مختصر تعارف اوراس کا انجام

اِس فتنہ کا بانی ایک نومسلم احمدی شیخ عبدالرحمٰن (سابق لالہ شنکر داس) نامی تھا۔وہ 1905ء میں داخل احمدیت ہوا۔خلافتِ اولیٰ کے دَور میں عربی کی تعلیم کے لئے اسے مصر بھجوایا گیا۔اسی مناسبت سے وہ جماعت کے اندر''مصری''مشہور ہوگیا۔ابھی وہ مصر میں ہی تھا کہ خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوگیا تو اس نے بھی خط لکھ کر حضور کی بیعت کرلی۔1915ء میں وہ مصر سے واپس آ گئے۔انہی دنوں یعنی ۱۹۱۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح

الثانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ رؤیاء خبر ملی کہ شیخ صاحب مرتد ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضور رضی اللہ عنہ نے اپنی اس رؤیاء کی بنا پر صدر انجمن احمدیہ (جماعت کا انتظامی ادارہ) کو توجہ دلائی کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔

پھر وہی ہوا جس کی خبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بذریعہ رؤیاء ملی تھی۔ یعنی مصر سے واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد شیخ صاحب نے نہایت ناشائستہ اور سب وشتم سے بھرے ہوئے خطوط حضور رضی اللہ عنہ کو لکھنے شروع کر دیئے۔ آخر ان خرافات کی بنا پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں کہنا پڑا کہ

''جس قسم کے گندے اعتراض وہ کر رہے ہیں اور جس قسم کے ناپاک حملوں کے کرنے کی ان کی طرف سے اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اطلاعیں آرہی ہیں اگر وہ ان پر مُصِر رہے اور اگر انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے توبہ نہ کی تو میں کہتا ہوں...... کہ اس کے نتیجے میں اگر ان کے خاندان فحاشی کا مرکز بھی بن جائیں تو اسے بعید از عقل نہ سمجھو''

(از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، فرمودہ 23 جولائی 1937ء

چنانچہ بالفعل ایسا ہی ہوا۔ خود مولوی عنایت اللہ احمدی صاحب جو مصری صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور جن کی اصلاحی کوششوں کا ذکر ان کی خواب کے حوالے سے اوپر متن میں کیا گیا ہے، نے مصری صاحب کی اولاد کی مکروہ کاروائیوں کو طشت از بام کیا۔ نیز ان کے خاندان کے بارے میں بعض شرمناک حقائق سے پردہ اٹھایا جن کی تردید کرنے کی مصری صاحب کو کبھی جرأت نہ ہوئی۔

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

''ان کی زندگی خطرے میں ہے''

چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بارے میں ایک آسمانی اطلاع

۱۹۴۹ء میں جبکہ آپ مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب (مبلغ انچارج کینیا اور رئیس التبلیغ، مشرقی افریقہ) کے پاکستان جانے پر قائمقام رئیس التبلیغ تھے، آپ کو حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بارے میں ایک آسمانی خبر ملی۔ آپ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عاجز بٹورا، ٹانگانیکا، میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ بڑی زوردار آواز میں میرے دل پر یہ الفاظ القاء ہوئے:

'حضرت چودھری ظفراللہ خان صاحب سخت خطرہ میں ہیں۔انہیں خط لکھو کہ اپنی حفاظت کا انتظام کریں'

اس پر مَیں نے اسی وقت ائر لیٹر لے کر اپنی زندگی کا پہلا خط حضرت چودھری صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کِیا اور انہیں اس آسمانی خبر کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی حفاظت کا انتظام کرنے کی درخواست کی''

چودھری صاحب موصوف اُن دنوں پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے مجلس اقوام متحدہ میں پاکستانی حکومت کے نمائندہ کے طور پر پاکستانی وفد کی قیادت کر رہے تھے۔مولانا احمدی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ جس دن وہ خط مَیں نے ڈاک میں ڈالا، اس سے اگلے ہی روز پاکستان ریڈیو، بی۔بی۔سی اور امریکن ریڈیو پر اس قسم کی خبریں نشر ہوئیں کہ چودھری صاحب موصوف کو قتل کی دھمکیوں پر مشتمل خطوط ملے ہیں۔گویا ادھر خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو آسمان سے ایک خبر پہنچائی اُدھر ساتھ ہی عالمی میڈیا پر اس کی توثیق بھی ہوگئی[۱]۔

---

[۱] چودھری صاحب موصوف کے بعض ممالک کی نظروں میں کھٹکنے کی بظاہر وجہ ایک تو آپ کا فلسطین کے مسئلہ پر وہ کردار تھا جس کے نتیجے میں آپ عرب ممالک کے اندر ایک ہردلعزیز شخصیت کے طور پر ابھرے۔اسی مسئلہ پر اقوام متحدہ میں آپ کی پرزور تقریروں نے اکثر ممبران ممالک کو اپنی سابقہ آراء تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔یہ الگ بات ہے کہ بڑی طاقتوں کے دباؤ کے نتیجے میں پھر بھی مجلس اقوام متحدہ میں فلسطین پر یہود کا تسلط تسلیم کر لیا گیا۔دوسرے، اس کے دو سال بعد یعنی ۱۹۴۹ء میں آپ نے لیبیا کی آزادی کے سلسلے میں ایک ایسا کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں مغربی طاقتوں کی یہ قرارداد کہ لیبیا دس سال تک برطانیہ، فرانس اور اٹلی کے تسلط میں رہے، ناکام ہوگئی۔اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ جب جنرل اسمبلی کے اس اجلاس کے بعد مکرم چودھری صاحب کراچی پہنچے تو پاکستان میں متعین اطالوی سفیر چودھری صاحب موصوف سے ملا اور آپ کو اپنے وزیر خارجہ کا یہ پیغام دیا کہ ہمیں قرارداد کے رد ہونے پر کوئی رنج نہیں کیونکہ ہم خود عرب ممالک سے دوستی اور ان کی خوشنودی کے خواہاں ہیں اور لیبیا کی فوری آزادی کی تائید میں ووٹ دینے کے لئے تیار ہیں۔چنانچہ اقوام متحدہ کی اگلے اجلاس میں دو سالوں کے اندر لیبیا کی آزادی تسلیم کر لی گئی۔

(بحوالہ ''تحدیث نعمت'' صفحہ ۵۶۷ تا ۵۷۳)

چوتھی رؤیاء

’’جنگل میں کھیتوں کے درمیان ایک سفید عمارت بنی ہوئی ہے‘‘

ایک مسجد کی تعمیر کی طرف آسمانی رہنمائی

آپ نے اپنے مشرقی افریقہ میں قیام کے دوران کا ایک ایسا واقعہ بیان فرمایا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے وہاں کے ایک غیر معروف اور بے آباد علاقہ میں خانہ خدا کی تعمیر کے سلسلے میں آپ کی رہنمائی فرمائی۔ پھر جس طور پر وہ آسمانی رہنمائی جماعت کیلئے بیش بہا خیرات و برکات کا موجب بنی ،اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’۱۹۵۷ء کی بات ہے کہ ٹبورا، ٹانگانیکا، میں سیکونگا (Sikonga) روڈ پر شہر سے بیس میل کے فاصلے پر ایک جنگل میں برلب سڑک دو تین احمدی گھر آباد تھے۔ان سے آگے قریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا جس میں شراب پینے والے (بے دین) لوگ اور عیسائی رہتے ہیں۔اس سارے علاقے کا نام پنگالے ہے، ہمارے محترم شیخ یوسف عثمان صاحب (جو کسی زمانے میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کرتے رہے) یہیں کے رہنے والے تھے۔جن دنوں وہ بہت چھوٹے تھے، خاکسار کو کئی بار یہاں دورہ کرنے کا موقع ملا‘‘

فرماتے ہیں، ایک رات مَیں نے دیکھا کہ

’’جہاں احمدی گھر آباد ہیں، اس سے تھوڑی دُور پرے جنگل کے اندر ایک سفید عمارت بنی ہوئی ہے جس کو مَیں جماعت کی عمارت سمجھتا ہوں۔صبح اٹھ کر مَیں نے مقامی معلم برادرم رشیدی بھنڈالہ صاحب اور دوسرے دوستوں کو وہاں لے جا کر کہا کہ ہمیں یہاں مسجد تعمیر کرنی چاہیے۔وہ حیرت سے کہنے لگے، یہاں نماز پڑھنے کون آئے گا۔یہاں تو صرف دو تین گھر ہی احمدیوں کے ہیں۔لیکن مَیں نے اسی مقام پر جہاں خواب کے اندر عمارت دیکھی تھی، جنگل صاف کروا کر مسجد کی بنیاد رکھ دی‘‘

فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس وقت مسجد کے ارد گرد دُور دُور تک آبادی ہو چکی ہے۔

☆ ☆ ☆

مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد

مکرم مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد، سابق مربی سلسلہ غانا حال کینیڈا، بھی ان ابتدائی مبلغین میں سے ہیں جنہیں قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پرورش پانے اور پھر اپنی زندگی خدمتِ دین کیلئے وقف کرنے کی سعادت ملی۔ آپ اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار جب آپ گھر (واقع قادیان دارالامان) سے دُور تھے تو کس طرح آپ اپنی والدہ کی سخت بیماری کی خبر ملنے پر بے قرار ہوگئے اور پھر کس طرح اس محسن حقیقی نے آپ کو تسلی کی خبر بہم پہنچائی۔

....

''میرے کانوں میں ایک نہایت پیاری آواز پڑی:

'اِنَّا لَرَادُّوْہُ اِلَیْکَ'''

آپ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ اُن دنوں کا واقعہ ہے جب خاکسار جامعہ احمدیہ قادیان میں پڑھتا تھا۔ جامعہ کے اُس وقت کے پرنسپل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب جب گرمیوں کی تعطیلات میں ڈلہوزی جانے لگے تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں حضرت المصلح الموعودؓ پہلے سے ہی مقیم تھے۔ کچھ دنوں بعد مجھے اپنی والدہ کی شدید بیماری کی خبر ملی۔ اور یہ بھی کہ ڈاکٹروں نے علاج کے سلسلے میں مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ خاکسار نے اسی وقت حضورؓ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ نیز خود بھی نہایت بیقراری سے دعا کرنے لگا۔ چنانچہ ایک دن نیم بیداری کی حالت میں ایک نہایت پیاری آواز میرے کانوں میں پڑی جو یہ تھی:

'اِنَّا لَرَادُّوْہُ اِلَیْکَ'

اس جملہ کے یہ معنی تھے کہ 'یقیناً ہم اسے تیری طرف لوٹا کر واپس لے آئینگے' ''

فرماتے ہیں:

''خاکسار خواب کے اندر ہی اس سے یہ سمجھا کہ والدہ صاحبہ کو انشاءاللہ جلد صحت ہو جائے گی۔ مگر نیند کی حالت میں ہی خیال آیا کہ ان الفاظ میں تو مذکّر کی ضمیر آئی ہے ان سے

مراد والدہ کیسے ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ خواب کے اندر ہی معاً دوسرا خیال یہ آیا کہ ان الفاظ میں میرے بھائی کے بخیریت بری ہوجانے کی خبر ہے۔(ان دنوں خاکسار کے بڑے بھائی مکرم عبدالقادر صاحب پر ایک مقدمہ چل رہا تھا کیونکہ وہ آرمی چھوڑ کر نیوی میں چلے گئے تھے اور خطرہ تھا کہ ان کا کورٹ مارشل ہوجائے گا) مگر بیدار ہونے پر غالب تأثر یہ تھا کہ ان الفاظ میں دونوں معانی مراد ہیں۔یعنی والدہ کو بھی صحت ہوجائے گی اور بھائی صاحب بھی بخیریت واپس آجائیں گے"

فرماتے ہیں، اگلے روز جب خاکسار نے اپنی یہ خواب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو سنائی تو آپ نے بھی اطمینان کا اظہار فرمایا۔آپ مجھے اس سے قبل قادیان واپس جانے کی اجازت مرحمت فرما چکے تھے۔تاہم فرمایا، مولوی خورشید احمد صاحب کے اعزاز میں دی گئی تقریب میں شامل ہونے کے بعد چلے جانا۔مولوی خورشید احمد صاحب (پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ، بعدہٗ مالک خورشید یونانی دواخانہ، ربوہ) ان دنوں مولوی فاضل کے امتحان میں صوبہ بھر میں اول آئے تھے اور ڈلہوزی میں حضورؓ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ مَیں تقریب میں شامل ہونے کے بعد اگلے روز پٹھانکوٹ سے ہوتا ہوا قادیان پہنچ گیا۔ جب رات دس بجے گھر پہنچ کر خاکسار نے دروازہ کھٹکھٹایا تو یہ دیکھ کر حیران بھی رہ گیا اور خوشی بھی ہوئی کہ دروازہ کھولنے خود والدہ صاحبہ تشریف لائی ہیں۔ بھائی عبدالرحمٰن جو گھر پر ہی تھے، کہنے لگے مَیں نے تو دروازہ کھٹکنے کی آواز ہی نہیں سنی تھی۔اور والدہ صاحبہ کے بارہ میں بتایا کہ خط لکھنے کے دو تین دن بعد ہی انہیں اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں صحت بخش دی۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد میرے بھائی عبدالقادر صاحب بھی بری ہو کر گھر آگئے۔اس طرح پر عالم الغیب خدا کی طرف سے ملنے والی دوہری خوشخبری پر مشتمل وہ آسمانی خبر پوری ہو کر اس کی قدرتوں اور رحمتوں کا نشان بن گئی۔ **فالحمد لله علیٰ ذٰلک**

(منقول از رسالہ "احمدیہ گزٹ، کینیڈا، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

☆ ☆ ☆

مولانا عبدالوہاب احمد صاحب شاہد

مکرم مولانا عبدالوہاب احمد صاحب شاہد بھی ان مربیان سلسلہ میں سے ہیں جنہیں دعوت الی اللہ کے میدان میں اندرون وبیرون ملک مثالی خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپ جہاں بھی رہے اپنی سعادت مندی، تقویٰ شعاری اور عبادت گزاری کی بدولت اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات کے مورد بنتے رہے۔آپ کی ذات میں ظاہر ہونے والے بہت سے اعجازی واقعات از قسم قبولیت دعا، حفاظت غیبی، نصرت سماوی، وغیرہ، ''درویشان احمدیت'' کی مختلف جلدوں میں بیان کئے جا چکے ہیں۔اب آپ ہی کے مرسلہ مکتوب نمبر ۱۱۴، مورخہ ۱۰؍دسمبر ۲۰۰۴ء کے مطابق ذیل میں عنوان زیر بحث سے متعلق آپ کی بیان کردہ چند رؤیا ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

﴿۱﴾

''کڑوا پانی میٹھا ہو گیا''

خلافت پر ایمان کی برکت کا ایک نشان

آپ کا بیان کردہ یہ پہلا واقعہ اُس وقت کا ہے، جب آپ جامعہ احمدیہ (ربوہ) کی تعلیم سے فارغ ہو کر نئے نئے تبلیغی میدان میں آئے تھے۔یہ ۱۹۶۸ء کی بات ہے۔اِس واقعہ میں آپ کو ملنے والی ایک ایسی آسمانی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوہری قدرت اور جمالی شان کی ایک حسین تصویر پیش کر رہی ہے۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''خاکسار کی پہلی تقرری بطور مربی سلسلہ کھاریاں (ضلع گجرات) میں ہوئی۔ وہاں ہماری ایک بہن محترمہ سید بیگم صاحبہ نے ایک دن مجھ سے کہا کہ مجھے اپنا نیا مکان تعمیر کرنا ہے۔ایک تو آپ آکر اس کا سنگ بنیاد رکھیں۔دوسرے، جہاں کھوئی یعنی (کنوآں) کھدوانی ہے، وہاں کسی جگہ نشان لگا دیں۔ کہنے لگیں، جس جگہ مَیں مکان تعمیر کر رہی ہوں، وہاں اس سارے علاقہ کا پانی کھارا ہے۔آپ خلیفۂ وقت کے نمائندہ ہیں۔اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ کی نشان کردہ جگہ سے میٹھا پانی نکلے گا''

فرماتے ہیں، خاکسار نے عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ مکان کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ اسی طرح ایک جگہ پر کنوئیں کیلئے نشان بھی لگا دیا۔ اس پر ابھی ایک دن ہی گذرا تھا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

''مَیں کہیں بیٹھا ہوں۔ اس مخلصہ خاتون کی بچی جس کا نام مسرت ہے آئی ہے۔ اس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک گلاس ہے اور مجھے کہتی ہے، 'کھوئی سے پانی نکل آیا ہے، پہلے آپ چکھیں کہ کیسا ہے؟' مَیں گلاس ہاتھ میں پکڑ کر ایک گھونٹ بھرتا ہوں تو وہ پانی مجھے کڑوا اور کھاری لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مَیں بیدار ہو گیا''

اب مومن کی اِس قسم کی خواب بھی تو خدا کی طرف سے خطرے کا ایک الارم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں، مجھے اس خواب کی وجہ سے بڑی فکر اور تشویش ہونے لگی کہ اگر خواب کے مطابق پانی واقعی کڑوا نکل آیا تو وہ خدا کی بندی کیا کہے گی اور اس کے دل پر کیا گذرے گی؟ فرماتے ہیں:

''یہ خیال آتے ہی مَیں خدا تعالیٰ کے آگے گر گیا اور التجا کرنے لگا کہ اے اللہ! تیری اس بندی نے مجھ عاجز کو تیرے خلیفہ کا نمائندہ سمجھ کر تجھ سے بڑی امید لگائی تھی۔ اب تُو ہی خلافت کی لاج رکھ لے اور اس کی برکت کا کوئی نشان دکھا۔ تُو قادر ہے۔ اگر تقدیر یہی ہے تو تُو اسے بدل دینے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ پس تو اپنی قدرت سے اسے بدل کر اس مخلصہ خاتون کو میٹھا پانی میسر فرما دے''

تقدیر یہی ہے تو تقدیر بدل دے
تو مالکِ تحریر ہے تحریر بدل دے

اب عملاً کیا ہوا اور کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کا دوہرا نشان ظاہر ہوا، اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے مکرم مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

''جب چند دنوں کے بعد کنواں تیار ہو گیا اور پانی نکل آیا تو وہی بچی مسرت خواب والے منظر کے عین مطابق گلاس میں پانی لے کر آئی اور کہنے لگی، امی کہتی ہیں، پہلے آپ چکھیں کہ پانی کیسا ہے؟

فرماتے ہیں:

''مجھے خواب کی وجہ سے خوف بھی تھا۔ بہر حال مَیں نے ڈرتے ڈرتے گلاس پکڑا۔ مگر

پانی چکھا تو خدا کی قدرت پر حیران رہ گیا کہ وہ میٹھا تھا۔ گویا خدا نے اپنی قدرت کا دوہرا نشان دکھایا۔ ایک طرف اعلام سماوی کے ذریعے پہلے بتا دیا کہ پانی ہے تو کڑوا مگر دوسری طرف دعا کی طرف توجہ دلا کر اپنی قدرت سے اس کڑوے پانی کو میٹھا کر دیا۔ اس فضل خداوندی پر شکر بجالاتے ہوئے مَیں فوراً ہی سجدہ میں گر گیا کہ اللہ میاں نے کس طرح میٹھا پانی میسر فرما کر اس مخلصہ احمدی خاتون کا خلافت پر ایمان اَور بھی زیادہ پختہ اور مضبوط کر دیا ہے''

﴿۲﴾

''مولوی چنیوٹی بھاگ جائے گا''

ایک معاند احمدیت کے بارے میں آسمانی خوشخبری

ابھی آپ کھاریاں (ضلع گجرات) میں ہی تھے اور فریضہ تبلیغ و تربیت بجالا رہے تھے کہ آپ کو ایک ایسی رؤیاء ہوئی جو چند دنوں بعد ہی عملی رنگ میں پوری ہو کر احمدیت کی صداقت کا ایک اَور نشان بن گئی۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں

''ایک شب مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

مَیں سماعیلہ نامی گاؤں میں مولوی منظور چنیوٹی سے مناظرہ کیلئے جا رہا ہوں۔ راستے میں چک سکندر (ضلع گجرات کا ایک اَور قصبہ جہاں ایک مضبوط جماعت قائم ہے۔ ناقل) کے ایک احمدی دوست محمد رمضان نامی مجھے ملتے ہیں اور کہتے ہیں، آپ کس لئے وہاں جا رہے ہیں۔ مولوی چنیوٹی تو آپ کے مقابلے میں نہیں آئے گا۔ وہ تو آپ کے آنے کی خبر سن کر ہی بھاگ گیا ہے' ۔ چنانچہ میرا وہاں پہنچنا تھا کہ وہ واقعی بھاگ کھڑا ہوا''

اب آپ کو خواب میں دکھایا جانے والا یہ منظر کیونکر چند دنوں بعد ہی عملی صورت میں ظاہر ہو گیا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مَیں اپنے تبلیغی و تربیتی پروگرام کے سلسلہ میں سماعیلہ گیا ہوا تھا کہ مَیں نے سنا کہ مولوی منظور چنیوٹی بھی وہاں آن پہنچا ہے۔ چنانچہ وہاں غیر احمدیوں نے اپنے جلسہ کا پروگرام بنایا اور مولوی چنیوٹی سے تقریر کروائی۔ ابھی اس نے اپنی تقریر شروع ہی کی تھی کہ جیسا کہ اس کی عادت تھی وہ لگا احمدیت پر اعتراض کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر گند اچھالنے۔ اسے کچھ بولے ہوئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ اپنی تعلیانہ طرز گفتگو میں کہنے لگا، کوئی ہے قادیانی جو میری ان باتوں کا جواب دے سکے خاکسار جو وہاں بعض افراد جماعت کے ہمراہ پہلے ہی موجود تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور کہا، 'ہاں مَیں موجود ہوں'۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ اسنے شور مچانا شروع کر دیا، 'پولیس !، پولیس ! ہمارے جلسہ میں مداخلت ہوگئی'۔ پولیس والے اس کا شور سن کر بولے، 'مداخلت تو کوئی نہیں ہوئی۔ آپ نے خود ہی تو چیلنج دیا ہے۔ اب آپ ان کا جواب بھی سنیں' ''

فرماتے ہیں، اس پر مولوی چنیوٹی اور اس کے اپنے لوگوں کے درمیان لے دے ہونے لگی۔ آخر طے پایا کہ اِس وقت تو مولوی صاحب کی تقریر ہو اور صبح مناظرہ اور مباحثہ ہو۔ خیر اس نے اُس وقت تو اپنا جتنا زور تھا لگا لیا۔ مگر جب ہم نے صبح اس سے رابطہ کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ کسی بہانے ایک چھوٹی سی گلی میں سے نکل کر روپوش ہو گیا ہے اور یوں چند دن پہلے خدا کی بتائی ہوئی بات پوری ہو کر ایک طرف خدا کی ہستی پر گواہ اور دوسری طرف احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان بن گئی۔

﴿۳﴾

''حضور! آج ہی ایک شخص نے بیعت کی ہے''

آپ کو ملنے والی ایک آسمانی خبر جو اسی دن پوری ہوگئی

یہ تیسرا واقعہ ان دنوں کا ہے جب آپ اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں مشرقی افریقہ کے ملک تنزانیا میں تعینات کئے جا چکے تھے۔ یہ وہ براعظم ہے جہاں مسیحی یلغار کے نتیجے میں ملک کے ملک عیسائیت کی گود میں چلے گئے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور کاسر صلیب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام

) کے علم کلام کی برکت سے اب وہاں عیسائیت کا زور دن بدن کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالوہاب صاحب کا ذیل کا بیان کردہ واقعہ بھی بتاتا ہے کہ کس طرح آپ نے ایک دفعہ رؤیاء میں دیکھا کہ ایک عیسائی نے آکر اسلام قبول کیا ہے اور پھر اسی روز ایک عیسائی مشن ہاؤس میں آیا اور بیعت کر کے چلا گیا۔ اس دلچسپ واقعہ کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ایک دن مَیں دارالسلام (تنزانیا کے دارالحکومت) میں واقع اپنے دارالتبلیغ میں نماز فجر کے بعد لیٹا ہوا تھا کہ دیکھتا ہوں، حضور (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ۔ناقل) خواب میں آئے ہیں اور عاجز کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'وہاب صاحب! کیا حال ہے؟ کتنی بیعتیں ہوئی ہیں؟'

خاکسار جواب دیتا ہے کہ حضور کی دعاؤں سے کافی بیعتیں ہوئی ہیں۔ ایک عیسائی آج ہی نماز ظہر سے قبل جماعت میں شامل ہوا ہے۔ خاکسار کا یہ جواب سن کر حضورؒ بڑی خوشی کا اظہار فرماتے ہیں۔ پھر مَیں نیند سے بیدار ہو گیا''

فرماتے ہیں، اس خواب کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن یوں پورا فرما دیا کہ نماز ظہر سے قبل گوڈن (Gowdin) نامی ایک عیسائی ہمارے مشن ہاؤس میں آیا اور اس نے اسلام قبول کیا۔ اس کا اسلامی نام عمر سعید رکھا گیا اور پھر مسلمان ہونے کی حالت میں اس نے ظہر کی نماز ہمارے ساتھ ادا کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

........☆........

مولانا عبدالوہاب احمد صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پہلے کچھ سالوں تک پاکستان کی جماعتوں میں بطور مربی سلسلہ کام کرتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ کو تنزانیا (مشرقی افریقہ) بھجوایا گیا جہاں دس سال تک آپ کو اعلاء کلمۃ اللہ کی توفیق ملی۔ مذکورہ بالا واقعہ ان کے تنزانیا میں قیام کے دوران کا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں آپ واپس پاکستان تشریف لے آئے۔ پاکستان واپس آنے کے بعد سے آپ مختلف اضلاع میں دوبارہ بطور مربی سلسلہ کام کرتے رہے۔ اِس وقت آپ مرکز سلسلہ میں نظارت اصلاح و ارشاد کے تحت مختلف قسم کی خدمات بجا لا رہے ہیں۔

☆ ☆ ☆

خاکسار فضل الٰہی انوری

(مؤلف کتاب)

اب آخر پر خاکسار مولوی فضل الٰہی انوری (مؤلف کتاب ھٰذا) بھی تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے پیارے ربّ کی طرف سے محض اس کے فضل اور احسان کے طور پر ملنے والی چند بشاراتِ سماویہ کا ذکر کرتا ہے۔

پہلی بشارت سماوی

''ایف۔ایس،سی کے امتحانی پرچہ کا سوال بتایا گیا''

اس عاجز نے جب ایف۔ایس،سی (F.Sc.) کا امتحان دیا (یہ ۱۹۴۶ء کی بات ہے جب یہ عاجز تعلیم الاسلام کالج قادیان میں تعلیم پاتا تھا اور وہیں فضل عمر ہوسٹل میں مقیم تھا) تو جس دن فزکس (Physics) کا پرچہ ہونا تھا، اس سے دو دن قبل خاکسار نے رات خواب میں دیکھا کہ

''مَیں کمرۂ امتحان میں ہوں (پنجاب یونیورسٹی کا یہ امتحان بھی اسی کالج کے ہال میں ہو رہا تھا)۔فزکس کا پرچہ ہے اور ممتحن پرچہ تقسیم کر رہا ہے کہ پرچے کم پڑ گئے ہیں۔اس پر ممتحن بلیک بورڈ پر سوالات لکھنے شروع کر دیتا ہے تاکہ جن لڑکوں کو پرچۂ سوالات نہیں ملا، وہ نقل کر لیں۔خاکسار بھی ان لڑکوں میں سے تھا جنہیں پرچہ نہیں ملا تھا۔چنانچہ مَیں نے بھی سوالات نقل کرنے شروع کر دئے۔اسی دوران آنکھ کھل گئی۔جب نیند سے بیدار ہوا تو تمام سوالات سوائے ایک کے ذہن سے محو ہو چکے تھے اور وہ سوال یہ تھا:

Find the velocity of light according to Fizeo's method?

یعنی روشنی کی رفتار فزیو کے طریق پر آپ کیسے دریافت کریں گے؟''

اب ہمارے نصاب میں روشنی معلوم کرنے کے دو طریق تھے: ایک فزیو (ایک سائنسدان جس نے سب سے پہلے روشنی کی رفتار دریافت کی) کے طریق کے مطابق اور دوسرا ایک اَور سائنسدان کے دریافت کردہ طریق کے مطابق۔مَیں نے پہلا طریق مشکل سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ کر دوسرے طریق

کی پوری تیاری کی ہوئی تھی۔ جب خواب میں مجھے فزیو والا طریق دکھائی دیا تو مَیں نے ایک پورا دن لگا کر اس کی اچھی طرح تیار کر لی۔ نیز اپنے ایک کلاس فیلو (برادرم نذیر احمد صاحب گجراتی ’ایم۔ایس سی) کو بھی بتا دیا کہ میرے خیال میں امتحان میں یہ سوال آ رہا ہے۔ اب جب امتحان کا دن آیا اور خاکسار کمرۂ امتحان میں گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پرچے میں پہلا سوال ہی یہ تھا کہ

Find the velocity of light according to Fizeo's method?

چنانچہ مَیں نے وہ سوال حل کیا اور ٹھیک حل کیا اور خدا تعالیٰ کا شکر بجالایا کہ اس نے اپنے خاص فضل سے رہنمائی فرمائی۔

☆ ☆ ☆

دوسری بشارت سماوی

”بی۔ایس سی کے امتحان کا نتیجہ بتایا گیا“

حاصل کردہ نمبر سامنے آگئے۔

ابھی خاکسار قادیان دارالامان میں ہی تھا اور خاکسار کا وقف منظور ہونے پر خاکسار کے بارے میں بی۔ایس سی (B.Sc.) کرنے کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ ۱۹۴۷ میں تقسیم ہند کا المناک مرحلہ پیش آ گیا جس کے نتیجے میں قادیان میں بسنے والے احمدیوں کی ہجرت کے ساتھ جماعت کا کالج بھی لاہور آ گیا۔ چنانچہ خاکسار قادیان سے روانہ ہونے والے فوجی کنوائے کے ساتھ (جو ۱۱رنومبر ۱۹۴۷ء کو قادیان سے روانہ ہوا) لاہور پہنچا اور کالج میں داخل ہو گیا۔ ۱۹۵۰ء میں خاکسار بی۔ایس سی کے فائنل امتحان میں شامل ہوا۔ امتحان دینے کے بعد خاکسار اپنے گھر بھیرہ میں آنے سے پہلے چند دنوں کیلئے لاہور ہی میں ٹھہر گیا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ خاکسار نے رؤیاء میں دیکھا کہ

”مَیں اپنے گھر بھیرہ (واقع محلّہ حاجی گلاب) میں ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی لڑکا جو میرا کلاس فیلو معلوم ہوتا ہے انگریزی کا اخبار لے آیا ہے اور مجھے کہتا ہے، اس اخبار میں بی۔ایس سی کا نتیجہ شائع ہوا ہے۔ تم اپنا نتیجہ دیکھ لو۔ اِس پر مَیں اخبار ہاتھ میں لے کر اپنا نتیجہ دیکھنا شروع کر دیتا ہوں۔ نتائج یونیورسٹی کی طرف سے دئے گئے رول نمبروں کی

ترتیب سے دئے گئے تھے۔مَیں اپنا رول نمبر (جو مجھے اب تک یاد ہے ۱۲۹۴ تھا) تلاش کر کے اس کے سامنے لکھے گئے نمبر (پاس مارکس) دیکھتا ہوں تو وہ ۳۳۴ تھے[ا]۔گویا مَیں اتنے نمبر حاصل کر کے پاس ہو گیا ہوں‘‘

اب رؤیاء میں بتائے گئے یہ نمبر اتنے واضح تھے کہ مَیں تصور بھی نہ کرسکتا تھا کہ واقعی اتنے ہی ہونگے۔اس خیال سے مَیں نے کسی کو اپنی یہ رؤیا نہ بتائی۔پھر میں اپنے گھر بھیرہ میں آ گیا۔اور نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔چونکہ مَیں نے یہ پرائیویٹ امتحان دیا تھا اس لئے مجھے یونیورسٹی کی طرف سے براہ راست نتیجہ ملنے کا انتظار تھا۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ایک دن جب مَیں گھر پر تھا تو میرے سکول کے زمانے کا ایک کلاس فیلو محبوب الٰہی پراچہ آیا۔وہ سکول کے زمانے کے بعد مجھے کبھی نہیں ملا تھا تاہم اسے معلوم تھا کہ مَیں نے بھی اس سال بی۔ایس،سی کا امتحان دیا ہے۔ایک انگریزی اخبار اسکے ہاتھ میں تھا اور مجھے کہنے لگا،اس میں یونیورسٹی کا بی۔اے،بی۔ایس،سی کا نتیجہ شائع ہوا ہے۔میرا نام تو اس میں نہیں ہے۔آپ اپنا نتیجہ دیکھ لیں۔چنانچہ مَیں نے اخبار اس سے لے لیا اور اپنا رول نمبر تلاش کرنے لگا۔کیا دیکھتا ہوں کہ بالکل اسی طرح جیسے رؤیاء میں دکھایا گیا تھا،بریکٹوں کے اندر لکھے ہوئے میرے رول نمبر (1294) کے سامنے بعینہٖ اتنے ہی نمبر لکھے ہوئے ہیں جو مَیں نے رؤیاء میں دیکھے تھے۔گویا خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں پاس تھا۔مَیں اسی وقت شکرانے کے نفل پڑھنے لگ گیا۔والدہ محترمہ کہیں باہر گئی ہوئی تھیں۔واپس تشریف لائیں تو پوچھا،یہ فضل الٰہی کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔اس پر غالباً بڑی ہمشیرہ،اقبال بیگم صاحبہ مرحومہ،نے بتایا کہ مَیں امتحان میں پاس ہونے کی خوشی میں شکرانے کے نفل پڑھ رہا ہوں‘‘

☆ ☆ ☆

[ا] خاکسار کو حاصل کردہ نمبر اب بھول گئے ہیں یعنی صحیح طور پر یاد نہیں رہا کہ وہ کتنے تھے۔چنانچہ اس وقت وہ نمبر صرف اندازاً لکھ دئے گئے ہیں۔

تیسری بشارت سماوی

''میں دروازے کھولتا چلا جا رہا ہوں''

ایک آسمانی خبر جو کئی سال تک بصیغہ راز رہی

اب خاکسار اپنی ایک ایسی رؤیاء بیان کرنی چاہتا ہے جس کا دائرہ خاکسار کی زندگی کے آخری دور یعنی گذشتہ تیس بتیس سالوں پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ ''درویشان احمدیت'' کے گذشتہ حصوں (جلدوں) میں کسی مقام پر بتایا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے بندوں کو ایسے نظارے دکھا دیتا ہے جو اُن کی ساری زندگی یا زندگی کے ایک بڑے حصہ پر حاوی ہوتے ہیں۔ پھر جلد یا بدیر ان کی زندگی اسی رخ پر ڈھلنی شروع ہو جاتی ہے جو قدرت کی طرف سے ان کے لئے پہلے سے معین ہو چکا ہوتا ہے۔ اور پھر حالات کا دھارا ان کے حق میں ایسے طور پر بدلتا چلا جاتا ہے کہ عالم ملکوت میں نظر آنے والے وہ مناظر حقیقت کا روپ اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کی ساری زندگی مصوّر کائنات کی قدرت مصوّرہ کا ایک عظیم شاہکار بن جاتی ہے۔

اس کی ایک واضح مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ہمیں نظر آتی ہے۔ آپ کو بچپن میں ایک رؤیاء دکھائی گئی جس میں آپ نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا (سورۃ یوسف:۳)۔ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا نظارہ تھا جو اس معصوم بچے کے قلب صافی پر ابھرا۔ پھر اس کے جلد بعد ہی اس مالک حقیقی نے حالات کا رخ ایسے طور پر موڑنا شروع کر دیا کہ ان کے کنوئیں میں گرائے جانے سے لے کر ملک مصر میں پہنچنے، قید خانہ میں ڈالے جانے اور بالآخر ان کے تخت شاہی پر سرفراز ہونے تک کے جملہ واقعات اسی رؤیاء والی تصویر کی عملی تعبیر بن گئے۔

اس مختصر تمہیدی نوٹ کے بعد خاکسار اپنی وہ رؤیاء بیان کرنی چاہتا ہے جو اس عاجز نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھی اور جو اسی وقت سے خاکسار کے دل و دماغ پر کچھ اس رنگ میں مرتسم ہو گئی کہ نہ اس کی تفصیلات ذہن سے محو ہوئیں اور نہ اس کے تأثرات زائل ہوئے تا آنکہ وہ وقت آن پہنچا جب اس کی تعبیر ظاہر ہونی شروع ہو گئی۔ تب معلوم ہوا کہ اس آسمانی خبر کا کیا مطلب تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ

''غالباً خاکسار گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ کی نویں یا دسویں کلاس کا طالب علم تھا کہ

خاکسار نے دیکھا کہ مَیں ایک چھوٹے سے تنگ ،گوس نما راستے پر جا رہا ہوں۔اس راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھاٹک کی شکل کے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے گیٹ لگے ہوئے ہیں جو بند ہیں۔مَیں اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک ایک گیٹ کو کھولتا اور آگے بڑھتا چلا جا رہوں۔اُس وقت مجھ پر ایک خاص رقت کی کیفیت طاری ہے۔ میرے آنسو بہ رہے ہیں تاہم ان آنسوؤں میں درد نہیں بلکہ لذّت اور سرور ہے اور دل میں خیال کرتا ہوں کہ جب میں سارے پھاٹک نما دروازے کھول کر اس راستے کے آخر پر پہنچوں گا تو آگے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نظر آجائیں گے۔ بلکہ عالم تصور میں مَیں آپؑ کی شبیہ مبارک کو دیکھ بھی رہا ہوں“

اس خواب کی تعبیر کس رنگ میں ظاہر ہوئی اس کی روئیداد بیان کرنے کیلئے خاکسار اپنی زندگی کے گذشتہ ساٹھ سالہ دَور پر نگاہ دوڑانی چاہتا ہے۔خاکسار ۱۹۴۴ء میں دسویں کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کرنے کے بعد اُسی سال قادیان میں کھلنے والے تعلیم الاسلام کالج کی پہلی کلاس (First Year) میں داخل ہو گیا اور اس طرح قادیان کے خالص دینی ماحول میں تربیت اور تعلیم پانے کی سعادت حاصل کی۔ پھر چونکہ اس دوران خاکسار اپنی زندگی وقف کر چکا تھا اور انجمن کی ہدایت کے مطابق بی۔ایس،سی میں داخلہ لے چکا تھا تو کالج کے لاہور منتقل ہو جانے کے بعد خاکسار کالج کے فضل عمر ہوسٹل میں رہنے لگا۔۱۹۵۰ء میں بی۔ایس،سی کا امتحان پاس کرنے پر خاکسار کو جامعہ احمدیہ (جو اُس وقت جامعۃ المبشرین کہلاتا تھا) میں داخل ہونے کا ارشاد موصول ہوا۔اس کے بعد کے چھبیس (۲۶) سال ایسے طور پر علم دین کی جستجو میں گزرے (ان میں بائیس سال کا بیرونی ممالک میں بطور مبلغ کام کرنے کا عرصہ بھی شامل ہے) کہ جب ۱۹۷۷ء میں خاکسار جرمنی میں اپنا دوسرا دور تبلیغ مکمل کرنے کے بعد مرکز سلسلہ (ربوہ) میں پہنچا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعض خطبات سن کر جن میں حضورؒ نے خاص طور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متابعت کی برکت سے جماعت کو ایک ایسی خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ بچوں تک کو سچی خوابیں آتی ہیں خاکسار کو خیال آیا کہ کیوں نہ ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں جماعت کی اس امتیازی خصوصیت کو عملی مثالوں کے ساتھ ثابت کیا جائے۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی خاکسار نے حضورؒ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

''سیدی! اس عاجز کا ایک عرصہ سے خیال تھا کہ سچی خوابوں کی کثرت کا جو نشان اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی برکت سے جماعت کو بخشا ہے اس پر ایک کتاب لکھی جائے۔ حضور کا درسِ قرآن سننے کے بعد اس خواہش میں مزید جنبش پیدا ہوئی ہے۔ حضور اس عاجز کو اس کی اجازت مرحمت فرماویں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے مطلوبہ مواد جمع کرنے اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشے''

والسلام، حضور کا عاجز غلام۔

خاکسار فضل الٰہی انوری۔ مورخہ ۷۷۔۱۰۔۱

اس پر حضورؒ کی جانب سے مندرجہ ذیل جواب موصول ہوا:

''مسودہ تیار کریں، پھر دیکھیں گے کہ چھپے یا نہ''

حضورؒ کے اس ارشاد کی تعمیل میں خاکسار نے اسی وقت سے ہی اپنی مجوزہ کتاب کے لئے مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ اس کے لئے سب سے پہلے روزنامہ الفضل میں خاکسار کی طرف سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا کہ اگر کسی دوست یا بہن کو کوئی سچی خواب آئی ہو تو خاکسار کو لکھ بھیجے تاکہ اسے بھی ساتھ شامل کر لیا جائے۔ اس پر کوئی یک صد سے اوپر احباب وخواتین کی طرف سے ڈھائی صد کے قریب سچی خوابیں موصول ہو گئیں۔ اُدھر جب خاکسار خوابوں، کشوف اور الہامات پر مشتمل مزید واقعات کو جماعتی اخبارات ورسائل نیز کتب سلسلہ میں سے اکٹھا کر کے انہیں کتابی صورت میں ترتیب دینے لگا تو اتنے متنوع الاقسام عناوین سامنے آئے کہ خاکسار کو اس سلسلہ مضمون کی باقاعدہ تبویب کی ضرورت پیش آئی۔ یعنی یہ کہ واقعات کو مختلف ابواب میں تقسیم کر کے انہیں ایسے طور پر مرتب کیا جائے کہ ایک مضمون کے واقعات الگ الگ باب کے تحت آجائیں۔ لیکن جب مختلف ابواب پر کام شروع کِیا گیا تو مواد اس قدر اکٹھا ہو گیا کہ خاکسار کو نظر آیا کہ یہ ایک کتاب نہیں بلکہ کئی کتابیں بنیں گی۔ چنانچہ پندرہ، بیس ابواب مقرر کر کے ان پر کام شروع کر دیا گیا۔ عین اُسوقت خاکسار کا ذہن اپنی زمانۂ طالبعلمی کی اُس رؤیاء کی طرف منتقل ہوا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یعنی یہ خیال بڑے زور سے آیا کہ رؤیاء کے اندر بھی تو مجھے کئی ابواب (دروازے) کھولتے ہوئے دکھایا گیا تھا تو کیا اس کی تعبیر یہ تو نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایک ایسی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے گا جو کئی ابواب (دروازوں) پر مشتمل ہوگی اور وہ کتاب بھی ایسی ہوگی کہ اسے پڑھنے والا اس گوہر مقصود کو پالے گا جو شروع سے ہی اس کی

غرض وغایت قرار دیا گیا ہے یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آقا اور مطاع، حضرت محمد ﷺ کی قوت قدسیہ کی بدولت اسرار غیبیہ اور نشانات سماویہ کی جو دولت نصیب ہوئی وہ حضورؑ کے توسط سے اور آپ کی متابعت کی برکت سے آپؑ کی جماعت کے مخلصین کو بھی ملی اور مل رہی ہے۔ (خاکسار اس یقین پر قائم ہے کہ ان واقعات کو پڑھنے والا ایک متعصب سے متعصب انسان بھی لازماً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کوئی معمولی انسان نہ تھے بلکہ آپ کو خالقِ ارض وسماء کی مکمل تائید ونصرت حاصل تھی)

چنانچہ جس رنگ میں اس عاجز کو اپنی یہ کتاب ''درویشانِ احمدیت'' تالیف کرنے کی توفیق ملی ہے (اِس وقت تک اس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں) اور جس طور پر یہ احباب جماعت کے نزدیک قبولیت کی سند حاصل کر رہی ہے، خاکسار سمجھتا ہے کہ وہ اس رؤیاء کی عملی تعبیر ہے۔ چنانچہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کی پہلی جلد پر از راہ شفقت جو بصیرت افروز تبصرہ فرمایا ہے، اس سے بھی خاکسار کے اسی موقف کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور اس عاجز کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۲۰۰۵-۸-۶ میں فرماتے ہیں:

''آپ کی نئی تصنیف 'درویشان احمدیت' موصول ہوئی۔ مَیں نے اس میں چند واقعات پڑھے ہیں۔ ماشاءاللہ ایمان کو تازہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے زبردست تائید ونصرت کے واقعات ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ آپ کی اس تصنیف کی اشاعت ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین!''

(مکتوب حضور نمبر ۱۲۱، مورخہ ۲۰۰۵-۸-۶ از لندن)

☆ ☆ ☆

چوتھی بشارت سماوی

’’بیری کے پتوں کے جھنڈ نظر آئے‘‘

جرمنی میں جماعت کے قیام کے بارے میں ایک خبر

آخر پر خاکسار اپنی ایک ایسی رؤیاء بیان کرنا چاہتا ہے جو جرمنی میں جماعت کے ایک نئے دَور میں داخل ہونے کی نشاندہی کرنے والی تھی۔ یہ رؤیاء جو خاکسار نے ۱۹۶۷ء میں جرمنی میں اپنا پہلا دَور تبلیغ مکمل کرنے کے بعد مرکز سلسلہ ربوہ پہنچنے پر دیکھی، ایک نہیں بلکہ دو خبروں پر مشتمل تھی۔ ایک کا تعلق میری ذات سے تھا اور دوسری کا تعلق جیسا کہ بعد میں ظاہر ہونے والی تعبیر سے پتہ چلا، جرمن جماعت کے مستقبل سے تھا۔ اس دوہری آسمانی خبر کی تفصیل یہ ہے کہ خاکسار نے رؤیاء میں دیکھا کہ

’’مَیں ایک ایسے مقام پر کھڑا ہوں جیسے کسی مکان کا صحن ہوتا ہے۔ مگر وہ مکان نہیں بلکہ احاطہ کی شکل کا ایک صحن ہے جس کے اردگرد ایک کٹی پھٹی چاردیواری سی بنی ہوئی نظر آ رہی ہے اور مَیں دل میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرمنی کا ملک ہے۔ مَیں اس احاطہ میں کھڑا اس کے عین وسط میں اُگے ہوئے ایک بیری کے درخت کو دیکھ رہا ہوں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ بیری کا درخت سارے کا سارا گنجا ہے یعنی اس کی شاخوں اور ٹہنیوں پر کہیں کوئی پتا نظر نہیں آتا۔ البتہ اس کے اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر (میرے اندازے کے مطابق بیس یا تیس مقامات پر) سبز پتوں کے جھنڈ ہیں اور میں حیران ہوتا ہوں کہ یہ کیسی بیری ہے کہ چند مخصوص مقامات کے سوا باقی ساری بیری پتوں سے خالی ہے‘‘

جب صبح بیدار ہوا تو یہ سارا نقشہ خاکسار کے ذہن میں موجود تھا۔ چنانچہ ایک تعبیر تو اسی وقت اس کی یہ ذہن میں آئی کہ مجھے جرمنی میں دوبارہ جانا نصیب ہوگا اور یہ کہ مَیں اِس بار بطور مبلغ انچارج کے آؤں گا۔ البتہ بیری کے پتوں سے خالی ہونے اور صرف مخصوص مقامات پر پتوں کے جھرمٹوں کی کچھ تعبیر سمجھ میں نہ آئی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ربوہ واپس پہنچنے سے پہلے خاکسار کو نائیجیریا جانے اور وہاں بطور امیر و مشنری انچارج کام کرنے کا حکم مل چکا تھا۔ چنانچہ خاکسار چند ماہ ربوہ میں قیام کرنے کے بعد جون یا جولائی میں مع اہل وعیال نائیجیریا کیلئے روانہ ہوگیا۔ نائیجیریا میں خاکسار اپریل ۱۹۷۲ء تک رہا۔ اسی

دوران یعنی ۱۹۷۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پہلا دورہ مغربی افریقہ عمل میں آیا اور جن پانچ ممالک کا حضور نے دورہ فرمایا ان میں پہلا ملک نائیجیریا ہی تھا۔ابھی خاکسار نائیجیریا میں ہی تھا کہ مرکز سے حکم موصول ہوا کہ خاکسار کی تعیناتی بطور امیر و مشنری انچارج جرمنی ہوگئی ہے اور یہ کہ مَیں جرمنی کا ویزا یہاں سے ہی حاصل کر کے واپس لَوٹوں۔اس طرح گویا رؤیاء کا وہ حصہ پورا ہوگیا جس کی تعبیر خاکسار نے یہ کی تھی کہ خاکسار کو جرمنی میں دوبارہ آنے اور بطور امیر و مبلغ انچارج کام کرنے کی توفیق ملے گی۔

خاکسار اپریل ۱۹۷۲ء میں واپس ربوہ پہنچا اور حسب پروگرام اپنے اہل وعیال کو ربوہ میں چھوڑ کر ۲۱ یا ۲۲ ستمبر ۱۹۷۲ء کو جرمنی پہنچ گیا۔ جرمنی میں اُس وقت مکرم برادرم مسعود احمد صاحب جہلمی (مرحوم) بطور امیر و مبلغ انچارج کام کر رہے تھے۔انہوں نے چارج دیتے وقت خاکسار کو بتایا کہ ایک درجن کے قریب پاکستانی دوست سٹوڈنٹ ویزا پر اور چار پانچ apprenticeship ویزا پر یہاں آچکے ہیں جن سے چندوں کی کچھ آمد ہو رہی ہے۔تاہم ان میں سے کوئی بھی مستقل ویزا پر یہاں نہیں ہے اور جس کا جب کہیں داؤ چلتا ہے، برطانیہ یا امریکہ چلا جاتا ہے۔البتہ مرکز پر یہ تأثر پیدا ہو چکا ہے کہ یہاں جماعت بن رہی ہے اور اس بنا پر ان کی ہدایت ہے کہ ہم اخراجات کے لحاظ سے اب خود کفیل ہونے کی کوشش کریں۔

اس دوران ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں جماعت کے خلاف بھڑکائے جانے والے فسادات کے نتیجے میں پاکستانی احمدی دوست جرمنی میں آنا شروع ہو گئے اور انہیں اسائیلم کی بنیاد پر ویزے اور کام کی سہولتیں میسر آگئیں جس کے ساتھ مشن کی افرادی اور مالی قوت میں اضافہ ہونے لگا۔چونکہ اسائیلم لینے والے دوست آکر زیادہ تر فرانکفرٹ میں ہی رہ رہے تھے۔لہٰذا خاکسار نے مناسب سمجھا کہ جماعت کی حلقہ بندی کر کے اسے مختلف حلقہ جات میں تقسیم کر دیا جائے۔چنانچہ جماعت کو آٹھ حلقوں میں تقسیم کر کے ہر حلقہ میں انتخاب کروا کر باقاعدہ تنظیم کر دی گئی۔اب خاکسار کی رؤیاء کی مکمل تعبیر کیونکر ظاہر ہوئی، اس کیلئے خاکسار کا ذیل کا بیان قابل توجہ ہے، جو یہ ہے کہ

"شروع شروع میں تو خاکسار آنے والے دوستوں کو فرانکفرٹ اور اوفن باخ میں ہی accomodate کرتا رہا۔مگر جب یہ تعداد بڑھنے لگی تو خاکسار کو محسوس ہوا کہ فرانکفورٹ کا غیر ملکیوں کی بحالی پر متعین محکمہ Ausländersamt ہمارے مشن

کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگ گیا ہے۔ بلکہ ایک بار تو اس محکمہ کے افسر اعلیٰ مسٹر Beiß نے خاکسار کو فون پر کہہ بھی دیا کہ آپ لوگ ہماری اقتصادیات پر بوجھ بن رہے ہیں۔ اس کو تو خیر خاکسار نے مطمئن کر دیا۔ تاہم حفظ ماتقدم کے طور پر خاکسار نے مناسب بلکہ ضروری خیال کیا کہ نئے آنیوالے دوستوں کو قریب کے دوسرے شہروں اور قصبات میں بھجوا دیا جائے۔ یہ سکیم کامیاب ثابت ہوئی اور گو اُن دوستوں کیلئے مسجد کے قرب کی سہولت نہ رہی تاہم انہوں نے پورا تعاون کِیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ویزباڈن، ہائیڈل برگ، مائنز اور کولون وغیرہ میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں قائم ہو گئیں''

عین ان دنوں خاکسار کو اپنی رؤیا یاد آئی اور سوچنے لگا کہ کیا بیری کے پتوں کے جھنڈ دیکھنے سے یہ مراد تو نہیں تھی کہ خاکسار کے دَور میں جرمنی کے مختلف مقامات پر احمدیہ جماعتیں معرض وجود میں آجائیں گی؟ علم تعبیر الرؤیاء کی کتاب ''تعطیر الانام'' میں بیر دیکھنے کی تعبیر ''کثرتِ مال'' ہے۔ نیز لکھا ہے کہ بیری کا درخت خواب میں دیکھنا علم اور خوشحالی پر دلالت کرتا ہے۔ اس اعتبار سے گویا بیری کے پتوں کے جھنڈ دیکھنے میں یہ اشارہ مخفی تھا کہ جرمنی میں میری دوبارہ آمد پر کچھ ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے جو جماعت اور مشن کی مالی وسعت کا ذریعہ بنیں گے۔ اور فی الوقعہ ایسا ہی ہوا کیونکہ اس میں کیا شک ہے کہ جرمنی میں اسائیلم کا سلسلہ شروع ہونے کیساتھ ہی جہاں پاکستان سے آنے والے احمدی دوستوں کی مالی فارغ البالی کے وافر سامان پیدا ہو گئے، وہاں جماعت کی مالی آمدات میں بھی معتدبہ اضافہ ہو گیا۔ اور اِس وقت جبکہ اس پر چھتیس سال کا مزید عرصہ گذر چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمنی کی جماعت مالی اور عددی لحاظ سے یورپ کی سب جماعتوں سے آگے نکل چکی ہے۔

☆

(نوٹ: خاکسار کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ جرمنی میں اسائیلم کا سلسلہ سب سے پہلے خاکسار ہی کے دور امارت میں اور خاکسار ہی کی کوشش سے شروع ہوا۔ پھر مرکز سے دو اَور مبلغین (مکرم برادرم حیدر علی ظفر صاحب اور مکرم برادرم ملک منصور احمد عمر صاحب) کی آمد پر اس کام میں مزید وسعت پیدا ہو گئی۔ تاہم یورپ میں کام کرنے والے دوسرے مبلغین انچارج خاکسار کی اس کوشش کو تشویش اور فکر مندی کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے بلکہ بین السطور یہ تأثر دے رہے تھے کہ میرا یہ اقدام سلسلہ کے مفاد کے خلاف جاسکتا ہے)

باب پنجم

عورتوں کو الہام

اس باب میں اُن احمدی خواتین کو ملنے والی اخبار سماویہ کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی فطری نیکی، سعادتمندی نیز اپنی عبادت گذاری اور تقویٰ شعاری کی بدولت ایک خاص مقام کو پہنچیں اور جس کے نتیجے میں انہیں اُس انتشار روحانیت سے وافر حصہ ملا جس کا ذکر کتاب ھٰذا کے تمہیدی بیان میں کِیا گیا ہے۔ چنانچہ اگلے صفحات میں احمدی خواتین کے حوالے سے ایسے متعدد واقعات بیان کئے جارہے ہیں جو بتاتے ہیں کہ قرآنی آیت: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ کے مطابق ان پر ملائکہ کا نزول کس کثرت اور شان سے اور کیسے کیسے عجیب وغریب طریقوں پر ہوتا رہا ہے تا معلوم ہو کہ مسیح موعود کے متعلق صحف سابقہ میں بیان شدہ وہ بھاری علامت جو حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ

> ''پہلے نبیوں کی کتابوں [۱] اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار روحانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کرینگے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا''
>
> (''ضرورۃ الامام''، روحانی خزائن جلد۱۳۔ صفحہ ۴۷۵)

کس شان اور جلال سے پوری ہورہی ہے۔

☆ ☆ ☆

---

[۱] انجیل کی کتاب ''رسولوں کے اعمال'' باب۲ آیت ۱۷ تا ۱۸ میں اس بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ آتے ہیں:

''خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ مَیں اپنی روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور بیٹیاں نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رؤیا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے''

حضرت حسین بی بی صاحبہؓ

۔والدہ ماجدہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ۔

یہ وہ نیک بخت خاتون ہیں جو احمدیت قبول کرنے سے پہلے ہی نیکی، تقویٰ اور توکل علی اللہ کے بلند مقام پر فائز تھیں۔ تاہم حضرت مسیح پاکؑ کی غلامی میں آجانے کے بعد آپ نورٌ علیٰ نور ہو گئیں۔ اِس بارے میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کا ''میری والدہ'' میں درج شدہ مندرجہ ذیل اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''بیعت کے بعد ہر دن جو اُن پر چڑھا بلکہ ہر لحظہ جو اُن پر گذرا، وہ اُن کے ایمان اور ترقی پر شاہد ہوا۔ اُن کا ایمان شروع ہی سے عشق کی جھلک اپنے اندر رکھتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اس عشق نے اس قدر ترقی کی کہ انہیں ہر بات میں ہی اللہ تعالیٰ کا جلال اور قدرت اور رسول اللہ ﷺ کا نور اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت نظر آتی تھی''

(''میری والدہ''، صفحہ ۲۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کے بارے میں ان کی رؤیاء ہائے صالحہ کا ذکر تو 'درویشان احمدیت'' کی جلد اول میں آچکا ہے۔ یہاں ان کی بعض ایسی رؤیاء درج کی جاتی ہیں جو انہوں نے اپنے بعض عزیزوں کی وفات اور بعض کی پیدائش سے متعلق دیکھیں۔ تاہم دو ایسی بھی ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے خلافت ثانیہ کے وقت جماعت میں اٹھنے والے ایک فتنہ کے بارے میں انہیں اپنی راہنمائی سے نوازا اور اس کے نتیجہ میں ایسی بصیرت عطا فرمائی کہ وہ اپنے شوہر سے بھی پہلے بیعتِ خلافت کر کے السابقون الاولون کا درجہ حاصل کر گئیں۔ اب قبل اس کے کہ اس بارے میں انہیں ہونے والی ایک رؤیاء کا ذکر کیا جائے فتنہ منکرین مخالفت پر ایک مختصر نوٹ درج کیا جاتا ہے۔

.........☆.........

فتنہ منکرین خلافت

جیسا کہ'' درویشان احمدیت''، جلد اوّل کے باب ششم میں بتایا گیا ہے، خلافت ثانیہ کے انتخاب کے وقت جماعت کے اندر جس فتنہ نے سر اٹھایا تھا اور جو بعض اکابرین جماعت کی سلسلہ سے

علیحدگی پر منتج ہوا، وہ ایک ایسا طوفان تھا جس کی زد میں آکر بعض بڑے بڑے مخلصین جماعت کے قدم ڈگمگا گئے اور ان کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ حق کن کے ساتھ ہے۔ دراصل اس فتنہ کے بانی بعض ایسے اکابرین جماعت تھے جو کسی وقت ''معتمدین'' میں شمار ہوتے تھے اور جنہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی زندگی میں بڑی خدمات سرانجام دی تھیں اور انتظامی معاملات میں بھی وہ صاحب الرائے سمجھے جاتے تھے۔لیکن خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوتے ہی وہ جماعت سے الگ ہوکر اور خلافت کی ضرورت کا انکار کر کے لاہور چلے گئے اور وہاں مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے، کی قیادت میں ایک الگ جماعت قائم کرلی جو''لاہوری پارٹی'' کے نام سے مشہور اور معروف ہونے لگی۔تاہم جوں جوں وقت گذرتا چلا گیا، جماعت پر خلافت حقہ احمدیہ کی ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی چلی گئی اور بہت سے افراد جو پہلے مولوی محمد علی صاحب کی لاہوری پارٹی میں شامل ہو گئے تھے، اب ان سے اپنا تعلق قطع کر کے جماعت مبائعین میں شامل ہونے لگے۔حضرت حسین بی بی صاحبہؓ کو البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض رؤیاء کی بنا پر شروع سے ہی ایسا انشراح صدر بخشا کہ انہیں سلسلہ خلافت کے بارے میں ذرہ بھر تردّد نہ ہوا اور باوجود بہت کم تعلیم یافتہ ہونے کے انہوں نے بلاتوقف خلافت ثانیہ کی بیعت کرلی۔اس سلسلے میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے جو روایت بیان کی ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''مارچ ۱۹۱۴ء میں جب خاکسار ابھی انگلستان ہی میں تھا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا وصال ہو گیا۔والد صاحب نے خاکسار کو لکھا کہ حضور کی وفات پر جماعت میں یوں اختلاف ہو گیا ہے۔یہ ایمان کا معاملہ ہے۔مَیں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہئے۔صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو کچھ کرو، غور اور فکر سے کرنا''

آپ کی والدہ صاحبہ نے اس کے بالکل برعکس آپ کو لکھا۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

''والدہ صاحبہ نے خاکسار کو یہ لکھوایا کہ جماعت میں یہ طوفان برپا ہو گیا ہے۔ مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کی بیعت کرلی ہے اور تمہارے بھائیوں اور بہن کی طرف سے بھی بیعت کا خط لکھ دیا ہے۔تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اگر تم نے ابھی بیعت کا خط نہیں لکھا تو اب فوراً لکھ دو، تاخیر ہرگز نہ کرنا''

آپ کی والدہ محترمہ کے اس دوٹوک حکم اور بیعتِ خلافت کے بارے میں ان کی طرف سے آپ

کو ملنے والی اس تاکید کے پیچھے یقیناً انہیں (آپ کی والدہ کو) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی رہنمائی کام کر رہی تھی۔ آپ نے اپنی والدہ کی وہ ساری خوابیں تو تحریر نہیں فرمائیں۔ ممکن ہے والدہ صاحبہ نے انہیں بتائی بھی نہ ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اشارے ہی ہوں جن کا بیان کرنا ان کے نزدیک ضروری نہ ہو۔ تاہم آپ نے والدہ صاحبہ کی بیان کردہ دو واضح رؤیاء کا ذکر کیا ہے:

پہلی رؤیاء
’’طغیانی آگئی ہے‘‘

آپ فرماتے ہیں:

’’والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ طغیانی آگئی ہے اور گلی کوچوں میں پانی بہت سرعت سے چڑھ رہا ہے۔ لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ہیں۔ اتنے میں آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ ایک خرگوش پانی میں تیرتا پھرتا ہے جو باتیں کرتا ہے۔ پھر وہ خرگوش ہمارے مکان کے صحن میں آگیا۔ ایک لکڑی کے تختے پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ تختہ پانی میں تیرتا پھرتا تھا۔ والدہ صاحبہ نے اوپر کی منزل سے اسے مخاطب کر کے کہا، ’خواجہ کیا تم باتیں کرتے ہو‘؟ خرگوش نے جواب دیا، ’ہاں‘۔ والدہ صاحبہ نے کہا، ’دیکھو کہیں ڈوب نہ جانا‘۔ خرگوش نے جواب دیا، ’اگر مَیں ڈوب گیا تو کئی اَور لوگوں کو ساتھ لے کر غرق ہونگا‘‘‘

یہ حقیقت ہے کہ یہ فتنہ جو جماعت میں اتنے بڑے اختلاف کا موجب بنا اور جس کی وجہ سے جماعت کا ایک حصہ خلافت سے کٹ کر الگ ہو گیا، دراصل مولوی محمد علی صاحب اور جماعت کے ایک اَور سر کردہ ممبر خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر لاہور کا پیدا کیا ہوا تھا۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے خود حضرت چودھری صاحب موصوف کے والد حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحبؓ جو وکیل ہونے کے علاوہ سلسلہ سے بہت بڑا اخلاص رکھتے تھے بھی تردد میں پڑ گئے تھے۔ منکرین خلافت آپ کے گھر آ آ کر کئی دنوں تک اس موضوع پر گفتگو اور بحث کرتے رہے جس کا آپ کی اس نیک بخت بیوی کو بڑا قلق تھا کہ وہ کیوں جلد فیصلہ نہیں کرتے۔ تاہم ایک روز مکرم چودھری صاحب نے فیصلہ کر ہی لیا اور

بیعت خلافت کا خط لکھ دیا۔اپنے والد بزرگوار کے یوں بیعت کر لینے کی یہ روئیداد جس دلچسپ رنگ میں حضرت چودھری صاحب موصوفؓ نے اپنی والدہ محترمہ کے حوالے سے بیان فرمائی ہے، وہ اس قابل ہے کہ اسے یہاں درج کر دیا جائے۔آپ فرماتی ہیں:

''ایک روز عشاء کی نماز کے بعد انہوں نے کہا مَیں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے بیعت کر لینی چاہئے۔مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے لئے تمام دنیا روشن ہو گئی ہے۔مَیں نے فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ان سے کہا کہ آپ ابھی خط لکھ دیں۔ انہوں نے کہا، ڈاک تو اب صبح ہی جائے گی۔صبح خط لکھ دیں گے۔مَیں نے منت کی کہ ابھی لکھ دیں، دیر نہ کریں۔انہوں نے کہا، کیا خط سینے پر رکھ کر سونا ہے؟ مَیں نے کہا، اصل بات تو یہی ہے۔مَیں یہ تمام راتیں سو نہیں سکی۔مَیں چاہتی ہوں آپ بیعت کا خط لکھ دیں اور مَیں اسے اپنے سینہ پر رکھ لوں اور اطمینان کی نیند سو سکوں۔چنانچہ انہوں نے اسی وقت خط لکھ کر مجھے دے دیا اور مَیں نے اسے سینہ پر رکھ لیا اور سو گئی۔اور صبح ہوتے ہی مَیں نے ڈاک میں بھجوا دیا''

☆

دوسری رؤیاء

''وہ نور بلند ہوتا اور پھیلتا چلا گیا''

آپکی والدہ کی دوسری رؤیاء پہلی کی نسبت بھی واضح تر اور معنی خیز تھی۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''انہی ایام میں والدہ صاحبہ نے ایک اَور رؤیاء دیکھی کہ ایک وسیع میدان میں بہت سے لوگ جمع ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کی انتظار میں ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد زمین سے ایک روشنی نمودار ہوئی جو بجلی کے ایک بہت بڑے روشن لیمپ کی صورت میں تھی اور آہستہ آہستہ وہ زمین سے بلند ہونی شروع ہوئی۔اس طور پر کہ گویا اسکے نیچے کوئی کل ہے جس کے زور سے وہ بلند ہو رہی ہے۔اکثر لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور دوڑ کر اسکے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگے تا کہ اس نور کو

قریب سے دیکھ سکیں۔ والدہ صاحبہ بھی اس روشنی کی طرف بڑھیں اور والد صاحب کو آواز دی کہ جلد آئیں اور قریب سے اُس نور کو دیکھیں ورنہ جب یہ نور قد آدم سے اوپر چلا جائے گا تو اسکے دیکھنے کا وہ لطف نہ رہے گا جو زمین کے قریب اسے دیکھنے میں ہے۔ چنانچہ والد صاحب بھی والدہ صاحبہ کے پیچھے اُس نور کی طرف جلد جلد بڑھنے لگے اور دونوں کے دیکھتے دیکھتے یہ نور بلند ہوتا گیا اور پھیلتا گیا حتیٰ کہ آسمان تک بلند ہو گیا اور اس کی روشنی سے تمام میدان منور ہو گیا''

(بحوالہ ''میری والدہ''۔ صفحہ ۳۴ تا ۳۵)

خدا کی اس صالحہ بندی کو عالم ملکوت میں دکھائے جانے والے ان نظاروں کے جملہ نقوش جس طرح مادی اور روحانی رنگ میں متمثل ہو کر خلافتِ ثانیہ کے وقت پیدا ہونے والے جماعتی بحران پر صادق آئے، وہ قدرت خداوندی کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ منکرین خلافت تو خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوتے ہی جماعت کے مقدس مرکز کو چھوڑ کر اور یہ کہہ کر کہ 'اب یہاں اُلّو بولا کریں گے'، لاہور چلے گئے۔ مگر جس طرح اور جس رنگ میں خلافت کا سورج ایک نئی روشنی لے کر سرزمین قادیان کے افق پر نمودار ہوا اور حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی اولوالعزم قیادت میں ایک نئی آب و تاب کے ساتھ چمکنے اور اپنے گردو پیش کو منور کرنے لگا یہاں تک کہ اپنی تابانی اور جگمگاہٹ کی بدولت اپنوں اور پرایوں کی توجہ کا مرکز بن گیا، یہ سب کچھ اسی ''روح افزا منظر'' کی عملی تعبیر تھا جس کے نقوش خدا کی اس صالحہ بندی کے قلب صافی پر ابھرے تھے۔ پھر جلد ہی وہ وقت بھی آ گیا کہ جب اس سورج کی ضیاپاشیاں دنیا کے کناروں تک جا پہنچیں۔ دراصل یہ وہی الٰہی تقدیر تھی جس کا اجمالی نقشہ ربع صدی قبل حضرت بانیٔ سلسلہ ؑ کو ایک اولوالعزم فرزند کی بشارت ملنے کے ساتھ ہی دکھا دیا گیا تھا۔ آج وہ الٰہی تقدیر جسے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے ''قدرت ثانیہ'' کا نام دیا تھا، اسی فرزند دلبند کے خلعت خلافت پہننے پر اس کے وجود میں متحقق ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنی پوری چمک اور دمک کے ساتھ دنیا کے سامنے آ گئی تو جماعت کے بصیرت رکھنے والے لوگ اور ان کے ساتھ وہ بھی جو پانی کی رَو کو دیکھ رہے تھے کہ کس طرف سے آتا ہے اور کس طرف کو جاتا ہے، زیادہ دیر تک خلافت کی تاثیرت و برکات سے دور نہ رہ سکے اور آہستہ آہستہ اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے روٹھ کر جانے والے بھائیوں کی طرح واپس آنے اور خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔

محترمہ حسین بی بی صاحبہؓ کی بعض دیگر رؤیاہائے صالحہ

اب ذیل میں اس نیک بخت خاتون کو ہونے والی بعض دیگر رؤیاہائے صالحہ جن کا تعلق مضمون زیر بحث سے ہے، بیان کی جاتی ہیں:

﴿۱﴾

’’مَیں مکہ مکرمہ جانا چاہتی ہوں‘‘

مکرم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

’’دوسری رؤیاء والدہ صاحبہ نے یہ دیکھی کہ (آپ) صبح چار بجے مکہ معظّمہ جانے کی تیاری کر رہی ہیں اور یوں محسوس کیا ہے کہ اس وقت سفر شروع کیا ہے اور سہ پہر کے چار بجے کے قریب دیکھا کہ یکہ جس میں سوار ہیں، ایک بڑ کے درخت کے قریب کھڑا کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے یکہ بان سے کہا کہ مَیں تو مکہ جانا چاہتی ہوں۔ اس نے کہا، یہی مکہ ہے جہاں آپ پہنچ گئی ہیں۔ فرماتی تھیں، مَیں حیران ہوئی کہ اس قدر جلد مکہ کیسے پہنچ گئی۔ فجر کے وقت سفر شروع کیا تھا اور عصر کے وقت ختم ہو گیا۔ اسی حیرانی میں آپ یکہ سے اتر کر ایک بازار سے گذر کر ایک گلی میں سے ہوتی ہوئی ایک مکان میں داخل ہوئیں اور پہلی منزل پر چلی گئیں‘‘

یہ رؤیاء آپ نے اپنے احمدیت قبول کرنے سے پہلے دیکھی تھی۔ مگر اس میں دیکھے جانے والے جملہ مناظر ان کے قبول احمدیت کے سات سال بعد حیرت انگیز طور پر خارج میں ظاہر ہو گئے۔ اس بارے میں چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ جب خاکسار مزید تعلیم کیلئے انگلستان روانہ ہونے لگا تو پروگرام یوں طے ہوا کہ پہلے سب قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر ہوں اور دعا کروالی جائے۔ چنانچہ آپ اس سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگست ۱۹۱۱ء میں خاکسار سیالکوٹ سے روانہ ہوا۔ والد صاحب، والدہ صاحب

اور ماموں صاحب بھی ہمراہ تھے۔ اوّل تو ہم سب قادیان حاضر ہوئے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ والدہ صاحب کے قادیان جانے کا پہلا موقع تھا۔ اور اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات کو دیکھ کر والدہ صاحبہ نے پہچان لیا کہ یہی مکانات انہوں نے اپنے ایک رؤیاء میں دیکھے تھے اور اس سفر کے متعلق اتفاق بھی ایسا ہوا کہ ہم سیالکوٹ سے فجر سے کچھ قبل روانہ ہوئے اور عصر کے وقت قادیان پہنچے جو والدہ صاحبہ کے سات سال قبل کے رؤیاء کے عین مطابق تھا''

(''میری والدہ'' ۔صفحہ ۲۲،۳۱)

﴿۲﴾

''ہوگا چیف جسٹس ظفر اللہ خان، نصر اللہ خان کا بیٹا''

بیٹے کے چیف جسٹس بننے کی بشارت

دوسرے نمبر پر آپ کو ملنے والی ایک ایسی آسمانی خبر کا ذکر کیا جاتا ہے، جو پورے چھتیس سال کے بعد حقیقت کا جامہ پہن کر دنیا کے سامنے آئی اور ایک قادر مطلق اور زندہ خدا کی ہستی پر ایک زندہ گواہ بن گئی۔ آپ فرماتی ہیں (یہ ۱۹۳۴ء کے لگ بھگ کی بات ہے) ،مَیں نے رؤیاء میں دیکھا کہ

''مَیں اپنے سیالکوٹ کے مکان کے فلاں کمرے میں ہوں اور اس کمرے کی کھڑکی کے باہر ایک نہایت دل لبھانے والا کرہ نُور آہستہ آہستہ کھڑکی کی ایک جانب سے دوسری جانب حرکت کر رہا ہے۔ جب کھڑکی کے عین وسط میں پہنچا تو ایک پُر شوکت آواز آئی: 'ہوگا چیف جسٹس ظفر اللہ خان، نصر اللہ خان کا بیٹا'' ۔اور خفیف سے وقفے کے بعد پھر اسی طرح یہ الفاظ دہرائے گئے، ''ہوگا چیف جسٹس ظفر اللہ خان، نصر اللہ خان کا بیٹا''

جس رات آپ نے یہ خواب دیکھا، اس کی صبح کو آپ نے اس کا ذکر اپنے بیٹے چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے کر دیا۔ یہ ان ایام کی بات ہے جب چودھری صاحب موصوف وائسرائے ہند کی کونسل کے ممبر کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے اور وائسرائے کی طرف سے آپ کو ایک ہندو چیف

جسٹس سرشادی لال کے ریٹائر ہونے پر ان کی جگہ چیف جسٹس بننے کی پیشکش ہو چکی تھی۔ مگر اس کیلئے جو طریق کار وائسرائے نے تجویز کیا وہ آپ کی عزت نفس کے بھی خلاف تھا اور آپ کے نزدیک اس عالی منصب کے وقار کو بھی ٹھیس پہنچانے والا تھا۔ لہٰذا آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ منصب تو اب کسی اور کو دے دیا گیا تاہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر تھا کہ آپ کی والدہ کو ملنے والی وہ بشارت جس کا ذکر انہیں خدا کی طرف سے دکھائی جانے والی مذکورہ بالا رؤیاء میں کیا گیا ہے، اس سے زیادہ بلند شان سے پوری ہو۔ پھر وہ کب اور کن حالات میں پوری ہوئی اس کی تفصیل خود چودھری صاحب موصوف کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ پہلے تو آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۴۷ء میں مَیں ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کا سینئر جج تھا۔ اور اگر تقسیم ملک کے بعد مَیں ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کرتا تو غالب قیاس یہی تھا کہ آزادی کا اعلان ہونے پر سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ہوتا۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو برطانوی وزیراعظم مسٹر اٹیلی نے تقسیم ملک کے طریق کار کا اعلان کیا اور اس پر مَیں نے فیڈرل کورٹ کی ججی سے استعفیٰ دے دیا جو دس جون سے عمل پذیر ہوا۔ اسی سال دسمبر کے تیسرے ہفتے میں جب مَیں اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت سے واپس لوٹا تو قائداعظم کی ہدایت کے ماتحت بھوپال جانے سے پہلے نوابزادہ لیاقت علی خان صاحب کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا۔ انہوں نے جن امکانات کا ذکر فرمایا ان میں پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا عہدہ بھی تھا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے فرمایا، قائداعظم چاہتے ہیں کہ تم وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھال لو''

آپ نے قائداعظم کی اس خواہش کے احترام میں وزارت خارجہ کا قلمدان سنبھال لیا۔ اس طرح پر چیف جسٹس کی آسامی اس بار بھی آپ کے حصے میں نہ آئی۔ آپ قریباً ساڑھے چھ سال تک پاکستان کی وزارت خارجہ پر فائز رہ کر ملک وقوم بلکہ عالم اسلام کی خدمت بجالاتے رہے۔ ۱۹۵۴ء میں آپ مستعفی ہو کر عالمی عدالت انصاف میں چلے گئے جہاں آپ نے ۱۹۶۱ تک پہلی بار اور ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۲ء تک دوسری بار اس عدالت کے جج کے طور پر کام کیا۔ عالمی عدالت کی اسی دوسری تقرری کے دوران بالآخر وہ وقت آن پہنچا جو آپ کی والدہ کو آپ کے چیف جسٹس بننے کی بشارت کے عملی رنگ میں ظہور

پذیر ہونے کیلئے قدرت نے مقرر کر رکھا تھا۔اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''عالمی عدالت کے پندرہ ججوں میں سے پانچ کی نوسالہ میعاد ہر تیسرے سال ۵رفروری کو ختم ہوتی ہے۔ اس میعاد کے ختم ہونے سے قبل اقوام متحدہ میں ان پانچ ججوں کی نشستیں پُر کرنے کیلئے انتخاب ہوتا ہے۔ جب نئے جج اپنے فرائض سنبھال چکتے ہیں، تو عدالت کا پہلا کام صدر کا انتخاب ہوتا ہے۔ صدارت کے عہدہ کی میعاد تین سال ہے۔ یہ انتخاب خفیہ رائے شماری کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔۱۹۷۰ء میں اس انتخاب کیلئے ۱۸رفروری کا دن تجویز ہوا۔ صدارت کیلئے دواَور ججوں کیساتھ میرا نام بھی تجویز ہوا تھا۔ انتخاب کیلئے آٹھ آراء کی تائید ضروری ہے۔ انتخاب کی کاروائی دو دن ہوتی رہی۔ آخر مطلوبہ کثرت سے زائد آراء میرے حق میں پائی گئیں اور بفضل اللہ مَیں صدر منتخب ہوا۔ فالحمدللہ''

بالفاظ دیگر آپ عالمی عدالت انصاف کے ''چیف جسٹس'' کے طور پر ترقی پا کر اس خدائی نشان کے زندہ گواہ بن گئے جو حضرت بانئ سلسلہؑ کی ایک صحابیہ کو رؤیاء صادقہ کی شکل میں دکھایا گیا تھا۔ آپ اس فضل الٰہی پر خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَیں ایک ضعیف، عاجز پُر تقصیر انسان ہوں۔ اپنے اندر کوئی خوبی نہیں دیکھتا۔ میرے دوسرے دونوں رفیق جن کے اسمائے گرامی انتخاب کی کاروائی میں سامنے آتے رہے، کئی اعتبار سے مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مصلحتوں کو خود ہی جانتا ہے۔ کوئی اَور ان کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ وہ فضل کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں بن سکتا اور اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو تو کوئی کوشش، کوئی تدبیر، کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوسکتا''

یہاں قارئین کی دلچسپی کی خاطر آپکے ایک عزیز اور بچپن کے دوست، چودھری انور احمد صاحب کاہلوں، کا اس اعجازی واقعہ پر اپنا تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''۱۹۷۰ء میں اس حقیقت کے باوجود کہ آپ عالمی عدالت انصاف کے سنئیر ترین ججوں میں سے نہیں تھے اور اس کے باوجود کہ دوسرے دو جج صاحبان جن کے ساتھ آپ کا مقابلہ تھا عدالت کے اندر اچھی خاصی قدر و منزلت رکھتے تھے آپ اس عالمی عدالت کے

صدر منتخب ہوئے۔ گویا آپ کی بزرگ والدہ نے چھتیس سال قبل جو رؤیا دیکھی تھی وہ نہایت شاندار طور پر پوری ہوئی۔ آپ اس عالمی عدالت انصاف کے پہلے ایشیائی اور پہلے مسلمان صدر تھے"

(بحوالہ: Zafrullah Khan - My Mentor۔ صفحہ ۱۳۔ انگریزی سے ترجمہ)

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اُس وقت تک اس عدالت عالیہ کے آٹھ صدر رہ چکے تھے۔ دو لاطینی امریکن، ایک شمالی امریکن، چار یورپین اور ایک آسٹریلین۔ گویا جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، آپ اس عالمی عدالت انصاف کے پہلے ایشیائی صدر تھے۔ اور ایشیائی بھی ایسے کہ ایک سچے اور غیرتمند مسلمان ہونے کے لحاظ سے ایک امتیازی شان کے حامل تھے۔

﴿۳﴾

"میاں، مجھے تو جمعہ کے دن چھٹی ہوگی"

شوہر کی وفات سے متعلق خبر

اب حضرت حسین بی بی صاحبہ کو اپنے شوہر نامدار، حضرت چودھری نصراللہ خان صاحب، کی وفات کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی اطلاع کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کے شوہر حضرت چودھری محمد نصراللہ خان صاحبؓ ایک کامیاب وکیل تھے مگر سلسلہ کی خدمت کا آپ کو ایسا جوش تھا کہ جونہی آپ کے فرزند جلیل حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے وکالت کا کام سنبھالا، آپ اپنی زندگی سلسلہ کیلئے وقف کر کے قادیان آ گئے۔ یہ کہ آپ کی وفات کی خبر آپ کی اس صالحہ رفیقۂ حیات کو کیسے ملی جبکہ بظاہر کسی بھی قسم کے کوئی آثار نہ تھے، اس بارے میں حضرت چودھری سر محمد ظفراللہ صاحبؓ فرماتے ہیں:

"والد صاحب محترم قادیان میں تھے کہ انہیں کسی جماعتی مقدمہ میں شہادت کے لئے سیالکوٹ جانا پڑا۔ خاکسار بھی اسی مقدمہ کے سلسلے میں سیالکوٹ میں تھا۔ اس دوران والد صاحب نے کسی قدر کھانسی کا ذکر کیا۔ یہ آخر جولائی یا شروع اگست ۱۹۲۶ء کی بات

ہے۔اُس وقت تو آپ نے کسی خاص فکر کا اظہار نہ کیا مگر جب مقدمہ سے فارغ ہوکر آپ ڈسکہ تشریف لے گئے اور خاکسار لاہور چلا گیا تو وہاں اطلاع ملی کہ تکلیف بڑھ گئی ہے۔خاکسار فوراً ڈسکہ پہنچ کر انہیں لاہور لے آیا۔معلوم ہوا کہ پھیپھڑے کی جھلی کے نیچے پانی جمع ہورہا ہے۔چنانچہ جب پانی نکالا گیا تو بظاہر آرام آگیا مگر آخر اگست دوبارہ پانی جمع ہونا شروع ہوگیا۔اس بار ڈاکٹر صاحبان کو گھر بلایا گیا۔ڈاکٹروں کے جانے کے بعد فرماتے ہیں:

''والدہ صاحبہ نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا جو انہوں نے گذشتہ رات ہی دیکھا تھا۔فرمایا ،مَیں نے دیکھا کہ تمہارے والد ایک میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں اور اپنے کام میں منہمک ہیں۔اسی کمرہ میں ایک صوفہ پر ایک جوان عورت بھی بیٹھی ہوئی ہے۔شکراللہ خان (آپ کے دوسرے بیٹے اور مکرم چودھری صاحب موصوف کے چھوٹے بھائی۔ناقل) تمہارے والد سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ اگر آپ جارہے ہیں تو اس عورت کو ساتھ لیتے جائیں۔تمہارے والد نے وہیں سے گردن پھیر کر (گویا اپنے کام میں حرج پسند نہیں کرتے اور جلد ختم کرنا چاہتے ہیں) جواب دیا،'میاں، مجھے تو جمعہ کے دن چھٹی ہوگی' ''

فرماتے ہیں، یہ اتوار کا روز تھا۔خواب سنا کر والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ چھٹی کے لفظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمعہ کا دن شروع ہوتے ہی فوت ہوجائیں گے۔اس لئے ڈاکٹر خواہ کچھ کہیں تم جمعرات کی شام تک مکمل تیاری کرلو۔چنانچہ عملاً وہی ہوا جس کا آسمانی ذریعۂ ابلاغ سے آپ کو اشارہ مل چکا تھا۔یعنی جب جمعرات کا دن آیا تو باوجود اس کے کہ ان کی حالت اتنی تشویشناک نہ تھی اور وہ سارا دن باتیں کرتے رہے، شام ہوتے ہی انکی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔گویا اسلامی تقویم کے مطابق عین جمعہ کا دن شروع ہوتے ہی وہ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون!

(ملخص از''میری والدہ''۔از صفحہ ۴۲ تا ۴۵)

☆ ☆ ☆

﴿۴﴾

”ان کا کرنٹ بند کر دیا گیا ہے“

سید میر انعام اللہ شاہ صاحب کی وفات کے متعلق رؤیاء

میر انعام اللہ صاحب سیالکوٹ کے ایک مشہور خاندانِ سادات کے نونہال اور سلسلہ احمدیہ کے ایک سرکردہ بزرگ حضرت سید میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ کی بیوی کے سگے بھتیجے تھے۔ وہ ۱۹۳۵ء میں اپنے ایک بے تکلف دوست کے ہمراہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے اور وہاں بیمار ہو گئے۔ ان کے بیمار ہونے کا علم یہاں کسی کو نہ تھا۔ مگر حضرت حسین بی بی صاحبہ کو ان کی وفات کی خبر آسمانی ذریعہ ابلاغ سے بڑے واضح الفاظ میں ملی اور ایسے وقت میں ملی جب بظاہر اس کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ والدہ صاحبہ کو ان سے بہت انس تھا، مَیں نے ان کے بیمار ہونے کی اطلاع ملنے پر والدہ صاحبہ کی خدمت میں ان کیلئے دعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا، دعا کروں گی۔ لیکن ساتھ ہی بہت تشویش کا اظہار کیا اور کچھ عرصہ قبل کا اپنا ایک خواب سنایا۔ فرمایا:

”ایک مکان کی اوپر کی منزل کے صحن میں میر صاحب اور عزیز چودھری بشیر احمد کے ساتھ ایک پلنگ پر بیٹھی ہوں کہ کھڑکی میں سے چودھری جلال الدین صاحب صحن میں آ گئے۔ مَیں دل میں ڈری کہ یہ تو فوت ہو چکے ہوئے ہیں، یہ یہاں کیسے آ گئے۔ مَیں نے بشیر احمد کو اشارہ کیا کہ ہم کمرے کے اندر چلے جائیں۔ چنانچہ بشیر احمد نے دروازہ کھولا اور ہم دونوں کمرے کے اندر چلے گئے۔ مَیں دروازہ کے شیشہ میں سے دیکھتی ہوں کہ چودھری جلال الدین صاحب میر صاحب کے پاس پلنگ پر بیٹھ گئے ہیں اور پھر دونوں ایک ہی لحاف اوڑھ کر اُسی پلنگ پر لیٹ گئے ہیں“

یہ رؤیاء واضح طور پر میر صاحب کی وفات پر دلالت کر رہی تھی۔ چنانچہ چودھری صاحب موصوفؓ فرماتے ہیں، مَیں نے جب یہ خواب سنا تو والدہ صاحبہ کی خدمت میں عرض کی کہ اس کی تعبیر تو بالکل واضح ہے۔ اگر آپ اسی وقت بتا دیتیں تو مَیں میر صاحب کو حیدر آباد سے واپس چلے آنے کی تحریک کرتا۔ لیکن اب سوائے دعا کے اَور کیا چارہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

''دو دن بعد تہجد اور فجر کے درمیان والدہ صاحبہ پلنگ پر لیٹی ہوئی میر صاحب کی صحت کیلئے دعا کر رہی تھیں کہ آواز آئی، 'اس کا کرنٹ (current) بند کر دیا گیا ہے'۔اِس پر فوراً اٹھ کر میری بیوی کے کمرے میں گئیں اور اسے جگا کر کہا کہ میر صاحب فوت ہو گئے ہیں۔صبح کو حیدر آباد سے تار آ گیا کہ میر صاحب رات فوت ہو گئے ہیں''

فرماتے ہیں، بعد میں جب تفصیلی حالات معلوم ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان کی وفات عین اس وقت ہوئی تھی جس وقت والدہ صاحبہ کو بتایا گیا تھا کہ ان کا کرنٹ بند کر دیا گیا ہے۔

(ملخص از ''میری والدہ''، نیز بحوالہ ''تحدیث نعمت''۔صفحہ ۳۰۷تا۳۱۷)

.........☆.........

(نوٹ: یہ وہی میر انعام اللہ شاہ صاحب ہیں جن کی وفات کا ذکر ان کے نسبتی بھائی، سید سعید خالد صاحب کی ایک اپنی منذر رؤیاء کے حوالے سے صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴ پر کیا گیا ہے۔آپ سیالکوٹ کے ایک مشہور خاندان سادات کے نونہال تھے۔نیز سلسلہ کے بزرگ حضرت سید حامد شاہ سیالکوٹیؓ آپ کے پھوپھا تھے۔ادبی ذوق رکھتے تھے۔چنانچہ پنجاب کی یونینسٹ پارٹی (قبل از پارٹیشن پنجاب کی حکمران پارٹی) کے ترجمان ''دور جدید'' کے کئی سال تک ایڈیٹر رہے۔ان کا حیدر آباد دکن میں جانا بھی اسی رسالہ کے سلسلہ میں تھا۔مکرم چودھری صاحب موصوف کی والدہ ماجدہ کو انس سے گہرا انس تھا۔آپ موصت تھے۔چنانچہ حیدر آباد سے آپ کا جنازہ قادیان لایا گیا جہاں بہشتی مقبرہ میں ان کی تدفین ہوئی)

☆ ☆ ☆

سیدہ قریشہ سلطانہ (المعروف بیگم شفیع صاحبہ)

سیدہ قریشہ سلطانہ دلی کے ایک سید خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔اس خاندان کے احمدیت کے بارے میں مخالفانہ خیالات رکھنے کے باعث اگرچہ آپ پر بھی مخالفانہ اثر غالب تھا۔تاہم آپ کی شادی سید برادری کے ایک نونہال احمدی سید محمد شفیع صاحب سے ہونے اور پھر اپنے میاں کی تبلیغ اور نیک تربیت کے نتیجہ میں آپ نے بھی احمدیت قبول کرلی۔ دینداری کا عنصر تو پہلے ہی آپ کے اندر موجود تھا، احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ پر تقوئی، روحانیت اور توکل علی اللہ کا ایک اَور ہی رنگ چڑھا اور آپ سونے سے کندن بن گئیں۔آپ کے احمدیت قبول کرنے میں بھی آپ کی ایک رؤیاء کا دخل ہے جس کا دلچسپ اور ایمان افروز تذکرہ اس عاجز کی کتاب ''درویشان احمدیت'' کی جلد اوّل میں کیا گیا ہے۔

آپ نے اپنی ازدواجی زندگی کی ۲۷ بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ آپ کو اپنے میاں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔مگر اللہ تعالیٰ نے جس غیر معمولی رنگ میں آپ کو سنبھالا، آپ کی دلداری فرمائی اور الہاماً رہنمائی سے نوازا، یہ آپ کی داستان حیات کا ایک ایسا روح پرور باب ہے جسے پڑھ کر انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔تاہم عنوان زیر بحث کی مناسبت سے یہاں آپ کی چار عدد ایسی رؤیاء بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ کو مختلف مواقع پر آسمانی بشارات سے نوازا گیا۔ان میں سے ہر ایک میں جہاں ایک عالم الغیب اور زندہ خدا کی ہستی پر ایک ناقابل تردید شہادت پائی جاتی ہے وہاں ان سے اِس نیک بخت اور صالحہ بی بی کے اس ارفع روحانی مقام کا بھی پتہ لگتا ہے جو احمدیت کی بدولت انہیں اپنے ربّ کی طرف سے عطا ہوا۔

پہلی رؤیاء

''تیرا خدا تو نہیں مرا''

خاوند کی وفات کے وقت ملنے والی آسمانی تسلی

اوپر آپ کے بارے میں تعارفی نوٹ کے اندر بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے اپنی ازدواجی زندگی کی ۲۷ بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ آپ کو اپنے لائق صد افتخار اور وفا شعار شوہر کی جدائی کا صدمہ برداشت

کرنا پڑا۔اُس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی کن الفاظ میں ڈھارس بندھائی اس کا نقشہ آپ کی سوانح نگار بیٹی مکرمہ سیدہ نسیم صاحبہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔وہ فرماتی ہیں:

''۳۰ راکتوبر ۱۹۴۱ء کی رات دو بجے اباجی پر دل کا حملہ ہوا تو اماں کو وصیت کی کہ 'بیگم! احمدیت ایک نہایت قیمتی خزانہ ہے، اس کی حفاظت کرنا۔خلافت سے تم اور میری اولاد چمٹے رہنا۔ساری برکتیں اسی کے ساتھ ہیں'۔ڈاکٹر آیا، اس نے دوائیں دیں۔وقتی طور پر آرام آگیا۔دوسرے دن عصر کے وقت پھر دل پر حملہ ہوا۔ایک دم سجدے میں سر دیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔اماں کہتی ہیں کہ جب انہیں سیدھا کر کے برکات احمد (آپ کا سب سے بڑا بیٹا۔ناقل) اور مَیں نے لٹایا تو جان کنی کا عالم تھا۔ایک دم میرا سر چکرایا اور مَیں نے کہا، 'یا اللہ! یہ تو ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں۔اب ہمارا کیا بنے گا'۔اسی لمحے ایک جلالی آواز میرے کانوں میں آئی کہ 'تیرا خدا تو نہیں مرا، وہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا'۔مَیں یہ آواز سنتے ہی یک دم سنبھل گئی اور وہ چھ ماہ سے ۲۱ سال تک کے چار بیٹے اور ۳ بیٹیاں چھوڑ کر ۵۳ سال کی عمر میں خدا کو پیارے ہو گئے''

بیوہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی کس طرح قدم قدم پر رہنمائی فرمائی اور آپ اور آپ کے بچوں کی نصرت کے سامان پیدا کئے، یہ درویشانہ صفات کی مالک ایک سچی اور احمدیت کی فدائی عورت کی حیرت انگیزیوں بھری داستان ہے جو اُن کی سوانح حیات بعنوان ''سوانح بیگم شفیع'' میں پڑھی جاسکتی ہے۔

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

''یہ تو سید برکات احمد بی۔اے ہیں''

جیسا کہ اوپر کے واقعہ میں بتایا گیا ہے، سید برکات احمد آپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے (اس سے پہلے آپ کا ایک بیٹا کم سنی میں ہی فوت ہو چکا تھا)۔اس بچے کی پیدائش کے بعد جب وہ ابھی آٹھ دس ماہ کا تھا اور سخت بیمار ہو گیا تو آپ نے ایک ایسی رؤیاء دیکھی جو آپ کے قبول احمدیت پر منتج ہوئی۔

اس رؤیاء کا مفصل تذکرہ تو ''درویشان احمدیت''، جلد اوّل میں آچکا ہے۔ ذیل میں البتہ اسی بچے کے حوالے سے ایک اَور دلچسپ واقعہ بتایا جاتا ہے کہ جب وہ تین، چار سال کا تھا تو کس طرح اس کے اچانک پھر سخت بیمار ہو جانے پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی تسلی بہم پہنچائی جو نہ صرف آپ کے بچے کی صحت کی ضمانت دے رہی تھی بلکہ اس کا روشن مستقبل بھی مجسم ہو کر آپ کے سامنے آ گیا۔ اس سلسلے میں آپ فرماتی ہیں:

''مَیں دعائیں کر رہی تھی کہ آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان لڑکا میرے پلنگ پر میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ مرحوم شوہر آتے ہیں اور اس نوجوان کو پلنگ پر دیکھ کر ٹھٹکتے ہیں تو مَیں کہتی ہوں، 'یہ تو سید برکات احمد بی۔ اے ہیں'۔ اسکے بعد آنکھ کھل جاتی ہے''

(بحوالہ ''سوانح بیگم شفیع'' ۔صفحہ ۱۵۰)

گویا رؤیاء میں سنائی دینے والے الفاظ آپ کو یہ دوہری بشارت بہم پہنچا رہے تھے کہ آپ کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ صحت بھی دے گا نیز یہ کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریگا۔ یہ ایسی ہی بشارت الٰہی تھی جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ملی۔ آپؑ کے بارے میں آتا ہے کہ جب کانگڑہ میں زلزلہ آیا اور اس کے جھٹکے لاہور میں بھی محسوس کئے گئے تو حضرت اماں جان (زوجہ حضرت اقدس علیہ السلام) کو اپنے بھائی میر محمد اسمٰعیل صاحب کے بارے میں فکر پیدا ہوئی (وہ اس وقت لاہور میں میڈیکل میں پڑھ رہے تھے)۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی تو آپ کو الہام ہوا ''اسسٹنٹ سرجن''۔ اس بشارت الٰہی میں نہ صرف حضرت میر صاحب کے زندہ ہونے کی خبر موجود تھی بلکہ یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں تعلیم میں کامیاب کرے گا (اسسٹنٹ سرجن کے الفاظ میں ان کے ڈاکٹری میں کامیاب ہونے کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا تھا)

اب اصل واقعہ کی طرف واپس لوٹتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ بیگم شفیع صاحبہ کیلئے اپنے رب کی طرف سے ملنے والی مذکورہ بالا بشارت کس قسم کے تسلیہ کا موجب بنی۔ چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

''اُس وقت نہ برکات احمد کی زندگی بچنے کی کوئی امید تھی اور نہ میرے میاں کے خاندان میں سے کسی نے انگریزی تعلیم حاصل کر کے بی۔ اے کیا تھا۔ مگر جلد ہی سید برکات احمد نے صحت پائی اور جب دو مرتبہ کیمبرج اسکول کے امتحان میں ناکام ہو کر اس نے تعلیم

منقطع کردی تو مجھے ذرّہ بھر بھی پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ میرے اللہ نے مجھے خواب کے اندر اس کو گریجوئیٹ یعنی بی۔اے دکھایا تھا۔گویا اس خواب میں سید برکات احمد کے لمبی عمر پانے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکی بشارت موجود تھی۔اُس وقت یعنی ۱۹۲۳ء میں جب آپ نے یہ رؤیاء دیکھی تھی، بی۔اے کی ڈگری کو اعلیٰ تعلیم سمجھا جاتا تھا''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس رؤیاء میں ایک احمدی ماں کو اپنے بیٹے کے تعلیمی مستقبل کے بارے میں جو بشارت دی گئی، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نہایت شاندار علمی اور سیاسی مستقبل کی ضمانت ثابت ہوئی۔یہ اسی کی برکت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے گریجوئیشن کرنے کے بعد انڈین فارن سروس میں شمولیت حاصل کرلی۔اس کے ساتھ ساتھ آپ لٹریچر، قانون اور تاریخ میں بھی عبور حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ بیروت کی امریکن یونیورسٹی سے تاریخ عرب میں اور تہران یونیورسٹی سے فارسی لٹریچر میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔اور آخر جب ۱۹۷۵ء میں آپ ایک کامیاب سفارت کار کے طور پر ریٹائر ہوئے تو آپنے دینی، علمی اور ادبی خدمات کو جاری رکھتے ہوئے تحقیقی نوعیت کے بیشمار ایسے مضامین لکھے اور ایسی کتب تصنیف فرمائیں جو علمی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ان میں سے چار جو آپ کی لمبی عالمانہ تحقیق کی مرہونِ منت اور آپ کے گہرے اور وسیع مطالعہ کا نچوڑ ہیں، ان کا ذکر ذیل میں کِیا جاتا ہے:

1)Introduction to Qur-anic Script

2)Introduction to Qur-anic Arabic

3) Introduction to Qur-anic Vocabulary

4) Muhammad and the Jews

آخر الذکر کتاب امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں ریسرچ (تحقیق) کے طلبہ کیلئے تجویز کی گئی ہے۔

آپ کی آخری قلمی خدمت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی قبل از زمانہ خلافت کی لکھی ہوئی ایک علمی تصنیف ''مذہب کے نام پر خون'' کا انگریزی ترجمہ ہے۔یہ ترجمہ آپ نے ان دنوں میں کیا جب یورپ کے سارے ڈاکٹروں کے نزدیک آپ صرف چند ہفتوں کے مہمان رہ گئے تھے (آپ ۱۹۸۴ء میں کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہوگئے تھے) لیکن حضورؒ کی دعاؤں اور دواؤں کے معجزانہ اثر سے آپ جولائی ۱۹۸۸ء تک زندہ رہ کر اس کام کی تکمیل کرتے رہے۔ترجمہ مکمل ہونے پر حضورؒ نے مندرجہ ذیل

الفاظ میں آپ کو خراج تحسین ادا کیا:

”آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر آپ کو قدرت نصیب ہوئی ہے۔آپ کا قلم یکساں دونوں زبانوں میں فصاحت و بلاغت کے گل کھلاتا اور رنگ و بو بکھیرتا ہے“

(بحوالہ”سوانح بیگم شفیع“۔صفحہ ۱۵۶تا۱۵۸)

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

”تمہیں سات سو روپے تنخواہ ملے گی“

بیٹے سید برکات احمد کی ملازمت کے بارے میں ملنے والی بشارت

سید برکات احمد صاحب بی۔اے پاس کرنے کے بعد ہندوستان میں ہی کسی جگہ ڈیڑھ سو روپے پر ملازم ہو گئے۔جبکہ ان کی والدہ اور ان کے دوسرے بہن بھائی ہجرت کر پاکستان چلے گئے۔یہ وہ وقت تھا جب برصغیر کی پارٹیشن ہو چکی تھی اور ملکی سطح پر نقل مکانی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔جبکہ سید برکات احمد ”فائنل انڈیا“ لکھوا کر انڈیا میں ہی رہے۔اس دوران ان کی والدہ نے دیکھا کہ

’برکات احمد مٹی میں سے ایک خوبصورت قلم نکال رہا ہے۔اس کے اوپر سات سو (۷۰۰) لکھا ہوا ہے‘

آپ نے اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ برکات احمد جلد یا بدیر سات سو روپیہ تنخواہ پر ملازم ہو جائے گا۔یہ ۱۹۴۸ء کی بات ہے۔اُس وقت سات سو روپیہ تنخواہ بہت بڑی بات تھی۔بیگم شفیع صاحبہ کو جب یہ رؤیاء ہوئی تو آپ نے برکات احمد صاحب کو لکھا کہ مَیں نے خواب میں تمہارے بارے میں یہ دیکھا ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ تمہیں سات سو روپے کی ملازمت ملے گی۔نیز تم بہت علمی اور تحریری کام کرو گے۔مسز نسیم صاحبہ لکھتی ہیں کہ اس پر برکات بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ اماں ۱۵۰ روپے کہاں اور ۷۰۰ کہاں؟ مگر ۱۹۵۰ء میں جب انہوں نے آئی۔سی۔ایس (I.C.S.) کا امتحان پاس کیا اور اس میں اوّل پوزیشن

حاصل کی تو فوراً ہی انڈین فارن سروس کیلئے منتخب کر لئے گئے اور خدا کی قدرت کہ ۷۰۰ روپے سے ہی ان کی پہلی تنخواہ شروع ہوئی اور پھر جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے ان کی ساری عمر علمی اور تحریری کارناموں میں گذری۔ اس طرح پر ایک ماں کو رؤیاء میں دکھایا جانے والا منظر نہایت اعلیٰ شان سے پورا ہو کر جہاں اس نیک بخت خاتون کے تعلق باللہ کا ایک زندہ ثبوت بن گیا وہاں ایک علیم وخبیر خدا کی زندہ ہستی پر بھی ایک ناقابل تردید شہادت قائم کرنے کا موجب بنا۔ فالحمد للہ رب العالمین!

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

''بیگم، اسے اشرفیوں کے پھل لگیں گے''

اپنے روشن مستقبل کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

اب اس بزرگ خاتون کی آپ بیتی کا ایک ایسا حسین ورق پیش کیا جاتا ہے جو بتاتا ہے کہ اسے آسمان سے ملنے والی ایک بشارت کی عملی تعبیر میں کیا کچھ حاصل ہوا۔ جیسا کہ اوپر تعارفی نوٹ میں بتایا گیا ہے بیگم شفیع صاحبہ کے میاں سید محمد شفیع صاحب (المعروف محقق دہلوی) بقضاءِ الٰہی عین جوانی کی عمر میں ۱۹۴۱ء میں وفات پا گئے۔ وہ ایک کامیاب صحافی اور معروف انشا پرداز ہونے کے علاوہ اپنا ایک ماہانہ اخبار ''دستکاری'' بھی نکالتے تھے۔ یہ اخبار یا رسالہ اگرچہ کثیر الاشاعت تو نہ تھا مگر اس اعتبار سے کہ اس میں چھوٹے پیمانے پر چلانے والی دستکاریوں کے بارے میں اطلاعات وہدایات ہوتی تھیں، عوام کے اندر اچھا مقبول تھا۔ نیز اس میں شائع ہونے والے اشتہارات کسی قدر آپ کی آمدنی کا بھی ذریعہ تھے۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس اعتبار سے یہ دلّی کے بہت ابتدائی اخبارات میں شمار ہوتا تھا۔

اپنے اس صحافی میاں کی وفات کے ساتھ ہی بیگم شفیع پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر احمدیت کے پاکیزہ ماحول میں پروردہ اور تقویٰ وطہارت اور خدا ترسی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی خدا کی اس پاک بندی کے پایۂ استقلال میں ذرہ بھر جنبش نہ آئی۔ آپ جس طرح اس سے قبل زندہ خدا کی قدرتوں کے جلوے دیکھ چکی تھیں، اس موقع پر بھی آپ نے ایک ایسا نظارہ دیکھا جس نے آپ کے وجود ہستی میں

ایک نیا ولولہ، ایک نئی روح اور ایک نئی قسم کی قوت عملیہ بھر دی۔ انہیں اس کے نتیجے میں رفعتوں اور عظمتوں کی ایک نئی دولت نصیب ہوئی۔ ایک ایسا نصب العین عطا ہوا جس کی ہر منزل پر شہرت و عزت آپ کے قدم چومنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ یہ سب کچھ ایمانی دولت سے مالا مال ایک خاتون کی ہمت وشجاعت، عزم واستقلال اور بلند حوصلگی اور بلند کرداری کی افسانوں بھری ایک ایسی داستان ہے جسے پڑھ کر قرون اولیٰ کی پاکباز اور تقویٰ شعار خواتین مبارکہ کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ آئیں دیکھتے ہیں، یہ سب کچھ ایک احمدی خاتون کے وجود میں کیونکر ظاہر ہوا۔

بیگم شفیع صاحبہ سات بچوں کی ماں تھیں۔ آپ کے میاں کی وفات کے ساتھ آپ کی آمدنی کا واحد ذریعہ بند ہو گیا۔ اس صورتِ حال میں خدا تعالیٰ کی نصرت آپ کو کیسے پہنچی اور کس طرح اس نے ایک بیکس اور بے سہارا عورت کے اندر امیدوں کے چراغ روشن کر دئے، اس بارے میں ان کی سوانح نگار بیٹی سیدہ نسیم سعید صاحبہ رقمطراز ہیں:

”ابا جی کے انتقال کے بعد دو سال تک اخبار دستکاری بند رہا۔ اماں کہتی ہیں کہ ایک رات میں بہت پریشان تھی۔ دعائیں کرتی سوئی تو مرحوم خاوند خواب میں آئے اور کہنے لگے:

’بیگم! اخبار دستکاری جاری کریں۔ یہ تو وہ درخت ثابت ہوگا
جس پر سے اشرفیوں کے پھل آپ توڑیں گی‘

بیگم شفیع صاحبہ نے خواب میں ملنے والی اپنے میاں کی اس وصیت کو کس طرح پورا کیا، اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے بہن نسیم سعید صاحبہ فرماتی ہیں:

”اس کے بعد اماں نے برقع اوڑھ لیا اور ابا جان کے دفتر میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ ساتھ برکات احمد جو آپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے کو بھی بٹھا لیتیں۔ اِدھر تمام مرد صحافی پہلے ہی پیغام پر پیغام بھیج رہے تھے کہ بیگم شفیع، ڈاکٹر صاحب کا اخبار جاری کریں“

اب ایک عورت، پردہ دار عورت، گھریلو طریق پر صرف درسی کتب پڑھی ہوئی عورت، پھر سات کم عمر بچوں کی پرورش کے بوجھ تلے دبی ہوئی عورت، کس طرح ایک کامیاب صحافیہ بن کر ابھری اور اپنے

آسمانی آقا کی طرف سے ملنے والی بشارت کی عملی تعبیر میں آپ کے اخبار ''دستکاری'' کو کیسے کیسے عظیم الشان اشرفیوں کے پھل لگے، یہ ایک دلربا داستان ہے جسے بیان کرتے ہوئے آپ کی سیرت نگار بیٹی سیدہ نسیم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

''اماں نے لجنہ کے اجلاسوں میں بارہا حضرت مصلح موعودؓ کے فرمودات بعنوان 'لجنہ کے قیام کا مقصد'[ا] پڑھے بھی تھے اور سنے بھی تھے جن میں یہ بھی تھا کہ 'ایک اچھی قوم پیدا کرنے کیلئے اس قوم کی عورتوں کی صلاحیتیں بیدار کرنا اور ان میں دینی، روحانی اور اخلاقی بیداری اور شعور پیدا کرنا ضروری ہے'۔ چنانچہ اماں نے لجنہ کے قیام کے اِس مقصد کو تمام عورتوں میں رائج کرنے کا عزم کرلیا''

اور یوں آپ نے عورتوں میں سیاسی، ذہنی اور معاشرتی شعور بیدار کرنے اور ایک پسماندہ اور پراگندہ معاشرہ کے اندر انہیں ایک واجب الاحترام مقام دلانے کا عزم کرلیا۔ چنانچہ اس عزم کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے عورت کی ایک ایسی تصویر پیش کی جس کا خود اس معاشرے میں رہنے والی عورت کو تصور تک نہ تھا۔ گویا دستکاری اخبار اب دستکاریاں سکھانے کی بجائے عورت کے معاشرتی خدوخال درست کرنے اور اس کی جبلی طاقتوں کی نوک پلک سنوارنے کا کام کرنے لگا۔ اس کام میں آپ کا ہونہار بیٹا سید برکات احمد جو اُس وقت تک بی۔اے کرچکا تھا، ایک مددگار فرشتہ ثابت ہوا۔ چنانچہ اس کی قلمی مدد سے آپ نے ایسے ایسے جاندار اداریئے لکھے کہ مرد صحافی بھی انہیں پڑھ کر سر دھننے لگ گئے۔ اس سلسلے میں آپ کے لکھے ہوئے مضامین آج بھی طبقہ نسواں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اِس مقبولیت کو دیکھ کر آپ کو اپنا یہ اخبار ماہانہ کی بجائے ہفتہ وار کرنا پڑا۔

جب اخبار چل نکلا تو آپ جلد ہی گھر کی چاردیواری سے نکل کر معاشرے کے ایک فعال جزو کے طور پر سامنے آگئیں۔ اس سلسلے میں آپ کی سوانح نگار بیٹی تحریر فرماتی ہیں:

[ا] لجنہ (پورا نام ''لجنہ اماء اللہ'')، جماعت احمدیہ کی اس ذیلی تنظیم کا نام ہے جس کا مقصد خواتین کی اصلاح اور تربیت کرنا اور قوم کے لئے انہیں مفید وجود بنانا ہے۔ یہ تنظیم جس کی بنیاد حضرت المصلح الموعودؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ڈالی اب عالمی سطح پر جماعتی تنظیم کا حصہ بن چکی ہے۔ چنانچہ ہر ملک میں جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ قائم ہے وہاں ''لجنہ اماء اللہ'' کے نام سے یہ تنظیم بھی موجود ہے اور ان کے اپنے تربیتی اور تعلیمی پروگرام ہوتے ہیں۔

''ابا جی اخبار نویسوں کی انجمن کے جنرل سیکرٹری تھے۔تمام حکومتی اداروں میں 'دستکاری' پہلے ہی شامل تھا۔شہر میں ہونے والی تقاریب کے دعوت نامے بھی دستکاری اخبار کو آتے۔چنانچہ ۱۹۴۳ء کی عید ملن پارٹی کا دعوت نامہ جب ایڈیٹر دستکاری کو آیا تو بھائی سید برکات احمد نے کہا: 'امّاں، 'اب آپ بھی باہر میٹنگز وغیرہ میں جایا کریں اور اپنے ساتھ حسنات احمد (آپ کا منجھلا بیٹا۔ناقل) کو لے جایا کریں'۔چنانچہ اماں کہتی ہیں، مَیں برقع اوڑھ کر سید حسنات احمد کے ساتھ اس عید ملن پارٹی میں شامل ہوگئی۔اب تمام اخبار والے ابا جان مرحوم کے پہلے ہی دوست تھے۔ان سب نے بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔دہلی کے چیف کمشنر سر ولیم کرسٹی (جو انگریز تھے) نے بھی بہت عمدہ جگہ پر بٹھایا، مزاج پوچھا اور دستکاری کے ان اداریوں کی تعریف کی جو'غذا بچاؤ' مہم میں حکومت کی پالیسی کے مطابق جارہے تھے''

یہ پہلی بار تھی جب بیگم شفیع نے دستکاری کی بدولت اپنے گھر سے باہر قدم رکھا اور مرد صحافیوں کے شانہ بشانہ اخباری دنیا میں ایک صحافیہ کے طور پر متعارف ہوئیں۔اِس موقع پر آپ نے مردانہ بلکہ شاہانہ عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے چیف کمشنر دہلی سے جو گفتگو کی اس کا خلاصہ کچھ اِس قسم کا تھا:

''ہم تو پارٹی میں یہ اعلیٰ قسم کی چیزیں کھارہے ہیں۔کتنی ہی بیمار عورتیں، بوڑھے لوگ اور چھوٹے بچے راشن کی کمی کی وجہ سے بھوکے سوتے ہیں۔راشن ڈپو پر کئی کئی چکر لگا کر اور لمبی قطاروں میں کھڑے ہو کر بھی انہیں پورا راشن نہیں ملتا۔آپ دہلی کے چیف کمشنر ہیں۔راشن کی تقسیم کی آسانی کے لئے کچھ انتظام کیجئے''

انگریز چیف کمشنر جو مرد صحافیوں میں شامل اس برقعہ پوش ''صحافیہ'' سے پہلے ہی مرعوب ہورہا تھا، اب آپ کی باتیں سن کر اَور بھی متاثر ہوا۔اس نے پارٹی کے فوراً بعد ہی ایک راشننگ کنٹرولر کمیٹی ترتیب دی جس کے چار ممبران میں بیگم شفیع کو خاتون ممبر کے طور پر شامل کرلیا۔یہ ممبران جو ''راشننگ کنٹرولر'' کہلائے انہیں دہلی کے مختلف علاقے سپرد کر کے وسیع اختیارات دے دئے گئے۔چنانچہ وہ کسی وقت بھی جا کر دوکانوں پر راشن کی تقسیم، ان کے ذخیروں کے گودام اور ان کی رسید بکیں دیکھ سکتے

تھے۔گویا اب دستکاری کی ادارت کے ساتھ ساتھ بیگم شفیع کا ایک اہم کام یہ بھی ہو گیا کہ وہ وقتاً فوقتاً راشن ڈپوؤں پر جا کر ان کی پڑتال کریں۔ چنانچہ آپ کی سیرت نگار بیٹی کی تحریر کے مطابق:

”اماں مرحومہ، بھائی جان سید حسنات کے ساتھ راشن ڈپوؤں اور گوداموں کی چیکنگ کے لئے جاتیں۔ راشن تقسیم ہوتا دیکھتیں۔ قطار میں لگی عورتوں کی شکایات سنتیں اور ہر پندرہ روز بعد میٹنگ میں اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرتیں۔ رفتہ رفتہ ان کے حلقہ میں شکایات کم ہونے لگیں“

آپ کی اس اعلیٰ کارکردگی کو دیکھ کر چیف کمشنر سر ولیم کرسٹی نے انہیں (بیگم شفیع کو) اس پانچ رکنی عوامی ایڈوائزری کونسل کا ممبر بنا دیا جو دہلی کی انتظامیہ کی مشیر تھی۔ چنانچہ کمشنر دہلی کی طرف سے (برطانوی) حکومت کو بھیجی جانے والی رپورٹوں میں اخبار دستکاری اور اسکی مدیرہ کا بھی نمایاں ذکر ہونے لگا۔ جس کا ایک اَور اہم نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت ہند نے نہ صرف اخبار دستکاری کو ان اخبارات کی لسٹ میں شامل کر لیا جن میں سرکاری اشتہارات شائع ہوتے تھے بلکہ اسے گورنمنٹ کی منظور شدہ (Accredeted Correspondents) لسٹ میں بھی شامل کر لیا گیا جس کے نتیجہ میں ہر بڑی کانفرنس اور میٹنگ میں مدیرہ دستکاری (بیگم شفیع صاحبہ) کو مدعو کیا جانے لگا۔ یوں چند ماہ کے اندر اندر ہی خواب میں دکھلائے جانے والے منظر نے ایسا حقیقت کا روپ دھارا اور اسے ایسے ایسے شیریں پھل لگنے لگے کہ انہیں سمیٹنا خود مدیرہ دستکاری کے لئے مشکل ہو گیا۔

اب اخبار”دستکاری“ عورتوں کا ایک بیباک اور نڈر سیاسی ترجمان بن کر ابھر چکا تھا۔ اس میں لکھے ہوئے اداریئے افسران بالا کے لئے غور اور فکر کا باعث بن رہے تھے۔ ایک خاص خدمت جو دستکاری نے اپنے اس اونچے منصب کی بدولت سرانجام دی وہ یہ تھی کہ اس سے قبل جو عورتیں کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی تھیں انہیں حمل کے آخری دنوں میں اور وضع حمل کے بعد چھٹی نہیں ملتی تھی بلکہ ملازمت سے ہی برطرف کر دیا جاتا تھا۔ اس کے خلاف دستکاری نے ایک ایسی مہم چلائی اور ایسے زوردار اداریئے لکھے کہ حکومت اور کارخانوں کے مالک اس سلسلے میں نئے قوانین بنانے پر مجبور ہو گئے جن کے نتیجے میں کارخانوں میں کام کرنے والی عورت کو حمل اور وضع حمل کے ایام میں تین ماہ کی چھٹی مع تنخواہ ملنی شروع ہو گئی۔ ان قوانین کا بننا ”دستکاری“ کی ایک بہت بڑی فتح تھی۔ اس کے نتیجے میں دستکاری کو نہ صرف عوامی حلقوں میں بلکہ حکومتی سطح پر بھی خاصی مقبولیت حاصل ہو گئی۔

دستکاری کا دوسرا کارنامہ جس نے اس کی شہرت کو چار چاند لگا دئے اور اسے معاشرتی حلقے سے نکال کر سیاسی اہمیت کا حامل بنا دیا، وہ اس کا وہ کردار تھا جو اس نے ایک سیاسی شخصیت کو قید و بند سے چھٹکارا دلانے کے سلسلے میں ادا کیا۔ اسکی روئیداد یوں ہے کہ بیرسٹر آصف علی کی ہندو بیوی ارونہ آصف علی جو کانگریس کی ایک سرگرم رکن تھی، اسے برٹش حکومت کے خلاف مظاہرے کرانے کے جرم میں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان دنوں آصف علی سخت بیمار تھے۔ ان کی ضعیف والدہ نے بیگم شفیع کو پیغام بھیجا کہ میں کار بھیج رہی ہوں، آپ ذرا آ کر مجھ سے مل جائیں۔ بیگم شفیع گئیں تو وہ انہیں بڑی محبت سے ملیں۔ اور کہا، میرا بیٹا بہت بیمار ہے۔ آپ عورتوں کے اخبار کی ایڈیٹر ہیں۔ ارونہ آصف علی کی رہائی کے لئے کوئی اچھا سا اداریہ لکھیں۔ جس پر جریدہ دستکاری نے ایک نہایت جاندار اداریہ لکھا اور اس میں عورت کی گرفتاری کو ایک بہت ہی گھٹیا اور گھناؤنا جرم ثابت کرتے ہوئے حکومت کو اپنے اس اقدام پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسز ارونہ آصف علی تیسرے ہی دن جیل سے رہا ہو کر باہر آ گئیں۔

مدیرہ دستکاری کا ایک اور کارنامہ جس کی بدولت آپ کو ملکی سطح پر ایک نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی، آپ کا شملہ کانفرنس میں شرکت کرنا اور اس میں بطور واحد خاتون صحافی خواتین کی نمائندگی کرنا تھا۔ یہ کانفرنس جو برصغیر کو آزادی دلانے کے سلسلے میں برطانوی مشن کی سرکردگی میں ہونا قرار پائی تھی اور جس میں سر سٹیفورڈ کرپس اور لارڈ پیتھک لارنس حکومت برطانیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے، پانچ مئی ۱۹۴۶ء سے سات مئی تک جاری رہی۔ اس میں بیگم شفیع صاحبہ کو بھی مدیرہ دستکاری کی حیثیت سے شرکت کی دعوت ملی۔ آپ پہلی اور واحد خاتون نامہ نگار تھیں جو اس میں شامل ہوئیں۔ اس تین روزہ کانفرنس کے انعقاد کے بعد جب برطانوی وفد کے سربراہ سر سٹیفورڈ کرپس اخبار نویسوں کی طرف آئے تا کہ ان کے سوالوں کا جواب دیں تو جونہی وہ خطاب کر چکے، بیگم شفیع صاحبہ ان سے مخاطب ہوئیں اور سوال کیا کہ آپ نے سب کے حقوق کی باتیں کی ہیں، عورت کو حکومت میں کیا حصہ دیا ہے؟ ایک خاتون اور وہ بھی برقعہ پوش، سر سٹیفورڈ کرپس یہ سوال سن کر پہلے تو ذرا ٹھٹکے۔ پھر کچھ جواب دینے ہی لگے تھے کہ بیگم شفیع صاحبہ نے انگریزی میں ٹائپ شدہ ایک کاغذ ان کے سامنے کر دیا اور کہا کہ مَیں انگریزی نہیں جانتی۔ آپ مجھے لکھ کر ان سوالوں کا جواب دیں'۔ سر کرپس نے وہ کاغذ لے کر اور ہر سوال کے سامنے خالی جگہ پر 'ہاں'۔ 'نہیں'۔ 'سوچیں گے'۔ 'مستقبل میں غور کریں گے'۔

’ہاں، ضرور دیں گے‘، وغیرہ کے الفاظ لکھ کر انہیں واپس کر دیا۔ (یہ سوالنامہ بھی آپ کے مددگار فرشتہ یعنی آپ کے بیٹے سید برکات احمد نے تیار کر کے آپ کو دیا تھا)

آپ کے اس نہایت درجہ جرأت مندانہ عمل پر نہ صرف اخباری نمائندگان انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے بلکہ جب یہ خبر ڈان اخبار، ہندوستان ٹائمز، اسٹیٹس مین، وغیرہ اخبارات میں شہ سرخیوں اور بیگم شفیع کی برقعہ میں ڈھکی ہوئی تصویروں کے ساتھ شائع ہوئی تو قائداعظم نے آپ کو خاص طور بلا کر شاباش دی۔ بلکہ مسٹر سروجنی نائیڈو (مسلمانوں کی واحد ہمدرد کانگریسی لیڈر) نے تو بیگم شفیع کو گلے لگا لیا ،مبارکباد دی اور کہنے لگیں: ’بیگم شفیع! آپ کو مان گئی، واقعی برقعہ آپ کی ترقی میں حائل نہیں ہوسکتا‘ (اس سے قبل ایک موقع پر جب بیگم شفیع ان کے ہاں مدعو تھیں اور بیرا کے چائے لانے پر آپ نے فوراً نقاب نیچے کر لیا تھا تو انہوں نے نہایت تعجب سے آپ کو کہا تھا کہ پردہ کی اس قدر سختی کے ساتھ آپ کیسے ترقی کر سکیں گی)

اگر کوئی کہے کہ تاج برطانیہ کے اس اعلیٰ سطحی وفد کے سربراہ سے یوں مخاطب ہونے کی جرأت کسی بڑے سے بڑے صحافی کو تو نہ ہوئی، ایک معمولی سے ہفتہ وار رسالہ کی خاتون مدیرہ کو کیونکر ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے پس پردہ اُسی قادر مطلق خدا کی قادرانہ تجلی کام کر رہی تھی جس نے آپ کے اخبار ’’دستکاری‘‘ کو ’اشرفیوں کے پھل‘ لگنے کا وعدہ دیا تھا۔ چنانچہ اس کی بدولت بیگم شفیع صاحبہ کو ملک بھر میں ایک نیا مقام حاصل ہو گیا جس نے آئندہ کیلئے آپ پر ترقیوں اور کامیابیوں کے دروازے کھول کر آپ کی عزت اور شہرت میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔

یہ تو اشرفیوں کے وہ پھل تھے جو اخبار دستکاری کو متحدہ ہندوستان کے اندر کام کرتے ہوئے لگے۔ جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا بٹوارہ ہو گیا اور پاکستان بن گیا تو بیگم شفیع اپنا سب کچھ ہندوستان میں ہی چھوڑ کر بچوں کے ساتھ پاکستان آ گئیں۔ چونکہ آپ جانتی تھیں کہ آپ کو جو بھی عزت اور شرف حاصل ہوا ہے یہ اسی آسمانی وعدہ کی عملی تعبیر ہے جس میں آپ کے دستکاری اخبار کو ’’اشرفیوں کے پھل‘‘ لگنے کی خبر دی گئی تھی لہٰذا لاہور پہنچنے کے بعد آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک پرانا سا پریس خرید کر دستکاری اخبار نکالنا شروع کر دیا۔ اب ہر چند کہ ایک اکیلی عورت اور وہ بھی ایسی مہاجر عورت جو اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خالی ہاتھ پاکستان پہنچی تھی اور پھر وہ چھ بچوں کی ماں تھی جن کی پرورش اور نگہداشت کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر تھا، اسکے لئے اخبار کا نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تاہم اخبار نکلنا شروع ہو گیا۔

اور پھر اس کی بدولت انہیں پھر وہی عظمت اور شہرت ملنے لگی جو انہیں پہلے حاصل تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس بشارت کے مطابق ''دستکاری'' کو جواب کی بار/اشرفیوں کے پھل' لگے وہ پہلے سے بھی بڑھ کر اور نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ چنانچہ جیسا کہ ان کی سوانح نگار بیٹی رقمطراز ہیں:

۱) سب سے پہلے اماں کو ''کُل پاکستان انجمن مہاجر خواتین'' کا صدر بنا دیا گیا۔ اس انجمن کے سپرد ہندوستان سے لٹ پٹ کر آنیوالی مہاجر خواتین کی بحالی نیز مغویہ خواتین کی بازیابی جیسے نازک مسائل کیئے گئے تھے۔ اور یہ اعزاز یا یہ کٹھن اور نازک ذمہ واری اُس وقت تک آپ کے پاس رہی جب تک کہ مہاجر خواتین کی بحالی کا کام ختم نہ ہو گیا۔

۲) دوسرے نمبر پر مئی 1950ء میں ''لیاقت نہرو پیکٹ'' کے تحت قرار پانے والے ایک معاہدے کے مطابق آپ کو صحافیوں کے اُس وفد کا ممبر بنا دیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ہندوستان جا کر وہاں کے صحافیوں اور دیگر سرکردہ اشخاص کو ملیں اور پھر دونوں ملکوں کے درمیان پیدا ہونے والی تلخ فضا کو خوشگوار بنانے کے لئے اداریئے لکھیں۔ یہ وفد دو بار دہلی گیا اور دونوں دفعہ بیگم شفیع واحد خاتون صحافیہ کے طور پر اس میں شامل ہوئیں۔ (اس بارے میں ایک دلچسپ نوٹ مضمون کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

۳) پنجاب کے گورنر سردار عبد الرب نشتر جو پہلے ہی سے بیگم شفیع سے متعارف تھے، انہوں نے آپ کو قیدیوں کی اُس ''معائنہ کمیٹی'' کا ممبر بنا دیا جس کا کام یہ تھا کہ وہ رات یا دن کے کسی وقت میں کسی بھی جیل خانے میں جا کر قیدیوں بالخصوص خواتین قیدیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا جائزہ لیں۔ بیگم شفیع نے جس دیانتداری اور خوش اسلوبی سے اس ذمہ واری کو ادا کیا اس کے نتیجے میں جیل کے ظالم اور غیر منصف افسران، قیدیوں کے ساتھ اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۴) پھر آپ کو پاکستان مسلم لیگ کے شعبۂ خواتین کی نائب صدر کے طور پر بھی ملک وقوم کی خدمات سرانجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔ اس میں قابل ذکر وہ کام تھے جو نو زائدہ مملکت کے اندر عورت کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی حقوق کی تعیین، مہاجرین کی بحالی کے کام کو تیز کرنے اور ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۵ء میں ملک میں آنیوالے دو بڑے سیلابوں کے وقت سوشل ورکر خواتین کو ساتھ لیکر متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے اور انہیں بنیادی ضروریات بہم پہنچانے سے متعلق تھے۔

۵) پھر آپنے ''پنجاب ریڈ کراس یسوسی ایشن'' کی سٹینڈنگ کمیٹی (Standing

Committe) کی ممبر کے طور بھی ایسا نمایاں خدمات سرانجام دیں کہ بیگم لیڈی نون، جو آل پاکستان ریڈکراس ایسوسی ایشن کی صدر تھیں، نے آپ کو کئی بار اسنادِ خوشنودی سے نوازا۔

بیگم شفیع صاحبہ کو اپنی عمر کے آخری حصہ میں (۱۹۶۷ء میں) اپنے بیٹے سید حسنات احمد کے اسلام آباد میں تبدیل ہو جانے کے باعث اسلام آباد جانا پڑا۔ چنانچہ آپ اپنا اخبار ’دستکاری‘ بھی ساتھ لے گئیں۔ اس طرح پر ’دستکاری‘ کو نئے دارالحکومت کا سب سے پہلا اخبار ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ اس کی باقاعدہ افتتاحی تقریب ایک بہت بڑے ہوٹل میں ایک وزیر مملکت کی بیگم کی صدارت میں ہوئی۔ یہ اخبار دستکاری ۱۹۷۰ء تک، جس میں آپ کی وفات ہوئی، برابر جاری رہا۔

آگے جانے سے پیشتر مدیرہ دستکاری یعنی بیگم شفیع صاحبہ کو مملکت پاکستان کے اندر ملنے والے ایک اَور اعزاز کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ اعزاز جو آپ کو حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کی وفات کے پورے چالیس سال بعد ملا، آپ کی ان قومی خدمات کے اعتراف کے طور پر دیا گیا جو آپ نے پاکستان کے لئے سرانجام دیں۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، آپ تو ۱۹۷۰ء میں وفات پاگئیں تاہم آپ کا نام بطور ’’خادمہ ملت‘‘ تاریخ کے صفحات میں رقم ہو چکا تھا۔ چنانچہ یہ اعزاز جو ایک گولڈ میڈل اور ایک سند کی شکل میں تھا اور جو یقیناً آپ کی اُسی رؤیاء کی تعبیر میں تھا جس کا ذکر عنوان زیر بحث میں ہو رہا ہے، وصول کرنے کی سعادت ۲۰۰۷ء میں شہر لاہور کے اندر منعقد ہونے والی ایک حکومتی تقریب میں آپ کی صحافیہ بیٹی سیدہ نسیم سعید صاحبہ کو حاصل ہوئی۔ بہن نسیم سعید صاحبہ اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے خاکسار کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتی ہیں:

’’آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ والدہ مرحومہ کی قومی و ملی خدمات کے اعتراف میں ان کو ۹ ستمبر ۲۰۰۷ء کو گولڈ میڈل ایک سند کے ساتھ اس سلسلہ میں منعقد ہونے والی ایک خاص تقریب میں دیا گیا جو والدہ مرحومہ کی نمائندگی میں خاکسار کو وصول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس تقریب میں والدہ کے نواسے، نواسیاں، پڑپوتے، پڑنواسے اور پڑنواسیاں بھی موجود تھیں۔ اس موقع کی اخبارات میں نمایاں شہ سرخیوں کے ساتھ خبریں شائع ہوئیں‘‘

(مکتوب نمبر ۱۴۵، مورخہ ۲۰۰۸۔۲۔۲۸)

.........☆.........

دلچسپ اور ایمان افروز

اوپر متن میں 'نہرولیاقت پیکٹ' کے تحت دلّی جانے والے صحافیوں کے جس وفد میں بیگم شفیع کے بطور ایک ممبر شامل ہونے کا ذکر آیا ہے، اس وفد کے پہلی بار وہاں جانے کی تقریب کے ساتھ ایک ایسے ایمان افروز واقعہ کا تعلق ہے جس سے نہ صرف اُس شرف کی ایک اَور زاویہ سے عکاسی ہوتی ہے جو مدیرہ دستکاری کو ''دستکاری'' کے حوالے سے حاصل ہوا بلکہ جو سارے افسانے میں رونق اور دلچسپی کا ایک عجیب رنگ بھر دیتا ہے۔اس کی تفصیل جیسا کہ مکرمہ بہن نسیم سعید صاحبہ نے بیان فرمائی ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہے:

'اس وفد کے نئی دہلی پہنچنے پر پنڈت جواہر لال نہرو، وزیر اعظم بھارت نے اس کے اعزاز میں دہلی کے سب سے بڑے ہوٹل، امپیریل ہوٹل، میں عصرانہ دیا جس میں مرکزی کابینہ کے وزراء کے علاوہ ہندوستان کے چوٹی کے اخبار نویس بھی مدعو تھے۔چونکہ بیشتر وزراء اور ہندوستانی پریس کے افراد بیگم شفیع صاحبہ سے پہلے ہی متعارف تھے اس عصرانے کے دوران ان میں سے ہر ایک انہی کو مخاطب کر کے پوچھتا رہا کہ: 'بیگم صاحبہ کیا حال ہے؟'۔'اخبار کیسا چل رہا ہے؟' 'کیا سیٹ ہو گئیں؟'، وغیرہ۔ جب وہ ایک وزیر یا اخبار نویس کا جواب دے لیتیں تو کوئی دوسرے صاحب پوچھنا شروع کر دیتے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے بیگم شفیع ہی اس وفد کی لیڈر ہوں۔ یہاں تک کہ پنڈت نہرو بھی آپ سے ہی مخاطب ہوئے اور کہنے لگے: 'بیگم شفیع! آپ مجھے ہندو مسلم فسادات روکنے کیلئے بہت تجاویز دیا کرتی تھیں، اب بھی دیں'۔سوال و جواب کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ بیگم شفیع صاحبہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور پنڈت نہرو سے کہنے لگیں، 'پنڈت صاحب! میری عصر کی نماز کا وقت ہو رہا ہے، میں نے نماز پڑھنی ہے'۔ پنڈت نہرو نے فوراً ایک افسر کو کہا کہ بیگم صاحبہ کو صاف چادر لا کر دو اور خالی کمرہ بتاؤ۔اس حکم کی فوری تعمیل کی گئی۔ جب آپ نماز پڑھ کر واپس آئیں تو پھر اسی طرح کے سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کافی دیر تک چلتا رہا' (ملخص از ''سوانح بیگم شفیع'')

جب یہ وفد واپس پاکستان پہنچا تو پیر علی محمد راشدی جو پاکستان نیوز پیپر ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے اور وفد کے سربراہ بھی، بیگم شفیع سے بڑی برہمی سے مخاطب ہوئے۔کہنے لگے:

صدر صاحب۔ 'وہاں صرف آپ ہی باتیں کئے جاتی تھیں، دوسروں کو موقع ہی نہیں دیا'

بیگم شفیع۔ 'میں باتیں نہیں کر رہی تھی، باتوں کے جواب دے رہی تھی'

صدر صاحب۔ 'آپ نے وہاں نماز پڑھ کر بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا'

بیگم شفیع۔ ....خاموشی

صدر صاحب۔ (دیگر ممبران وفد سے مخاطب ہوتے ہوئے) اگلے وفد میں بیگم شفیع کو شامل نہیں کیا جائے گا'

بیگم شفیع۔ ....خاموشی

اب یہ مجلس تو جیسے تیسے ختم ہوگئی مگر اگلے روز کئی اخبارات نے شہ سرخیوں کے ساتھ یہ خبر لگائی:

''نماز پڑھنے کی سزا: 'اگلے وفد میں شامل نہیں کیا جائے گا' ''

اور خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ اگلا وفد جانے سے پہلے نیوز پیپر ایسوسی ایشن کے صدر کی ہی چھٹی ہو چکی تھی یعنی انہیں ایسوسی ایشن کی صدارت سے ہی الگ کر دیا گیا۔ لہٰذا وہ تو دوسرے وفد میں نہ جا سکے البتہ بیگم شفیع صاحب پھر پہلے کی طرح پورے اعزاز کے ساتھ دوسرے وفد میں شامل ہوئیں اور اس طرح خدا کے فضل و کرم سے وہی پہلے والی عزت اور تکریم پھر انہیں کے حصے میں آئی۔

(''سوانح بیگم شفیع''، از صفحہ ۹۳ تا ۹۶۔ خلاصہ)

.........☆.........

بیگم شفیع صاحبہ کا خاندانی تعارف: اوپر متن میں بتایا گیا ہے کہ بیگم شفیع صاحبہ پارٹیشن کے بعد اپنے بچوں کو لے کر پاکستان آ گئیں۔ البتہ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے سید برکات احمد صاحب ہندوستان میں ہی رہے جو بعد میں انڈین فارن سروس سے منسلک ہو کر سفیر کے عہدہ تک پہنچ گئے۔ ادھر بیگم شفیع صاحبہ پاکستان آنے کے بعد اپنے اسی رسالے دستکاری کی بدولت پہلی صحافیہ کے طور پر متعارف ہوئیں۔ ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب تو اس دوران وفات پا چکے ہیں البتہ آپ کے تین دوسرے بیٹے، سید حسنات احمد صاحب، سید مبشرات احمد صاحب اور سید حمید احمد صاحب کینیڈا میں ہوتے ہیں۔ جبکہ آپ کی بیٹی سیدہ نسیم سعید صاحبہ، ایم۔ اے، گولڈ میڈلسٹ (اہلیہ مکرم میاں محمد سعید احمد، ریٹائرڈ واپڈا انجینئر لاہور) پاکستان میں اور سیدہ رضیہ سمیع صاحبہ (اہلیہ قریشی عبدالسمیع صاحب ایم۔ ایس، سی) انگلستان میں ہوتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ

بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ (والدہ مکرم ظفر احمد صاحب انجینئر واپڈا، لاہور) بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان احمدی خواتین میں سے ہیں جن کو احمدیت کی بدولت وہ مقام عطا ہوا کہ وہ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر بن گئیں اور خدا کے فرشتے ان پر نازل ہو کر انہیں آئندہ کی خبریں دینے لگے۔ چنانچہ آپ خاکسار کے نام اپنے ایک مکتوب میں اپنی متعدد خوابیں لکھتے ہوئے فرماتی ہیں کہ خدا نے مجھے اپنے ہر بچہ کی پیدائش سے پہلے اس کے پیدا ہونے کی خبر دی اور یہ بھی کہ بیٹا ہو گا یا بیٹی۔ پھر مجھے اپنے میاں کی ملازمت کی خبر ملی، ملازمت میں ترقی کی بشارت ملی۔ اسی طرح بیٹے کی ملازمت کی خبر ملی بلکہ یہ بھی کہ اسے شروع میں کتنی تنخواہ ملے گی اور پھر کتنی ہو جائے گی۔

پھر انہیں شوہر بھی ایسا ملا جو چلتا پھرتا مبلغ اسلام تھا۔ اور پانچ وقت کا نمازی اور تہجد گذار۔ ان کے بارے میں وہ لکھتی ہیں کہ لوگ ان سے بھی دعائیں کرواتے، ان سے مشورے لیتے اور جو وہ کہتے باقی باتیں چھوڑ کر ان کی مان لیتے۔ لوگوں کو ان کی بتائی ہوئی بات پر اس قدر اعتماد تھا کہ اسے لوہے کی لکیر سمجھتے اور کہتے کہ ان کی کہی ہوئی بات ہمیشہ سچ نکلتی ہے۔

آپ کے یہ شوہر سپریم کورٹ میں ریڈر تھے۔ اسی دوران ان کی وفات ہوگئی۔ ان کی وفات پر سپریم کورٹ کے انگریز چیف جسٹس کارنیلیس نے لکھا کہ مَیں نے ایسا پکا مسلمان اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ وہ ان کا ایک واقعہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن مَیں فیصلہ لکھا رہا تھا کہ وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے کہ میری نماز کا وقت ہو گیا ہے اور بغیر اجازت کمرے سے باہر چلے گئے۔ باقی کام نماز جمعہ کے بعد کیا۔ انہیں ان کی زندگی میں بھی لوگ فرشتہ کہا کرتے تھے اور اب جبکہ وہ وفات پا چکے ہیں، انہیں اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ غرض دونوں میاں بیوی حسن عمل اور حسن اخلاق کا ایسا مرقع تھے کہ ان کی زندگیوں کے حالات پڑھ کر امت مسلمہ کے اولیاء اور اصفیاء کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔

اب مضمون زیر بحث کی مناسبت سے ذیل میں بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ کی مورخہ ۲۶/اپریل ۱۹۷۹ء اور اس کے بعد کی لکھی ہوئی بعض ان رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں انہیں متعدد آسمانی بشارات ملیں اور یہ بھی کہ وہ کیسے حرف بحرف پوری ہوئیں۔

☆ ☆ ☆

﴿۱﴾

’’اپنے میاں کو سیلیکشن گریڈ ملنے کے بارے میں‘‘

آپ کے میاں بابو فقر اللہ خان صاحب سپریم کورٹ میں ریڈر تھے۔فرماتی ہیں:

’’ستمبر ۱۹۵۰ء کی بات ہے، میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے میاں بابو فقر اللہ خان نے ایک نیلے رنگ کا لفافہ مجھے لا کر دیا ہے۔مَیں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا: ’آپ کو سیلیکشن گریڈ دیا گیا ہے‘۔ پورے ایک سال بعد یعنی اگلے ستمبر میں اسی رنگ کا لفافہ آیا جو اُن کی ترقی یعنی انہیں سیلیکشن گریڈ ملنے سے متعلق تھا‘‘

﴿۲﴾

’’ہم انہیں ہزار روپیہ ہی دیں گے‘‘

اپنے میاں کی تنخواہ میں ترقی سے متعلق رؤیاء

آپ کے میاں سپریم کورٹ میں ۶۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔فرماتی ہیں:

’’۱۹۵۵ء کی بات ہے مَیں نے دیکھا کہ سپاہیوں کی کوئی بیرک ہے۔مَیں اس میں سے جارہی ہوں۔آگے ایک بڑے گیٹ سے نکلنے والی تھی کہ سفید لباس میں ملبوس ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ لوٹا لئے وضو کرنے کو تیار بیٹھا ہے اور مجھے کہتا ہے، اپنے شوہر کو پرسوں انٹرویو کیلئے بھیج دینا۔مَیں اسے کہتی ہوں، میرے شوہر اس وقت ۶۰۰ روپے ماہوار تنخواہ لے رہے ہیں۔اگر آپ ہزار روپے دیں گے تو وہ آئینگے۔وہ کہتا ہے، ہم انہیں ہزار روپیہ ہی دیں گے۔ چنانچہ جلد ہی آپکی تنخواہ ۶۰۰ سے بڑھا کر ایک ہزار روپیہ کر دی گئی‘‘

(نوٹ: خاکسار راقم الحروف نے جب اس بارے میں آپ کے صاحبزادے برادرم ظفر احمد صاحب مقیم لاہور سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ ابا جان اُس وقت سپریم کورٹ لاہور میں بطور ریڈر ملازم تھے۔والدہ صاحبہ کی خواب کے پورے ایک سال بعد وہ آفس سپرنٹنڈنٹ بنادئے گئے اور ان کی تنخواہ ۶۰۰ سے بڑھا کر ایک ہزار روپیہ ماہوار کر دی گئی۔اس طرح پر والدہ صاحبہ کو ملنے والی آسمانی خبر حرف بحرف پوری ہو کر زندہ اور عالم الغیب خدا کی ہستی پر ایک زندہ دلیل بن گئی)

﴿۳﴾

"تنخواہ پہلے اڑھائی سو ہوگی۔ پھر بارہ سو"

بیٹے کو ملازمت ملنے کی بشارت

فرماتی ہیں، میرے بیٹے ظفر نے کہیں ملازمت کی درخواست دی ہوئی تھی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۱ء کو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ آپ کے بیٹے ظفر احمد کو پہلے ہم اڑھائی سو روپیہ دیں گے۔ پھر چار ماہ بعد ۱۲۰۰ روپے اور کوٹھی ملے گی۔ جب صبح مَیں نے یہ خواب گھر والوں کو سنائی تو سب مذاق کرنے لگے۔ مَیں نے کہا، میرے مہربان خدا نے تو یہی بتایا ہے۔ دیکھنا ایسے ہی ہوگا۔ چنانچہ بالکل اسی طرح ہوا جیسے رؤیاء میں بتایا گیا تھا۔ یعنی پہلے اس کی تنخواہ اڑھائی سو روپیہ مقرر ہوئی۔ پھر بارہ سو روپے ہوگئی اور ساتھ کوٹھی بھی مل گئی۔ **فالحمدلله علیٰ ذٰلك!**

(نوٹ: اس بارے میں بھی برادرم عزیزم ظفر احمد صاحب نے خاکسار کو بتایا کہ آپ پہلے ایک پرائیویٹ کمپنی میں جو ریڈیو اور ٹیلیویژن بناتی تھی بطور ٹیکنیکل اسسٹنٹ ملازم ہوئے۔ وہاں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد آپ نے الیکٹریکل انجینیئرنگ کا کورس کیا اور واپڈا (WAPDA) میں ملازم ہوگئے۔ وہاں ملازم ہونے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی آپ کی تنخواہ بارہ سو روپے ہوگئی اور ساتھ کوٹھی بھی مل گئی۔ واپڈا میں ملازمت کرنے کے بعد ظفر احمد صاحب ۱۹۷۷ء میں بطور ڈائریکٹر ریٹائر ہوئے اور آج کل لاہور میں اپنا کاروبار کر رہے ہیں)

﴿۴﴾

"میری پنشن تیار ہوگئی ہے"

آپ کے میاں کی وفات ۱۹۶۶ء میں ہوگئی۔ اس کے چند ماہ بعد آپ کو ایک خواب کے ذریعہ بتایا گیا کہ ان کی پنشن کے کاغذات تیار ہوگئے ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتی ہیں:

"مارچ ۱۹۶۷ء میں یعنی اپنے میاں بابو فقر اللہ صاحب کی وفات کے چند ماہ بعد مَیں نے دیکھا کہ وہ تیار ہوکر دفتر جا رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں، کچھ رقم دیتے جائیں۔ اس پر

وہ کہتے ہیں، ظفر کو دفتر بھیج دینا، میں اسے دے دوں گا۔ تھوڑی دیر بعد یعنی خواب کے اندر ہی ظفر (میرا لڑکا) مجھے سَو، سَو روپے کے دو نوٹ لا کر دیتا ہے۔ صبح جب میں بیدار ہوئی تو مَیں نے گھر والوں کو بتایا کہ میری پنشن تیار ہوگئی ہے۔ اسی دن بارہ بجے کے قریب سپریم کورٹ سے فون آیا کہ آ کر پنشن لے جائیں‘‘

☆

بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ کی بعض منذر رؤیاء

اب اسی صالحہ اور پابند صوم وصلوٰۃ خاتون کو اپنے بعض عزیزوں کی وفات کے بارے میں ملنے والی اخبار سماویہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے سمن آباد، لاہور، سے خاکسار کے نام اپنے مکتوب میں جہاں اپنی اور بہت سی رؤیا ہائے صالحہ تحریر کر کے بھجوائیں، وہاں ان میں انہوں نے اپنی بعض منذر رؤیا، کا بھی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کیسے اس کا محسن و مہربان خدا انہیں اپنے عزیزوں کی وفات کی خبر قبل از وقت دے کر گویا ایک رنگ میں تعزیت کا اظہار فرماتا رہا ہے۔

منذر رؤیاء خواہ کیسی ہو، طبیعت پر گراں گذرتی ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی ازلی سنت کے مطابق دنیا میں موت، فوت، غم اور تکلیف کا سلسلہ جاری ہے اور اس سے انسان کو مفر نہیں تو ایسی صورتوں میں انسان پر یہی لازم ہے کہ وہ صبر کرے اور صبر کرنے والوں کے لئے بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں۔ پھر بھی چونکہ غم اور تکلیف پہنچنے سے انسان طبعی طور پر متاثر ہوتا ہے تو اس صورت میں اگر کسی غم کی اطلاع خدا تعالیٰ کی طرف سے قبل از وقت مل جائے تو ظاہر ہے کہ یہ امر اس غم یا نقصان کی تلخی کو کسی حد تک کم کرنے کا موجب ہوگا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ایسی منذر اخبار کو خدا کی طرف سے اظہار ہمدردی اور عزا پرسی پر محمول فرمایا ہے۔ مثلاً جب آپ کے والد صاحب کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو الہام ہوا:

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ

یعنی ’’قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس حادثہ کی جو غروب آفتاب کے بعد آنیوالا ہے‘‘

چنانچہ آپؑ نے اِس الہام کو اپنے والد محترم کی وفات پر محمول کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے فخر کی جگہ ہے اور مَیں اس بات کو فراموش نہیں کروں گا کہ میرے والد صاحب کی وفات کے وقت خدا تعالیٰ نے میری عزا پرسی کی اور میرے والد کی وفات کی قسم کھائی جیسا کہ آسمان کی قسم کھائی''

(''حقیقۃ الوحی''، روحانی خزائن، جلد ۲۲۔ صفحہ ۲۱۹)

پس مومن بندوں کو منذر خبروں کا ملنا بھی دراصل اس رحمٰن ورحیم خدا کا اپنے بندوں پر ایک قسم کا احسان ہوتا ہے، اسی طرح جیسے ایک بہت ہی مہربان دوست اپنے کسی عزیز کو کوئی افسوناک خبر دینے سے پہلے اسے ذہنی طور پر اس کیلئے تیار کرتا ہے۔ پس خدا کی اس مومنہ بندی بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ کو ملنے والی منذر آسمانی اخبار بھی اسی قبیل سے سمجھی جانی چاہئیں۔ یعنی خدا تعالیٰ نے بطور احسان انہیں کسی آنے والی تکلیف یا صدمہ سے قبل از وقت آگاہ کر کے ان کے غم کو کم کیا یا بالفاظ دیگر ان کی عزا پرسی فرمائی۔

اب اگلے صفحات میں بیگم ممتاز فقر اللہ صاحبہ کو آنے والی تین منذر رؤیا بیان کی جاتی ہیں اور یہ کہ کس طرح ان میں سے ہر ایک کے وقت انہوں نے مومنانہ شان کے ساتھ صبر اور اپنے ربّ کی رضا پر راضی رہنے کا اظہار کیا۔

پہلی رؤیاء

''قرآن پاک کا ایک ورق گر گیا ہے''

اپنے والد ملک برکت علی صاحب کی وفات کے بارے میں

بہن ممتاز فقر اللہ صاحبہ کے والد ملک برکت علی صاحب بہت ہی نیک، دیندار اور خدا ترس انسان تھے۔ خود بھی عبادت گذار بلکہ تہجد گذار تھے اور اپنے بچوں کو بھی اپنے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ انہوں نے ۵ راکتوبر ۱۹۷۸ء کو وفات پائی۔ فرماتی ہیں:

''۱۹۷۸ء کے ماہ رمضان میں دیکھا کہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہی ہوں کہ کچھ صفحے نیچے گر گئے ہیں۔ جب مَیں نے انہیں اوپر اٹھانے کی کوشش کی تو ایک صفحہ پھر گر گیا۔ مَیں بہت پریشان ہوئی کہ کہاں گیا۔ مَیں گرتا دیکھ رہی ہوں مگر ایسا غائب ہوا ہے کہ باوجود تلاش کے نہیں مل رہا''

فرماتی ہیں، یہ ایک غیبی اشارہ تھا جو کسی بہت بڑے بزرگ کی وفات پر دلالت کر رہا تھا۔چنانچہ عید کے معاً بعد والد صاحب ملک برکت علی صاحب کی وفات کی خبر آ گئی۔اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بیشمار رحمتیں برسائے۔آپ کی تمام زندگی خدمت دین میں گزری ہے۔وفات کے وقت آپ حافظ آباد شہر کے امیر جماعت تھے۔

☆☆☆

دوسری رؤیا

اپنے میاں کی وفات کے بارے میں خبر

آپ کے میاں بابو محمد فقر اللہ خان صاحب، بی۔اے، ایل۔ایل۔بی، سپریم کورٹ لاہور میں نہایت اچھی پوسٹ پر ملازم تھے۔اس کے ساتھ وہ احمدیت کے ایسے شیدائی تھے کہ ہر وقت اخبار الفضل اور سلسلے کی کوئی نہ کوئی کتاب اپنی جیب میں رکھتے اور تبلیغ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔آپ فرماتی ہیں، ۱۷رنومبر ۱۹۶۶ء کو خدا نے مجھے ان کی وفات کی خبر دی اور اس کے پورے ۱۹ دن بعد یعنی ۶ردسمبر ۱۹۶۶ء کو ان کی وفات ہوگئی۔

☆☆☆

تیسری رؤیاء

”مجیب گاڑی سے اتر گیا ہے“

اپنے جوان بیٹے کی وفات کی خبر

آپ کا جوان بیٹا مجیب فقر اللہ فوج میں کیپٹن تھا۔۱۹۷۱ء کی جنگ میں وہ محاذ پر تھا کہ شہید ہو گیا۔اس کے بارے میں آپ کو متعدد خوابیں آئیں جو سب کی سب منذر تھیں۔چنانچہ آپ نے خود بھی دعائیں کیں اور بزرگان سلسلہ کو بھی دعاؤں کے لئے تحریر فرماتی رہیں۔مگر آخر وہی ہو کر رہا جو آسمان پر قرار پا چکا تھا۔اب ذیل میں ان منذر نظاروں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

پہلا نظارہ

فرماتی ہیں:

''۱۹۷۱ء میں مجیب چھٹی پر گھر آیا ہوا تھا۔۱۶ اکتوبر کو اس کی کوئٹہ کیلئے روانگی تھی۔اس سے دو دن قبل یعنی ۱۴ اکتوبر کو مجھے ایک غیبی آواز آئی کہ تیرا بیٹا مجیب ہمیشہ کیلئے جا رہا ہے۔اسنے لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہونا تھا۔مَیں نے کہا، بیٹا تم گاڑی پر چلے جاؤ۔وہ پریشان سا ہو گیا۔کہنے لگا، امی! کیا کوئی خواب آئی ہے؟مَیں نے یونہی بات ٹلانے کے لئے کہہ دیا کہ نہیں۔مگر دل یہی چاہتا تھا کہ اسے پکڑ لوں اور جانے نہ دوں''

دوسرا نظارہ

پھر جب وہ چلا گیا تو فرماتی ہیں:

''ایک رات دیکھا کہ مجیب سفید وردی میں ہے اور کشتی پر بیٹھا ہوا ہے۔مَیں اسے دیکھ کر بڑے زور زور سے آواز دیتی ہوں کہ مجیب نہ جاؤ، واپس آجاؤ۔مگر وہ خوشی خوشی ہاتھ ہلا کر آگے ہی آگے چلتا چلا گیا۔

تیسرا نظارہ

اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے ایک تیسرا منظر دیکھا، جس کے بارے میں فرماتی ہیں:

''اس کے بعد ۱۰ دسمبر کو دیکھا کہ مَیں اور مجیب فرسٹ کلاس کے ڈبے میں سفر کر رہے ہیں۔ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں۔نامعلوم سا سفر معلوم ہوتا ہے کہ اچانک سٹیشن پر گاڑی رک جاتی ہے اور مجیب جو فوجی وردی زیب تن کئے ہوئے ہے، دونوں ہاتھوں سے بیگ پکڑ کر نیچے اتر جاتا ہے۔مجھے بھی کہتا ہے، امی اتر آؤ۔مگر مَیں ابھی گاڑی میں ہی ہوں کہ آنکھ کھل جاتی ہے۔دیکھا تو رات دو بجے کا وقت تھا۔بہت بیقراری میں نماز

ادا کی۔صبح گھر والوں کو یہ خواب سنائی تو سب پریشان ہو گئے اور تسلیاں دینے لگے مگر میرے دل نے یہی کہا کہ مجیب زندگی کی گاڑی سے اتر گیا ہے۔اور پھر ایسا ہی ہوا۔ اگلے روز یعنی ۱۱ر دسمبر کو تار آگئی کہ مجیب شہید ہو گیا ہے"

(مکتوب نمبر ۸۲۔مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۷۹ء)

اپنے اس جوان اور قابل فخر بیٹے کی شہادت پر خدا کی اس صابرہ بندی نے صبر و رضا کا جو نمونہ دکھایا وہ قابل رشک ہے۔کہتی ہیں جونہی مجیب بیٹے کی شہادت کی خبر آئی، دل کو قرار آ گیا۔وہ جو دو مہینے کی مسلسل بیقراری تھی ختم ہو گئی۔پہلے تو منٹ منٹ بعد سجدہ میں گر جاتی تھی اور ہر چھوٹی سے چھوٹی آواز پر دل ڈوب جاتا تھا کہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔مگر شہادت کی خبر سن کر جیسے سکون ہو گیا ہو بلکہ آنسو تک ختم ہو گئے۔کہتی ہیں، یہی ٹھیک تھا۔خدا تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے۔کبھی مانتا ہے اور کبھی اپنی منواتا ہے۔اور یہی مومن کا شیوہ ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے ایسے ہی مواقع پر اپنی جماعت کے دوستوں کیلئے شعری انداز میں یہ نصیحت فرمائی ہے:

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو صدا ☆ رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

☆ ☆ ☆

بہن گلزار فاطمہ صاحبہ
(اہلیہ مکرم آفتاب احمد صاحب بسمل)

اب ایسی ہی ایک اَور عابدہ زاہدہ احمدی خاتون بہن گلزار فاطمہ صاحبہ اہلیہ آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی کو ملنے والی بعض آسمانی اخبار کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بہن گلزار فاطمہ بھی ان صالحہ احمدی خواتین میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے سچی خوابوں کی وافر دولت عطا فرمائی۔ آپ حضرت بانئ سلسلہؑ کے ایک صحابی حضرت حکیم غلام غوث صاحب امرتسریؓ کی بیٹی تھیں اور انہی کی نیک تربیت کی بدولت آپ کو یہ نعمت ملی۔ چنانچہ جب آپ نے خاکسار کا روزنامہ الفضل میں شائع ہونے والا اعلان پڑھا تو آپ نے بھی اپنی بہت سی رؤیا ہائے صالحہ تحریر کر کے بھجوادیں۔ ذیل میں ان میں سے عنوان زیر بحث سے تعلق رکھنے والی بعض رؤیاء کا حال بیان کیا جاتا ہے

(۱)

''مَیں کسی میت کو غسل دے رہی ہوں''

آپ کے اپنے بیٹے قمر کی پیدائش اور اس کے بارے میں ملنے والی بشارت سماوی کا حال جلد ہٰذا کے حصہ سوم کے باب ہفتم میں ''پیدائش اولاد'' کے تحت کیا گیا ہے۔ اس بچے کی پیدائش سے پہلے بہن گلزار فاطمہ نے ایک ایسا نظارہ دیکھا جو اس کی پیدائش کے موقع پر ہو بہو حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتی ہیں:

> ''مَیں دیکھتی ہوں کہ مَیں کسی میّت کو غسل دے رہی ہوں۔ باہر میری دونوں بچیاں سلمیٰ اور نجمہ کسی بچے کو لے کر کھڑی ہیں اور کہہ رہی ہیں، امی یہ رو رہا ہے۔ اسے لے لو۔ مَیں انہیں کہتی ہوں، اسے پرے لیجاؤ۔ مَیں ابھی آتی ہوں''

فرماتی ہیں، اب جب قمر پیدا ہوا تو اتفاق سے میری ساس صاحبہ جو پشاور میں تھیں، اپنے بڑے بیٹے اقبال احمد شمیم صاحب کے پاس ملیر کینٹ کراچی آگئیں۔ وہ بہت بیمار تھیں۔ ہم نے ان کا علاج وغیرہ کروایا۔ چونکہ جلسہ سالانہ قریب تھا اس لئے وہ لوگ یعنی میرا جیٹھ اور جٹھانی صاحبہ تو ربوہ چلے گئے

اور میرے میاں کہنے لگے کہ کل ہم امی کو اپنے گھر لے آئیں گے۔ یہ پروگرام بنا ہی تھا کہ میری ساس صاحبہ کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔ پھر بعینہٖ وہی ہوا جو مَیں ایک سال قبل خواب میں دیکھ چکی تھی۔ یعنی چونکہ اَور کوئی عورت گھر پر موجود نہ تھی، مجھے ہی انہیں غسل دینا پڑا۔ اس دوران میری دونوں بچیاں قمر کو لے کر آ گئیں کہ امی یہ رو رہا ہے۔ اسے لے لو۔ مَیں نے انہیں کہا کہ اسے پرے لے جاؤ، مَیں فارغ ہو کر آتی ہوں۔

فرماتی ہیں کہ اگرچہ جنازہ لیجانے سے قبل وہ لوگ جلسہ سے واپس آ گئے تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے وہ نظارہ جو مَیں قمر کی پیدائش کے وقت خواب میں دیکھ چکی تھی، حقیقت کر کے دکھا دیا۔

﴿۲﴾

"مَیں تمہیں کب سے آوازیں دے رہا ہوں"

اپنے ہونے والے شوہر کے بارے میں ملنے والی خبر

فرماتی ہیں:

"جب میرا رشتہ ہو رہا تھا تو خاندان کے کئی لوگ اس رشتہ کے خلاف تھے۔ میرے بہنوئی محمد عیسیٰ صاحب بھاگلپوری (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے) نے کہا تم استخارہ کر لو۔ مَیں اُس وقت قادیان میں تھی۔ جب استخارہ کیا تو مَیں نے دیکھا کہ مَیں اپنے امرتسر والے مکان میں ہوں اور اوپر والا دروازہ بند کرنے گئی ہوں تو دیکھتی ہوں، مجھے کوئی آوازیں دے رہا ہے۔ مَیں جب اس کے پاس آئی ہوں تو وہ بسمل صاحب ہیں۔ کہتے ہیں، مَیں تمہیں کب سے آوازیں دے رہا ہوں"

فرماتی ہیں، اب مَیں نے تو ان کی شکل بھی نہیں دیکھی ہوئی تھی۔ مگر شادی کے بعد جب انہیں دیکھا تو بالکل وہی خواب والی شکل پائی۔

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

بیٹی کے رشتے کے بارے میں

فرماتی ہیں:

''جب بڑی بیٹی سلمیٰ کے رشتے کا زمانہ تھا تو بہت دعائیں کر رہی تھی۔ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ میڈیکل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے امریکہ چلی گئی تھی۔اس لئے دعائیں کرنے کی بہت توفیق ملی۔ایک رشتہ آیا۔انہوں نے کہا، استخارہ کرلو۔مَیں نے استخارہ کیا تو دیکھا کہ سلمیٰ بیٹی کو ٹیکہ لگا ہوا ہے۔یہ دیکھ کر مجھے فکر ہوئی کہ اس کا کہیں وہاں ہی رشتہ نہ ہو گیا ہو''

فرماتی ہیں، ہوا وہی جو خواب میں دیکھ چکی تھی۔یعنی سلمیٰ بیٹی کا رشتہ میرے اپنے بھانجے عبدالرشید آزاد سے جو کینیڈا میں تھا ہو گیا۔سو خدا نے خواب بھی پوری کر دی اور رشتہ بھی بہت مبارک ثابت ہوا جس کا اس سے قبل کوئی خواب و خیال بھی نہ تھا کیونکہ وہ بہت عرصہ سے وہاں رہ رہا تھا اور ہمیں اس کی کوئی خبر نہ تھی۔

(بحوالہ مکتوب نمبر ۲۸۔مورخہ اپریل ۱۹۷۹ء)

(نوٹ: جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، عزیزہ سلمیٰ صاحبہ ایم۔بی۔ایس کرنے کے بعد امریکہ چلی گئی تھیں۔خاکسار راقم الحروف نے جب ان سے فون پر رابطہ کیا تو وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں کہ خاکسار ایک ایسی کتاب تیار کر رہا ہے جس میں بزرگان سلسلہ کی خوابوں، رؤیا ہائے صالحہ اور کشوف کا ذکر ہو گا اور یہ کہ ان کی والدہ مرحومہ کی اپنے ہاتھ سے لکھی گئی خوابوں بھی اس میں بیان ہوں گی۔انہوں نے مزید بتایا کہ انہوں نے وہاں جا کر بچوں کی خصوصی امراض کا کورس کیا ہے۔ان کے میاں وہاں پر اپنی ایک کامیاب فارمیسی چلا رہے ہیں اور وہ اپنے میاں اور بچوں کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزار رہی ہیں)

.........☆.........

تعارف: بہن گلزار فاطمہ صاحبہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک صحابی حضرت حکیم غلام غوث صاحب امرتسریؓ کی بیٹی اور آفتاب احمد صاحب بسمل آف کراچی کی بیگم تھیں۔آپ اپنے اس روحانی مقام کو اپنے بزرگ باپ کی نیک تربیت، ان کی اور خلفاء سلسلہ کی آپ کے حق میں کی ہوئی دعاؤں اور سلسلہ احمدیہ کے لئے کی گئی اپنی اور

اپنے میاں کی نیک خدمات کا ثمرہ قرار دیتی ہیں۔آپ اپنی دادی اماں کے حوالے سے بتاتی ہیں کہ جب ابا جان احمدی ہو گئے تو وہ بڑا دل کھول کر چندے دیا کرتے تھے۔ ہمارے غیر احمدی رشتہ دار آکر بتاتے کہ یہ اپنا سارا پیسہ لٹا دیتا ہے۔تو ان کا جواب یہ ہوتا کہ مَیں اللہ کے نام پر بے حساب دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی مجھے بے حساب دیتا ہے۔

پھر آپ کو سسرال بھی ایسے ملے جو بہت نیک اور دیندار تھے۔شوہر تو کئی لحاظ سے جماعتی خدمات کرنے والے تھے۔موصی تھے۔شاعر بھی تھے اور پشاور اور کراچی میں ایک لمبا عرصہ رہتے ہوئے سلسلہ کی خدمات میں کوشاں رہے۔ویسے پیشہ کے لحاظ سے آپ آل انڈیا ریڈیو کے نیوز اناؤنسر تھے۔پاکستان بننے کے بعد آپ اسی شعبہ میں پاکستان ریڈیو سے منسلک ہو گئے۔چنانچہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ’’ریڈیو پاکستان‘‘ سے پہلے اخباری نشریہ کے نشر کرنے کا اعزاز آپ ہی کے حصے میں آیا۔ریٹائر ہونے کے بعد آپ اپنے بچوں کے پاس امریکہ چلے گئے جہاں چند سال قبل یعنی ستمبر ۲۰۰۳ء میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

☆

کلام الامام

’’الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دین اسلام ہے۔اور خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے دوسروں پر یہ نورانی دروازہ نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو ہر گز نہیں دیتا‘‘

(’’براہین احمدیہ‘‘، روحانی خزائن، جلد اول۔صفحہ ۲۸۸۔حاشیہ در حاشیہ)

☆

اہلیہ صاحبہ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ

''یہ چراغ بھی روشن رہے''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کبھی مومن کو اپنے بارے میں کوئی خواب آتی ہے اور کبھی اس کے متعلق کوئی نظارہ کسی اَور کو دکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ اپنی اہلیہ صاحبہ کی ایک ایسی ہی رؤیاء کا ذکر فرماتے ہیں جس میں انہیں آپ کی ایک بیماری سے شفا پانے کی خوشخبری دی گئی تھی۔ چنانچہ شادی کے بعد ایک دفعہ جب آپ سخت بیمار ہو گئے تو فرماتے ہیں:

''میری بیوی کو خدا تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب دِیوے (یعنی چراغ) ہیں، اگر یہ بجھ بھی جائیں تو خدا تعالیٰ تمہیں کافی ہوگا۔ تب میری بیوی نے خواب میں ہی خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ چراغ بھی روشن رہے اور حضور بھی ہمیں کافی رہیں جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ جبتک مولوی صاحب کے ہاں دس بچے پیدا نہ ہو جائیں، یہ فوت نہیں ہونگے''

(''حیات قدسی''، جلد دوم، صفحہ ۶۴ تا ۶۹)

فرماتے ہیں، اس خواب کے بعد واقعی اللہ تعالیٰ نے دس بچے بھی دئے اور پھر آج تک ہمیں زندگی بھی عطا فرمائی ہے۔ حالانکہ میری بیوی نے جس زمانہ میں یہ خواب دیکھا تھا اُس وقت صرف دو بچے ہی تھے۔ مگر اس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں جن میں سے ایک لڑکا حمید احمد اور دو لڑکیاں امۃ العزیز اور مبارکہ تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے مگر باقی اولاد خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہے[۱]

کیا یہ اس مولائے حقیقی کے حسن واحسان کا عجیب کرشمہ نہیں کہ اس کے مومن بندوں کی بیماریاں بھی ان کیلئے خیرات وحسنات کا موجب بن جاتی ہیں۔

---

[۱] اِن بچوں کے نام یہ ہیں: اقبال احمد صاحب۔ مصلح الدین صاحب۔ برکات احمد صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔ عزیز احمد صاحب۔ صفیہ بی بی صاحبہ اور زینب قدسیہ صاحبہ۔ اِس وقت ان سب کی وفات ہو چکی ہے، البتہ ان کی اولاد در اولاد کا ایک لمبا سلسلہ بفضل خدا اپنے بزرگ دادا کی یاد دلا رہا ہے۔

اہلیہ صاحبہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کی اہلیہ صاحبہ کو بھی اپنے بزرگ خاوند کے کی صحتیابی اور درازیٔ عمر کے بارے میں ملنے والی ایک رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔اس نہایت دلچسپ اور ایمان افروز آسمانی خبر کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا صاحبؓ فرماتے ہیں:

☆

''تمہارا ابھی یہاں کوئی کام نہیں''

''مَیں ایک بار بیمار ہو گیا۔اس بیماری کے دنوں میں میری بیوی نے بوقت صبح ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص باہر سے ہمارے مکان کے اندر آیا ہے۔اس کے معاً بعد ایک دوسرا شخص بھی آ گیا۔دوسرے نے پہلے سے کہا،تم کون ہو؟ وہ کہتا ہے،مَیں ملک الموت ہوں۔اُس نے کہا،تم یہاں کیوں آئے ہو؟ پہلا بولا،مَیں اپنا کام کرنے آیا ہوں۔دوسرا شخص جو مجھے جبرائیل فرشتہ معلوم ہوتا تھا،اُسے کہنے لگا،تمہارا ابھی یہاں کوئی کام نہیں۔چنانچہ وہ چلا گیا۔اور مَیں بفضلہٖ تعالیٰ اُسی دن تندرست ہو گیا۔فالحمدلله علیٰ ذٰلک''

(''حیاتِ بقاپوری''،حصہ پنجم۔صفحہ ۲۱۱)

☆ ☆ ☆

اہلیہ صاحبہ برادرم منظور احمد شاد صاحب

''آپ کو تاریخی قسم کی خدمات کا موقع ملا ہے''

اس سلسلہ کی ایک تیسری آسمانی خبر ہماری ایک کراچی کی رہنے والی بہن محترمہ حلیمہ ناصرہ صاحبہ کی بیان کی جاتی ہے۔ انہیں بھی شادی کے تھوڑا عرصہ بعد اپنے میاں برادرم منظور احمد شاد صاحب کے بارے میں ایک ایسی آسمانی خبر ملی جس کا دائرہ ان کی ساری زندگی پر محیط ہونے والا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو بتایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ احمدیہ ہال (کراچی کی جماعت کی مرکزی مسجد، جہاں اُس وقت جماعت کے مرکزی دفاتر بھی قائم تھے) کے وسط میں ایک مینار ہے جس پر ان لوگوں کے نام کندہ ہیں جن کو تاریخی خدمات کرنے کا موقع ملا ہے اور یہ کہ اس فہرست میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔

ہماری اس بہن کو آسمان سے ملنے والی یہ خبر ناموافق حالات کے باوجود کس طرح ان کے میاں کی ذات میں پوری ہوئی، یہ ایک عجیب کرشمہ قدرت ہے۔ کیونکہ جیسا کہ باب دوم میں برادرم منظور احمد شاد صاحب کی اپنی رؤیا ہائے صالحہ کے بیان میں بتایا گیا ہے، آپ اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کرنے کے باوجود اس لئے نہ لئے گئے کہ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق آپ کی صحت اس قابل نہ تھی کہ آپ بطور واقف زندگی اس کے تقاضے پورے کر سکتے۔ چنانچہ اپنی اس خواہش کے پورا نہ ہونے پر جو افسوس آپ کو ہوا، اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

> ''جب مَیں الوداعی ملاقات کیلئے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میرے آنسو تھمنے میں نہ آ رہے تھے۔ حضورؓ کے دریافت کرنے پر کہ رو کیوں رہے ہو، مَیں نے جب عرض کیا کہ حضور مجھے ڈاکٹر صاحب نے 'ان فِٹ' کر دیا ہے، تو اس پر حضورؓ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ جیسا خوش قسمت کون ہے کہ آپ آزاد بھی ہیں اور سلسلہ کی خدمت بھی جتنی چاہیں کر سکتے ہیں''

پھر اسی حالت میں آپ کراچی آ گئے اور پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ ان حالات میں آپ کو یہ ہرگز توقع نہ تھی کہ آپ جماعت کی کوئی خدمت کر سکیں گے، کجا یہ کہ آپ کو سلسلہ کی کوئی تاریخی خدمت بجا لانے کی توفیق ملتی۔ مگر جس عظیم الشان رنگ میں یہ آسمانی خبر آپ کے حق میں پوری ہوئی، وہ ایک قادر مطلق خدا کی قدرتوں کا کرشمہ اور ایک عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی کا چمکتا ہوا نشان ہے۔ کیونکہ

''جب آپ کی اہلیہ نے یہ خواب دیکھی تھی، آپ اُس وقت اپنے حلقہ کے سائق تھے (اور سائق، مجلس خدام الاحمدیہ میں سب سے چھوٹا عہدیدار ہوتا ہے)۔اس کے بعد آپ کو جماعت کی اس طور پر خدمات کی توفیق ملتی گئی کہ آپ پہلے کراچی کے قائد ضلع بنے۔ پھر آپ کو بحیثیت نائب امیر سندھ، بلوچستان اور کراچی خدمات بجالانے کا موقع ملا۔اور سب سے بڑھ کر آپ کو تاریخی نوعیت کی وہ خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جس کا ذکر آپ کے کراچی کے دوست کی خواب کے حوالے سے پیچھے باب دوم میں کیا گیا ہے۔ یعنی آٹھ سال تک متواتر آپ انگلستان کے جلسہ ہائے سالانہ کے موقعوں پر حفاظت سٹیج کی نازک اور اہم ترین ذمہ واری سرانجام دیتے رہے''

مکرم منظور احمد صاحب شاد ریٹائر ہونے کے بعد سے جرمنی میں مقیم ہیں۔ چنانچہ جرمنی میں آ جانے کے بعد بھی آپ کو مسلسل سلسلہ کی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ مثلاً شروع شروع میں آپ بطور نیشنل سیکرٹری ضیافت، نیشنل سیکرٹری سمعی و بصری اور نیشنل سیکرٹری امور عامہ خدمات بجاتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ آپ ریجنل امیر فرانکفورٹ، ریجنل امیر حلقہ ویز بادن (Wiesbaden)، ریجنل امیر حلقہ گروس گیراؤ (Gross Gerau) اور لوکل امیر حلقہ مائنز و ویزبادن (Mainz-Wiesbaden) بھی رہے۔ اِس وقت بھی آپ شعبہ نیشنل سیکرٹری امور عامہ سے منسلک ہو کر خدمات بجالا رہے ہیں۔

دیکھنے والی یہ بات ہے کہ جب ابھی آپ کی عملی زندگی کا آغاز ہی ہوا تھا اور جماعت کے اندر ابھی آپ کو کوئی نمایاں حیثیت حاصل نہ تھی، آپ کی اہلیہ کو اس بشارت کا ملنا کہ آپ تاریخی خدمات کی توفیق پائیں گے، اگر ایک زندہ اور قادر مطلق خدا کی ہستی کی دلیل نہیں تو اَور کیا ہے؟ بلکہ خاکسار کے نزدیک یہ حضرت مصلح موعودؓ کے آپ کے بارے میں فرمائے گئے اُن الفاظ کی بھی ایک حسین تعبیر ہے جن کا ذکر شروع صفحات میں کیا گیا ہے اور جن کے اندر مخفی طور پر ایک خوشخبری پائی جاتی تھی۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

(ضمیمہ مکتوب نمبر ۲۹، مورخہ ۲۰۰۶-۱۰-۱۵)

☆ ☆ ☆

محترمہ حلیمہ ناصرہ صاحبہ اہلیہ مکرم منظور احمد صاحب شاد کی دوسری رؤیاء

”پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب پاکستان ٹی۔وی پر تقریر فرما رہے ہیں“

ہماری اسی بہن محترمہ حلیمہ ناصرہ صاحبہ کو ایک دوسری رؤیاء سلسلہ کے مایہ ناز فرزند اور دنیائے سائنس کے شہسوار پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالسلام وہ پہلے مسلمان سائنسدان ہیں جنہیں ۱۹۷۹ء میں علم طبیعات میں ایک خاص قسم کی علمی دریافت کرنے پر عالمی نوعیت کے انعام (نوبل پرائز) سے نوازا گیا۔ ابھی جب آپ کو یہ انعام نہیں ملا تھا بلکہ آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کسی وقت آپ کی سائنسی تحقیقات اس درجہ تک پہنچ سکتی ہیں کہ آپ عالمی شہرت کے اس انعام (نوبل پرائز) کے حقدار ہوسکیں گے کہ محترمہ بہن حلیمہ ناصرہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ

”بار بار اعلان ہو رہا ہے کہ پروفیسر صاحب ریڈیو اور ٹی۔وی پر قوم سے خطاب کریں گے۔ مَیں خواب میں سوچتی ہوں کہ ہمارے گھر تو ٹیلیویژن نہیں ہے، مَیں ہمسایوں کے گھر چلی جاتی ہوں۔ وہاں جا کر دیکھتی ہوں کہ پروفیسر صاحب واقعی ٹی۔وی پر تقریر فرما رہے ہیں۔ مگر یہ دیکھ کر حیران ہوتی ہوں کہ انہوں نے تو داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ اس پر مَیں شک میں پڑ جاتی ہوں کہ کیا یہ واقعی پروفیسر عبدالسلام ہی ہیں“

مکرم شاد صاحب فرماتے ہیں کہ جب میری اہلیہ نے مجھے یہ رؤیاء سنائی تو مَیں نے انہیں بتایا کہ تم نے جو پروفیسر صاحب کا فوٹو دیکھا ہوا ہے، وہ اُس وقت کا ہے جب ابھی وہ داڑھی نہیں رکھتے تھے، اب انہوں نے داڑھی رکھ لی ہے۔

مکرم شاد صاحب مزید فرماتے ہیں کہ مَیں نے اِس رؤیاء کا ذکر مکرم پروفیسر صاحب کے بہنوئی ملک بشیر احمد صاحب سے جو اُن دنوں کراچی میں ہوتے تھے، کیا اور اس طرح پر وہ رؤیاء ڈاکٹر صاحب موصوف تک بھی پہنچ گئی۔

جب خاکسار نے برادرم شاد صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کی بیگم صاحبہ کو یہ رؤیاء کس سال میں ہوئی تھی تو انہوں نے ایک ایسی بات بتائی جس سے نہ صرف رؤیاء والے سال کا تعیّن ہوتا تھا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے عنداللہ مقام کا بھی پتہ چلتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ملک بشیر احمد صاحب

نے میری اہلیہ کی رؤیاء سن کر کہا کہ پروفیسر صاحب کو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اسلام آباد بلایا تھا کہ آپ سے کوئی اہم مشورہ کرنا ہے۔ جب پروفیسر صاحب موصوف پاکستان پہنچ کر حضورؒ کی خدمت میں گئے تو حضورؒ نے فرمایا، اسلام آباد جانے کی ضرورت نہیں، لاہور میں ڈاکٹر منیر (مراد ڈاکٹر منیر احمد خان چیئرمین ایٹمی توانائی کمیشن پاکستان) سے مل لیں۔ اور مسٹر بھٹو کے بارے میں فرمایا:

He is no more in the world

یعنی 'مَیں تو اسے اس دنیا میں ہی نہیں دیکھتا'

گویا اس اعتبار سے وہ رؤیاء ۱۹۷۴ء کے بعد کی (یعنی اندازاً ۱۹۷۵/۷۶ء کی) ہے جب بھٹو سربراہ مملکت تھا اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا جرم کر چکا تھا جس جرم کی پاداش میں اس کی زندگی کے دن گنے جا چکے تھے۔

یہ رؤیاء اُس وقت حقیقت بنی جب ڈاکٹر صاحب موصوف کو ۱۹۷۹ء میں نوبل پرائز ملا اور انہیں اس اعزاز پر جہاں دنیا بھر کے سینتالیس (۴۷) ممالک کی طرف سے 'ڈاکٹر آف سائنس' (D.Sc.) کی اعزازی ڈگریاں تفویض کی گئیں، وہاں حکومت پاکستان نے بھی جس کے وہ باشندے تھے، آپ کو پاکستان بلا کر 'ڈاکٹر آف سائنس' کی اعزازی ڈگری دی۔ اِس موقع پر آپ نے جو تقریر کی، وہ اُسی دن یا غالباً دوسرے دن پاکستان ریڈیو اور ٹی۔وی پر نشر ہوئی[۱]۔ اس طرح پر تین چار سال پہلے کی خدا کی بتائی گئی خبر پوری ہو کر اس کی ہستی اور اس کے عالم الغیب ہونے پر ایک زندہ گواہ بن گئی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی کئی تقریریں آپ کے زمانہ طالب علمی میں ریڈیو پر نشر ہوتی رہیں مگر مملکت پاکستان کے معرض وجود میں آنیکے بعد پاکستان ٹیلیویژن پر ہونے والی آپ کی یہ پہلی تقریر تھی۔ اس سلسلے میں مکرم شاد صاحب ایک اَور دلچسپ بات بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ
''نوبل انعام پانے اور پاکستان نیشنل اسمبلی ہال میں منعقد ہونے والی مذکورہ بالا تقریب

[۱] یہ تقریب ۱۹ر دسمبر ۱۹۷۹ء کو نیشنل اسمبلی ہال اسلام آباد میں منعقد ہوئی جس میں اس وقت کے سربراہ مملکت جنرل ضیاء الحق نے بحیثیت چانسلر قائداعظم یونیورٹی آپ کو یہ ڈگری عطا کی۔ اس کے دو روز بعد آپ کے اعزاز میں حکومت پاکستان نے ایک عشائیہ دیا۔ اس کی رپورٹ بھی ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۹ء کی ملکی اخبارات میں اور نیشنل ٹی۔وی پاکستان پر شائع ہوئی۔

کے چند روز بعد جب پروفیسر صاحب موصوف جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لئے ربوہ تشریف لائے تو آپ کے برادر اصغر چودھری عبدالوہاب صاحب مجھے تلاش کر رہے تھے۔ کہنے لگے، بھائی جان نے کہا ہے کہ اس بہن (یعنی خاکسار کی اہلیہ) کو کہو کہ وہ اپنی وہ رؤیاء اصل الفاظ میں لکھ کر دے دے۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کِیا اور اپنی بیگم سے ان کی رؤیاء کے وہ الفاظ لکھوا کر انہیں پہنچا دئے‘‘

(مکتوب نمبر ۱۴۶۔ مورخہ ۲۰۰۹-۱۲-۱۵)

رؤیاء کے مضمون کی طرف واپس لوٹتے ہوئے برادرم شاد صاحب نے ایک اَور ایسی بات لکھی ہے جس سے اس رؤیاء میں بتائی جانے والی خبر کی اہمیت دوبالا ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ نے پروفیسر صاحب موصوف کو رؤیاء میں داڑھی کے ساتھ دیکھا تھا۔ جبکہ ان کے ذہن میں ان کی اُس وقت کی تصویر تھی جب وہ داڑھی نہیں رکھتے تھے۔ اس میں یہ اشارہ مضمر تھا کہ یہ رؤیاء اُس وقت حقیقت بنے گی جب پروفیسر موصوف نے داڑھی رکھ لی ہوگی۔ جیسا کہ عملاً اسی طرح ہوا۔

........☆........

بہن حلیمہ ناصرہ صاحبہ کا تعارف:

بہن حلیمہ ناصرہ صاحبہ سلسلہ کی ایک خدمتگار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ شادی سے قبل آپ اپنے گاؤں کی صدر لجنہ تھیں۔ شادی کے بعد کراچی آنے پر آپ نے ۲۱ سال ائر پورٹ پولیس لائن میں جہاں آپ کے میاں مکرم منظور احمد شاد صاحب ملازم تھے، پوری دو نسلوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ یہ آپ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کا اعتراف پولیس کے غیر احمدی اہلکاروں کو اب بھی ہے۔ آپ شروع ہی سے دعا گو تھیں۔ چنانچہ شاد صاحب بتاتے ہیں کہ ایک بار کراچی میں ہمارے گھر کے سامنے غیر احمدیوں نے جلسہ سیرۃ النبی کِیا۔ ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا کہ کسی نے ایک ایسی کیسٹ لگا دی جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اقدس میں بہت گندی زبان استعمال کی گئی تھی۔ اہلیہ جو گھر میں اکیلی تھیں، اسی وقت وضو کر کے نوافل پڑھنے اور دعا کرنے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک شدید آندھی اور بارش کا طوفان آ گیا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے شامیانے اور قناتیں اکھیڑ کر رکھ دئے۔ بجلی بھی فیل ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف وہ گندی کیسٹ بند ہو گئی بلکہ وہ سارا جلسہ ہی درہم برہم ہو گیا۔ آپ کی حال ہی میں (نومبر ۲۰۰۹ء میں) جبکہ آپ اپنے بچوں کے پاس جرمنی میں تھیں، وفات ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے!

محترمہ کشور سلطانہ صاحبہ

”کلمہ شریف والی تھیلی مَیں نے بند کر کے اپنے پاس رکھ لی“

ہماری ایک بہن کو حکومت پاکستان کے بدنام زمانہ فیصلہ کے بارے میں دکھایا جانے والا ایک منظر

اب ذیل میں ایک اَور احمدی بہن، محترمہ کشور سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالرحیم صاحب بھٹہ بورے والہ، کی ایک خواب کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں انہیں ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف حکومت پاکستان کے فیصلہ کے بارے میں ایک تصویری منظر دکھایا گیا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حکومت کے بھڑکائے جانے والے فسادات کے نتیجہ میں ملک میں ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی اور احمدی گھروں کو بے دریغ لوٹا اور جلایا جا رہا تھا۔ اُدھر پاکستان نیشنل اسمبلی خدائے قہار کے خوف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے خفیہ اجلاسات میں اِس بات پر غور کر رہی تھی کہ کس طرح ایک کلمہ گو جماعت کو ”غیر مسلم“ قرار دے کر زیادہ سے زیادہ سیاسی مفادات حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہماری یہ احمدی بہن کشور سلطانہ صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

”۲ جون ۱۹۷۴ء کو جب شر پسندوں نے ہمارے مکان واقع بورے والہ پر دن دہاڑے حملہ کر کے اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا تو مَیں بمشکل جان بچا کر اپنی دونوں بچیوں کو لے کر وزیر آباد اپنے میکے میں آ گئی۔ سات ستمبر ۱۹۷۴ کو یعنی جس دن حکومت پاکستان نے اپنا وہ رسوائے زمانہ فیصلہ کیا، اس سے ایک دن پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

مَیں اپنی اماں کے پاس چارپائی پر بیٹھی ہوں کہ بورے والہ کی ایک صغراں نامی دایہ روتی ہوئی آتی ہے اور میری امی سے کہتی ہے کہ میرا داماد میری بیٹی کو طلاق دینے لگا ہے۔ میری امی اسے کہتی ہیں کہ اول تو وہ طلاق نہیں دے گا اور اگر اسے طلاق دینی بھی ہوئی تو وہ نہیں بلکہ حکومت دے گی۔ پھر میری امی اس کی حالت پر ترس کھا کر اسے کچھ پیسے دیتی ہے۔ مَیں بھی اسے دس روپے دیتی ہوں اور کہتی ہوں، اگر مَیں اپنے گھر ہوتی تو تمہاری اَور بھی مدد کرتی۔ وہ (صغراں) تھوڑی دور

جا کر پھر لوٹتی ہے اور میری امی کو چاندی کا ایک روپیہ جس کے اوپر جلی حروف میں کلمہ شریف لکھا ہوا ہے، دیتی ہے۔امی وہ روپیہ لے کر فوراً ایک تھیلی میں ڈال دیتی ہیں اور مَیں وہ تھیلی امی سے لے کر اور بند کر کے اپنے پاس رکھ لیتی ہوں‘‘

فرماتی ہیں، میرے ابا جان غیر احمدی ہیں۔مگر جب انہوں نے خواب سنی تو فرمانے لگے، بیٹی! خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت تمہیں ضرور غیر مسلم اقلیت قرار دے گی۔تاہم کلمہ ’محمدؐ‘ یعنی کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی امین تم ہی رہوگی۔

خاکسار راقم الحروف کے نزدیک اس خواب میں ہماری بہن کشور سلطانہ صاحبہ کو دکھائی جانے والے یہ جملہ تصویری مناظران حالات کی نشاندہی کر رہے تھے جو اُس وقت کے ملک کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کی منحوس پالیسی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے تھے۔اگر صغراں بی بی کو پاکستان کی غریب رعایا سے تعبیر کیا جائے تو جس طرح ملک اپنی غلط سیاسی اور اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا اور عملاً کشکول پکڑ کر بیرونی ملکوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔پھر جس طرح عوام نے نہیں بلکہ خود حکومت نے اپنے حقوق سے تجاوز کرتے ہوئے ایک سراسر مذہبی معاملہ میں دخل اندازی کی اور ایک کلمہ گو جماعت کو اسلام سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا۔پھر جس رنگ میں حکومت کے امن پر مامور ادارے کلمہ کی بے حرمتی کے مرتکب ہو کر اس کے تقدس کو چاک کرتے اور اسے احمدیہ مساجد کے ماتھوں سے نوچ نوچ کر خاک میں ملاتے رہے، اس کے برعکس احمدیوں نے ہر قسم کا جور وظلم برداشت کرتے ہوئے کلمہ کو اپنے سینوں سے چمٹائے رکھا اور اس کیلئے اپنی جانوں تک کے نذرانے پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا، تو ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے خواب کی ساری تعبیر کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

(مکتوب نمبر ۳۵۔مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۷)

☆ ☆ ☆

سیدہ بشریٰ سعادت صاحبہ، کراچی

جیسا کہ مذکورہ بالا صفحات نیز اگلے صفحات میں درج کئے جانے والے واقعات سے پتہ لگتا ہے رؤیاء، کشوف اور الہامات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو ایک دریا کی صورت میں حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے اندر بہتا چلا جارہا ہے اور جس میں جماعت کے بزرگوں سے لے کر چھوٹی عمر کے بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں۔

اب کراچی کی رہنے والی ہماری ایک اَور احمدی بہن سیدہ بشریٰ سعادت صاحبہ ایم ۔ایس،سی (M.Sc.) بنت مکرم ڈاکٹر سید سعید خالد صاحب کی بعض رؤیا صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ان میں سب سے پہلی وہ رؤیاء ہے جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔

۱

’’ایک چمکتا ہوا سفید اور روشن چہرہ نظر آتا ہے‘‘

ہماری اس بہن کو زیارت رسول ﷺ نصیب ہوئی

زیارت رسول ﷺ دراصل ایک اعلیٰ درجہ کا روحانی مرتبہ ہے جو بعض شرائط کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجے میں ملتا اور جو بالاتفاق انسان کی باطنی پاکیزگی اور طہارت پر دلالت کرتا ہے۔اور یہ سعادت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے اکثر خوش نصیب افراد کو حاصل ہے۔

خاکسار راقم الحروف بہن سیدہ بشریٰ سعادت کو حاصل ہونے والا یہ روحانی تجربہ ان کی سچی خوابوں کے زمرے میں اس لئے لایا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے صحیح دیکھا۔نیز فرمایا کہ شیطان میرا تمثل اختیار نہیں کرسکتا[۱]۔گویا جو شخص رؤیاء یا کشف میں آنحضرت ﷺ کو دیکھتا ہے، وہ یقیناً آپ ؐ کو ہی دیکھتا ہے۔

---

[۱] اول الذکر حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ’’مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَی الحَقَّ‘‘۔یعنی ’’جس نے مجھے دیکھا، اس نے حقیقت کو دیکھا‘‘۔ثانی الذکر حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں: ’’مَنْ رَآنِی فِی المَنَامِ فَسَیَرَانِی فِی الیَقظَۃِ اَوْ لَکَاَنَّمَا رَآنِی فِی الیَقظَۃِ لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِی۔یعنی ’’جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے مجھے بیداری میں دیکھا کیونکہ شیطان میرا تمثل اختیار نہیں کرسکتا‘‘(صحیح مسلم۔کتاب الرؤیاء)

اب ہماری اس بہن نے اس ضمن میں کیا نظارہ دیکھا، وہ انہی کے الفاظ میں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔آپ فرماتی ہیں:

’’خاکسارہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بہت شوق تھا۔خاکسارہ کئی دن بلکہ ہفتوں بھر دعا کرتی رہی کہ اے اللہ! تُو رسول خداؐ کا جلوہ دکھا۔ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک روشن چمک ہے اور اس میں ایک روشن سفید چمکتا ہوا چہرہ نظر آتا ہے۔سفید ڈاڑھی ہے۔سر کے بال بھی سفید ہیں اور ٹخنوں تک لمبا سفید چوغہ پہنا ہوا ہے۔سر پر پٹے ہیں مگر تراشے ہوئے بالوں کی صورت میں۔اسی وقت خاکسار کے کانوں میں آواز آتی ہے:’یہی تو تمہارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘۔اور پھر فوراً ہی ایک چمک کے ساتھ وہ شبیہ مبارک غائب ہو جاتی ہے‘‘

فرماتی ہیں، یہ نظارہ دیکھ کر میرا پورا جسم کانپنے لگ گیا اور مجھ میں ہمت نہ تھی کہ مَیں کسی کو آواز بھی دے سکتی۔

﴿۲﴾

’’تنگ کرنے والی ٹیچر ساتھی کے بارے میں انکشاف‘‘

فرماتی ہیں، مَیں کراچی میں ایک سکول میں ٹیچر تھی۔ستمبر ۱۹۷۴ء کے حکومتی اعلان کے بعد (جس میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا) مجھے اپنی ساتھی غیر احمدی ٹیچروں نے بہت تنگ کرنا شروع کر دیا۔خاکسار اَور تو کچھ نہ کر سکتی تھی، گھر آ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہتی۔ایک دن مَیں نے دعا میں اپنے خدا سے اصرار کے ساتھ عرض کِیا کہ اے خدا! مجھے بتا دے کہ اِن تنگ کرنے والیوں کا لیڈر کون ہے؟اس طرح دو دن تک مسلسل دعا کرنے کے بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

’’ایک بڑا وسیع کمرہ ہے۔کمرے کے درمیان میں ایک بڑی سی کرسی بچھی ہوئی ہے۔اس پر ہماری ہیڈ مسٹریس محمودہ صاحبہ بیٹھی ہوئی ہیں۔میری نظر جو ہیڈ مسٹریس پر پڑتی ہے تو میں دیکھتی ہوں کہ ان کا رنگ سرخ ہے۔چہرے پر مسکراہٹ ہے۔مگر مجھے دیکھتے ہی اپنی گردن جیسے شرم سے جھکا لیتی ہیں۔اسی وقت میرے کانوں میں ایک آواز آتی

ہے کہ 'محمودہ، تم نے بہت برا کیا، بشریٰ ایسی لڑکی نہیں'۔ یہ آواز، جسے محمودہ ہیڈ مسٹریس بھی سن رہی ہے، سن کر اس کے چہرے کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے۔ مسکراہٹ وغیرہ سب غائب ہو جاتی ہے اور وہ کہتی ہیں، 'ہاں۔ بشریٰ ایسی لڑکی نہیں۔ مجھے تو مسز مقصودہ نے ورغلایا تھا'۔ پھر آواز آئی: 'یہ اس نے بہت برا کیا'''

فرماتی ہیں، بعد میں قرائن سے بھی معلوم ہو گیا کہ شرارت کی اصل جڑھ مسز مقصودہ تھی جو احمدیوں کے سخت خلاف تھی اور ہیڈ مسٹریس باوجود احمدی ہونے کے اس کی باتوں میں آ جاتی تھی۔ میرے خلاف اس کا ہیڈ مسٹریس کے کان بھرنے کا بھی یہ مطلب تھا کہ دونوں احمدی ٹیچریں آپس میں لڑتی جھگڑتی رہیں۔ مگر میں نے کبھی جھگڑا نہ کیا۔ تاہم جب ابا جان کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے کوشش کر کے میرا تبادلہ کسی اَور سکول میں کروا دیا۔

(مکتوب نمبر ۸۴، مورخہ ۱۳/ اپریل ۱۹۷۹ء)

........☆........

تعارف: سیدہ بشریٰ سعادت صاحبہ بھی ان نیک بخت خواتین میں سے ہیں جنہیں رؤیاء ہائے صالحہ سے وافر حصہ عطا ہوا۔ ان کے والد (ڈاکٹر سید سعید خالد صاحب مرحوم) کا ذکر اسی جلد کے باب سوم میں آ چکا ہے۔ آپ کے زیر تربیت احمدیت کی گود میں پروان چڑھنے والی آپ کی یہ لائق صد افتخار اور دین کی خدمت گذار بیٹی آپ ہی کے رنگ میں رنگین ہو کر جہاں دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ سلسلہ کی خدمت میں بھی کوشاں رہیں، وہاں عبادات اور دعاؤں میں بھی خاص شغف رکھتی تھیں۔ جس وقت ہماری اس بہن نے اس عاجز کو یہ خط لکھا، وہ لجنہ اماء اللہ کراچی، قیادت نمبر ا کی جنرل سیکرٹری، ناصرات الاحمدیہ کراچی کی جنرل سیکرٹری اور لجنہ اماء اللہ کراچی کی نائب جنرل سیکرٹری تھیں۔ ان کی شادی ماریشس کے ایک مخلص احمدی دوست رشید سلطان غوث صاحب سے ہوئی۔ شادی کے بعد آپ ماریشس چلی گئیں۔ وہیں ۲۰۰۷ء میں ان کی وفات ہوگئی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ چنانچہ ان کی تدفین ماریشس میں ہی قطعہ موصیان میں ہوئی۔ بلکہ وہ اس قطعہ میں دفن ہونے والی پہلی موصیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس کی نعماء سے وافر حصہ عطا فرمائے۔

☆ ☆ ☆

عزیزہ امۃ الکریم صاحبہ، ایم۔اے

اب ایسی ہی ایک اَور نیک بخت احمدی بچی کی رؤیاء ہائے صالحہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے دینی اور روحانی لحاظ سے ایسا اونچا مقام بخشا جواُن کی ہم عمر بچیوں کو بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ جھنگ شہر کے ایک مخلص احمدی خاندان کی یہ بچی مسزامۃ الکریم، ایم۔اے جو ایک مخلص اور سلسلہ کے فدائی باپ چودھری محمد عبداللہ خان صاحب بھٹی کی بیٹی ہیں، اس عاجز راقم الحروف کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۱۸؍مارچ ۱۹۷۹ء میں تحریر فرماتی ہیں:

''آج الفضل میں ضروری اعلان کے تحت آپکی طرف سے شائع شدہ ایک اعلان پر نظر پڑی۔ میرے اردگرد خود اس قسم کے سینکڑوں واقعات بکھرے پڑے ہیں کہ کئی بار انہیں کتابی صورت دینے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن پوری نہ ہوسکی یا مجبوریوں اور حالات نے اجازت نہ دی۔ خوشی ہے کہ آپ نے ایک نادر سوچ کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس طرح پر خدائی شان کے بہت سے پوشیدہ جلوے منظر عام پر آسکیں گے جو پڑھنے والوں کیلئے سبق آموز ہونے کے علاوہ ہوسکتا ہے کسی کے دل میں خدائی شان کے تقدس کا احساس اجاگر کرنے کا موجب بن جائیں......خدا تعالیٰ نے آپ کو اتنی بڑی دینی خدمت بجالانے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ آپ کو مبارک ہو! خدا تعالیٰ ہمیں بھی خدمت دین سے نوازے''

اس کے بعد محترمہ امۃ الکریم صاحبہ نے اپنے بچپن سے جوانی کی عمر تک کی دیکھی ہوئی بہت سی رؤیا ہائے صالحہ خاکسار کو لکھ کر بھجوائیں۔ اُن میں سے عنوان زیر بحث سے تعلق رکھنے والی بعض رؤیاء اوران کی تعبیرات اگلے صفحات میں بیان کی جارہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆ ☆ ☆

پہلی رؤیاء

اباجان کی شدید علالت کے بارے میں

یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ کے والد صاحب مکرم چودھری محمد عبداللہ خان صاحب بھٹی فیصل آباد میں اپنی بڑی بیٹی عائشہ بیگم کے ہاں گئے ہوئے تھے۔آپ تحریر فرماتی ہیں:

''مَیں ایف۔اے کی طالبہ تھی۔ایک دن رات دو بجے کا وقت ہوگا میں نے دیکھا کہ میری آپا عائشہ بیگم روتی ہوئی آئی ہیں اور نہایت بے بسی کی حالت میں اور درد بھری آواز کے ساتھ زور سے کہتی ہیں،'ہائے اللہ، اب ہم کیا کریں گے'۔''

آپ کا کہنا ہے کہ خواب میں آپا کا اشارہ اباجان کی طرف تھا کہ وہ خدانخواستہ چل بسے ہیں۔اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔طبیعت بہت پریشان ہوئی۔چنانچہ مَیں نے وضو کیا اور نماز نوافل وتہجد پڑھنے اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر اباجان کی صحت وسلامتی کے لئے دعائیں مانگنے لگی۔مزید لکھتی ہیں:

''کافی وقت دعاؤں میں لگا اور اس سے دل کو کچھ تسلی ہوگئی۔اب جب کچھ دنوں کے بعد اباجان گھر آئے اور میں نے ان سے اپنی اس خواب کا ذکر کیا تو وہ دن اور وقت پوچھنے لگے۔میرے بتانے پر کہ فلاں دن اور فلاں وقت تھا، فرمایا، ٹھیک یہی وقت تھا جبکہ میری طبیعت وہاں اچانک سخت خراب ہوگئی تھی اور عائشہ رونے لگ گئی تھی۔اُس وقت مَیں نے بھی اپنی حالت دیکھ کر سب کو وصیت وغیرہ کردی تھی۔تمہاری خواب بالکل سچی ہے''

فرماتی ہیں، مَیں یہ سن کر دل میں خدا کی عظمت کا خیال کر کے شکر بجالانے اور اس کی رحمتوں اور فضلوں کے گن گانے لگ گئی کہ وہ کیسا سچا خدا ہے جو اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دے کر انہیں دعاؤں کے مواقع عطا فرماتا ہے۔فالحمدللہ علیٰ ذٰلک!

☆ ☆ ☆

دوسری رؤیاء

امی کی وفات کے بارے میں

پچھلے صفحات میں کسی جگہ تفصیلاً بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو آنے والے صدمات سے بعض اوقات قبل از وقت آگاہ فرما دیتا ہے۔اس سے اُس خدائے عزوجل کا ایک مقصد تو اپنے بندہ کی عزا پرسی کرنا اور اسے اس صدمہ کو برداشت کے لئے تیار کرنا ہوتا ہے۔دوسرے یہ بھی مقصد ہوتا ہے کہ اگر وہ خبر قضاءِ معلق کا رنگ رکھتی ہو تو اس کا بندہ اس کے حضور دعائیں اور صدقات بجا لاکر اس قضا کے ٹل جانے یا اس کے مؤخر کئے جانے کی کوشش کرے جو عین سنت کے مطابق ایک شرعی فعل ہے۔یہاں عزیزہ امۃ الکریم صاحبہ کو آسمان سے ملنے والی ایک ایسی ہی خبر کا حال بیان کیا جاتا ہے۔وہ تحریر فرماتی ہیں:

''امی جان جب آخری بیماری سے بیمار ہوئیں تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ جس کمرے میں مَیں اور امی سوتے ہیں اس کی جنوبی دیوار کو جس طرف کہ امی کی چارپائی کی پائنتی تھی، آگ لگی ہوئی ہے۔مَیں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔دل میں خوف سا پیدا ہوا۔یہ صبح کا وقت تھا اور مَیں تھوڑی دیر کیلئے آرام کرنے کو لیٹی تھی۔منظر ایسا تھا کہ مَیں کسی سے کچھ کہہ بھی نہ سکتی تھی۔چند دن بعد ہی بلکہ اس پر ہفتہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ ہماری پیاری امی جان اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔انا للہ و انا الیہ راجعون!''

☆ ☆ ☆

تیسری رؤیاء

''بھابی بچ گئی مگر......بچہ نہ بچ سکا''

اپنے بھابی کے وضع حمل کے بارے میں

اب ہماری اسی بہن کو ملنے والی ایک اَور غمناک خبر کی روئیداد بیان کی جاتی ہے۔وہ فرماتی ہیں:

''امی جان کی وفات کے بعد پانچ ماہ کا عرصہ گذرا تھا کہ ہم نے بھائی کی شادی کردی اور

پنڈی سے بھابی کو بیاہ کر لے آئے۔ کچھ ماہ قیام کرنے کے بعد بھابی نسیم اپنی بہن کی شادی پر میکے چلی گئیں۔ اِدھر جب وہ میکے میں تھیں تو ہم دعائیں مانگ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جلد کوئی خوشی کی خبر پہنچائے۔ بھابی ماہ ستمبر میں گئی تھیں اور جنوری میں ہم ان کی طرف سے کسی خوشی کی خبر سننے کی توقع کرر ہے تھے کہ ایک صبح ایک ایسا منظر سامنے آیا جیسے خواب ہوتی ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک نیلے رنگ کا خط آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے، شکر کرو کہ جان بچ گئی۔اس سے ایک رات پہلے مَیں نے دیکھا تھا کہ اطلاع آئی ہے کہ ماں اور بچہ دونوں ختم ہو گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ایک اَور خواب دیکھی کہ اطلاع آئی ہے، بچہ مر گیا ہے مگر بھابی کی جان بچ گئی ہے مگر مشکل میں ہے، دعا کرو“

فرماتی ہیں، یہ سب کے سب ایسے منذر نظارے تھے کہ مَیں انہیں دیکھنے کے بعد سخت پریشان رہنے لگ گئی کہ خدا ہی جانتا ہے کیا ہونے والا ہے۔ دعائیں بھی مانگ رہی تھی۔ صدقات وغیرہ بھی دیئے۔ مگر خوف سے برا حال تھا۔ چند دنوں بعد بھائی جان کا پنڈی سے خط آ گیا جس میں لکھا تھا کہ بچہ رحم کے اندر ہی مردہ ہو چکا تھا جسے کاٹ کر نکالا گیا۔ بھابی نسیم کے بارے میں لکھا تھا کہ اگرچہ اس کی حالت خطرے سے باہر ہے مگر بہت نازک حالت میں ہے۔ شکر ہے، خدا نے اس کی جان بچادی۔

فرماتی ہیں، یہ پڑھکر ایک طرف خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو نظارہ دکھایا تھا، وہ بعینہٖ پورا ہو گیا۔ دوسری طرف مجھے اپنے آپ پر بہت ہی رونا آیا کہ معلوم نہیں، کن گناہوں کی پاداش میں اتنے بڑے ابتلاؤں میں سے گذرنا پڑ رہا ہے۔ اتنے بڑے صدمہ کے بعد (والدہ کی وفات کا صدمہ) گھر میں ایک خوشی کا سامان پیدا ہوا تھا مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ ہم وہ خوشی دیکھ سکیں۔ چنانچہ وہی ہوا جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے پہلے دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی رہی کہ وہ قادر و کریم خدا ہم پر اپنا رحم فرمائے اور اس قسم کی آزمائشوں سے بچائے۔

☆ ☆ ☆

چوتھی رؤیاء

’’تمہاری سیلیکشن نہیں ہوگی‘‘

انٹرویو میں ناکامی کے بارے میں خبر

اب اسی عزیزہ بہن کو ملنے والی ایک اَور ناخوشگوار خبر کا ذکر کیا جاتا ہے کہ کس طرح بظاہر کامیابی کی اطلاع ملنے کے باوجود وہی ہوا جس کی آسمان کے خدا نے اسے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ فرماتی ہیں:

’’ایم۔اے۔ پاس کرنے کے بعد مَیں بطور NDUP لیکچرار کام کر رہی تھی کہ پبلک سروس کمشن کا امتحان دینے کے لئے لاہور گئی۔ وہاں اپنے بھائی جان کے ہاں ایک دن عصر کی نماز پڑھ رہی تھی اور آخری رکعت میں ایک سجدہ کرنے کے بعد دوسرا سجدہ کرنے ہی لگی تھی کہ زور کی آواز آئی جیسے کوئی کہہ رہا ہو، ’تمہاری سیلکشن نہیں ہوگی‘۔ یہ آواز اتنی اچانک اور زوردار تھی کہ میں دوسرا سجدہ کرنا قریباً بھول ہی گئی اور پھر اسی بوکھلاہٹ میں نماز مکمل کی۔ خیر صبح انٹرویو تو دے دیا۔ بعد میں پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ میری سیلکشن ہوگئی ہے۔ لیکن جب نتیجہ شائع ہوا تو میرا اس میں نام ونشان ہی نہ تھا۔ یعنی وہی ہوا جس کی خبر عالم الغیب خدا پہلے دے چکا تھا۔ اس پر افسوس تو ہوا لیکن غیب سے ملنے والی خبر کے سچا ہونے پر ایک قسم کی خوشی بھی ہوئی‘‘

☆ ☆ ☆

پانچویں رؤیاء

’’تمہاری سیلیکشن ہوجائے گی‘‘

دوسرے انٹرویو میں کامیاب ہونے کی بشارت

اوپر کے واقعہ میں بہن امۃ الکریم کو اپنے انٹرویو میں ناکامی کی خبر ملنے کا ذکر کِیا گیا ہے۔ اب انہیں ایک دوسری خبر ملنے کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں انہیں انٹرویو میں کامیابی کی بشارت ملی۔ اس کی

روئیداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتی ہیں:

’’کچھ عرصہ بعد دوبارہ اخبار میں انٹرویو کا اشتہار آیا۔اب انٹرویو دینے کو دل نہیں مان رہا تھا۔سب گھر والوں اور کالج کی ساتھیوں نے (مَیں ان دنوں رحیم یار خان گرلز کالج میں بطور NDVP لیکچرار کام کر رہی تھی) کہا کہ بھئی ایک مرتبہ تو اَور دے دو۔خیر جس دن اشتہار آیا مَیں اخبار لے کر گھر آ گئی۔آتے ہی سو گئی۔دیکھا کہ ایک خط آیا ہے۔صوفی بشارت الرحمٰن صاحب (تعلیم الاسلام کالج ،ربوہ، کے عربی کے پروفیسر جن سے آپ کالج کی تعلیم کے زمانہ میں عربی پڑھتی رہی تھیں۔ناقل) نے بھیجا ہے۔ساتھ ہی ان کا چہرہ بھی نظر آ رہا ہے۔کہہ رہے ہیں کہ اس طرح دعائیں کرو جس طرح میں بتاؤں گا۔انشاء اللہ تمہاری سلیکشن ہو جائے گی۔اور پھر بتایا کہ سب سے پہلے تم تمام انبیا کے واقعات کو مدنظر رکھ کر خدا تعالیٰ کو ان کا واسطہ دو۔پھر رسول پاک ﷺ اور مسیح آخرالزماں کا وسیلہ اور واسطہ دے کر دعا کرنا۔تمہاری دعائیں ضرور قبول ہوں گی‘‘

آگے فرماتی ہیں:

’’اب میں نے انٹرویو تو دے دیا مگر نتیجے کا پھر بھی پتہ نہ چلا۔اِس دوران بہت سی خوابیں دیکھتی رہی ،مبشر خوابیں۔ایک رات دیکھا کہ بہت سے خط آئے ہیں ،سفید اور چند ایک پیلے رنگ کے لفافے بھی ہیں۔ایک خط چھوٹی بہن کے نام ہے اور ایک بھائی جان کا ہے، باقی سارے میرے ہیں اور ان میں میرے لئے کچھ رسالے بھی آئے ہیں۔ان میں ہی ایک لفافے میں میرے آرڈرز ہیں‘‘

فرماتی ہیں۔اب میں انتظار کرنے لگی کہ یہ آسمانی خبر کب اور کس رنگ میں پوری ہوتی ہے۔مجھے پوری امید تھی کہ اس بار انشاء اللہ میرے آرڈر ضرور آ جائینگے۔اسی امید میں دن گذرتے چلے گئے۔ اب جس طور پر ہماری اس بہن کو خواب میں بتائی جانے والے خوشخبری اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ پوری ہوئی اور مایوسی کے بعد خوشی کا باعث بنی ،وہ ایک خوشنما حقیقت ہے۔چنانچہ فرماتی ہیں:

’’ایک دن مَیں بازار جانے لگی۔اپنی گلی کے آخر تک پہنچی ہی تھی کہ دیکھا، ڈاکیا ہماری گلی کی طرف مڑ گیا ہے۔میں نے بہن سے کہا، جلدی کرو، میں پہلے گھر جا کر ڈاک دیکھ

آؤں۔وہ حیران ہوکر میری صورت دیکھنے لگی۔خیر ہم دونوں بہنیں واپس گھر کی طرف چل پڑیں۔جونہی میں گھر والی گلی میں پہنچی تو میں بھاگنے لگی، اس خیال سے کہ میرے آرڈرز سب سے پہلے میرے ہاتھ میں آئیں۔یہ میرا خیال تھا ورنہ مجھے کسی بات کا علم نہ تھا۔اندر سے ہی کوئی کہہ رہا تھا کہ ایسے ہوگا۔اب جو دروازہ کھولا تو بھابی ڈاک اکٹھی کر رہی تھیں۔میں نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے ایک بک پوسٹ لفافہ لے لیا، یہ کہتے ہوئے کہ میرے آرڈر آ گئے ہیں۔سب ہنسنے لگے کہ مذاق کر رہی ہے۔یقین کریں کہ جب اسے کھولا تو واقعی اس میں میرے آرڈر تھے۔اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دن کافی زیادہ ڈاک تھی اور سوائے دو خطوں کے باقی تمام میرے ہی تھے۔ان میں جیسے خواب میں دیکھا تھا، چند رسالے بھی تھے''

فرماتی ہیں، اس دن سارا گھر رحمت خداوندی کے احساس تلے ڈوب گیا۔مگر جو حال میرا ہوا، وہ مَیں ہی جانتی ہوں۔میں خدا کی رحمت اور اس کے احسانات کو یاد کر کے اتنا روئی کہ گھر والے سمجھے کہ شاید اسے امی یاد آ گئی ہیں۔

(مکتوب نمبر ۱۸۔مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۷۹ء)

☆ ☆ ☆

چھٹی رؤیاء

''باجی، کوئی راز تو رہنے دیا کریں''

اپنے بھائی کے سیکرٹ نمبر کے بارے میں

اب اسی عزیزہ کی ایک ایسی رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں انہیں اپنے بھائی کے ایک دفتری راز کے بارے میں اطلاع ملی جسے سن کر خود آپ کا وہ بھائی حیران و ششدر ہوکر رہ گیا۔اس دلچسپ واقعہ کی تفصیل آپ یوں بیان کرتی ہیں:

''میرا چھوٹا بھائی ائرفورس میں ملازم تھا۔ایک دفعہ کی بات ہے کہ وہ لوگ اپنی روٹین کی

مشقوں (Exercise) پر گئے ہوئے تھے کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ بھائی آیا ہے اور اس نے مجھے اپنا نمبر بتایا ہے۔ وہ A-F یا اسی قسم کا کوئی نمبر تھا جو اَب مجھے بھول گیا ہے۔ مَیں دل میں کہتی ہوں کہ اس کا نمبر تو کوئی اَور تھا، یہ کونسا نمبر ہے؟ خیر صبح اٹھ کر میں بھائی کی صحت اور سلامتی کے لئے دعائیں مانگنے لگی۔ ایک دن جب بھائی چھٹی پر آیا تو مَیں نے اس سے اپنی خواب کا ذکر کر کے پوچھا کہ بھائی، یہ کونسا نمبر ہے؟ بھائی پہلے تو حیران ہوکر میری طرف دیکھنے لگ گیا۔ پھر بولا، ’باجی! کوئی راز تو رہنے دیا کریں‘ ‘‘ فرماتی ہیں، مجھے کچھ سمجھ نہ آئی کہ بھائی کیا کہہ رہا ہے۔ مَیں نے دوبارہ پوچھا تو اُس نے بتایا کہ ’وہ نمبر جو آپ ہمیشہ لکھا کرتی ہیں وہ تو ہر ایک جانتا ہے۔ مگر جب ہم لوگ Exercise پر جاتے ہیں تو ہر ایک کو ایک ’سیکرٹ نمبر‘ دیا جاتا ہے۔ تو یہ جو آپ نے خواب میں دیکھا ہے، وہ میرا سیکرٹ نمبر ہے جو میرے اور میرے دفتر والوں کے سوا اَور کسی کو معلوم نہیں۔ مَیں حیران و پریشان ہوکر اس کا منہ تکنے لگ گئی۔ پھر وہ مجھے بہت کچھ سمجھاتا بجھاتا رہا مگر مَیں اسے کیا کہتی، مجھے تو وہ نمبر خدا نے بتایا تھا‘‘

(مکتوب نمبر ۱۸، مورخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۷۹ء)

.........☆.........

نوٹ: جیسا کہ شروع میں بتایا گیا ہے، عزیزہ امۃ الکریم صاحبہ نے اپنی یہ رؤیا ہالے صالحہ خاکسار کو ۱۹۷۹ء میں بھجوائیں۔ اس پر اب قریباً اکتیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب کتاب کی موجودہ جلد کی اشاعت کے وقت جب خاکسار کو عزیزہ سے رابطہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ وہ چار سال قبل وفات پا چکی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تاہم معلوم ہوا کہ ان کے وہ بھائی جن کا متن میں ذکر آیا ہے کہ انہیں ان کا سیکرٹ نمبر بتایا گیا تھا، وہ ائرفورس سے بطور چیف وارنٹ آفیسر ریٹائر ہونے کے بعد اِس وقت چپس بورڈ فیکٹری جہلم میں بطور Purchasing Officer ملازم ہیں۔ ان کا نام چودھری عبدالحمید ہے۔ انہوں خاکسار کو بتایا کہ آپا عزیزہ کی ۱۹۸۸ء شادی ہوگئی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹے نثار الرحمٰن سے نوازا جو اس وقت لاہور میں تعلیم پا رہا ہے۔ اس بچے کے والد محمد اکرم صاحب بٹ بھی لاہور میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔

☆ ☆ ☆

مسز رابعہ مفتی صاحبہ

اب ایسی ہی درویشانہ صفات کی مالک ایک اَور احمدی خاتون مسز رابعہ مفتی (بیگم مفتی حامد حسن صاحب) کا ذکر کیا جاتا ہے جو اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت اور حاجت کے وقت خدا کے حضور حاضر ہو جاتیں اور اکثر و بیشتر اپنے اُس محسن و مہربان آقا کے حضور سے اپنی مخلصانہ دعاؤں کا لفظوں اور اشاروں میں جواب پاتیں جس کے نتیجے میں وہ اس نورِ ایمان سے بھر گئیں جس کے بعد انسان کی ہر مشکل آسان ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ جب اس عاجز کا سچی خوابوں کے بارے میں اعلان شائع ہوا تو اس بہن نے بھی پشاور سے اپنی متعدد خوابیں لکھ کر خاکسار کو ارسال کیں۔ انہیں بیان کرنے سے قبل خاکسار اس سلسلہ میں ان کی لکھی ہوئی دو باتوں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہے۔ ایک تو انہوں نے لکھا کہ انہیں یہ جو کچھ ملا ہے، وہ بزرگان سلسلہ کی نیک صحبت کے نتیجے میں ملا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جماعت کے دو بزرگان حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کا خاص طور پر نام لیا کہ وہ حاجات کے وقت کثرت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور انہیں دعا کیلئے کہتیں۔ خاکسار کے نزدیک بھی یہ ایک عظیم نکتہ معرفت ہے جسے خود قرآن کریم نے کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِین کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس آیت کریمہ میں صادقوں کی صحبت اختیار کرنے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

> ''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے''
>
> (''ملفوظات''، جلد اول۔ صفحہ ۳۳۹)

اسی طرح فرماتے ہیں:

> ''وہ عظیم ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں۔ خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب خدا تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے''
>
> (''ملفوظات''، جلد دوم۔ صفحہ ۲۲)

دوسری بات جو ہماری اس محترمہ بہن نے اپنی خوابیں لکھتے وقت تحریر فرمائی، وہ یہ تھی کہ ان خوابوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ہی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ یہ آپؑ ہی کے وجود بطور مامور زمانہ کا فیض ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کے متبعین کو خود اپنے الہام سے اپنے وجود کا پتہ دے رہا ہے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ خاکسار کی ''درویشان احمدیت'' کے عنوان سے مرتب ہونے والی جملہ کتابوں کی غرض بھی یہی ہے کہ سچی مثالوں کے ساتھ بتایا جائے کہ ایک ایسا زندہ خدا موجود ہے جس سے دنیا بے خبر ہے اور جس کو پا کر انسان سب کچھ پا لیتا ہے۔

اب اگلے صفحات میں محترمہ بہن رابعہ مفتی صاحبہ کی بعض نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہونے والی خوابیں درج کی جاتی ہیں۔وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم:

﴿۱﴾

''کفن کھل رہا ہے''

اپنے بچے مسعود کے جانبر ہونے کی خبر

فرماتی ہیں، نومبر ۱۹۶۸ء میں میرے چھوٹے لڑکے مسعود (عمر سات سال) کو نیفرائٹس کا حملہ ہوا۔بلڈ پریشر بہت زیادہ رہنے لگ گیا۔سارا جسم بری طرح سوج چکا تھا۔پیشاب میں بھی خون آنا شروع ہو گیا۔بچہ ہسپتال میں داخل تھا۔ڈاکٹر بظاہر ناامید ہو چکے تھے۔مَیں ہسپتال ہی میں تھی کہ خواب میں دیکھا کہ:

''چھوٹے چھوٹے تین چار تابوت پاس پاس رکھے ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک مسعود کا ہے (اللہ تعالیٰ مسعود کو لمبی عمر دے)۔مَیں اسے کفن میں لپٹا ہوا دیکھ رہی ہوں۔اچانک مسعود ہاتھ ہلاتا ہے تو دیکھتی ہوں کہ کفن کھل رہا ہے۔مَیں کہتی ہوں:

'کہا کرتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردے زندہ کیا کرتے تھے۔اسی طرح کرتے ہونگے'۔''

فرماتی ہیں، بچے کی تکلیف کے دوران ہم بار بار حضور کی خدمت میں فون کر رہے اور دعا کیلئے لکھ

رہے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو خیال آیا کہ یہ جو ہم حضرت خلیفۃ المسیحؒ کی خدمت میں تاروں، خطوط اور فون کے ذریعے درخواستِ دعا کر رہے ہیں تو حضورؒ کی دعاؤں کے طفیل ہی اللہ تعالیٰ نے مسعود کو زندگی اور تندرستی بخشی ہے۔ چنانچہ اسی وقت سے مسعود کی حالت سنبھلنی شروع ہوگئی۔ پھر پورے ایک ماہ بعد وہ صحتیاب ہو کر گھر آ گیا۔ فالحمد للہ''

﴿۲﴾

''آپریشن ہو گیا''

اپنے شوہر کے بارے میں ملنے والی آسمانی خبر

فرماتی ہیں، ۱۹۶۰ء کی بات ہے مَیں ربوہ میں تھی۔ میرے شوہر حامد حسن پشاور میں تھے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

''کسی بڑے سے دومنزلہ مکان میں ہوں۔ وہاں اَور مستورات بھی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ کی نماز ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ کافی لوگ جمع ہیں۔ اچانک آواز آتی ہے، 'آپریشن ہو گیا'۔ مَیں دل میں کہتی ہوں، خالہ صاحبہ (یعنی میری ساس) تو آپریشن کرانے سے ڈرتی تھیں (ان کا پتّے کا آپریشن ہونا تھا) پھر یہ کس کا آپریشن ہوا ہے۔ یہی کہتی ہوئی مَیں زینہ سے اترتی ہوں تو آگے میرے شوہر کھڑے نظر آتے ہیں۔ وہ بہت کمزور لگتے ہیں۔ گردن بھی سوجی ہوئی ہے اور منہ سے پانی آ رہا ہے۔ پھر وہ چل پڑتے ہیں کہ ہم لوگ گھر جائیں''

بعد میں معلوم ہوا کہ میرے شوہر مفتی حامد حسن صاحب نے کسی کو اطلاع دئے بغیر گلے کی غدود کا آپریشن کرا لیا تھا کیونکہ انہیں زکام بار بار ہو جاتا تھا اور گلہ بھی خراب رہتا تھا۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جس دن مَیں نے یہ خواب دیکھا وہ جمعہ کا ہی دن تھا اور آپریشن بھی انہوں نے اسی دن کرایا تھا۔

☆ ☆ ☆

۳

''ہم آپا بشریٰ کو کھانا کھلا رہے ہیں''

اپنے بیٹے محمود کی ایف۔ایس۔سی میں کامیابی کی خبر

فرماتی ہیں، ۱۹۶۳ء کی بات ہے ہم لوگ باڑہ گلی گئے ہوئے تھے۔میرے بڑے بیٹے محمود کا ایف۔ایس،سی کے امتحان کا نتیجہ نکلنا تھا۔نتیجہ نکلنے کی تاریخ ۲۷ جولائی مقرر ہوئی تھی۔اس سے ایک ہفتہ قبل مَیں نے خواب دیکھا کہ

''ہمارے گھر آپا بشریٰ (حضرت مہر آپا، حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) تشریف لائی ہیں۔ہم بہت خوش ہیں اور انہیں کھانا کھلا رہے ہیں''

فرماتی ہیں، جب محمود کا نتیجہ نکلا تو خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوا تھا اور اپنے کالج (تعلیم الاسلام کالج، ربوہ) میں وہ کلاس میں فرسٹ آیا تھا۔چنانچہ ہم نے اپنے ملنے والوں کو چائے پر بلایا۔ان میں خاص طور پر غربا کو بھی شامل کیا گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ناموں کی بھی تعبیر ہوتی ہے اور 'بشریٰ'، 'بشیر' اور 'بشارت الرحمن'، وغیرہ ناموں کے اندر کوئی نہ کوئی خوشخبری کی اطلاع مخفی ہوتی ہے۔جیسا کہ عزیزہ رابعہ مفتی کو بشریٰ کے الفاظ میں اپنے بیٹے کے امتیازی طور پر کامیاب ہونے کی بشارت ملی۔

☆ ☆ ☆

﴿۴﴾

”محمود کی کشتی آگے نکل گئی ہے“

اپنے بیٹے محمود کے انجینئرنگ کے امتحان میں کامیابی کی بشارت

فرماتی ہیں، ۱۹۶۵ء میں میرا یہی بیٹا محمود جب انجینئرنگ کے دوسرے سال کا امتحان دے رہا تھا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

”محمود جھاڑیوں میں کھڑا ہے، پرچہ دینے کا اس کا ارادہ نہیں ہے۔ میں اسے سمجھا رہی ہوں کہ پرچہ دے دو، پاس ہونا ہوا تو ہو جاؤ گے ورنہ جو خدا تعالیٰ کو منظور ہوا۔ کچھ اسی قسم کے الفاظ تھے۔ مطلب یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کر چکا ہے تو وہ پورا ہوگا“

اسی خواب کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ مَیں نے دیکھا:

”دریا میں لڑکے کشتیاں چلا رہے ہیں۔ کشتیاں ہچکولے کھا رہی ہیں۔ بعض بچوں کی کشتیاں بالکل الٹنے والی ہیں۔ مگر میں دیکھتی ہوں کہ دو تین کشتیاں آگے نکل گئی ہیں اور ٹھیک چلنے لگی ہیں۔ ان میں محمود کی کشتی بھی ہے“

فرماتی ہیں، یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ محمود کے دوسرے سب پرچے اچھے ہو گئے مگر ڈرائنگ میں کمپارٹمنٹ آئی۔ بعد میں اس کا امتحان دیا تو اس میں بھی کامیاب ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

﴿۵﴾

’’تو انہیں بہت حریص پائے گا‘‘

ناشکری کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیاری سرزنش

فرماتی ہیں، ۱۹۶۷ء میں محمود نے انجینئرنگ کا فائنل کا امتحان دیا۔ایک پرچہ خراب ہو گیا تھا۔اس لئے اچھے نمبروں کی امید نہ تھی۔مگر جب ۲۲ نومبر کو نتیجہ نکلا تو غیر متوقع طور پر نمبر بہت اچھے تھے۔تاہم فرسٹ ڈویژن میں صرف پانچ نمبروں کی کمی تھی۔فرماتی ہیں:

’’یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اتنا اچھا نتیجہ آیا اور اس پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔مگر جب رات کو سونے لگی تو لیٹے لیٹے خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر پانچ نمبر اَور ہوتے تو فرسٹ ڈویژن آ جاتی۔اسی خیال میں آنکھ لگ گئی۔جب آنکھ کھلی تو زبان پر یہ الفاظ تھے:

’’وَلَتَجِدَنَّهُم اَحرَصَ النَّاسِ‘‘[ا]

یعنی ’تو انہیں بہت حریص پائے گا‘

یہ پوری آیت پڑھی۔پھر غنودگی ہوئی۔آنکھ کھلی تو یہی آیت دوبارہ زبان پر تھی‘‘

فرماتی ہیں، صبح اٹھی تو خیال آیا کہ یہ جو پانچ نمبروں پر افسوس کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی اس میں ناشکری نہ ہو گئی ہو کہ یہ آیت بار بار زبان پر آ رہی ہے۔چنانچہ یہ خیال آنے پر بہت استغفار کیا اور نفل پڑھے کہ ایسا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہئے تھا جبکہ نمبر امید سے بہت بڑھ کر تھے۔

☆ ☆ ☆

[ا] یہ قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۹۷ کا ایک حصہ ہے۔پوری آیت یوں ہے:

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَيَاةٍ

﴿٦﴾

''تیری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی''

بیٹے محمود کی ملازمت کے لئے دعائیں اور ان کا آسمانی جواب

فرماتی ہیں، ۱۹٦۷ء کے رمضان المبارک میں محمود کی ملازمت کے لئے بہت دعاؤں کی توفیق ملی۔ کئی مبشر خوابیں بھی آئیں۔ عید کی رات یا اس سے ایک دن پہلے مَیں سوئی ہوئی تھی کہ آواز آئی:

''تیری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی''

چنانچہ فرماتی ہیں خدا کے فضل سے محمود کو کراچی میں بڑی اچھی ملازمت مل گئی اور پھر ترقی ہوتی گئی۔ خدا تعالیٰ نے عزت بھی دی اور مالی لحاظ سے بھی بہت نوازا، الحمدللہ۔

﴿۷﴾

''ایک چھوٹے سے بچے کا جنازہ نظر آیا ہے''

فرماتی ہیں، اگست ۱۹٦۷ء میں میری چھوٹی بہن رشیدہ کے بچہ ہونے والا تھا۔ وہ کیس کرانے کے لئے کراچی چلی گئی تو

''اس کے ایک ہفتہ بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چھوٹے سے بچے کا جنازہ آرہا ہے جو کسی نے اٹھایا ہوا ہے۔ بچہ کفن میں لپٹا ہوا نظر آرہا ہے۔ مَیں خواب میں ہی کہتی ہوں، یہ مسعود کا تو نہیں ہے۔ (ان دنوں میرا اپنا بیٹا مسعود بھی بیمار تھا)''

فرماتی ہیں، اس کے چند روز بعد ایک اَور خواب دیکھا کہ ایکدم پھیپھڑوں کی شکل کے گوشت کے دو لوتھڑے سامنے آگئے ہیں جیسا کہ سکریننگ میں نظر آتے ہیں۔ پھر کوئی کہتا ہے، 'کراچی'۔

ان ہر دو خوابوں کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ دو ستمبر کو رشیدہ کے لڑکا ہوا جو زندہ تھا مگر اس کا سانس ٹھیک نہ تھا۔ چنانچہ اسے آکسیجن میں رکھا گیا مگر چند گھنٹوں کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ اس کی وفات پھیپھڑوں میں خرابی کے باعث ہی ہوئی۔

☆ ☆ ☆

﴿۸﴾

"عابدہ سیکنڈ"

اپنی بیٹی عابدہ کی امتحان میں کامیابی کے بارے میں

فرماتی ہیں، میری لڑکی عابدہ ربوہ میں نویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ سالانہ امتحان ہونے والا تھا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

"میرے ہاتھ میں ایک لسٹ ہے جیسے نتیجہ کی ہوتی ہے۔
اس پر لکھا ہے: 'عابدہ سیکنڈ'"

فرماتی ہیں، اس کے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے کی امید تھی۔ پرچے بھی اس کے بہت اچھے ہوئے تھے۔ حساب کے سب سوال ٹھیک تھے۔ پرچے ہمارے اپنے سکول یعنی تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں ہی مارکنگ کے لئے بھجوائے گئے تھے۔ مگر بیس نمبروں کی کمی کی وجہ سے اس کی فرسٹ ڈویژن نہ آسکی۔ یہ نمبر کیسے کم ہو گئے اس کی ٹیچر بھی حیران تھی۔ بہر حال خواب نے پورا ہونا تھا۔ چنانچہ اس کے مطابق بچی کی سیکنڈ ڈویژن آئی۔

﴿۹﴾

"مَیں ۹ یا ساڑھے نو بجے خود آ جاؤں گا"

بیٹی کے رشتہ سے متعلق ملنے والی آسمانی بشارت

اب بہن رابعہ بیگم مفتی صاحبہ کو اپنی بیٹی شاہدہ کے رشتہ کے بارے میں ملنے والی ایک آسمانی خبر کا حال درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں، مَیں بچیوں کے رشتوں کے لئے دعا کر رہی تھی کہ ۱۹۷۳ء کے جلسہ سالانہ پر ربوہ جانے سے پہلے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے: "۳۱"۔ اس سے خیال پیدا ہوا کہ شاید ۳۱ دسمبر کو کوئی رشتہ ہو جائے مگر کچھ نہ ہوا۔

اگلے سال یعنی ۱۹۷۴ء کے جلسہ پر جانے سے پہلے میرے میاں (مفتی حامد حسن صاحب) فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ

''مَیں کسی جگہ پر ہوں۔ وہاں چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ وضو کر رہے ہیں۔ غالباً مَیں نے سلام کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ وہ فرماتے ہیں، آؤں گا۔ مَیں کہتا ہوں، وقت بتا دیں کہ کب تشریف لائیں گے؟ (مطلب یہ تھا کہ میں خود آ کر لے جاؤں گا اور یہ بھی کہ تا گھر پر کچھ خاطر تواضع کا انتظام کر لیا جائے)۔ اس پر آپ فرماتے ہیں

'اِس وقت نہیں۔ مَیں ۹ یا ساڑھے نو بجے خود آجاؤں گا''

فرماتی ہیں، اب جب ہم جلسہ پر ربوہ پہنچے تو ٹھیک ۳۱ر دسمبر کو میرے ہونے والے داماد مبشر احمد گوندل رشتہ کے لئے آئے۔ اور پھر عین دوسری خواب کے مطابق ۹ یا ساڑھے نو بجے ان سے میری بیٹی شاہدہ کا رشتہ طے پا گیا۔ اس طرح پر دونوں خوابیں بڑی خوبصورتی کے ساتھ پوری ہوگئیں۔ پھر خواب میں نظر آنے والے نام ''ظفر اللہ خان'' کی تعبیر کے مطابق یہ رشتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب اور بابرکت ثابت ہوا۔ ہم اس بچی کے رشتہ کیلئے بہت فکر مند تھے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بھی ہماری اس بچی کے لئے بہت دعائیں کر رہی تھیں۔

(مکتوب نمبر ۳۶۔ مورخہ ۹۷۔۴۔۴)

☆........☆........

(نوٹ: اپنی شادی کے وقت مبشر احمد گوندل شاہتاج شوگر ملز منڈی بہاء الدین (ضلع گجرات) میں بطور مشیر قانونی ملازم تھے۔ نیز وہاں کی جماعت کے صدر بھی تھے۔ بعد میں بچوں کی تعلیم کی خاطر آپ وہاں سے فراغت لے کر سرگودھا میں مقیم ہوگئے۔ اور تا اطلاع ثانی اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ سرگودہا ہی میں مقیم ہیں۔ شاہدہ سے ان کے ہاں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ بڑا بیٹا عزیز عامر انجینئرنگ کرنے اور کچھ سال پاکستان کے اندر ملازمت کرنے کے بعد اب لندن میں پی۔ ایچ، ڈی کر رہا ہے۔ دوسرا بیٹا عزیز اسعد بھی کمپیوٹر کا کورس کرنے کے بعد لندن چلا گیا ہے۔ لڑکیوں میں سے بڑی ایم۔ کام (.M. Com) کرنے کے بعد سرگودہا میں جاب کر رہی ہے۔ جبکہ چھوٹی بیٹی ہوائی جہاز کی مشینری کا کورس کرنے کے بعد اسلام آباد میں کسی اچھی پوسٹ پر ملازم ہے۔ خود مبشر احمد گوندل صاحب سرگودھا میں وکالت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے!)

☆ ☆ ☆

تعارف مسز رابعہ مفتی صاحبہ

ہماری یہ بہن رابعہ مفتی صاحبہ، محترم محمد شریف صاحب انجینئر کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ انہیں ۱۹۵۲ء تا ۱۹۶۲ء دارالبرکات ربوہ میں اپنے والدین کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ اس اعتبار سے خاکسار راقم الحروف ان سے ذاتی طور پر متعارف ہے۔ ۱۹۶۲ء کے بعد البتہ وہ اپنے میاں کے پاس پشاور چلی گئیں۔ چنانچہ اس کے بعد ان سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ حال ہی میں خاکسار کا ان کے بارے میں اخبار الفضل میں ایک مضمون شائع ہونے پر انہوں نے لکھا کہ وہ اِس وقت کراچی میں مقیم ہیں۔ ان کا سب سے بڑا بیٹا محمود مفتی انجینئر بن کر اس وقت کراچی میں بڑی اچھی پوسٹ پر ملازم پر ہے۔ دوسرا بیٹا عزیز مسعود (بچے نے بعد میں اپنا نام بدل کر مغیرہ رکھ لیا) اِس وقت کینیڈا میں ملازمت کر رہا ہے۔ آپ کی بڑی بیٹی محمودہ کراچی میں ہوتی ہیں۔ اس سے چھوٹی بیٹی عابدہ (اہلیہ ملک ظفر اقبال صاحب) ڈاکٹری کرنے اور شادی ہونے کے بعد کراچی میں تھیں کہ اپنے ایک بیٹے اور دو بچیوں کو چھوڑ کر ۱۳؍جنوری ۲۰۰۵ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی ناہید صاحبہ (اہلیہ مکرم وحید احمد ملک صاحب) لاہور میں ہوتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

عزیزہ امۃ القدوس صاحبہ

اب ایک ایسی احمدی بچی کی داستان حیات کے چند درخشندہ اوراق پیش کیے جاتے ہیں جو اپنی فطری سعادتمندی اور ایک مخلص اور دینی گھرانے میں پرورش پانے کے باعث بہت چھوٹی عمر میں ہی انوار الٰہیہ کی مورد بن گئی۔اس کا نام امۃ القدوس ہے۔چنانچہ ۷۹/۸/۷ء میں عاجز راقم الحروف کا روزنامہ الفضل میں شائع ہونے والا اعلان پڑھ کر اس بچی نے بھی خاکسار سے رابطہ کیا اور اپنی متعدد پوری ہونے والی خوابیں لکھ کر بھجوادیں۔ذیل میں عنوان زیر بحث سے تعلق رکھنے والی اور نہایت صفائی سے پوری ہونے والی ان میں سے بعض کا ذکر کیا جارہا ہے۔

﴿۱﴾

’’میں دوچار دن بعد آؤں گا‘‘

اپنے خالو کی وفات کے بارے میں

وہ تحریر فرماتی ہیں کہ جن دنوں میرے خالو جان بابو شمس الدین صاحب (امیر جماعت احمدیہ سرحد) بیمار تھے اور ہسپتال میں داخل تھے،مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

’’میں اپنے گھر پر ہوں۔ہمارے کمرے میں سبز پردے لگے ہوئے ہیں۔ان پردوں کے بیچ میں سے دیکھتی ہوں کہ خالو جان بابو شمس الدین صاحب سفید کپڑوں میں ملبوس باہر کنوئیں کے پاس کھڑے ہیں۔ان کے قریب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی کھڑے ہیں (یہ ۱۹۶۸ء کی بات ہے جب حضورؓ کو وفات پائے تین سال ہو چکے تھے)۔مَیں اُس وقت بارہ سال کی تھی اور چھٹی جماعت میں پڑھتی تھی)۔تو حضرت صاحب انہیں کہتے ہیں،’شمس الدین!تم نے میرے ساتھ چلنا ہے؟ کیا تم تیار ہو؟‘ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ’حضور آپ جائیں،مَیں ابھی پوری طرح تیار نہیں ہوں کیونکہ مَیں نے ابھی اپنے کپڑے اٹیچی کیس میں نہیں رکھے۔دو تین دن بعد مَیں خود ہی آجاؤں گا‘‘

فرماتی ہیں،کوئی تیسرے یا چوتھے دن خبر آگئی کہ خالو جان کا انتقال ہو گیا ہے۔

﴿۲﴾

”مَیں اپنے دونوں ہاتھوں اور کپڑوں پر خون لگا ہوا دیکھتی ہوں“

عزیزہ امۃ القدوس کی بچپن کی ایک اَور خواب

یہ خواب بھی اُس وقت کی ہے جب عزیزہ امۃ القدوس بارہ، تیرہ سال کی تھیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ ”میں نے دیکھا کہ مَیں حج کے لئے گئی ہوں۔ وہاں پر جا کر میں جب لوگوں کو دیکھتی ہوں تو دل میں کہتی ہوں کہ دیکھو، یہاں کے لوگ کس قدر بگڑ گئے ہیں۔ ان میں نام کا اسلام ہی رہ گیا ہے۔ پھر مَیں مکہ ہی کے ایک پہاڑ پر چڑھنے لگتی ہوں تو دو آدمی میرے پیچھے پیچھے آتے ہوئے مجھے نظر آتے ہیں جو مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔ میری ایک دوست دلشاد جو میرے ساتھ ہوتی ہے مجھے کہتی ہے ان کے ساتھ نہ جانا کیونکہ ان کی نیت اچھی نہیں ہے۔ اس پر مَیں اپنے آپ کو ان سے چھڑا لیتی ہوں۔ اس کے بعد مَیں آنحضرت محمد ﷺ کے روضہ مُبارک پر جاتی ہوں جس کے اوپر مٹی کی بجائے بجری ڈالی ہوئی ہے اور بہت خوبصورت نظر آ رہی ہے۔ اس کے ارد گرد کی جگہ بھی صاف ہے لیکن جہاں بجری ختم ہوتی ہے وہاں پر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بالکل تازہ خون پڑا ہوا ہے۔ تو مَیں دل میں کہتی ہوں کہ یہ خون اس بکرے کا ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربان کیا تھا۔ اس کے بعد جب مَیں حضورؐ کے روضہ مُبارک پر دعا کر رہی ہوتی ہوں تو مَیں دیکھتی ہوں کہ میرے اپنے دونوں ہاتھوں پر بھی وہی خون لگا ہے۔ اسی طرح میرے کپڑوں پر بھی خون ہے (اُس وقت مَیں سفید لباس میں ملبوس ہوں)۔ یہ خون دیکھ کر مَیں خوفزدہ ہو جاتی ہوں لیکن پھر اس خیال سے کہ یہ تو وہی خون ہے جو قبر کے ارد گرد دیکھا ہے، میرے دل میں خوشی سی پیدا ہوتی ہے کہ یہ مبارک خون میرے کپڑوں پر بھی لگ گیا ہے“

اس عزیزہ بچی کا یہ قدرے طویل خواب چھ سال بعد کیسے حیرت انگیز طور پر اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ پورا ہوا، یہ خدا تعالیٰ کی عظمتوں کی ایک عظیم داستان اور اس کے کرشمۂ قدرت کی ایک جیتی جاگتی

تصویر ہے۔اس کی تفصیل سمجھنے کیلئے ہمیں مملکت خداداد پاکستان کے اندر اسلام کے مقدس نام پر کھیلے جانے والے ایک خونی ڈرامہ کی روئیداد میں سے گزرنا ہوگا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حکومت پاکستان ۱۹۷۴ء میں ملک کے اندر رہنے والے احمدی شہریوں کو مٹانے کا مذموم ارادہ کر چکی تھی۔ حکومت کی اس ظالمانہ پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر احمدی ملاؤں کو پُر امن احمدیوں پر ہر قسم کا تشدد کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی۔ مسلح غنڈے ملک بھر میں دندانے لگے اور انہوں نے احمدیوں کے اموال کو لوٹنا، ان کے گھروں کو جلانا اور ان کی جائدادوں کو تباہ و برباد کرنا اپنا روزمرہ کا معمول بنا لیا۔ بلکہ جہاں ان کا بس چلا، وہاں ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے سے بھی باز نہ آئے۔ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ جہاں سینکڑوں احمدی گھروں اور دو کانوں کو دن دہاڑے اور اکثر اوقات پولیس کی موجودگی میں ایک ایک کر کے جلایا یا مسمار کیا جارہا ہو وہاں پولیس کی طرف سے ایسے شرپسندوں پر ایک گولی بھی نہ چلائی گئی ہو؟

ایسے مظلوموں میں جو صرف احمدی ہونے کے جرم میں اس قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بنے، ٹوپی ضلع مردان کے رہنے والے صوبیدار عبدالغفور صاحب اور انکے خاندان کے افراد بھی تھے۔ انکے اپنے بچوں اور بچیوں بلکہ شیر خوار معصوم بچوں کو جس آزمائش میں سے گذرنا پڑا، وہ ایک بڑی دلدوز داستان ہے جس کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ درویشان احمدیت جلد سوم میں کیا جاچکا ہے۔ جہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صوبیدار عبدالغفور صاحب، ان کے دو بیٹوں اور تین بھانجوں نے کس طرح ایک رات بیس ہزار کے مسلح ہجوم کا چار پانچ گھنٹوں تک مقابلہ کیا اور پھر کس طرح وہ اپنے دو شہید ہونے والے اور ایک زخموں سے چور بھانجے کو چھوڑ کر گھر کے باقی ماندہ افراد کو ساتھ لیتے ہوئے رات کی تاریکی میں گاؤں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس نازک وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے عزیزہ امۃ القدوس بتاتی ہیں:

”۹ جون ۱۹۷۴ء کو رات بارہ بجے ہم گھر سے نکلے تو میری بڑی دو باجیاں اور چھوٹا بھائی امتیاز ہم سے آگے نکل چکے تھے۔ مَیں انہیں تلاش کرتے ہوئے امی، ابا اور اپنے بڑے بھائی اعجاز سے آگے نکل گئی۔ اتنے میں دو بھائی (یعنی گاؤں کے دو غیر احمدی نوجوان) میرے پاس آئے۔ چونکہ وہ ہمارے دُور کے جان پہچان کے تھے، انہوں نے مجھے بلایا مَیں نے ان سے اپنی دونوں باجیوں کے بارے میں پوچھا۔ وہ کہنے لگے کہ وہ دونوں ہمارے گھر میں ہیں اور آپ بھی آجائیں، رات رہ کر چلی جانا۔ چنانچہ مَیں کچھ دُور تو اُن کے ساتھ گئی مگر آگے چونکہ کافی اونچی دیوار تھی جسکے اوپر کانٹے لگے ہوئے تھے، مَیں رک

گئی۔ان میں سے ایک لڑکا جو دیوار پھاند کر دوسری طرف چلا گیا تھا، مجھے کہنے لگا،تم بھی دیوار پھاند کر اندر آجاؤ اور میرا ہاتھ پکڑ کر گویا میری مدد کرنے لگا۔مگر مَیں نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا کہ میری دونوں باجیوں کو باہر بلا دو۔اتنے میں پیچھے سے میری امی بھی پہنچ گئیں اور میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہنے لگیں،تم اب بھی یزید کی اِس اولاد پر یقین رکھتی ہو۔یہ جھوٹے ہیں۔ان کے گھر میری بیٹیاں کبھی نہیں جاسکتیں۔پھر جب ہم ذرا اور آگے گئے تو میری باجیاں ہمیں وہاں پر مل گئیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکے مجھے دھوکے سے بلا رہے تھے۔ان کی تو اپنی عورتیں بھی گھر پر موجود نہ تھیں‘‘

اس واقعہ سے نہ صرف امۃ القدوس صاحبہ کا چھ سال پہلے کا دیکھا ہوا خواب پورا ہو گیا جس میں اس نے دو لڑکوں کو دیکھا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے جانے کیلئے اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور اس کی سہیلی اسے یہ کہہ کر روک دیتی ہے کہ ان کی نیت اچھی نہیں ہے بلکہ اس کا اپنے کپڑوں پر خون کا دیکھنا بھی عملی رنگ میں پورا ہو گیا کیونکہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، مذکورہ بالا خونی ڈرامے میں اس عزیزہ کے اپنے تین عزیز مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو چکے تھے۔اسی طرح اس کے والد اور بھائیوں کو بھی گولیاں لگیں اور زخم آئے۔گویا اسے جو نقشہ خواب کے اندر دکھایا گیا تھا، وہ مکہ اور مدینہ کا نہیں بلکہ پاکستان کا تھا۔

یہ جو اس عزیزہ نے خواب میں محسوس کیا کہ وہ خون جو اُس کے ہاتھوں اور کپڑوں کو لگا ہے، وہ ایک متبرک خون ہے جس کا تصور کر کے وہ دل میں خوشی محسوس کرتی ہے تو یہ حصہ بھی بدرجہ اتم پورا ہوا جیسا کہ اس نے مذکورہ بالا خونی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

’’جس وقت ہمارے گھر کو آگ لگی اور وہ لوگ ہمارے گھر کے اندر داخل ہوئے تو خدائے واحد کی قسم،اُس وقت مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم گناہگاروں کو اس امتحان کے قابل سمجھا اور ہمیں اپنے پیارے رسول ﷺ اور اپنے مہدی علیہ السلام کی خاطر یہ قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائی‘‘

☆ ☆ ☆

﴿۳﴾

’’میری منگنی زاہد سے ہوگئی ہے‘‘

خالہ زاد بہن تسنیم کا رشتہ طے ہو جانے کے بارے میں

عزیزہ امۃ القدوس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خالہ زاد بہن تسنیم کا رشتہ طے ہو جانے کی بھی خبر دی۔ چنانچہ وہ اس آسمانی خبر اور اس کے حقیقت بننے کی روئیداد بیان کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں:

’’میری ایک خالہ زاد بہن جس کا نام تسنیم ہے، کیلئے ایک رشتہ آیا۔لڑکا چونکہ احمدی نہیں تھا اس لئے ہماری خالہ اور چچا (وہ میرے چچا بھی ہیں اور خالو بھی) نے انکار کر دیا۔ مجھے اس بات کا قطعاً کوئی علم نہ تھا۔تاہم ابا کو علم تھا کہ کوئی اس طرح کا رشتہ آیا ہے مگر لڑکے کے احمدی نہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا گیا ہے‘‘

آگے تحریر فرماتی ہیں کہ

’’اسکے کچھ دنوں بعد ہمارے چچا صاحب کا خط ابا کے نام آیا کہ اس لڑکے (زاہد) نے بیعت کر لی ہے اور اب کہتا ہے کہ مجھے رشتہ دو تو ابا جان نے انہیں مشورہ دیا کہ بس ہماری یہی ایک شرط تھی جو اس نے پوری کر دی ہے۔اس لئے آپ اسے رشتہ دے دیں۔ چنانچہ میرے چچا جان نے بھی ہاں کر دی اور اس طرح پر وہ رشتہ طے ہو گیا‘‘

اب بھی عزیزہ امۃ القدوس کو کچھ پتہ نہ تھا اور نہ کسی نے بتایا تھا کہ تسنیم کا رشتہ طے ہو گیا ہے جسے ہماری ملکی اصطلاح میں منگنی کہتے ہیں۔البتہ لکھتی ہیں کہ مَیں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ

’’میری خالہ زاد بہن تسنیم اور اس کے سب گھر والے ہمارے گھر آئے ہیں۔وہ مجھے گلے ملتی ہے اور آہستہ سے کہتی ہے کہ میری منگنی زاہد سے ہوگئی ہے کیونکہ اس کے والدین ہمارے ہاں کئی بار آئے گئے ہیں‘‘

اس طرح پر ہماری اس بہن کو خدا تعالیٰ نے آسمانی ذرائع مواصلات سے اسے ایک ایسی خبر بہم پہنچادی جو واقعہ میں ظہور میں آچکی تھی مگر جس کا اسے پہلے کوئی علم نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

(۴)

”فیض محمد خان سرحد پار کر گیا ہے“

بڑے بہنوئی کے بارے میں ملنے والی ایک خبر

یہی عزیزہ بتاتی ہیں کہ بڑی آپا امۃ القیوم کے میاں فیض محمد خان جب ۱۱؍مارچ ۱۹۷۷ء کو جرمنی جانے کیلئے لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوگئے تو سب گھر والوں کو ان کے یوں ایک لمبے سفر پر اور وہ بھی بغیر ویزا کے کسی غیر ملک میں جانے کے بارے میں بڑا فکر تھا۔ خاکسار جو اِس سلسلہ میں ایک لمبا تجربہ رکھتا ہے، جانتا ہے کہ ہمارے آدمیوں کو جرمنی میں داخل ہونے کے لئے کیا کیا مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور کس کس طرح وہ اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر سرحد پار کرتے رہے، وغیرہ۔ عزیزہ بتاتی ہیں کہ ہم سب ان کی طرف سے بہت متفکر تھے۔ چنانچہ ابھی انہیں روانہ ہوئے کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ

'مَیں (قدوس) اور میری خالہ زاد بہن امۃ الشافی ایک راستے سے جو ایک خشک نالہ سا ہے گزر رہے ہیں۔ راستے میں شافی کے ابا جان فضل الٰہی مل جاتے ہیں۔ خالہ جان امۃ الحفیظ بھی ساتھ ہیں۔ ہم ان سے باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ مَیں دیکھتی ہوں کہ میری امی (امۃ الحبیب صاحبہ) چہل قدمی کر رہی ہیں اور مجھے کہتی ہیں:

”آج صبح سے ہم کتنے خوش ہیں کیونکہ آج فیض محمد سرحد پار کر گئے ہیں تو مَیں کہتی ہوں کہ ہاں، خوش تو مَیں بھی ہوں مگر یہ پتہ نہیں لگ رہا کہ کس وجہ سے“

آگے بتاتی ہیں کہ اس رؤیاء کی صداقت تیسرے روز ظاہر ہوگئی یعنی فیض محمد خان کا خط مل گیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ بڑی آسانی سے جرمنی پہنچ گئے ہیں، یہ کہ انہیں ایک ایسے دوست مل گئے تھے جنہوں نے ان کی بہت مدد کی اور اس طرح پر وہ بغیر کسی دقت کے جرمنی کی سرحد عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ گویا فضل الٰہی اور امۃ الحفیظ کے الفاظ جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی حفاظت کے شامل حال ہونے کی بشارت دے رہے تھے، عملاً ایسے ہی ہوا۔

........☆........

تعارف: فیض محمد خان، عزیزہ امۃ القدوس کے بہنوئی اور ان تین افراد میں سے ایک تھے جنہیں جیسا کہ

اوپر ایک واقعہ میں بتایا گیا ہے، ان کے ماموں ۹ جون ۱۹۷۴ء کی رات شہید سمجھ کر رات کی تاریکی میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن خدا نے انہیں زندہ رکھا۔ چنانچہ بعد میں گاؤں ہی کے کسی ہمدرد شخص نے انہیں سنبھالا، ہسپتال میں داخل کرایا اور پھر تندرست ہونے پر وہ بھی چونیاں میں اپنے بچوں کے پاس پہنچ گئے۔ مذکورہ بالا واقعہ کے بارے میں خاکسار کے دریافت کرنے پر کہ وہ کون دوست تھے جن کی مدد سے فیض محمد خان صاحب جرمنی کی سرحد عبور کرنے میں کامیاب ہوئے، عزیزہ امۃ القدوس نے بتایا کہ وہ ہالینڈ کے ایک مخلص دوست چودھری لئیق احمد صاحب تھے۔ برادرم چودھری لئیق احمد صاحب کو خاکسار پہلے سے ہی جانتا ہے۔ وہ خاکسار کے دورِ امارت میں پہلے جرمنی میں تھے۔ پھر ہالینڈ میں آباد ہو گئے اور تا حال وہیں مقیم ہیں اور اپنا کامیاب کاروبار چلا رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ ہی پاکستان سے آنے والے دوستوں کی بہت مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اِس کارِ خیر کی نیک جزا عطا فرمائے!

آجکل فیض محمد خان صاحب اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ جرمنی کے قصبہ نائے ویڈ (Neuwied) میں مقیم ہیں اور اس عاجز کی ان سے کئی بار فون پر بات چیت بھی ہو چکی ہے۔

﴿۵﴾

''پہلے نصیرہ کے لئے دعا کروں گا، کیونکہ وہ بڑی ہے''

اپنے اور اپنی باجی کے رشتہ کے بارے میں آسمانی اطلاع

فرماتی ہیں، ۱۹۷۷ء کی بات ہے کہ میری باجی نصیرہ کے رشتے کا مسئلہ تھا اور اس کے لئے رشتے آ رہے تھے کہ میں نے دیکھا:

''جلسہ سالانہ کا منظر ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اختتامی دعا فرما رہے ہوتے ہیں کہ میں بھاگ کر حضورؑ کے پاس پہنچ جاتی ہوں۔ وہاں اَور لوگ بھی ہیں۔ کیا دیکھتی ہوں کہ امی (امۃ الحبیب) بھی وہاں سیاہ برقع میں منہ چھپائے بیٹھی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ انہیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'آپ لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی خاطر جو قربانیاں دی ہیں، ان سے مَیں بہت خوش ہوں اور تم سب کے لئے بہت دعائیں کرتا ہوں'

اس پر مَیں دل میں خوش ہوتی ہوں کہ دیکھو، امی نے منہ چھپایا ہوا تھا، پھر بھی حضرت مسیح

موعودؑ نے انہیں پہچان لیا ہے۔تو مَیں بھی حضورؑ کے قریب ہو کر کہتی ہوں ،’ حضور میرے لئے بھی دعا کریں‘۔ حضور مسکرانے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں: ’ پہلے نصیرہ کے لئے کروں گا کیونکہ وہ بڑی ہے۔ پھر اس کے بعد تمہارے لئے کروں گا‘ ‘‘

فرماتی ہیں، اس کے بعد ۲۰ مئی ۱۹۷۸ء کو میری باجی نصیرہ کا رشتہ بھلوال (ضلع سرگودھا) کے ایک معزز پنجابی زمیندار احمدی گھرانے میں ہو گیا۔ پھر ۳ر مئی ۱۹۷۹ء کو میرا رشتہ بھی پھگلہ (تحصیل مانسہرہ) کے رہنے والے ایک سید خاندان میں ہو گیا۔الحمد للہ!

﴿۶﴾

’’یہ سید بشیر شاہ صاحب ہیں‘‘

یہ رؤیاء اُس وقت کی ہے جب عزیزہ امۃ القدوس کے اپنے رشتہ کی بات چیت ہو رہی تھی اور اس کے ہونے والے سسرال کا ان کے ہاں آنے کا انتظار تھا۔لیکن ہوا یہ کہ مقررہ تاریخ پر نہ وہ آئے اور نہ اطلاع دی کہ نہیں آسکیں گے۔ اس وجہ سے عزیزہ کے والدین بڑے پریشان تھے۔تو کہتی ہیں، مَیں نے خواب میں دیکھا (یہ ۲۹ر اپریل ۱۹۷۹ء کی بات ہے) کہ

’’مَیں اور میری خالہ زاد بہن یاسمین کہیں گئے ہیں۔ واپسی پر ابا جان ملتے ہیں۔ان کے ساتھ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک اَور آدمی بھی ہے جسکی کالی داڑھی ہے۔ ابا جان کہتے ہیں: ’’مہمان آگئے‘‘۔ مَیں یہ سن کر یاسمین سے کہتی ہوں کہ یہ سید بشیر شاہ صاحب ہیں‘‘

فرماتی ہیں، اس خواب کے اگلے روز ہی یعنی ۳۰ر اپریل کو فی الواقعہ میرے ہونے والے سسر صاحب سید بشیر شاہ صاحب کا بیٹا سید سجاد شاہ آگیا۔انہوں نے اپنے نہ آسکنے کی وجہ اپنے عزیزوں میں وفات کا ہو جانا بتائی اور پھر نئی تاریخ مقرر کر کے چلے گئے۔

اس سے عزیزہ کی خواب کا وہ حصہ کہ ’’مہمان آگئے‘‘ پورا ہو گیا۔ آگے بتاتی ہیں کہ جب شادی ہو جانے کے بعد مَیں نے اپنے سسر سید بشیر شاہ صاحب کو پہلی بار دیکھا تو مَیں حیران رہ گئی کہ یہ وہی تھے جنہیں مَیں نے خواب میں دیکھا تھا۔ان کے اصل چہرے اور خواب میں نظر آنے والے چہرے میں مجھے ذرہ بھر فرق نظر نہ آیا سوائے داڑھی کے بالوں کے جو خواب کے اندر کالے نظر آئے تھے مگر

حقیقت میں کالے نہیں بلکہ کالے اور سفید ملے جلے تھے۔

خاکسار کے نزدیک عزیزہ امۃ القدوس کا اپنے ہونے والے سسر کے چہرے کے بالوں کا سیاہ دیکھنا اس طرف اشارہ کر رہا تھا کہ ''مہمان آگئے'' کے الفاظ میں جس شخص کے آنے کی خبر دی گئی تھی، وہ ان کے بیٹے کی صورت میں پوری ہوگی۔ جیسا کہ عملاً اسی طرح واقعہ ہوا۔

۷

''مَیں لجنہ کا عہد دہرا رہی ہوں''

اب ہماری یہ عزیزہ بہن رؤیاء میں ایک ایسا منظر دیکھتی ہیں جو انسان کی اپنی سوچ کا نتیجہ نہیں ہوسکتا کیونکہ مثلاً انسان عموماً وہی باتیں سوچتا ہے جو اس کی عمر یا مبلغ علم کے مطابق ہوتی ہیں اور پھر اکثر وہی چیزیں یا نظارے اسے خواب میں بھی نظر آجاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ خواب میں کوئی ایسا منظر دیکھے جو عام حالات میں اس کے تصور سے بالا ہو تو لازماً وہ کسی خارجی اثر کا نتیجہ ہوگا۔

اس مختصر تمہید کے بعد یہ بتایا جاتا ہے کہ ہماری اس عزیزہ امۃ القدوس نے رؤیا کے اندر کیا دیکھا اور وہ رؤیا کس طرح کچھ دنوں بعد حقیقت بن کر سامنے آگئی جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ رؤیا اسے خدا کی طرف سے دکھائی گئی تھی۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

''۱۰ مئی ۱۹۷۷ء کو جب میں شاہتاج شوگر ملز، منڈی بہاء الدین (ضلع گجرات) میں اپنے والدین کے پاس تھی تو مَیں نے دیکھا کہ لجنہ کا کوئی اجلاس ہے۔ اس میں کوئی بڑا آدمی یعنی لجنہ کی کوئی بڑی عمر کی عہدیدار نہیں کہ جو صدارت کرے۔ یہ دیکھ کر مَیں خود ہی اجلاس شروع کر لیتی ہوں اور عہد بھی خود ہی دہرانے لگتی ہوں۔ جب عہد دہراتی ہوں تو دل میں خوف سا پیدا ہوتا ہے کہ کہیں غلطی نہ ہو جائے۔ مگر بالکل صحیح دہرا لیتی ہوں اور بہت اچھے طریقے سے دہراتی ہوں، اس میں قطعاً کوئی غلطی نہیں کرتی''

اب یہ منظر ایک ہفتہ کے اندر اندر کیونکر حقیقت بن گیا، اس بارے میں وہ فرماتی ہیں کہ

''اُسی ہفتہ کو جب لجنہ کا اجلاس ہوا تو اتفاق سے صدر صاحبہ لجنہ موجود نہ تھیں۔ اور چونکہ اجلاس سے پہلے عہد دہرانا ضروری ہوتا ہے اور موجودہ خواتین میں کسی کو بھی عہد

زبانی یاد نہ تھا، نہ ہی ہمارے پاس اُس وقت لکھا ہوا موجود تھا کہ پڑھ کر دہرا دیا جاتا، اس لئے یہ دیکھ کر مَیں نے ان سے کہا کہ چلو، اجلاس شروع کر دیتے ہیں اور مَیں عہد دہراتی ہوں۔ چنانچہ مَیں نے عہد دہرانا شروع کر دیا۔ دل میں خوف بھی تھا کہ کہیں غلطی نہ کر جاؤں اور پھر اتنی بڑی پڑھی لکھی عورتوں کے سامنے عہد پڑھنے میں جھجک بھی محسوس ہو رہی تھی ۔مگر جیسے خواب میں دیکھا تھا بفضلہٖ تعالیٰ سارا عہد مَیں نے بالکل صحیح دہرالیا اوراس میں کوئی غلطی نہ کی۔اس طرح پر میرا وہ خواب جو مَیں ایک ہفتہ پہلے دیکھ چکی تھی پورا ہو گیا'' [۱]

(مکتوب نمبر۴۴،مورخہ ۱۸/۱/۷۸ و ۲۰/۸/۷۸ و ۸/۵/۷۹ و ۱۸/۸/۷۹)

.........☆.........

عزیزہ امۃ القدوس صاحبہ کا تعارف

عزیزہ امۃ القدوس صاحبہ ۱۹۷۴ء میں اپنے وطن خوشحال آباد سے ہجرت کرنے کے بعد شاہتاج شوگرملز منڈی بہاء الدین۔ضلع گجرات۔میں آ گئیں جہاں اُس وقت انکے بڑے بھائی شیر خان صاحب بشارت پہلے ہی سے ملازم تھے۔۱۹۷۹ء میں عزیزہ کی شادی ہوگئی جس کے بعد وہ اپنے والدین کے ہمراہ پہلے انگلستان پہنچیں اور اِس وقت جرمنی کے شہر کوبلنز (Koblenz) کے قریب ایک قصبہ Weissenthurm میں اپنے بیٹے عثمان خان کے ساتھ رہ رہی ہیں۔

☆ ☆ ☆

---

[۱] لجنہ (پورا نام '' لجنة اماء الله'' ،یعنی ''اللہ کی باندیوں کی مجلس'') احمدی خواتین کی اُس تنظیم کا نام ہے جو ہر ملک میں جہاں جہاں احمدیہ جماعت قائم ہے،ایک ذیلی تنظیم کے طور پر موجود ہے۔ان کے اپنے ماہانہ اجلاس اور اجتماعات ہوتے ہیں۔قواعد کے مطابق ہر اجلاس کے شروع ہونے سے پہلے لجنہ کی صدر تمام ممبران لجنہ سے مل کر معین الفاظ میں اپنا ایک ''عہد'' کہلواتی ہے، جسے ''عہد دہرانا'' کہا جاتا ہے۔متن میں جس عہد دہرانے کا ذکر آیا ہے،اس سے مراد یہی عہد ہے۔

محترمہ بہن مسعودہ شاہدہ صاحبہ، کراچی۔حال ناروے

اب آخر پر ناروے میں مقیم ہماری ایک بہن مکرمہ مسعودہ شاہدہ صاحبہ کی ارسال کردہ ایک رؤیاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔انہوں نے حال ہی میں یہ رؤیاء خاکسار کو لکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بعض دیگر نشانات کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ایک ایسی بات لکھی ہے جسے خاکسار انہی کے الفاظ میں یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہے۔آپ فرماتی ہیں:

”یہ سب کچھ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی بدولت اور حضرت مہدیٔ آخرالزمان علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہو کر ہمیں عطا ہوا ہے۔ ورنہ ہم کیا چیز ہیں؟ ہماری اس قدر کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود ہم پر خدا کے فضلوں کی بارش کا ہوتے رہنا یقیناً اس محسن و مہربان خدا کا ہم پر فضل عظیم ہے۔تاہم شرط یہ ہے کہ ہم بھی اس خدا کے ساتھ وفاداری اور اطاعت کا نمونہ دکھائیں اور دعا کرتے رہیں کیونکہ ہر نیکی کی توفیق دینے والا بھی تو وہی ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ“

دراصل یہ وہی عظیم حقیقت ہے جس کے اظہار کے لئے خاکسار یہ سلسلۂ کتب مرتب کر رہا ہے۔ بلکہ خاکسار نے اس کی مختلف جلدوں میں خود بھی اس حقیقت کو بار بار اور کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ تا ناظرین پر یہ واضح ہو جائے کہ یہ ہماری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام ہی کی برکت ہے جو فی زمانہ عود کر احمدیت کی بدولت ہمیں حاصل ہوئی اور اپنے کرشمے دکھلا رہی ہے۔اب مکرمہ مسعودہ شاہدہ صاحبہ کی رؤیاء کی طرف واپس آتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ ہماری اس بہن نے جبکہ وہ اپنے میاں قریشی خلیل احمد صاحب (مرحوم) کے ہمراہ پاکستان میں تھیں تو اپنے خدا سے کیا خبر پائی اور پھر وہ کس طرح پوری ہو کر اس کی قدرت اور رحمت کا ایک نشان بن گئی۔

چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

”خندق کھودلو اور اس کے اوپر چھت ڈال لو،
۳ تاریخ کو حملہ ہوگا“

”یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب ۱۹۷۱ء میں پاک و ہند کے درمیان لڑی جانے والی جنگ میں مشرقی پاکستان جنگ کا محاذ بن چکا تھا۔اس جنگ کے شروع ہونے سے دوماہ پہلے

جب اس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے تو میرے میاں قریشی خلیل احمد کو جو کراچی ماڑی پور بیس پر مع فیملی مقیم تھے، کسی فوجی ضرورت کے ماتحت سرگودھا بھیج دیا گیا اور مَیں اپنے چھ چھوٹے بچوں کے ساتھ بیس پر اکیلی رہ گئی۔ دل میں خوف پیدا ہوا کہ اگر جنگ کا رخ مغربی پاکستان کی طرف مڑ گیا تو مَیں اکیلی کیا کر سکوں گی''

فرماتی ہیں، مَیں احمدیت کی بدولت شروع ہی سے نماز تہجد کی پابند تھی۔ چنانچہ یہ خیال آنے پر مَیں دعا کی طرف متوجہ ہوئی۔ ایک رات رؤیاء میں دیکھا کہ ایک بزرگ سفید ریش جن کا چمکتا ہوا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے، مجھے کہتے ہیں کہ خندق کھود لو۔ صبح کے وقت پھر یہی آواز آئی کہ 'خندق کھود لو، اس کے اوپر چھت ڈال لو اور اس کے ارد گرد مٹی سے بھری بوریاں رکھ لو، ۳ تاریخ کو (یا شاید یہ کہا کہ ۶ تاریخ کو) حملہ ہوگا'۔ فرماتی ہیں:

''جب دوسری بار یہی آواز میرے کانوں میں اور اس قدر تاکید کے ساتھ پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ چنانچہ مَیں نے اپنے بڑے بیٹے عمر ۱۱ سال کو اپنے ساتھ ملا کر گھر کے صحن کے ساتھ والی پتھریلی زمین کھود کر اس میں خندق بنانی شروع کر دی اور چند دنوں میں ایل (L) شکل کی ایک گہری خندق کھود لی اور پھر اسی طرح کیا جیسا کہ خواب میں بتایا گیا تھا''

بہن مسعودہ صاحبہ یہ بھی بتاتی ہیں کہ جب ہم یہ خندق کھود رہے تھے تو ہمارے ارد گرد کے پڑوسی ہمارا مذاق اڑاتے اور ہمیں کہتے، تم لوگ خواہ مخواہ ڈر گئے ہو، جنگ اِدھر نہیں آئے گی۔ اس پر جب میرا بچہ حوصلہ ہار کر بیٹھ جاتا تو مَیں اسے کہتی کہ دیکھو! حضرت نوحؑ جب خدا کے حکم سے کشتی بنا رہے تھے تو ان کی قوم بھی ان کا مذاق اڑاتی تھی، تم ان لوگوں کی پرواہ نہ کرو۔ آگے فرماتی ہیں:

''پھر جب عین وہ دن آ گیا جو خواب میں بتایا گیا تھا کہ اس دن حملہ ہوگا اور وہ جمعہ کا دن تھا (مَیں اُس وقت خواب میں بتائی جانے والی تاریخ بھول چکی تھی) تو جونہی شام ہوئی اور ہم نے مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد گھر کی لائٹیں روشن کیں تو باہر سے کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا کہ بجلی بند کرو، بلیک آؤٹ ہو گیا ہے۔ میرے بچے ڈر گئے مگر مَیں نے انہیں حوصلہ دلانے کی خاطر کہا کہ ٹریننگ کے لئے ایسے کہا گیا ہے۔ مگر جلد ہی معلوم ہو

گیا کہ انڈیا نے مغربی پاکستان پر بھی حملہ کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ رات خوف و ہراس میں اور دعائیں کرتے ہوئے گزاری۔ دعائیں کرتے کرتے جب مجھے ذراسی غنودگی ہوئی تو پھر آواز آئی، 'صبح پانچ بجے حملہ ہوگا'"

فرماتی ہیں، یہ آواز کانوں میں پڑتے ہی مَیں بچوں کو جگا جگا کر گھر کے اندر اسی کھودی ہوئی خندق میں لے گئی۔ ابھی ہم جاگ ہی رہے تھے کہ اچانک ہمارے گھر کے پاس ایک بم پڑا جس سے گھر کے سارے شیشے ٹوٹ کر فرش پر آ پڑے۔ اور پھر وقفے وقفے سے دیر تک دشمن کے جہاز آتے اور بم برساتے رہے۔ دوسرے دن بھی ساری رات بمباری ہوتی رہی۔ اگلی صبح ہم نے دیکھا کہ ہماری خندق کے اردگرد جا بجا بموں کے بڑے بڑے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری خندق کا مذاق اڑایا تھا، ان کے چہرے بری طرح زخمی ہو چکے تھے اور وہ بڑی تکلیف میں تھے۔ اس طرح خدا نے اپنے فضل سے ہمیں ہر تکلیف سے بچالیا۔

(مکتوب نمبر ۱۴۷۔ مورخہ ۲۰۱۰-۲-۱۵)

.........☆.........

تعارف: بہن مسعودہ قریشی صاحبہ چودھری غلام احمد صاحب آف سیالکوٹ کی صاحبزادی اور حضرت محمد عبداللہ صاحب کی نواسی ہیں۔ آپ کے والدین پیدائشی احمدی تھے۔ آپ قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی پیدائش پر حضرت ام المؤمنین (حرم حضرت مسیح موعود علیہ السلام، بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ) اور حضرت ام ناصرؓ (حرم حضرت المصلح الموعودؓ) دونوں نے گھر آ کر آپ کو گود میں لیا، پیار دیا اور دعا دی۔ جماعتی خدمات کے لحاظ سے آپ پہلے لجنہ اماء اللہ حلقہ ماڑی پور بیس کی جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری مال رہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جب آپ مالیر کینٹ میں آ گئیں تو حلقہ مالیر کی جنرل سیکرٹری کے طور پر، پھر بارہ حلقوں پر مشتمل قیادت میں اصلاح وارشاد کی انچارج کے طور پر بھی کام کیا۔ ۱۹۸۷ء سے آپ ناروے میں مقیم ہیں جہاں آپ کو ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۱ء تین سال تک نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ کے طور پر خدمات بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆ ☆ ☆

احمدی خواتین کے تعلق باللہ کے حوالے سے
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے فرمودہ بعض واقعات

پچھلے صفحات میں بیان کردہ روحانی تجربات تو اُن احمدی خواتین کے ہیں جنہوں نے خاکسار راقم الحروف کے ۹/۷/۱۹۷۸ء میں روزنامہ ''الفضل''، ربوہ، میں شائع ہونے والے اعلان کے جواب میں اپنی رؤیا ہائے صالحہ اس عاجز کو بذریعہ خطوط تحریر کر کے بھجوائیں اور یہ بھی کہ وہ کس شاندار طریق پر پوری ہو کر ایک عالم الغیب خدا کی زندہ ہستی کی دلیل بنیں۔ پھر ان میں وہ واقعات بھی ہیں جو خاکسار کو سلسلے کی کتب اور رسائل میں سے ملے۔ اب آخر پر ان احمدی خواتین کی رؤیا ہائے صالحہ بیان کی جا رہی ہیں جن کا ذکر ان کے تعلق باللہ کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ۱۹۹۳ء میں انگلستان اور جرمنی کے جلسہ ہائے سالانہ کے مواقع پر خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ جرمنی کے جلسہ کے موقع پر خواتین کو خطاب کرنے سے پہلے حضور رحمہ اللہ نے ایک ایسی بات بیان فرمائی جس کا ایک زندہ حقیقت کے طور پر جاننا اور یاد رکھنا ہر فرد جماعت کے لئے ضروری ہے۔ حضور نے فرمایا:

''یہ مضمون ایک لامتناہی، مسلسل مضمون ہے جو ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کا تعلق بھی ایک زندہ اور قائم رہنے والا مسلسل تعلق ہے۔ ہر دو جلسوں کے درمیان کثرت سے ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ احمدی خواتین کے ساتھ اسی طرح رحمت کے ساتھ اپنا فضل فرماتا ہے جیسے پہلے فرماتا رہا۔ اور مجھے جو خطوط ملتے ہیں ان میں ہر سال بکثرت احمدی خواتین کے آنکھوں دیکھے اور تجربے میں آئے ہوئے نشانات کا ذکر ملتا ہے''

☆

۱

سلمیٰ فیضی صاحبہ

’’کفارمکہ کا نظارہ‘‘

آسمان سے ملنے والی ایک خبر کیونکر پوری ہوئی

سب سے پہلے حضورؒ کی ایک دودھ کی بہن، مکرمہ سلمیٰ فیضی صاحبہ، کا بتایا ہوا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے (حضورؒ فرماتے ہیں، ہماری اس دودھ کی بہن کی ماں کا دودھ مَیں نے اور میری بہنوں نے پیا ہوا ہے)۔ یہ واقعہ اُن دنوں کا ہے جب پاکستان میں ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کے خلاف بھڑکائے گئے فسادات اپنا رنگ دکھا کر ایک بار ٹھنڈے ہو چکے تھے تاہم کسی نہ کسی مقام پر وہ اب بھی اپنا سر اٹھا رہے تھے جس کی وجہ سے احمدیوں کی جان، مال اور عزت کو سخت خطرات لاحق تھے۔ وہ بتاتی ہیں کہ ان حالات میں جبکہ ایک بار وہ اپنے میاں کے ہمراہ سفر کر رہی تھیں تو کس طرح انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انذاری خبر ملی اور پھر دعاؤں کی بدولت کس طرح حملہ آوروں کے ایک بپھرے ہوئے ہجوم کے ٹوٹ پڑنے پر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے سامان پیدا فرمائے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتی ہیں:

’’ستمبر ۱۹۷۹ء کی بات ہے، میرے میاں چونیاں ضلع قصور میں ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ موسم گرما کی تعطیلات گزارنے کے بعد انہوں نے وہاں جانا تھا۔ مَیں اور میرا سب سے چھوٹا بیٹا ساتھ تھے۔ جب ہم رات گزارنے کے لئے پتوکی اور چونیاں کے درمیان واقع محکمہ انہار کے ایک سرکاری بنگلہ میں پہنچے جہاں ہمارے ایک احمدی دوست محمد یحیٰ صاحب رہائش پذیر تھے (یہ محمد یحیٰ صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی جنہیں عبدالرحمٰن جٹ بھی کہا جاتا ہے کے بھتیجے ہیں اور ان دنوں وہ بھی اپنے بھتیجے کے پاس آئے ہوئے تھے) تو اسی رات تہجد کی نماز میں نیند اور بیداری کی حالت میں مجھے ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی کہہ رہا ہو: ’کفارہ مکہ کا نظارہ‘۔ مَیں یہ آواز سن کر گھبرا گئی۔ جب مَیں نے یہ نظارہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، آپ چونیاں نہ جائیں کیونکہ یہ اسی سلسلے میں انذار ہے۔ چونکہ ہم چونیاں جانے کا

پروگرام بنا چکے تھے اور وہاں جانا ضروری بھی تھا، اس لئے انہوں نے زیادہ اصرار نہ کیا۔ البتہ ایک دعا بتائی اور فرمایا کہ یہ دعا بکثرت پڑھتے جانا''

اب خدا کی بتائی ہوئی یہ بات کیونکر پوری ہوئی، اس سلسلہ میں وہ فرماتی ہیں کہ

''ہمیں چونیاں اپنے مکان میں پہنچے ہوئے بمشکل ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ سینکڑوں لوگوں کا ایک ہجوم آ گیا۔ انہوں نے ہمارے مکان کو گھیرے میں لے لیا۔ دو تین لڑکے اندر بھی گھس آئے اور میرے میاں سے الجھ پڑے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگے۔ عین اُس وقت پولیس کو ہمارے مکان پر حملے کی خبر ہوگئی۔ لیکن ہجوم بے قابو ہو رہا تھا۔ اس پر پولیس نے ہمیں اپنے مکان سے نکال کر حفاظت کی غرض سے پاس ہی ایک ہوسٹل میں پہنچا کر اس میں بند کر دیا۔ اس کے باوجود بھی جب ہجوم منتشر نہ ہوا بلکہ پتھر اندر پھینکنے لگ گیا تو پولیس نے ہمیں وہاں سے بھی نکال کر قریبی مکانوں میں پہنچا دیا۔ راستے میں وقفے وقفے سے ہم پر پتھروں کی بارش ہوتی رہی۔ کچھ پتھر میرے میاں کو بھی لگے۔ اس کے بعد جب ہجوم منتشر ہو گیا تو پولیس ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر کرنل احمد خان صاحب آف ٹوپی کے بنگلے میں چھوڑ گئی۔ وہاں ان کے اپنے عزیز و اقارب بھی اپنی جانیں بچا کر خالی ہاتھ پہنچے ہوئے تھے''

اس سارے واقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بصیرت افروز تبصرہ فرمایا وہ بھی اس قابل ہے کہ یہاں بیان کر دیا جائے۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

''اس تجربے میں جو الہاماً انہیں بتایا گیا: 'کفارہ مکہ کا نظارہ'، تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت کرنے والے وہی رنگ اختیار کریں گے جو آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں مکے میں کیا گیا تھا۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ نے غیر معمولی حفاظت کے ساتھ بڑے شر سے حضرت اقدس محمد ﷺ اور آپ کے غلاموں کو بچایا، اسی طرح جماعت احمدیہ کی بھی حفاظت فرمائے گا۔ اور یہ واقعہ بعینہٖ اسی طرح ان کے حق میں پورا ہوا''

☆ ☆ ☆

﴿۲﴾

مائی روڑی صاحبہ

''یہاں سے اُٹھ جا!''

اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاتون کی کیسے حفاظت فرمائی

مائی روڑی صاحبہ ایک چوڑیاں بیچنے والی خاتون تھیں۔ بہت نیک، دعا گو اور صاحب رؤیاء اور کشوف تھیں۔ آپ سیالکوٹ کی رہنے والی تھیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ

''ایک دفعہ میں (سیالکوٹ کی احمدیہ مسجد میں) سیڑھیوں کے ساتھ والے کمرے میں اپنی چوڑیوں کی گٹھڑی کھول کر بیٹھ گئی۔ اتنے میں مجھے آواز آئی جیسے کوئی کہہ رہا ہے: 'یہاں سے اُٹھ جا'۔ مَیں نے کوئی توجہ نہ دی۔ دوسری دفعہ پھر یہی آواز آئی: 'یہاں سے اُٹھ جا'۔ مَیں نے سوچا کہ ابھی چلی جاتی ہوں۔ لیکن تیسری دفعہ اس زور کی آواز آئی کہ مَیں نے گھبرا کر اپنی چیزیں اُٹھائیں اور فوراً باہر آ گئی۔ مَیں نے جیسے ہی اُس کمرے سے قدم باہر نکالا، اُس کمرے کی چھت گر گئی''

حضور فرماتے ہیں، اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اس نیک خاتون کی حفاظت فرمائی اور الہاماً اسے وہ جگہ چھوڑنے کی تلقین فرمائی۔

﴿۳﴾

محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ

''یہ سن کر میری ساس کی تو کایا پلٹ گئی''

ایک مظلومہ بچی کی آواز خدا تعالیٰ نے کیسے اس کی والدہ کو پہنچائی

اب حضور رحمہ اللہ کا بیان کردہ ایک اَور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمانی ذرائع ابلاغ سے ایک مظلوم بچی کی دردبھری آواز اس کی دُور بیٹھی والدہ کو

پہنچا کر اپنے سمیع وبصیر اور قادر الکل ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا۔ یہ محیر العقول واقعہ حضور نے اُس خاتون یعنی راجہ محمد عنایت صاحب کی اہلیہ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''میرے خسر غیر احمدی تھے اور مجھ پر بہت ہی ظلم کیا کرتے تھے۔ ہر وقت جھگڑا کرنا۔ ہر وقت گالیاں دینا گویا ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ ایک دن جو گالیاں والیاں دے کر نماز پڑھنے جامعہ اشرفیہ کی مسجد میں چلے گئے تو مَیں بہت روئی اور روتے روتے مَیں نے بلند آواز سے اپنے اللہ کے حضور عرض کیا کہ اُے اللہ! مَیں تو یہاں تڑپ رہی ہوں، میری ماں کو ربوہ میں معلوم ہو جائے کہ اس کی بیٹی کی کیا حالت ہے''

فرمایا، اگلے ہی دن صبح ہی صبح اس کا بھائی وہاں پہنچ گیا اور آتے ہی بہن کو کہنے لگا، تمہیں کوئی تکلیف ہے؟ وہ بتاتی ہیں کہ

''مَیں یہ سن کر رو پڑی۔ مگر ساس نے پردہ ڈالنے کی خاطر کہا کہ بھائی کو دیکھ کر محبت سے روئی ہے۔ تکلیف کوئی نہیں ہے۔ اس پر میرے بھائی نے کہا کہ مَیں تو اس لئے آیا ہوں کہ کل کی بات ہے، مَیں والدہ کو بالکل ٹھیک حالت میں چھوڑ کر مسجد میں عشا کی نماز کے لئے گیا۔ واپس آیا تو والدہ کا برا حال تھا۔ رو رو کر ہلکان ہوئی جاتی تھیں کہ ہائے۔ میری بیٹی کو کیا ہو گیا ہے۔ تم فوراً جاؤ اور صبح جا کر اس کا پتہ کرو''

حضورؒ فرماتے ہیں، اب یہ بعینہٖ وہی وقت تھا جب ان کا خسر گالیاں والیاں دینے کے بعد جامعہ اشرفیہ میں نماز پڑھنے چلا گیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ

''جب یہ بات میری ساس نے سنی تو اس کی تو کایا پلٹ گئی۔ اس نے کہا، مَیں گواہ ہوں کہ بالکل اسی وقت جب اس کی والدہ کو خدا نے اطلاع دی تھی، اس بیچاری کا یہاں رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔ اور میرے سامنے اس نے یہ کہا تھا کہ اے اللہ! میری ماں کو خبر دے دے کہ اس کی بیٹی کا برا حال ہے''

یہاں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سارے واقعہ پر ایک بصیرت افروز تبصرہ فرمایا ہے یعنی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نظام سماوی اس زمانے میں جبکہ جماعت کی مخالفت زوروں پر ہے، حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں کے لئے کیا کیا کرشمہ ہائے قدرت دکھلا رہا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا:

''یہ نظام مواصلات جو قائم ہے ہم نے بارہا اسے دیکھا ہے۔ یہ ایک زندہ نظام ہے۔ ایک دردناک چیخ آسمان کی طرف اُٹھتی ہے اور آسمان سے وہ خبر بن کر اُس شخص پر اترتی ہے جس کے لئے وہ بھیجی گئی تھی۔ پس یہ وہ زندہ خدا ہے جو احمدیت کا خدا ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی ابتلاء انسان کے قدموں کو لرزا نہیں سکتا۔ اس کے قدموں کو لڑکھڑا نہیں سکتا۔ اور یہی وہ سچا ثبوت ہے احمدیت کی زندگی کا جس کی بنا پر ہم خدا کے فضل سے ہر ابتلاء میں احمدیت پر پوری طرح قائم ہیں اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کے نشانات میں اَور بھی بڑھاتا رہے''

آگے مغربی ممالک میں آکر بسنے والے احمدیوں کو ان کی حیثیت اور ان کے مقام کا احساس دلاتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں:

''ان ملکوں میں بھی جہاں کثرت سے احمدیوں نے پناہ لی ہوئی ہے بکثرت ایسے باخدا وجودوں کی ضرورت ہے جن کو دیکھ کر یہ نئے آنے والے اپنے ایمانوں کو تقویت دیں یا انہیں دیکھ کر ان کے ایمان تقویت پائیں۔ کیونکہ دلائل کی دنیا ایک محدود دنیا ہے۔ دلائل کا ایمان کمزور ایمان ہوا کرتا ہے۔ اصل ایمان وہ ہے جو تعلق باللہ کی زندہ شہادت کے نتیجے میں تقویت پاتا ہے۔ اصل ایمان وہ ہے جس کو قبولیتِ دعا کے پھل لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس میری دعا ہے کہ آپ میں سے بھی اللہ تعالیٰ ایسی نیک اور پارسا خواتین پیدا فرمائے جو اس کے ساتھ زندہ تعلق رکھنے والی ہوں۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہوں اور ان پر خدا کی رحمتیں اسی طرح جلوہ گر ہوں کہ ماحول کو بھی دکھائی دینے لگیں۔ اور خدا کرے کہ آپ کی پاک صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نئی آنے والی مغربی خواتین بھی اسی طرح الٰہی رنگوں میں رنگین ہو جائیں۔ اور اسی طرح اللہ ان پر بھی جلوہ گر ہو۔ آپ کی وساطت کی ضرورت نہ رہے۔ براہ راست ان کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں آجائے۔ یہی وہ زندگی کی نشانی ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ ایک زندہ مذہب کی صداقت کی تصدیق فرماتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ نشانیاں ہم میں ہمیشہ زندہ اور پائندہ رہیں''

☆ ☆ ☆

﴿۴﴾

عزیزہ شکورہ نوریہ صاحبہ

”یہ جنت ہے اور ہم آپ کا گھر سجانے آئی ہیں“

ایک امریکن نومبائع خاتون کو ملنے والی ایک آسمانی خبر

جیسا کہ اوپر کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے پاکستان کی بعض نیک اور مسکین الطبع احمدی خواتین کے تعلق باللہ کی مثالیں دیتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعائیہ رنگ میں یہ شدید خواہش فرمائی کہ خدا کرے کہ نئی آنے والی مغربی خواتین بھی اسی طرح الٰہی رنگوں میں رنگین ہو جائیں، ان پر بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح جلوہ گر ہو اور ان کا ہاتھ بھی براہ راست اللہ کے ہاتھ میں آجائے۔ اب ذیل میں حضورؒ کا ہی بیان کردہ ایک امریکن نومبائع خاتون شکورہ نوریہ صاحبہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح اسلام قبول کر لینے کے بعد انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نظارہ دکھایا جو تھوڑے عرصہ بعد اسی طرح حقیقت کا رنگ پکڑ کر ان کے سامنے آگیا جیسا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں کہ

”بیعت کر لینے کے بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں مشن ہاؤس میں گئی ہوں (مراد امریکہ میں واشنگٹن میں واقع جماعت احمدیہ کا مرکزی مشن ہاؤس، جہاں مسجد فضل کے نام سے ہماری مسجد بھی موجود ہے۔ ناقل)۔ وہاں بہت سی خواتین اور بچیوں نے میرا استقبال کیا ہے۔ مَیں اُن سے پوچھتی ہوں، یہ کونسی جگہ ہے؟ وہ کہتی ہیں، یہ جنت ہے اور ہم سب آپ کا گھر سجانے آئی ہیں“

پھر جس طرح یہ نظارہ کچھ عرصہ بعد ہی حقیقت بن کر ان کی آنکھوں کے سامنے آگیا، اس بارے میں وہ فرماتی ہیں:

”اس کے بعد مجھے اپنا گھر شفٹ کرنا پڑا۔ ارادۃً نہیں بلکہ کسی مجبوری کی وجہ سے۔ اور جو نیا مکان ملا وہ مسجد کے ساتھ ملا۔ اور جب مَیں وہاں شفٹ ہونے لگی تو میرا یہ نیا گھر سجانے کے لئے فی الواقعہ بہت سی احمدی خواتین اور بچیاں اکٹھی ہو گئیں“

حضورؒ فرماتے ہیں، جو جنت اس خاتون کو خواب کے اندر نظر آئی تھی، اس سے مراد ایسا گھر تھا جو جنت نشان ہوگا، جہاں اللہ کی باتیں ہوتی ہوں گی اور جہاں خدا سے تعلق کے نشان ملتے ہوں گے۔

☆.........

بہن شکورہ نوریہ صاحبہ کا تعارف:

یہ واقعہ قلمبند کرنے کے بعد خاکسار نے چاہا کہ ہماری اس امریکن بہن کا کچھ تعارف بھی ہو جائے۔ اس غرض کے لئے جب خاکسار نے امریکن مشن سے رابطہ کیا تو حسن اتفاق سے خود عزیزہ شکورہ نوریہ سے بات ہوگئی۔انہوں نے خاکسار کو بتایا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مئی ۱۹۷۹ء میں اسلام قبول کرنے اور یوں احمدیت میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ ہسٹری کی ٹیچر ہیں اور امریکہ کے علاوہ کئی دوسرے ممالک میں بھی تعلیمی خدمات سرانجام دے چکی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت نیک اور عبادت گزار ہیں اور اکثر انہیں سچی خوابیں آتی ہیں۔

﴿۵﴾

''سفید پگڑی میں ملبوس ایک بزرگ کشتی سے اترے ہیں''

مکرمہ زینب بی بی صاحبہ زوجہ عبدالرحمٰن کو دکھائی دینے والا نظارہ

اب اس سلسلے میں مکرمہ زینب بی بی صاحبہ زوجہ عبدالرحمٰن صاحب ،فیصل آباد، کے بارے میں حضور رحمہ اللہ کا بیان کردہ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے کہ اس نیک بخت عورت کو کس طرح خواب کے اندر ایک نظارہ دکھلایا گیا جو کچھ عرصہ بعد من وعن پورا ہو گیا۔یہ اُس وقت کی بات ہے جب نیا نیا پاکستان بنا تھا اور جب قادیان سے ہجرت کر کے آنے والے اور پاکستان میں پہلے سے بسنے والے احمدی اپنے نئے مرکز ربوہ میں اپنے پہلے جلسہ سالانہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔فیصل آباد یہاں سے صرف چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک صنعتی شہر ہے جو اُس وقت ابھی اپنے سابقہ نام لائلپور سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔چنانچہ زینب بی بی صاحبہ اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''مَیں نے دیکھا کہ ہمارے گھر کے صحن میں ایک کشتی اتری ہے جس میں ایک بزرگ شخص سفید پگڑی میں ہیں اور ساتھ دو عورتیں ہیں۔اب جب ربوہ کا پہلا جلسہ سالانہ ہوا (یہ جلسہ اپنی سابقہ روایات کے برعکس گرمیوں میں یعنی اپریل ۱۹۴۹ء کے مہینہ میں ہوا تھا۔خود راقم الحروف کو بھی اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ناقل) تو

مَیں نے بھی اس میں شرکت کی۔ جب خواتین کے جلسہ سے خطاب کرنے کے لئے حضور (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) تشریف لائے تو آپ کے ساتھ حضرت مہر آپا (حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ) اور حضرت چھوٹی آپا (حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ) بھی تھیں۔ چونکہ خواب کا نقشہ میرے ذہن میں تازہ تھا، مَیں نے فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ بزرگ تھے اور یہی وہ دو خواتین تھیں جو اُن کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ یہ نظارہ دیکھنے کے بعد مجھے انشراح صدر ہو گیا اور مَیں نے وہیں بیعت کر لی‘‘

﴿۶﴾

اہلیہ شیخ سردار محمد صاحب

’’مَیں مسلسل بارہ سال ہدایت کے لئے دعائیں کرتی رہی‘‘

ایک اَور خاتون کی احمدیت کی طرف آسمانی رہنمائی کا عجیب واقعہ

آسمانی رہنمائی کے سلسلے میں ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ حضورؒ نے ایک ایسی خاتون کا بیان فرمایا جس کے والد احمدی ہو کر قادیان جا چکے تھے اور چونکہ وہ ایک غیر احمدی خاندان میں بیاہی ہوئی تھیں، اس وجہ سے ان کے سسرالی خاندان شدید مخالفت پر اُتر آیا تھا۔ تاہم وہ خود ایک لمبے عرصہ تک ہدایت پانے کی دعائیں کرتی رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کس طرح ابلاغ سماوی کے ذریعے اُن پر حق کھولا، اس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتی ہیں:

’’میرے سارے سسرالی خاندان نے میرے والد صاحب کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ مَیں مسلسل بارہ سال تک ہدایت کے لئے دعائیں کرتی اور روتی رہی اور ساتھ تحقیق بھی کرتی رہی لیکن احمدیت کی طرف مائل نہ ہوئی...... آخر ایک رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں کشتی میں بیٹھی ہوں اور وہ کشتی ڈگمگا رہی ہے۔ اس پر مَیں دعائیں کرنے لگی کہ اے اللہ! تو ہی بچانے والا ہے۔ مَیں یہ دعائیں کر رہی تھی کہ ساحل پر ایک بزرگ نظر آئے۔ جیسے ہی وہ بزرگ میرے قریب آتے ہیں، کشتی کنارے پر لگ جاتی ہے‘‘

حضور فرماتے ہیں، اس خواب کا ذکر انہوں نے اپنے کسی پیر سے کیا۔ پیر صاحب نے انہیں مشورہ دیا اور کیا خوب دیا کہ اگر آپ کو وہ بزرگ مل جائیں تو ان کی بیعت کر لینا''

حضور فرماتے ہیں، اب اس نیک خاتون نے سوچا کہ بارہ سال سے میرے والدان سب لوگوں کو چھوڑ کر قادیان چلے گئے ہیں، ہوسکتا ہے وہی فرقہ سچا ہو۔ چنانچہ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے خاوند کو خط لکھا کہ مَیں ساس سے اجازت لے کر قادیان جا رہی ہوں۔ اگر مجھے وہاں سچ نظر آیا تو قبول کر لوں گی۔ حضور فرماتے ہیں، اب وہ تو اپنے چاروں بچوں کو لے کر قادیان چلی گئیں۔ اِدھر جب ان کی برادری کو یہ معلوم ہوا تو وہ لگے شور مچانے اور اس کے سسرال والوں کو بھڑکانے۔ ان کی ساس کو انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اپنے بیٹے کو کہہ دے کہ اسے طلاق دے دے۔ وہ کہتی ہیں:

''یہ حالت دیکھ کر میرے میاں بہت پریشان ہو گئے۔ ایک طرف والدہ کا حکم تھا۔ دوسری طرف میری محبت۔ چنانچہ وہ ایسی دوبدو کی حالت میں مبتلا ہو گئے کہ کوئی فیصلہ کرنا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ اِدھر مَیں ان سب باتوں سے بے خبر جب قادیان پہنچی تو مجھے وہاں پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تصویر دکھائی گئی اور پوچھا گیا، کیا یہ وہ بزرگ تھے؟ مَیں نے کہا، نہیں یہ وہ بزرگ نہیں تھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تصویر دکھائی گئی۔ کیا یہ وہ بزرگ تھے؟ مَیں نے کہا، نہیں یہ بھی نہیں تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھائی گئی۔ کیا یہ وہ بزرگ تھے؟ جونہی مَیں نے وہ تصویر دیکھی مَیں بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کیونکہ وہ تصویر بعینہٖ اُس خواب والے بزرگ سے مل رہی تھی۔ ذرہ بھر بھی فرق نہیں تھا''

فرماتی ہیں، اگلے روز مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ملاقات کے لئے گئی۔ مگر مَیں رستے میں کہتی جا رہی تھی کہ اگر اب بھی مجھے شریعت کے خلاف کوئی بات نظر آئی تو خواب کی پرواہ نہیں کرونگی اور بیعت نہیں کرونگی۔ اس طرح پر دل کو سہارا دیتے ہوئے وہ وہاں پہنچی۔ اب آگے جو ہوا وہ دوطرفہ وحی کی ایک ایسی مثال ہے جو خوابوں کو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا کر کے اس کے منبع الٰہی سے نکلے ہوئے ہونے پر ایک قوی شہادت مہیا کرتی ہے۔ جیسا کہ حضورؒ نے اس خاتون کے حوالے سے فرمایا:

''اُس وقت حضورؓ اُم طاہر کے گھر میں (حضورؒ فرماتے ہیں، یعنی ہمارے گھر میں) تھے۔ برآمدہ میں تشریف لائے۔ السلام علیکم کہا۔ مَیں نے اسی طرح چہرے پر نقاب گرائے

رکھا۔ حضورؓ نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کِیا اور بیعت کے الفاظ دہرانے شروع کر دئے اور مَیں وہ الفاظ پیچھے پیچھے دہراتی چلی گئی۔ اس طرح مَیں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوگئی۔

اب اگرچہ وہ بیعت کے لئے ہی حاضر ہوئی تھیں مگر حضور رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھے بغیر کس طرح اس کی بیعت لینی شروع کردی، یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ چنانچہ فرماتی ہیں:

''بعد میں مَیں نے حضرت ام طاہرؓ کے ذریعے حضورؓ سے پچھوایا کہ آپ نے بغیر کسی قسم کا سوال کئے کیسے میری بیعت لے لی۔ اس پر حضور نے بتلایا کہ تمہارے ایک دوسرے بھائی جو احمدی ہو چکے ہیں، مجھے خط لکھا کرتے تھے کہ میری بہن بڑی نیک ہے، دعا کریں کہ وہ بھی بیعت کرلے۔ چنانچہ مَیں نے تمہارے احمدی ہونے کے لئے بہت دعائیں کیں اور مجھے خدا کی طرف سے بتادیا گیا تھا کہ تم بیعت کرنے آؤ گی۔ اب جب مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر قاضی لعل دین صاحب کی بیٹی آئی ہیں تو مَیں نے بغیر پوچھے تم سے بیعت لینی شروع کردی'' [ا]

[ا] روزنامہ الفضل، ربوہ، مورخہ ۲۳؍جنوری ۲۰۱۰ میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے مطابق اس خاتون یعنی اہلیہ سردار محمد کا نام اسلم بی بی تھا۔ ان کے والد قاضی لعل دین صاحب سول سرجن تھے۔ ان کے وہ بھائی جن کے بارے میں حضورؓ نے فرمایا کہ وہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں اپنی بہن کی بیعت کے بارے میں خط لکھتے رہتے تھے، ان کا نام ڈاکٹر فیروزالدین تھا۔ وہ بڑے مخلص احمدی تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کی یہ بہن بھی احمدی ہو جائے۔ چنانچہ جب وہ بالآخر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کرچکیں تو حضورؓ نے انہیں بتایا کہ تمہارے بھائی نے تمہاری بیعت کے بارے میں اتنے خطوط لکھے ہیں کہ آج تک کسی بھائی نے اپنی بہن کی بیعت کرنے کے واسطے اتنے خط نہیں لکھے۔ مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسلم بی بی صاحبہ نے احمدیت قبول کرنے کے بعد بڑا اخلاص دکھایا اور فوراً ہی نظام وصیت میں شمولیت اختیار کرلی اور ۱/۳ حصے کی موصیہ ہوگئیں۔

اسی طرح ڈاکٹر فیروزالدین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ۱۹۴۶ء میں عدن چلے گئے تھے اور وہاں پہلے سے موجود بعض دیگر احمدی ڈاکٹروں سے مل کر جماعت کی بنیاد رکھی اور مرکز سے ایک مبلغ بھجوانے کی درخواست کی۔ یہ مبلغ جو بھجوائے گئے ان کا نام مولوی غلام احمد صاحب مبشر تھا۔ وہ ۱۹؍اگست ۱۹۴۶ء کو عدن پہنچے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یعنی دسمبر ۱۹۴۷ء میں قضائے الٰہی سے ڈاکٹر فیروزالدین صاحب کی وفات ہوگئی۔

☆ ☆ ☆

﴿۷﴾

"یہ دعا پڑھتے پڑھتے میری آنکھ کھل گئی"

ایک چینی الاصل خاتون کو ملنے والا آسمانی پیغام

اسی تسلسل میں حضورؒ نے جلسہ انگلستان ۱۹۹۳ء کے موقع پر ایک اور غیر ملکی احمدی عورت کا واقعہ بیان فرمایا اور بتایا کہ کس طرح جماعت احمدیہ کو نصیب ہونے والی اس آسمانی دولت سے دوسرے ممالک کی احمدی عورتیں بھی متمتع ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ہمارے چینی الاصل دوست مکرم برادرم محمد عثمان چاؤ صاحب[۱] کی بیگم کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:

"عثمان چینی صاحب کی بیگم یہاں اسلام آباد میں موجود ہیں۔ وہ تحریر فرماتی ہیں کہ 'جب مَیں چین سے پاکستان آئی اور عثمان چینی کے ساتھ بیاہی گئی تو اُس وقت مَیں عربی سے بالکل نابلد تھی (حضورؒ نے فرمایا، نابلد تو اب بھی ہیں لیکن اب عربی میں دعائیں کرسکتی ہیں۔ اُس وقت البتہ بالکل ہی نابلد تھیں اور کوئی دعا بھی یاد نہ تھی)۔ ان دنوں خواب میں دیکھا کہ مَیں اور عثمان چینی صاحب ایک ایسے کھیت میں چل رہے ہیں جس کے دونوں طرف لہلہاتی ہوئی فصلیں کھڑی ہیں۔ اس چہل قدمی کے دوران عثمان صاحب مجھے یہ دعا سکھلاتے ہیں:

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیرُ الْوَارِثِیْنَ[۲]

اس دعا کو پڑھتے پڑھتے میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ اُس وقت سے یہ دعا مجھے یاد ہے۔ چنانچہ اس دعا کے نتیجے میں مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بچے عطا فرمائے ہیں"

---

[۱] برادرم عثمان چینی صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ کے فارغ التحصیل ہیں اور اِس وقت جماعت کے برطانوی مرکز میں "چینی ڈسک" کے انچارج ہیں۔ آپ کی یہ چینی الاصل بیگم ۱۹۷۷/۷/۸ء میں انگلستان تشریف لائیں اور اِس وقت "اسلام آباد"۔ ٹلفورڈ۔ میں اپنے میاں اور بچوں کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بچوں، قرۃ العین، داؤد اور منزہ سے نوازا ہے۔ یہ تینوں بچے اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے رنگ میں پوری طرح رنگین اپنے اپنے طور پر خدمات دینیہ کی توفیق پا رہے ہیں۔

[۲] یہ سورۃ الانبیاء کی آیت ۹۰ میں واردہ حضرت زکریاؑ کی اپنی ولاد کے لئے کی جانے والی دعا کے الفاظ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین کرام سے ایک ضروری التماس

کتاب ھٰذا یعنی ''درویشان احمدیت''، جلد پنجم، حصہ دوم، ان ایمان افروز واقعات پر مشتمل ہے جو آسمانی بشارات کی شکل میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے غلاموں کے وجودوں میں ظاہر ہوئے اور اب تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ جملہ واقعات جن میں سے ہر ایک میں خدائے علیم و خبیر کی قدرت اور رحمت کا چمکتا ہوا جلوہ نظر آتا ہے اور جو اس کی زندہ ہستی پر ایک گواہی ثبت کر رہا ہے، انہیں خاکسار نے سلسلہ کی کتب، اخبارات اور رسائل میں سے لے کر مستند حوالوں کے ساتھ یہاں جمع کر دیا گیا ہے۔ چونکہ ضروری نہیں کہ سلسلہ کے لٹریچر میں شائع ہونے والا ہر واقعہ راقم الحروف کی نظر سے گذرتا، اس لئے متنِ کتاب میں درج شدہ واقعات کو بطور امثلہ سمجھتے ہوئے ان پر اکتفا کی جائے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ بعض احباب جماعت کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی بڑھ کر عظمتِ شان کے حامل واقعات دکھائے ہوں۔ لہٰذا خاکسار ایسے تمام احباب سے گذارش کرتا ہے کہ وہ ایسے جملہ چھوٹے بڑے واقعات کو سلسلہ کے کسی مجلّہ یا اخبار میں شائع کروا دیں تا بعد میں آنے والا مصنف انہیں اس عاجز کے طریق پر جمع کر کے اسے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر سکے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ ہر چند کہ درج شدہ واقعات سے متعلق افراد کا کسی قدر تعارف بھی کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ہر واقعہ کے ہر کردار کا تعارف حاصل کرنا خاکسار کے لئے عملاً ممکن نہ تھا۔ لھٰذا ناظرین اگر ایسے احباب کو جانتے ہوں یا ان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہوں تو واقعہ کا حوالہ دے کر شخص متعلق کے بارے میں کسی قدر تعارفی نوٹ تیار کر کے خاکسار کو ارسال فرما دیں تا کہ کتاب کے اگلے ایڈیشن میں اسے متعلقہ واقعہ کی ذیل میں درج کیا جا سکے۔ خاکسار کا پتہ حسب ذیل ہے:

F. I. Anweri,
Danziger Str. 8, 63179
Obertshausen, German

کتابیات

(سلسلہ احمدیہ کی وہ کتب،اخبارات اور رسائل جن سے اس مجموعہ کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے)

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، امام جماعت احمدیہ وخلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وہ تفسیر قرآن جو نظارت نشر واشاعت قادیان کی طرف سے ۲۰۰۴ء میں پانچ جلدوں میں شائع ہوئی۔

روحانی خزائن: (حقیقۃ الوحی، ازالہ اوہام وغیرہ) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تالیف کردہ وہ کتب جو ایڈیشنل ناظر اشاعت مقیم انگلستان کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں ۲۳ جلدوں میں شائع ہوئیں۔

ملفوظات: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ان کلمات کا مجموعہ جو حضرت نے اپنی ماموارنہ زندگی کے دوران ارشاد فرمائے، جو آپکی زندگی میں ہی ضبط تحریر میں لائے گئے اور جو نظارت نشر واشاعت قادیان کی طرف سے ۲۰۰۳ء میں پانچ جلدوں میں شائع کئے گئے۔

تذکرۃ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن رؤیاء، کشوف اور الہامات کی مجموعہ، جو آپ نے اپنی مختلف کتب میں شائع فرمائے اور جو بعد میں ایک الگ کتابی صورت میں سلسلہ کی طرف سے شائع ہوئے۔ ''تذکرۃ'' کی جس طباعت کے حوالجات ''درویشان احمدیت'' کی جلد ہٰذا میں دئے گئے ہیں، وہ جماعت کے ادارہ ''الشرکۃ الاسلامیہ'' کی طرف سے شائع ہونے والی طبع چہارم ہے۔

رجسٹر روایات صحابہ: صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایات کا قلمی مجموعہ، جو خلافت لائبریری، ربوہ، میں مجلد رجسٹروں کی صورت میں محفوظ ہے۔

اخبار الحکم واخبار البدر: حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں قادیان سے نکلنے والے دو اخبارات۔

اخبار الفضل: جماعت احمدیہ کا اردو زبان میں نکلنے والا مرکزی روزنامہ، جس کا سلسلۂ اشاعت خلافت ثانیہ سے لے کر اب تک جاری ہے۔

الفضل انٹرنیشنل: لندن سے نکلنے والا سلسلہ احمدیہ کا ہفتہ روزہ اردو اخبار۔

تاریخ احمدیت: سلسلہ احمدیہ کی متعدد جلدوں میں شائع ہونے والی مستند تاریخ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا وہ ایڈیشن جو ۲۰۰۷ء میں ''پرنٹ ویل'' پبلشرز، امرتسر، میں شائع ہوا۔

اصحاب احمد: مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، (یکے از درویشان قادیان)

تحدیث نعمت: خودنوشت حالات زندگی چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ مطبوعہ 1981ء

سر ظفر اللہ کی یادداشتیں: چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی زندگی کے بعض چیدہ واقعات

انگریزی کتاب:Zafrullah Khan - My Mentor از چودھری انور احمد کاہلوں جس میں مکرم چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی زندگی کے بعض ثوذاتی نوعیت کے واقعات درج ہیں

سیرۃ المہدی: مجموعہ روایات صحابہ متعلقہ سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے۔

سیرۃ احمد: مجموعہ روایات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلفہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ۔

میری والدہ: مختصر حالات زندگی حضرت حسین بی بی صاحبہؓ، والدہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ، شائع کردہ نظارت نشرواشاعت قادیان۔

ماہنامہ انصار اللہ: مرکز احمدیت ربوہ سے نکلنے والا مجلس انصار اللہ پاکستان کا ماہانہ رسالہ۔

نشان کبیر: خودنوشت حالات زندگی ڈاکٹر عبد العزیز اخوند صاحب، مطبوعہ منجانب ''احمد اکیڈمی'' ربوہ

تذکرۃ المہدی: سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ، مؤلفہ پیر سراج الحق نعمانیؓ (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حیات نور: سوانح حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ، خلیفۃ المسیح الاول، مصنفہ شیخ عبد القادر صاحب (یکے از مبلغین سلسلہ احمدیہ) مطبوعہ دسمبر ۱۹۶۳ء۔سن اشاعت ۲۰۰۶ء

برہان ہدایت: ایمان افروز واقعات کا مجموعہ، مؤلفہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر۔

عالمگیر برکات مامور زمانہ: مؤلفہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر۔

نیر احمدیت: حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیرؓ کے حالات زندگی۔از قلم مولانا نعمت اللہ صاحب بشارت

سوانح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ: از قلم احمد طاہر مرزا

سوانح بیگم شفیع صاحبہ: از قلم سیدہ نسیم صاحبہ۔یکے از مطبوعات لجنہ اماء اللہ لاہور۔

مکتوبات: احباب جماعت احمدیہ کے اپنی خوابوں پر مشتمل خطوط جو انہوں نے خاکسار کے ۷۹/۱۹۷۸ء میں اخبار الفضل میں شائع ہونے والے ایک اعلان کے جواب میں خاکسار کو بھجوائے اور جو اپنی اصل شکل میں ''خلافت لائبریری'' ربوہ میں محفوظ کرادئے گئے ہیں۔

........☆........

فہرست مضامین

آپ کی دیگر رؤیا صالحہ

باب پنجم ۔ عورتوں کو الہام

....

....

......

☆

شکریہ احباب و خواتین

"**درویشان احمدیت**" کی موجودہ جلد کی اشاعت میں خاکسار کی گزارش پر یا اپنے طور پر حصول ثواب کی خاطر بعض ایسے احمدی دوستوں اور بہنوں نے مالی تعاون کی پیشکش کی ہے جن کے آباؤاجداد کے ایمان افروز واقعات اس کتاب میں لائے گئے ہیں۔ لھذا خاکسار ان احباب و خواتین کے نام ذیل میں درج کرتے ہوئے قارئین کرام سے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اموال اور نفوس میں برکت ڈالے اور انہیں اس کار خیر کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین!)

۱۔ مکرم محمود اختر صاحب مرحوم، کیلگری۔ کینیڈا.......................۱۰۰ ڈالر

۲۔ مکرمہ سیدہ نسیم سعید صاحبہ ایم۔اے، لاہور کینٹ۔ پاکستان.......................۱۰۰۰ روپے

۳۔ مکرمہ مسعودہ شاہدہ صاحبہ Oslo۔ ناروے.......................۱۰۰۰ کرون

۴۔ عزیزم عطاء النصر انوری Nannestad۔ ناروے.......................۱۵۰۰ کرون

۵۔ عزیزم طلحہ انوری۔ Nannestad۔ ناروے.......................۵۰۰ کرون

۶۔ عزیزہ نغمی (مع دختر عمیرہ نوشین چودھری و عزیزم ہارون شیخ)۔ ناروے.......................۵۰۰ کرون

۷۔ مکرمہ عزیزہ (ڈاکٹر) امۃ الرقیب صاحبہ (مع ہمشیرگان عزیزہ امۃ الحی صاحبہ و عزیزہ امۃ الوحید صاحبہ و برادرش عزیزم طاہر احمد صاحب) فرانکفورٹ۔ جرمنی۔.......................۱۰۰ یورو

۸۔ مکرمہ امۃ القیوم خان صاحبہ و مکرمہ عزیزہ مریم صدیقہ صاحبہ و مکرم فیض محمد خان صاحب (مع بچگان عزیزم بلال احمد خان و عزیزم فیاض احمد خان)۔ Neuwied۔ جرمنی.......................۱۰۰ یورو

۹۔ عزیزہ امۃ القدوس خان صاحبہ۔ Weissenthurm۔ جرمنی.......................۵۰ یورو

۱۰۔ برادرم محمد شہزاد بلوچ صاحب۔ بونا میز۔ فرانکفورٹ۔ جرمنی.......................۱۰۰ یورو

۱۱۔ برادرم افتخار احمد صاحب چیمہ۔ فرانکفورٹ۔ جرمنی.......................۵۰ یورو


۱۲۔ عزیزہ عطیۃ الرحمٰن صاحبہ، جرمنی۔ حال انگلستان.......................۵۰ یورو

۱۳۔ عزیزم عقیل الرحمٰن صاحب، جرمنی۔ حال انگلستان.......................۵۰ یورو

۱۴۔ خاکسار فضل الٰہی انوری (منجانب والد صاحب ماسٹر امام علی بھیروی مرحوم)۔.......................۵۰ یورو

۱۵۔ خاکسار فضل الٰہی انوری (منجانب تایا جان ماسٹر محمد زمان مرحوم حضور پوری)۔.......................۵۰ یورو

والسلام خاکسار فضل الٰہی انوری، مؤلف کتاب


ألا بذكر الله تطمئن القلوب
Nasr Publications